دل فریب
مرزا نگار سیف

دل فریب

از

مرزا نگار سیف

Urdu Novels Ghar

وہ سر جھکائے سڑک کے کنارے چلتی جا رہی تھی بیگ کہنی پہ ٹکائے وہ اردگرد سے بے نیاز سر پہ اوڑھی سیاہ چادر سر سے اترنے کے خدشے سے تھوڑی کے نیچے مٹھی میں جکڑے اپنے چلتے پیروں پہ نظر ٹکائے نجانے کس منزل کی جانب رواں تھی۔ عکاشہ نے گاڑی کی سپید کم کرکے بالکل اس کے پاس لا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

"مس سخاوت۔۔۔؟" اس نے جیسے تصدیق کی تھی۔

وہ چونک کر پلٹی اس پہ نظر پڑتے ہی ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔ اگلے لمحے وہ نخوت سے سر جھٹک کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ عکاشہ کو اس کا یوں نظر انداز کرنا نجانے کیوں سلگا گیا تھا۔ گاڑی وہیں ایک طرف روک کر وہ تیز تیز چلتا اس کے سامنے آرکا۔

"جی کیا مسلہ ہے آپ ساتھ؟ کہا تھا نا اگلی دفعہ جب دیکھیں مجھے تو راستہ بدل لینا مگر نہیں آپ تو نہایت کوئی ڈھیٹ انسان ہیں اب اگر میں نے ہی نظر انداز کر دیا تھا تو بھی پیچھے آ

Urdu Novels Ghar

گئے"تند لہجے میں کہتی وہ اسے مزید سلگا گئی۔ مگر اس کی بات سمجھتے وہ چونکا۔

"تم بھاگ رہی تھی مجھ سے؟" وہ حیران ہوا اس کی بات پہ۔

"جی بالکل اب پتہ چل گیا؟ تو مہربانی فرمائیں" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے جانے کو راستہ چاہا۔

"تو پھر یہ کوشش چھوڑ دو کیونکہ جس چیز سے ہم بھاگتے ہیں وہ بار بار ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے تم جتنا مجھ سے دور بھاگو گی میں تمہیں اتنا ہی تمہارے قریب ملوں گا" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے گویا ہوا۔

"اوہ بھائی۔۔۔۔جان چھوڑو کیوں الجھ رہے ہو مجھ سے پیچھے ہی پڑ گئے ہو، میرے پاس پہلے ہی بڑے کام ہیں کرنے کو" وہ تیز نظر اس پہ ڈال کر آگے بڑھ کر ٹیکسی روکنے لگی۔

عکاشہ کو احساس ہوا وہ خواہ مخواہ اس سے الجھ رہا تھا۔

****

"آنکھوں کا ہے فریب یا عکس جمال ہے"

"آتی ہے کیوں نظر اس کی صورت جگہ جگہ"

اس کے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے ہوئے تھے اور منہ پہ ٹیپ لگی تھی۔پنڈلیوں کو رسی سے اس قدر مضبوطی سے باندھا گیا تھا کہ اب پیر تک نیلے پڑ رہے تھے۔ اندھیر کمرے میں وہ آنکھیں کھول کھول کر اردگرد دیکھ رہی تھی کہ کوئی سراغ ملے۔ جو اس کو کہیں مل نہیں رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور روشنی میں ایک اونچا لمبا ہیولا اسے نظر آیا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے پاس آرہا تھا۔ دروازہ بند ہوا تو کمرے میں مدھم سی دودھیا روشنی ہوئی۔ وہ ایک گھٹنا موڑ کر زمین پہ بیٹھا اور دوسرے گھٹنے پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

ایک جست میں اس نے اس کے منہ سے ٹیپ ہٹائی تو وہ درد کی وجہ سے ہونٹ بھینچ کر آنکھیں بند کر گئی۔

"عکاشہ۔۔۔؟" آنکھیں کھولتے ہی ہونٹوں کو جنبش دی تو اس کی ہیزل براؤن آنکھیں دیکھیں اس کی آنکھوں میں ہلکی سی لالی تھی۔ اپنا نام اس کے لبوں سے سن کر وہ مسکرایا تھا اور آج اس کی مسکراہٹ بہت پرسکون اور گہری تھی۔

پھر وہ اس کے پاس زمین پہ ہی پالتی مار کر بیٹھا ہاتھ اس کی پنڈلیوں کی رسی کی طرف گئے تو وہ فوراً سے پہلے بے جان ہوتے پیروں کو پیچھے کھینچ کر مزید تھوڑی کے ساتھ لگا گئی۔

"بلڈ سرکولیشن رک کر تمہاری ٹانگیں پیرالائیزڈ ہو سکتی ہیں" سنجیدگی سے کہہ کر اس نے

ہاتھ بڑھا کر اس کی رسی اس طرح کھولی کہ ایک انگلی بھی اس کے جسم کو چھوئی نہیں تھی۔

وہ اسے اپنی چمکتی کالی آنکھوں سے غور سے دیکھ رہی تھی۔ شاید اس کے نقوش حفظ کر رہی تھی۔

"کہا تھا نا مجھ سے جتنا بھاگو گی میں اتنا ہی تمہیں تمہارے قریب ملوں گا" وہ اپنی نشیلی آنکھیں اس کے چہرے پہ جما کر بولا۔

وہ خاموش تھی نہ ڈر نہ سوال نہ کوئی مزاحمت بے تاثر چہرہ لیے وہ اس کا چہرہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس کام کے لیے ہی اسے یہاں لایا گیا تھا۔

"تم ڈرگز لیتے ہو؟" اس سارے میں وہ پہلی دفعہ بولی تھی۔ اس کی آواز بے حد خوبصورت تھی میٹھی شہد جیسی۔ عنابی متبسم ہونٹ جو اس وقت سپاٹ تھے بولتے ہوئے بے حد خوبصورت لگتے تھے۔

وہ اپنی تینتِس سالہ زندگی میں بے پناہ حسن دیکھ چکا تھا ایشیا کے بے شمار ملکوں کی سیر کے دوران یورپ میں پڑھائی کے لیے کئی ملکوں میں پھرا تھا۔ اس کی فیس بک فرینڈز میں سے کئی لاکھ تو فیمیل تھیں۔ مگر جو کمال اس لڑکی میں تھا وہ اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا یا شاید وہ لمحہ ہی کچھ ایسا تھا جب وہ اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت اس کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

"تمہارا دیدار کسی ڈگیلا کے شاٹ سے کم ہے کیا؟" وہ محظوظ ہو کر بولا۔ اب اسے کیا بتاتا پچھلے نجانے کتنے ہی دنوں سے وہ نیند سے۔بیگانہ تھا اور رہتی کسر تو گزری رات نے پوری کی تھی۔

وہ اپنے بارے میں ایسے الفاظ سن کر اندر تک سلگ گئی تھی مگر پھر بھی وہ اس شخص کے لیے اپنے دل میں نفرت محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ اسے اغواء کر چکا تھا۔ کل رات جب اس کا نکاح ہونے والا تھا وہ اب سارے زمانے کے سامنے رسوا ہونے والی تھی۔ مگر وہ اس کو بدعائیں نہیں دے پا رہی تھی وہ نہیں پوچھ پا رہی تھی اس نے کیوں کیا ایسا، اس نے کیا بگاڑا تھا اس کا، وہ بس خاموش تھی۔

عکاشہ کو وہ ہمیشہ کی طرح پر اسرار لگی تھی۔

"کچھ پوچھو گی نہیں؟" عکاشہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ کہو گی نہیں؟ کل سے تم خاموش ہو ایک لفظ تک نہیں کہا تم نے، تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو رو رو کر گڑگڑاتی، مدد مانگتی، پوچھتی مجھ سے اپنا قصور، تم تو یوں خاموش ہو جیسے یہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے" وہ بغور اس کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر مزید بولا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ اس کے سوال پہ وہ کھل کر مسکرایا۔

"تم کافی سمجھدار ہو یہ تو سمجھ چکی ہو گی اب تک کہ تمہارا وہ منگیتر اب تمہیں قبول نہیں کرے گا سووو۔۔۔ ! نکاح۔۔۔۔۔نکاح کر لو مجھ سے، تمہیں اچھا مقام دوں گا اپنی

زندگی میں بھی اور معاشرے میں بھی، محافظ بنوں گا تمہارا" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"ہونہہ محافظ۔۔۔!" اس نے سر جھٹکا انداز ایسا تھا کہ عکاشہ کو اندر تک جلا گیا تھا مگر بظاہر پرسکون ہی نظر آرہا تھا۔

"اور نہ کروں تو؟" اب کے وہ سرد لہجے میں بولی۔

"اس میں تمہارا بھی فائیدہ ہے سوچ لو" وہ اسے کچھ یاد دلا کر بولا۔

"جانتی ہوں رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تم نے، لیکن میں نے پوچھا اگر نہ کروں تو؟" وہ بارعب آواز میں بولی تو عکاشہ کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

"تو۔۔۔۔!" اپنے کپڑوں پہ لگی نا معلوم گرد جھاڑ کر سینے پہ بازو باندھ کر کھڑا ہوا۔

****

"کہا تھا نہ تم لوگوں سے کھروچ بھی نہ آئے اسے ہمم کہا تھا نہ؟" وہ قطار میں کھڑے چھ مردوں پہ دھاڑتا بولا اور پھر مڑ کر ایک کا ہاتھ اس قدر زور سے موڑا کہ اس کی کلائی ٹوٹنے پہ وہ شخص چیخنے کے ساتھ زمین پہ اوندھے منہ گرا۔

"تم لوگوں کو ایک دفعہ کی سمجھائی بات سمجھ نہیں آتی؟" اب وہ اس سے اگلے کے پاس

پہنچا۔

"سس سر وہ میم کسی طرح ہم سے سنبھالی نہیں جا رہی تھیں اوو۔۔۔۔وورر کلوروفارم کا اثر بھی سسساڑھے تین منٹ میں ان پر سے ختختختم ہو گیا تھا جبکہ ییہی کلوروفارم کسی بھی نارمل ششش شخص پہ کلک کم از کم ایک گھنٹہ تو لللازمی اثر کرتا ہے" گھبراہٹ میں تیز بولنے کی وجہ سے وہ شخص ہکلا ہکلا کر وضاحت دینے لگا۔

"ساری رات اسے رسیوں سے باندھ کر رکھا تھا۔۔۔بکواس کرتے ہو" عکاشہ نے کہنی سے اس کے جبڑے پہ وار کیا اور وہ بھی ایک طرف کو لڑھک کر گرا۔

"معاف کردو صاحب ہمیں نہیں پتہ تھا ہمیں تو بس" وہ سب اس کے پیروں میں گر کر معافیاں مانگنے لگے تو وہ سب کو ٹھوکریں مارتا وہاں سے باہر نکل گیا۔

****

"بالی اٹھ جاؤ یار شام ہونے کو ہے میں بور ہو گئی ہوں تمہاری اس نیند سے" بخت آور نے اس پر سے کمبل زرا سا کھینچا تو وہ فٹ سے اٹھی۔

مندی مندی آنکھوں سے اسے غصے سے دیکھا اور پھر دوپٹہ شانوں پہ ڈال کر بالوں کی پونی کو کھینچ کر ٹائٹ کیا۔

"تمیز تو ہے ہی نہیں تم میں، جاہل" وہ اسے ڈانٹ پلاتی کمبل تہہ کر کے اٹھی اور چپل پہن کر باتھروم گئی۔

جبکہ بخت آور ڈھیٹوں کی طرح ہنستے ہوئے اسے کمرے سے منسلک باتھ روم جاتے دیکھ کر فلور کشن پہ ہی بیٹھی وہ جانتی تھی بالی کو کس قدر برا لگتا تھا کوئی اسے نیند سے جگائے اور نہ ہی وہ خود کسی سوئے شخص کو نیند سے جگا سکتی تھی۔

وہ منہ دھو کر واپس آئی تو بختاور اپنا لیپ ٹاپ لیے وہیں فلور کشن پہ بیٹھ کر کچھ کر رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو؟" وہ دونوں گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ کر بولی۔

"یار یہ اسائنمنٹ بنا رہی ہوں پتہ نہیں نوید سر اتنے مشکل ٹاپک ڈھونڈ ڈھونڈ کر کہاں سے لاتے ہیں؟" وہ کلس کر بولی۔

"لاؤ میں مین مین ہائیڈ لائنز بنا دوں پھر ان کی تم اپنے ذہن سے اور کچھ گوگل سے مزید وضاحت کر لینا آسانی سے بن جائے گی" وہ اس کا لیپ ٹاپ لے کر اپنی گود میں رکھ کر بولی۔

"کل دینی ہے یار" وہ مظلوم سی شکل بنا کر بولی دل میں اک آس سی تھی۔

"ہمم ابھی سے کرو گی تو پوری ہو گی سونے سے پہلے" اس کی آس پہ پانی پھیرتی وہ سنجیدگی سے بولی۔

"یار میری ٹائپنگ سپیڈ بہت سلو ہے" ایک اور کوشش۔

" ہمم۔۔۔ ! اسی لیے کہا ہے سونے تک ہو گی ورنہ تو یہ ایک گھنٹے کا کام ہے" وہ ہنوز سنجیدہ سا بولی۔

"اس دفعہ بنا دو نہ۔۔۔" وہ ابھی رونا روتی کہ بالی نے پہلے ٹوک دیا۔

"بالکل نہیں آج اسائنمنٹ میں بنا کر دوں گی تو پیپرز میں کیا کرو گی؟" سکون سے کہہ کر وہ اس کے چہرے پہ اداسی پھیلا گئی۔

وہ ایسی ہی تھی نہ محبت کا برملا اظہار کرتی اور نہ کسی پہ حق جتاتی تھی۔ مگر اس کی محبت بہت پریکٹیکل سی تھی اپنے سے جڑے ہر انسان کو ویلیو کرتی اور اس کے ساتھ بھلائی کی ازحد کوشش کرتی۔

"یار پیپرز کی بھی دیکھی جائے گی" وہ ایک دفعہ پھر مسکین شکل بنا کر بلیک میلنگ پہ اتری۔

"یہ لو اب ان پہ کام کرو اور مجھے بتاؤ آج کیا پکانا ہے؟"

"جو دل ہو پکا لیں کون سا آپ کو میری ماننی ہوتی ہے" وہ غصیلی نظر اس پہ ڈال کر لیپ ٹاپ گود میں رکھتی ٹائپنگ کرنے لگی۔

بالی منہ دھونے باتھ روم گئی اور کچھ دیر میں باہر آکر ڈریسنگ کے سامنے بال برش کر کے انہیں کیچر میں جکڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ پیچھے بخت آور کلس کر اپنی اسائنمنٹ

بنانے لگی۔

****

"مانا کہ مجھے تم سے محبت ہے"

"یہ بھی مانا کہ میں تیری چاہت ہوں"

"مگر۔۔۔!"

"میری زندگی میں چاہتوں کی کمی تو نہیں کہ۔۔۔!"

"رشتے اور بھی ہیں صرف تم ہی تو نہیں"

"میں کون ہوں کیا ہوں آبتلاؤں تجھے"

"آج خود سے خود ہی ملواؤں تجھے"

"اپنی ماں کی تربیت میں ڈھلا"

"ایک سانچہ ہوں"

"اپنے بابا کی امیدوں کا"

"پر اک خاکہ ہوں"

Urdu Novels Ghar

اس کا غزل کہنے کا انداز ہر ایک کے دل کو چھو کر اس کے لفظوں کی کیفیت میں اتار رہا تھا اور وہ اپنی خوبصورت آنکھیں گھما کر اپنے اردگرد موجود نفوس پہ جو کہ یوں ہی اس کی آواز اور اندازِبیاں سننے کو رکے تھے ایک نظر ڈالتی اگلا مصرعہ کہنے لگی۔

"میں جانتی ہوں مجھ سے ہے"
"میرے گھر کی عزت و آبرو"
"تو ایسے میں میں بھٹک جاؤں"
"یہ ممکن ہی نہیں"
"کہ۔۔۔"
"دل وہ بھی رکھتے ہیں"
"ہم تم ہی تو نہیں"
"کہ۔۔۔!"
"دل وہ بھی رکھتے ہیں"
"ہم تم ہی تو نہیں"

اور اس کے خاموش ہوتے ان سب کی تالیاں پورے گراؤنڈ میں گونجی تو وہاں موجود کتنے ہی سٹوڈینٹ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کتنے ہی گزرتے گروپ پلٹ کر انکو دیکھ کر مسکرا دیے۔

وہ انگلش لٹریچر کی منچلی تین لڑکیوں کا گروپ تھا یونیورسٹی کا چپہ چپہ پھرنے والیاں۔

ان تینوں کو یونی کا تقریباً ہر سٹوڈینٹ جانتا تھا۔

"یار امجھے ہر دفعہ لگتا ہے تجھے انگلش نہیں اردو لٹریچر میں ماسٹرز کرنا چاہیے" بخت آور نے داد دینے کے انداز میں کہا۔

"لٹریچر تو لٹریچر ہوتا ہے انگلش ہو یا اردو پاگل" انوشہ نے دانتوں کی بھرپور نمائش کی۔

بخت آور نے اس کی بات پہ قہقہ لگایا تو بالی بھی ہلکا سا مسکرائی جبکہ انوشہ کو اپنی بات میں کوئی جھول ہونے کا خطرہ دکھائی دیا۔

"کیا۔۔۔؟"

"انوشہ انوشہ ہی ہوتی ہے" بخت آور نے ہنوز ہنستے ہوئے بالی کے بازو پہ ہاتھ مارا۔

"چلو تم دونوں کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے" وہ اٹھتی ہمیشہ کی طرح اک رعب سے کہتی بیگ کندھے پہ ڈالتی کلاس کی طرف چل دی اور وہ دونوں بھی اس کے پیچھے بھا گیں۔

****

"بس تم تو آتی ہو کھانے پینے اور پیسے بٹورنے کوئی لڑکا تو ڈھنگ کا دکھایا نہیں آج تک" زلیخا نے منہ کے کئی زاویے بگاڑ کر کہا۔

" خالہ میں تو۔۔۔"

"لا حول ولا قوۃ" زلیخا دھہل کر بولی۔

"تم مجھ سے کوئی دو چار سال ہی چھوٹی ہو گی نگین شرم کرو کچھ، خالہ کہاں سے لگتی ہوں میں تمہاری" وہ ناک منہ چڑھا کر بولیں۔

"اچھا بھئی سوری آپا آپ تو برا ہی منا جاتی ہیں میں کہہ رہی تھی آپ کی وہ سیالکوٹ والی نندہیں نہ ان کی بیٹی یہیں ہوتی ہے نا اپنے بیٹے کی جاب کی وجہ سے کافی سوہنا ہے لڑکا اس کے لیے بات چلاؤں میں؟ اونچا لمبا گھبرو جوان ہے ٹیکسٹائل کمپنی میں بڑی اچھی جاب کرتا ہے لاکھوں کی تنخواہ ہے جی" وہ ہاتھ نچا نچا کر بولی۔

"ہمم چلو کرو بات پھر تم وہاں لیکن۔۔۔" ابھی وہ بات مکمل کرتیں کہ بالی لاؤنج میں آئی۔

" السلام علیکم"

"واااا علیییکم اسلاااام جیتی رہو" انہوں نے اپنا کالا چشمہ ہٹا کر بالی کو اوپر سے نیچے تک

دیکھا جو اب مسکرا کر اندر جا چکی تھی۔ غالباً وہ چھت سے آئی تھی اور حسبِ عادت اس نے سلام کیا تھا۔ جس پہ زلیخا جی جان سے کلس کر رہ گئی تھی۔

"ایہہ کی شے اے؟" (یہ کیا چیز ہے؟)۔

"بھانجی ہے میری اور تم دیدے پھاڑنے نہ لگ جایا کرو" وہ بارعب بولیں۔

"آجی اظہر کے ساتھ یہ بچی۔۔۔" وہ ابھی مزید اپنی زبان کے جوہر دکھاتی کہ زلیخا سلگ اٹھی۔

"نگین۔۔۔۔ اٹھو"

"کیا ہوا جی۔۔۔۔ او جی تسی غصہ ای کر گئے میں تو بس ایسے ہی اللہ غارت کرے میری زبان نوں" وہ فوراً بدک کر بولی۔

****

"السلام علیکم آنی" وہ گھر میں داخل ہوئی تو زلیخا کو دیکھ کر بولی۔ جس پہ وہ خاموشی سے اپنا ٹی وی پہ چلتا ڈرامہ دیکھتی رہیں۔ وہ بھی جواب نا پا کر اندر بڑھ گئی۔

"ارے یار امی آپ کو کوئی کام وام نہیں ہے ہر وقت آپ کا یہ ڈرامہ سیریل ہوتا ہے اور آپ" وہ اندر آتے ہی بے زاری سے بولی اور ان کے ساتھ ہی جڑ کر بیٹھ گئی۔

Urdu Novels Ghar

"ادب لحاظ ہے یا نہیں تم میں دن بدن منہ پھٹ ہوتی جا رہی ہو کیا کروں میں تیرا۔۔۔؟" وہ بھی جل کر بولیں۔

"ویاہ۔۔۔ہاہاہاہ" وہ چھوٹا سا قہقہ لگا کر ہنسی۔

"دیکھا ہے کبھی اسے اس طرح کی بات کرتے ہوئے ہر وقت تو اس کے ساتھ جڑی رہتی ہو چیونگم کی طرح سیکھ بھی لو کچھ اس سے" وہ اب کے نیچی آواز میں بولی کہیں کوئی سن نہ لے۔

"اوہووووپتہ نہیں مسلہ کیا ہے آپ کے ساتھ ہر بندے کی اپنی اپنی فطرت ہوتی ہے بس آتے ہی لیکچر شروع ہو جاتا ہے آپ کا تو" وہ چڑ کر کہتی بیگ زمین پہ ہی گھسیٹتے اندر بڑھ گئی۔

اور وہ اٹھ کر کچن میں گئیں کھانا گرم کر کے بخت آور کے پیچھے آئیں۔

"یہ لو کھانا کھاؤ کچھ کھایا تھا خود بھی یا اس پہ ہی پاکٹ منی اڑا دیتی ہو؟" وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھ کر بولیں۔

"امی وہ مجھ سے کبھی کچھ نہیں لیتی آپ کیوں ہر وقت اس کے پیچھے پڑی رہتی ہیں" وہ باتھ روم سے نکل کر ٹاول صوفے کی ٹیک پہ پھیلا کر سکوں سے بولی۔

"کیونکہ وہ بھی ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے نجانے کیا کیا پاپڑ بیل کر میں اس شہر سے نکل کر یہاں آئی تھی تمہیں لے کر مگر یہ جامت (نحوست) میرا ہی منہ دیکھ رہی تھی" وہ نجانے

کیوں تپی ہوئی تھی۔

"امی کہیں سے بھی نہیں لگتا وہ آپ کی سگی بھانجی ہے آپ یہ سب پتہ ہے کیوں کرتی ہیں اس کے ساتھ کیونکہ۔۔۔"

"بس بس زیادہ زبان نہ چلاؤ میرے سامنے اس کے لیے" انہوں نے اس کو ہمیشہ کی طرح ڈانٹا مگر۔۔۔

"آپ ہمیشہ سے خالہ کو کم تر سمجھتی تھیں" وہ بول کر ہی دم لی۔

"بخت میں نے کہا نہ میں کوئی بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں" وہ اس پہ برہم ہوئیں۔

"اچھا میری پیاری امی چلیں اپنے ہاتھ سے کھلائیں مجھے" وہ لاڈ سے ان کے سامنے بیٹھی۔

"میری بَنو۔۔۔" وہ اس کے بال بگاڑ کر بولیں۔

"لگتا ہے بھائی آ گئے" گاڑی کے ہارن پہ وہ نوالہ چباتی بولی۔

"بس زیادہ ان کو سر پہ چڑھانے کی ضرورت نہیں" وہ جلدی سے بولیں۔

"اوہوو امی بس بھی کر دیا کریں ہر کسی سے خار کھاتی ہیں آپ" وہ اب کے تاسف سے بولی۔

"تمہارے بھلے کے لیے ہی کہتی ہوں" وہ ڈپٹ کر بولیں تو وہ منہ بسور کر کھانا کھانے لگی۔

"امی۔۔!" کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولی۔

"ہمم۔۔۔۔۔؟"

"میں سوچ رہی ہوں کیوں نہ بھائی کی شادی کر دیں؟" وہ آنکھوں میں چمک لے کر بولی۔

"کیوں بھئی کس خوشی میں تمہیں یہ سب خیر خواہیاں کرنے کی ضرورت نہیں جب اپنا گھر بنا لے گا کر دیں گے شادی بھی" انہوں نے ہمیشہ کی طرح کا جواب دیا۔

"ویسے یہ بھی ہے۔۔۔چلیں پھر ہم بالی کی۔۔۔"

"بخت۔۔۔میں نے تمہارے ابو کی بہن کے پوتے کو دیکھا تھا سیالکوٹ والی پھپھو ہیں نہ تمہاری۔۔۔؟ ان کا پوتا ہے پچھلی عید پہ آئے تھے نا ہمارے گھر"

"ہاں جی اظہر بھٹی جانتی ہوں سشمہ کا بھائی" وہ منہ پہ آئے بال ہٹا کر بولی۔

"ہاں وہ لوگ اس کا رشتہ دیکھ رہے ہیں میں نے گھر بلایا ہے"

"اوہ امی واؤووو بالی کے ساتھ اس کا جوڑ پرفیکٹ۔۔۔"

"بکو مت زبان سنبھال کر بولا کرو" قہ تنفر سے بولیں۔

"میں نے تمہارے لیے کہا ہے انہیں، بھول کر بھی بالی کے سامنے ابھی یہ بات نہ کرنا اور وہ بھلا کیا لیں گے۔۔۔؟ اپنے اتنے پڑھے لکھے کماؤ پوت کے لیے اس بالی کالی کا رشتہ" وہ لال بھبھوکا ہو کر بولیں۔ بالی جو اپنے لیے کچن سے کھانا لے کر ڈرائننگ روم جا رہی تھی ان کی باتیں سن کر سر تاسف سے ہلاتی وہاں سے ہٹ گئی۔ جانتی تھی مزید وہاں رک کر اپنا دل و دماغ ہی خراب کرے گی۔

"لیکن امی"

Urdu Novels Ghar

"بس ابھی چپ رہو تم بالی کا جب ہونا ہو گا ہو جائے گا تم اپنا سوچا کرو دوسروں کا ہم نے ٹھیکا نہیں لے رکھا اس کا باپ ہے اور اس کے بھائی بہن کے ہاں بالی کی جگہ نکل ہی آئے گی، مجھے تم سے غرض ہے" وہ پھر سے نرمی سے سمجھا رہی تھیں۔

****

دائم جو ابھی ابھی آفس سے آیا تھا آتے ہی کچن میں آیا فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس بھرا اور بوتل ویسے ہی واپس رکھی۔

پانی کا گلاس منہ سے لگا کر ایک سانس میں ختم کیا اور اپنے لیے کھانا نکالنے لگا۔

"میں گرم کر دیتی ہوں بھائی" وہ کچن میں آئی تو اسے کڑاھی کا ڈھکن اٹھاتے دیکھ بولی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے فضول رشتے مجھ سے نہ جوڑا کرو" وہ ایک غصیلی نظر اس پہ ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

بالی اس کی بات نظر انداز کرتی کھانا گرم کرنے لگی۔ کھانا گرم کر کے وہ اس کا کھانا ٹیبل پہ لگا کر خود اپنا کھانا لے کر بخت کے کمرے کے سامنے سے گزری جب زلیخا کی باتیں سن کر وہ دکھی ہوئی تھی مگر وہ مزید وہاں کھڑے رہ کر اپنا دل نہیں جلانا چاہتی تھی۔ جانتی تھی جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پہ اسے سب کچھ قبول کرنا ہے اور انہیں کے ساتھ گزارا

کرنا ہے۔

اپنی چپاتی پہ دال رکھ کر اس نے اسے رول کیا اور چار پانچ نوالوں میں کھا کر ساتھ چائے بنائی اور آخری نوالہ منہ میں رکھ کر چائے کپوں میں ڈالی۔ پانی کا گلاس چڑھایا اور ایک کپ ڈائننگ روم میں بیٹھے دائم کے پاس رکھا اپنا کپ لے کر کمرے میں آئی۔

گیارہ بائی بارہ کے کمرے کے وسط میں درمیانے سائز کا چنیوٹی وڈن ڈبل بیڈ تھا جس کی ایک طرف دیوار میں فکس ڈریسنگ ٹیبل اور دوسری طرف دو کنگ کوئین چیئرز جو بیڈ جیسی ہی تھیں۔بیڈ کے سامنے دیوار کے ساتھ بڑی دو فلور کشن جو اکثر بے ترتیب ہی پڑی ہوتی تھیں کیونکہ وہ اور بخت اکثر انہیں پہ بیٹھ کر گھنٹوں لیپ ٹاپ استعمال کرتی تھیں۔

"بالی۔۔" وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھوں پہ بازو رکھے لیٹی تھی جب بخت نے کمرے کے دروازے سے ہولے سے آواز دی۔

"آجاؤ" وہ سیدھی بیٹھتے بولی۔

"کھانا کھایا۔۔؟" وہ مسکرا کر اندر آتے بولی۔

"ہاں کھا لیا" وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"کیا ہوا تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں۔۔۔؟" اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے ماتھے پہ بل ڈال کر پوچھا۔

Urdu Novels Ghar

"پتہ نہیں تو بتا کیا کام ہے" اس نے انگلی اور انگوٹھے سے آنکھوں پہ زرا سا زور ڈال کر کہا۔

"میں کیا بنا کام کے نہیں آسکتی" وہ دھپ سے بیڈ پہ اس کی گود میں سر رکھ کر بولی۔

"بالی۔۔۔!"

"ہمم" وہ اس کے سیاہ بالوں میں انگلیاں چلاتے بولی۔

کہیں آؤٹنگ پہ چلیں؟"

"ناااییہیں" وہ نہیں کو لمبا کر کے بولی۔

"کتنی کوئی چڑیل ہو تم یونی کے علاوہ مجال ہے جو کہیں جاؤ باہر" وہ ناک سکوڑ کر بولی۔

"پھو لنگر چلیں۔۔؟" اب کہ اس نے بالی کے شہر کا نام لیا۔

"ابھی پیپرز تک نہیں، بعد میں پلین کریں گے" اس نے سر کراؤن سے ٹکا کر کہا۔

"نہیں نہ پیپرز کے بعد ہم سیف الملوک جائیں گے بس میں نے بتا دیا" اس نے دھونس جمائی۔

وہ خاموش رہی تھی اس کی بات پہ۔

"کیا بات ہے اتنی چپ کیوں ہو۔۔۔؟" بخت نے اس کے سامنے بیٹھ کر پوچھا۔

"نہیں بس ایسے ہی" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"چلو ملتانی مٹی لگاتے ہیں" بخت نے بیڈ سے اتر کر کہا۔

"پھر کونسا میں نے تیرے جتنی گوری ہو جانا ہے" بالی نے مسکرا کر کہا تو وہ مڑ کر دونوں ہاتھ کمر پہ رکھ کر کھڑی ہوئی۔

"آپ ابھی بھی مجھ سے پیاری ہیں" وہ تپ کر بولی۔

"ہاہاہا میں بس یہی سننا چاہتی تھی" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ تو بخت نے اس کے اوپر چھلانگ ماری دو تین مکے مارے جس پہ وہ ہنستی رہی۔

"آئیندہ یہ بات نہ سنوں میں" بخت نے اپنے بال کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے کہا۔ جو اس ہاتھا پائی میں کھل کر بکھر چکے تھے۔

وہ گندمی مائل گلابی رنگت کی تیکھے مغرور نقوش کی مالک تھی۔ بخت کی دودھیا رنگت کے سامنے اس کا رنگ دبتا جس کی وجہ سے اس کی آنی اسے کئی مرتبہ یہ یہ بات جتا چکی تھیں بالی چونکہ حساس طبیعت کی مالک تھی تو اس نے یہ بات بری طرح محسوس کی تھی۔ اصل میں بخت سفید گلابی رنگ کے باوجود مناسب سے نقوش کی مالک تھی اور قد میں بھی بالی سے چھوٹی تھی جس وجہ سے زلیخا کو اس کی شخصیت بالی کے سامنے دبتی محسوس ہوتی تو وہ بالی کی رنگت پہ چوٹ کرتیں۔

بخت آور چونکہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اسی لیے وہ اسے ہر لحاظ سے بہتر سے بہترین دیکھنا چاہتی تھیں۔ جبکہ بالی ان کی بہن کی بیٹی تھی جو اپنی ماں کی وفات کے بعد ان کے ہی اصرار پہ ان کے ساتھ لاہور آئی تھی۔ بخت آور کی دوستی تو پہلے ہی کافی اچھی تھی اس

کے ساتھ اور پھر وہ بھی اکیلی ہوتی تو زلیخا کو مجبور کر کے بالی کو اپنے ساتھ لے آئی تھی۔
بالی کے بابا نے پہلے ہی بیٹے کی خواہش میں زینب (بالی کی ماں) کی زندگی میں ہی دوسری شادی کر لی تھی۔ ان کی بیوی فرخندہ کا رویہ بھی بالی کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہ تھا اسی لیے بالی بھی جذباتی ہو کر بخت آور اور زلیخا کے اصرار پہ لاہور چلی آئی۔

مگر اب زلیخا کے رویے سے بھی وہ اکثر تنگ آ جاتی بظاہر تو زلیخا بخت کی خوشی کے لیے خاموش رہتی لیکن دل ہی دل میں وہ اب بالی کو بخت آور کا حریف سمجھنے لگیں تھی۔ کیونکہ وہ نہ صرف پڑھائی اور باقی معمول کے کاموں میں بخت آور سے زیادہ سمجھدار اور با شعور تھی بلکہ اب بخت کی شادی کو لے کر بھی وہ حقیقتاً پریشان ہونے لگیں تھیں۔ کیونکہ بخت آور ابھی اتنی سمجھدار نہ تھی اور نہ ہی گھرداری کے معاملے میں بالی جیسی خوبصورت اور سگھڑ۔

بالی اپنا ماسٹرز مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی جیسے ہی یہ مکمل ہوا تو کسی کالج میں جاب شروع کر لے گی اور یہاں سے کہیں چلی جائے گی جہاں وہ اپنی دادو کے ساتھ اپنی خوشگوار زندگی گزار سکے۔ کیونکہ اس کے بابا اپنی زندگی میں کافی مصروف تھے۔ ان کے پاس اس کا حال احوال پوچھنے کا بھی وقت نہیں ہوتا تھا تو وہ بھی اپنے مسائل کسی سے شئیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ البتہ وہ ایک ٹیوشن سینٹر میں میٹرک کے بچوں کو انگلش اور سائنس کے مضامین کی ٹیوشن دیتی تھی جس سے اس کی ماہانہ پاکٹ منی اچھی بن جاتی

Urdu Novels Ghar

تھی۔یونی کا خرچہ تو سفیر صاحب (بالی کے والد) ہی نے اٹھا رکھا تھا۔ وہ یہاں آنے سے پہلے ہی بی ایس کر چکی تھی مگر وہ اب بخت آور کے اصرار پہ دوبارا اس کے ساتھ ماسٹرز کر رہی تھی یوں بھی اسے ڈگریاں جمع کرنے کا شوق تھا۔

بخت آور کو بہن کی شکل میں اپنے سے دو سال بڑی بالی مل چکی تھی جسے وہ اپنی ہم عمر ہی سمجھتی تھی اور اس کے ساتھ ہی وقت گزارنا اچھا لگتا۔ وہ اس کی ہم راز تھی اس کی خیر خواہ۔ بالی خود بھی چونکہ اکلوتی تھی اس کے صرف دو بھائی تھے جنہیں فرخندہ بیگم خال خال ہی اس کے پاس جانے دیتی تھیں اس لیے وہ خود بھی بخت آور سے کافی اٹیچڈ ہو چکی تھی۔

****

سورج کی نارنجی کرنیں دور درختوں کے پیچھے سے جھانک رہی تھیں روشنی ابھی آسمان پہ مکمل پھیلی نہیں تھی جب وہ ننگے پیر سرخ اینٹوں کے بنے زینے پہ چلتی گھاس کے لان میں سے گزر کر ایک طرف بنے فوارے کے پاس آکر وہاں پڑی مٹی کی بڑی بڑی پیالیوں میں دانہ اور پانی بھر کے وہیں پاس ہی بیٹھ کر وہاں اترتی چڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

بیل کی آواز پہ وہ چونک کر گیٹ کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر وہ لان کی ایک طرف بنی

کیاریوں کے پاس پڑے اپنے جوتے پہننے جانے لگی کہ دوبارہ بیل بجی اور کچھ سیکنڈز تک مسلسل بجتی ہی رہی تو وہ غصے سے پلٹ کر دروازے کے پاس آئی دروازہ کھولا، سامنے رائل بلو بلیزر ڈریس پہ چہرے پہ ماسک اور آنکھوں پہ گاگلز چڑھائے شخص کو دیکھ کر بھڑک اٹھی۔

"تمیز نہیں ہے آپ میں۔۔۔؟ شکل سے تو اچھے خاصے پڑھے لکھے لگتے ہیں حرکت دیکھیں کیسی کی ہے آپ نے اتنی سینس نہیں کہ صبح کے پونے پانچ بجے گھر کے کئی ایسے افراد ہوتے ہیں جو سو رہے ہوں گے آپ آ کے ایسے بیل بجا رہے ہیں جیسے آپ کے ابا جان کا گھر ہے" وہ خونخوار تیور لیے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"اگر بیل سے نہیں جاگے تو آپ کے اس لاؤڈ سپیکر سے ضرور دو محلے جاگ چکے ہوں گے" وہ اس کے خاموش ہونے پہ اسے سر تا پیر دیکھ کر بولا۔

سموکی گرے کاٹن کے قمیض پاجامے پہ وہ سکن کلر کا دوپٹہ اسکارف کی طرح گردن میں لپیٹے بالوں کی چٹیا بنائے جس میں سے کئی لٹیں کھل چکی تھی ننگے مخملی اجلے پیر دیکھ وہ دوبارہ اس کے چہرے کی طرف متوجہ ہوا، چمکیلی سیاہ ذہین آنکھیں گھری پلکیں بہت لمبی نہ تھی مگر برابر اور گھری تھیں کِھلے کِھلے گلابی متبسم ہونٹ تیکھی مغرور ناک، اٹھی چیک بون کانوں میں پہنے مختلف نگوں والے گولڈ ٹاپس جو اب روشنی پڑنے پہ مزید چمک رہے تھے، مخملی ہاتھ جنہیں وہ مسلسل ہلا کر اس سے بات کر رہی تھی تو کبھی ہوا سے

اڑتے سکارف کو گلے پہ سیٹ کرتی اس کے لباس اور حلیے سے وہ صاف اندازہ لگا سکتا تھا وہ ابھی ابھی سو کر اٹھی ہو گی مگر اس کا چہرہ کافی فریش تھا۔

"معاف کرو آجاتے ہیں صبح ہی صبح منہ اٹھا کے منگتے، فقیر، ننگے، منگے، بھکڑ، ویلے، فالتو انسان" اس کے قدرے سرد جواب پہ وہ غصے سے جو منہ میں آیا اچھا خاصا اسے جھاڑ کر ٹھا سے دروازہ بند کر کے مڑی تو دائم سامنے سے گیٹ کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"اوہ نووو" ایک پل میں اسے اپنی غلطی کا اندازہ ہوا تھا۔ اور وہ بھاگ کر اس کی نظر پڑنے سے پہلے ہی لان کی بیلوں کے پیچھے چھپتی چھپاتی اندر اپنے کمرے میں گئی اور کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔

"نہیں نہیں کچن میں جا کر کوئی کام کرتی ہوں پھر کوئی پوچھے گا تو کہوں گی میں تو یہیں تھی آنی کی ہیلپ بھی ہو جائے گی" بیڈ سے چھلانگ مار کر اترتی وہ جوتے پہن کر باہر نکلی۔

"ہائے۔۔۔! سوری زرا لیٹ ہو گیا آؤ۔۔۔؟" دائم اس سے گلے ملتے الگ ہو کر بولا۔

پھر وہ دونوں لان میں ہی کھڑے ہو کر کسی بزنس ڈیل کے بارے میں بات کرنے لگے۔

"ناشتہ کرو گے۔۔۔؟" دائم نے اچانک ہی پوچھا۔

"ہاں کروا دے اگر ہو سکے تو میں نے تو فلائٹ میں بھی کچھ نہیں کھایا" وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

"چل آجا" وہ اسے لاؤنج میں ہی لے آیا جہاں اوپن کچن میں کھڑی وہ اب شاید آٹا گوند

رہی تھی۔ کچن اس طرح بنایا گیا تھا کہ کچھ حصہ لاؤنج میں اوپن اور کچھ پلر کی اوٹ میں تھا جس سے اگر چولہے پہ کام کیا جائے تو لاونج سے چولہا نظر نہیں آتا تھا البتہ فریج اور کچھ کیبن لاونج میں نظر آتے تھے۔

آٹا باؤل میں ڈال کر وہ فریج میں رکھ کر مڑی تو دائم بھی کچن کی طرف آتا دکھائی دیا اور جب نظر صوفے پہ بیٹھتے شخص پہ گئی تو آنکھیں یک دم کھلی جو اس شخص نے بھی بخوبی دیکھی تھی۔

" گڈ مارننگ" دائم نے اس کے سامنے آکر کہا جو اب نارمل ہو چکی تھی۔

"السلام علیکم بھائی۔۔۔۔!" اور دائم کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

"میرا ایک دوست آیا ہے ناشتہ کرے گا بنا دو گی۔۔۔۔؟" اس نے زرا کھردرے سے لہجے میں کہا۔

"ہاں ضرور۔۔۔کیا بناؤں۔۔۔؟" اس نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"پراٹھا انڈہ یا کچھ بھی جو ایزی لگے بنا دو" کہہ کر وہ واپس لوٹ گیا۔ جبکہ بالی اس کو مکمل نظر انداز کر کے اپنا کام کرنے لگی۔

"یہ کون ہے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا اس لڑکی کو یہاں" وہ صرف دل میں ہی سوچ سکا تھا۔

"اور سنا میٹنگ کیسی رہی۔۔۔؟" دائم اس کے سامنے صوفے پہ آبیٹھا۔

"ٹھیک" وہ سر کو خم دے کر بولا۔

"مجھے بھی کافی دن ہو گئے آفس کے کاموں میں اتنا بزی تھا ابھی پرموشن ہوئی ہے تو بس اسی چکر میں بالکل وقت نہیں ملا تجھ سے بات کرنے کا" دائم نے کنپٹی کو انگلی سے کھجایا جیسے شرمندگی چھپا رہا ہو۔

"ارے نہیں نہیں کوئی بات نہیں کب ہوئی پرموشن۔۔۔؟" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"لاسٹ ویک"

"ہمم۔۔۔۔شادی کا کیا سین ہے تیرا۔۔۔؟" وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بولا۔

"ابھی تک تو کوئی نہیں" دائم نے کندھے اچکائے۔

"کب تک کنوارا پھرے گا اب کر لے شادی میں آنٹی سے بات کر کے ہی جاؤں گا آج"

"اپارٹمنٹ لیا ہے ایک میں نے، آنٹی نے پہلے ہی بول دیا تھا پہلے گھر بناؤ پھر شادی کا سوچنا اب بابا تو کچھ دے کر نہیں گئے مجھے، جاب ہی ہے اسی میں کرنا ہے جو کرنا ہے"

وہ آہستہ سی آواز میں بولا تھا مگر پھر بھی بالی ان کی باتیں سن چکی تھی۔ اسے تقریباً ڈیڑھ سال ہونے کو تھا اس گھر میں مگر آج تک وہ کبھی بھی دائم کے بارے میں مکمل نہیں جانتی تھی بس جانتی تھی تو یہ کہ اسے بالی کے بھائی کہنے سے چڑ تھی۔

وہ سرخ و سپید رنگت کا مالک سیاہ بال، سیاہ داڑھی جس کی تراش کی وجہ سے سکن نظر آتی تھی تراشیدہ مونچھیں ستواں ناک، کالی بڑی بڑی آنکھیں جو بڑے سے نظر کے چشمے

تلے سے بھی اپنی خوبصورتی باور کرواتی چوڑی پیشانی جس پہ محراب بنا تھا وہ جس قدر زہین اور محنتی تھا اسی قدر وجیہہ تھا۔

وہ ناشتہ مکمل ٹرے میں سیٹ کر کے اب اس کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر چائے بنانے لگی۔

"مڈ گارننگ (گڈ مارننگ)" بخت حسب معمول چہکتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلتی اس کے پاس آکر بولی۔

"السلام علیکم" بالی نے ہولے سے کہا۔

"واااا علیییکم السلام" وہ کسی طالب علم کی طرح لہک لہک کر اونچی آواز میں بولی۔

"تم کیوں ناشتہ بنا رہی ہو۔۔۔؟ ماما کہاں ہیں" اس نے فریج سے جوس نکالتے پوچھا۔

"روم میں ہی ہوں گی اپنے"

"یہ کس کا ہے اتنا سارا ناشتہ۔۔۔؟" بخت نے ٹرے کا رومال ہٹا کر حیران ہوتے پوچھا۔

"دائم بھائی کے دوست کے لیے" ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ دائم بھی ان کے پاس آ پہنچا۔

"لاؤ دو، چائے بھی بنا دینا اور بخت اتنا اونچی نہیں بولتے" ان دونوں کو نصیحت کرتے وہ ٹرے پکڑنے لگا۔

اس کی نصیحت پہ بخت نے انگوٹھا اور انگلی ملا کر ہونٹ بھینچ کر ہونٹوں کے سامنے سے گزاریں جیسے زپ بند کر رہی ہو۔

"چلو جلدی جلدی کرو یونی کے لیے بھی نکلنا ہے" بالی نے ناشتہ بخت کے سامنے رکھتے کہا تو وہ ناشتہ لے جا کر لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی۔ بالی چائے ڈال کر ٹرے شیلف پہ رکھتی خود ناشتہ زلیخا کے کمرے میں لے گئی۔

****

"بہت شکریہ دائم ناشتے کے لیے، بہت اچھا ناشتہ بناتی ہے تم لوگوں کی ملازمہ" بخت اور بالی گیرج کی طرف آ رہی تھیں جب وہ بالی کو نظروں کے حصار میں لے کر بولا اس کی آواز اتنی تو ضرور تھی کہ بالی سن چکی تھی اور اندر ہی اندر جل بھی چکی تھی۔ یقیناً وہ صبح والا بدلہ بے باک کر رہا تھا۔

"بھائی ہمیں ڈراپ کر دیں پلیز۔۔۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔ !" بخت آور نے دائم سے کہہ کر اسے سلام کیا۔

"وا علیکم السلام۔۔۔ !" اس نے سر کو خم دے کر جواب دیا اور ایک نظر اس پہ بھی ڈالی جو شعلہ بار آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"آ۔۔۔یار تم ڈراپ کر دو گے۔۔۔؟ مجھے ابھی آفس کے لیے بھی نکلنا ہے تیار ہوتے وقت بھی لگے گا" دائم نے اسے التجائیہ انداز میں کہا۔

"ہمم۔۔۔! ٹھیک ہے آجاؤ" اس نے گاگلز دوبارا آنکھوں پہ لگا کر کہا۔

"ہم اوبر سے چلے جاتے ہیں خواہ مخواہ ان کو زحمت دے رہے ہیں" بالی نے ہولے سے بخت کو کہا۔

"ارے ان کو زحمت نہیں ہوگی یہ بھی دائم بھائی کی طرح ہی ہیں ٹیک اٹ ایزی" وہ لاپرواہی سے کہتی اس کی گاڑی میں جا بیٹھی۔

بالی مرتی کیا نہ کرتی کے مصادق اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کون سے سبجیکٹ پڑھ رہی ہو بخت۔۔۔؟" وہ بیک ویو مرر سے دیکھ کر بولا۔

"میں انگلش لٹریچر" وہ موبائل پہ مصروف سی جلدی سے اس کی بات کا جواب دے گئی۔

"اور آپ۔۔۔؟" اس نے بالی کو دیکھ کر پوچھا جو بے نیاز سی باہر دیکھ رہی تھی وہ سن چکی تھی مگر جان بوجھ کر اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بخت نے اس کا بازو ہلایا تو وہ اس کو دیکھنے لگی۔

"بھائی کچھ پوچھ رہے ہیں کہاں گم ہو۔۔۔؟" بخت نے گھور کر کہا۔

"پتہ نہیں" ایک بے زار نظر وہ اس پہ ڈال کر باہر دیکھنے لگی۔

"یہ بی ایس کر چکی ہیں مگر میرے فورس کرنے پہ دوبارا انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کر رہی ہیں"

"امیزنگ" کہہ کر وہ پھر پورے راستے کچھ نہ بولا تھا۔

"کیا ضرورت تھی مجھے ایویں ای کسی سے فضول بات کرنے کی پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے کہ اس شخص کے سامنے خودی اپنی عزت خراب کر لی" وہ خود کو ڈپٹتی باہر دیکھتی رہی۔

اور یوں ہی یونی پہنچتے وہ جان چھوٹنے والے انداز میں اندر کو بھاگی۔

"شکریہ بھائی اللہ حافظ" بخت آور نے اترنے سے پہلے کہا۔

"اللہ حافظ" وہ مسکرا کر بس یہی کہہ سکا۔ البتہ دھیان مکمل اسی کی جانب تھا جو اب یونی کا گیٹ عبور کر رہی تھی۔

****

اس کی wittz زرتاج منزل کے سامنے آ کر رکی۔ یہ آف وائیٹ ہاؤس تھا جو قریباً ایک ایکڑ اراضی پر مشتمل تھا جس کے چارو طرف درخت اور سبزے کے گرد لوہے کے خوبصورت جنگلے کی باڑ تھی اور اس کے بیچوں بیچ یہ عمارت واقع تھی جس کے ایک طرف گیرج اور دوسری طرف سویمنگ پول تھا۔ جبکہ پچھلی جانب انیکسی بنی تھیں۔

وہ گاڑی لگا کر زرتاج منزل میں داخل ہوا تو بڑے سے ہال نما ٹی وی لاؤنج میں سے دو بچے بھاگ کر چیختے ہوئے اس کی طرف آئے۔

"باااابا جاااان" فرہاد اور حنا بھاگ کر اس سے لپٹے تو وہ دونوں کو ایک ساتھ اٹھا کر باری باری ان کے گال چوم کر اپنے ساتھ صوفے پہ گود میں لے کر بیٹھا۔

"بابا آئی مس یو سوووومچ" چھ سالہ فرہاد نے اس کی گال پہ دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آئی لو یو بابا جان" حنا جو کہ اس کی جڑواں بہن تھی فوراً بولی۔ تو عکاشہ فرہاد کے بعد دوبارا اس کی گال پہ لب رکھ گیا۔

"آئی لو یو ٹو بوتھ آف یو" وہ بھی لاڈ سے بولا۔

"سکول نہیں گئے تم لوگ۔۔۔؟" اب کے اس کا لہجہ زرا سخت تھا۔

"آج آپ دو(جو) آ رہے تھے" فرہاد نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ وہ ابھی تک کچھ لفظوں میں توتلا تھا۔

"ہیہیہی"

وہ دونوں منہ پہ ننھے ننھے ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگے۔

"بری باااات جہاں بی کو آپ تنگ کرتے تھے؟" عکاشہ نے ابرو اچکا کر پوچھا تو وہ سر نہ میں ہلا کر بولے۔

"نووو"

"ہاہاہا نہیں نہیں بیٹا بالکل بھی نہیں مجھے تو بلکہ بہت اچھا لگا اتنا وقت ان کے ساتھ گزار کے بہت اچھے بچے ہیں بہت اچھی تربیت کی ہے جی بی بی نے ان کی" جہاں آراء پچاس سال کے لگ بھگ عمر کی عورت جنہیں گھر کے سب افراد جہاں بی کہتے تھے اب ملازموں پہ نگرانی کے ساتھ ساتھ فرہاد اور حنا پہ خاص توجہ دیتیں۔

" ہمممم۔۔۔! چلیں اب ٹیوشن سے چھٹی نہ کروائیے گا ان کو اور میں کچھ دیر آرام کرنے جا رہا ہوں آپ لوگوں نے کوئی شرارت نہیں کرنی۔۔۔ دادو کہاں ہیں؟" ان سب کو ہمیشہ کی طرح حکم دیتا آخر میں زرتاج بیگم کے بارے میں پوچھ کر ان کو گود سے اتارا۔

"اپنے روم میں" حنا نے منہ بسور کر ہولے سے کہا تو وہ کوئی اثر لیے بغیر زرتاج بیگم کے کمرے کی طرف چل دیا۔

****

"ہوا کیا ہے تم اس طرح کیوں بے ہیو کر رہی تھی علی بھائی کے ساتھ وہ بھی فیملی ہی ہیں یار" بخت آور نے قریباً بھاگ کر اس کے سامنے آکر پوچھا۔

"میں نے کیا کیا۔۔۔؟" وہ سرے سے انجان بنی۔

"عجیب سا رویہ تھا تمہارا ان سے، جیسے جھگڑا ہوا ہو" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"میں نے تو دیکھا بھی پہلی دفعہ ہے اسے" وہ ہولے سے بول کر خاموش ہوئی تو بخت بھی خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"بخت۔۔ !" وہ اس کے ساتھ چلتے چلتے اس کا چہرہ دیکھ کر بولی۔

"ہاں۔۔۔؟"

"میں نے ایک جگہ جاب کے لیے اپلائی کیا تھا آن لائین ہی سبمٹ کروائی ہے اپنی سی وی، ویکنسی تھی پرائیویٹ کالج میں اگر وہاں سے کوئی پازیٹو رسپانس ملا تو۔۔۔ شائد۔۔۔ میں کالج کے ہی ہاسٹل میں۔۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے پوری بات بتائی تو بخت پھر سے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"نہیں بالکل بھی نہیں بالی تم ایسا نہیں کر سکتی اور انکل بھی تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے" پہلے غصے سے کہہ کر اس نے آخر میں کیسے خود کو تسلی دی۔

"ان کی فکر نہ کرو اور تم سے تعلق تھوڑا ہی ختم ہو گا ملتے رہیں گے نہ ہم، ایک ہی شہر میں تو ہوں گے" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"نہیں میں تمہیں اس لیےیہاں نہیں لائی تھی کہ تم اپنی جابیں کرتی پھرو" وہ ناک پھلا کر بولی۔

"یہ تو سراسر خود غرضی ہے" اس نے بے بسی سے کہا۔

"ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔۔۔۔ ! اب میں دوبارہ نہ سنو تمہارے منہ سے یہ ہاسٹل کی

بات جاب کا اتنا شوق ہے تو گھر پہ رہ کر بھی کر سکتی ہو، دماغ خراب کرنے کی باتیں شروع کر دیتی ہو صبح صبح" پہلے اسے ڈانٹ پلا کر آخری باتیں زرا بڑبڑا کر کہتی اور تیز تیز قدم بڑھاتی کلاس کی طرف بڑھ گئی۔

"اوہ خدا" وہ سرد آہ بھرتی اس کے پیچھے کلاس میں داخل ہوئی۔

****

"سلام اماں جان" وہ نماز اشراق پڑھ کر ابھی جائے نماز پہ ہی بیٹھی تھیں جب وہ ان کے پاس ہی ان کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا۔

تو وہ تسبیح مکمل کر کے دونوں ہاتھ اس کے سر پہ رکھ کر اس پہ پھونک مار کر مسکرائیں۔

"وا علیکم کیسا ہے میرا بچہ" ان کے نورانی چہرے پہ مسکراہٹ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ لگ بھگ پچاس سال کی عمر میں بھی ان کا چہرہ جھریوں سے پاک تھا۔ رنگت عکاشہ کی طرح سرخ و سفید آنکھوں کا رنگ بھی عکاشہ کو شاید ان کی طرف سے ہی ملا تھا البتہ نقوش ان کے جدا جدا تھے۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ ان کے ہاتھ عقیدت سے تھام کر آنکھوں سے لگا گیا۔

"میں ٹھیک ہوں تمہارا کام ہو گیا۔۔۔۔؟" وہ مسکرا کر اس کر گال پہ ہاتھ پھیر کر

بولیں۔

"ہاں جی ایسا کیسے ہو سکتا ہے آپ کی دعائیں ہوں اور کامیابی حاصل نہ ہو" اس کی آواز میں فخر تھا۔

"اللہ تمہیں مزید کامیاب کرے آمین"

"ثم آمین"

"چلیں میں زرا ریسٹ کر لوں پھر ملتے ہیں" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ان کا ہاتھ تھام کر ان کو اٹھنے میں مدد کی۔ وہ اٹھ کر جائے نماز تہہ کرنے لگیں ایک آخری نظر ان پہ ڈالتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

****

دائم چائے کا کپ لیے ٹیرس پہ آیا تو وہاں ٹکٹکی باندھے چاند کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی بچہ اپنے پسندیدہ کھلونے کو پانے کی حسرت سے دیکھتا ہو۔ دائم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی۔

اسے یاد تھا جب وہ پہلے دن اس گھر میں آئی تھی سادہ سی پیاری سی یہ لڑکی سفید چادر سر پہ اوڑھے نم پلکوں سے مسلسل زمین کو دیکھتے رہنے والی اس کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

وہ تو انتظار میں تھا کہ اس سے کب دوستی ہو مگر وہ تو یوں بے گانہ بنی رہتی جیسے اپنی خالہ نہیں کسی غیر کے گھر رہتی ہو۔

"آہم"

وہ دبے پاؤں اس کے پاس آکھڑا ہوا مگر اسے یوں ہی بنا پلک جھپکے چاند کو دیکھتے پا کر وہ گلہ کھنکار کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

اس کی سوچ کا ارتکاز ٹوٹا تو فوراً دائم کو دیکھا جو اس کی کرسی کے بالکل ساتھ کھڑا چائے کا سپ لیتا اب چاند کو دیکھ رہا تھا۔ وہ شرمندہ سی ہوتی اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"ارے۔۔۔! کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" وہ اس کی طرف پلٹ کر بولا۔

"کمرے میں" بالی نے بھی پلٹ کر کہاں اور دوبارہ رخ موڑا۔

"سنو۔۔۔! اگر میرے آنے کی وجہ سے جا رہی ہو تو مت جاؤ میں چلا جاتا ہوں" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"نہیں نہیں میں تو جا رہی تھی ویسے بھی، یہ آپ کا گھر ہے آپ کیوں کسی کی وجہ سے اپنی جگہ چھوڑیں گے" وہ جلدی سے صفائی پیش کر گئی۔

"اچھا تو تم اس لیے یہ جگہ چھوڑ رہی ہو کہ تمہیں لگتا ہے اس گھر پہ تم سے زیادہ میرا حق ہے۔۔۔؟" وہ عجیب طنزیہ سے انداز میں بولا۔

Urdu Novels Ghar

"تمہاری تو پھر سگی خالہ کا گھر ہے بالی، میری تو وہ سٹیپ مدر ہیں" س کا انداز عجیب س تھا نہ نفرت نہ کچھ اور بس جیسے حقیقت بتا رہا تھا۔

"نہیں بھائی یہ آپ کے بابا کا بھی تو گھر تھا" وہ نجانے کیوں شرمندہ سی ہو کر بولی۔

"تھا۔۔۔!" وہ سختی سے بولا۔

"اور ایک بات آج مجھے کلیئر کر ہی دو تم" وہ چلتے بالکل اس کے سامنے آکھڑا ہوا کہ بس تین چار قدم کا ہی فاصلہ باقی تھا جسے بالی نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مزید بڑھایا۔ اس کے تیور دیکھ کر وہ ڈری تھی۔ آج تک دائم نے کبھی اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ کی تھی وہ یہ بھی جانتی تھی وہ تیزمزاج کا مالک ہے مگر اس کے ساتھ دائم نے کبھی کوئی ایسی بات نہ کی تھی کہ اس کے دل میں دائم کے لیے کوئی بدگمانی یا غلط تاثر پیدا ہو مگر وہ پھر بھی نا جانے کیوں اس سے خائف ہو جایا کرتی تھی۔

"کیا تمہیں میں بہت بڑا لگتا ہوں؟"

"جی؟"

"تم بچی نہیں ہو بالی ایٹ لیسٹ بائیس تیئس سال کی تو ہو جانتا ہوں معصوم ہو مگر لڑکیوں کی سینس مردوں کو لے کر بہت ایکٹو ہوتی ہے کون تمہیں کس نظر سے دیکھ رہا ہے تمہیں اندازہ ہو جاتا ہے رائیٹ۔۔۔؟" وہ سر جھکا کر اس کی باتیں سن رہی تھی اس کے سوال کے بعد خاموشی پہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

"تو۔۔۔؟"

"تو۔۔۔؟" وہ بارعب آواز میں بولی۔ اپنے سکارف کا پلو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کھینچ رہی تھی اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا وہ اپنی جان چھوٹنے کی منتظر تھی۔ دائم کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

"میں فلیٹ لے چکا ہوں، آنٹی کی شرط تھی میں گھر الگ لے لوں تو ہی وہ میری شادی کروائیں گی، لیکن اب سوچ رہا ہوں دو کمرے کے فلیٹ میں کون سی لڑکی رہنا پسند کرے گی۔ آج کل تو لڑکیوں کی خواہشات بہت بڑی بڑی ہوتی ہیں، پینا۔۔۔۔؟"

بالی کو اس کی بے تکی لمبی باتوں سے کوفت ہونے لگی تھی۔

"تمہاری خواہش بھی ہوگی کسی پیلس کا شہزادہ اپنی لیموزین پہ تمہاری بارات لے کر آئے۔۔۔؟" وہ ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ان فضول باتوں کے بارے میں نہیں سوچتی اور آپ کس بیس پہ مجھ سے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں پلیز مجھے نیند آرہی ہے اللہ حافظ" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"بالی۔۔!" وہ ابھی مڑی کی دائم نے اسے پھر سے پکارا۔

"میں تمہاری خواہش جاننا چاہتا ہوں۔۔ رہ لوگی میرے ساتھ دو کمرے کے فلیٹ میں۔۔۔۔؟"

"دیکھیں دائم بھائی اپنی حد میں رہیں تو بہتر ہو گا آپ کیا سمجھتے ہیں میں لاوارث ہوں جیسے

آپ کا جو دل چاہے گا بول دیں گے۔۔۔؟" وہ تیز اونچی آواز میں بولی۔

"نہیں بالی تم غلط سمجھ رہی ہو میں نے کوئی غلط بات کی ہے تمہارے ساتھ؟ صرف پوچھا ہے نا تم سے شادی کر لو مجھ سے، تم بات کو نجانے کہاں سے کہاں لے جا رہی ہو" وہ جلدی سے اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔ وہ جسے معصوم سی لڑکی سمجھے ہوا تھا اس کے جارحانہ تیور دیکھ گھبرا چکا تھا۔

"آپ۔۔۔بہتر ہو گا آئندہ مجھ سے مخاطب نہ ہوں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا" اپنی بات انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی وہ سیڑھیاں اترنے لگی۔

"بالی تم بالی۔۔۔! بالی میری بات کو۔۔۔بالی" وہ اس کے پیچھے آتے بولتا رہا مگر وہ جلدی جلدی اپنے کمرے میں جا کر دروازے کی چٹخنی چڑھا گئی۔

"یا اللہ" اپنے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھ کر وہ آنکھیں بند کر کے کافی دیر یوں ہی دروازے کے ساتھ لگی کھڑی رہی۔ پھر اپنے بیڈ پہ جا لیٹی۔

****

"بخت۔۔۔بخت" زلیخا اسے پکارتے کمرے میں آئیں تو وہ کانوں میں سے ہیڈ فون نکال کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی"

"بشریٰ لوگ آ رہے ہیں تم تیار ہو جاؤ شاباش بلکہ میں تو کہتی ہوں پارلر کا چکر لگا آؤ" وہ پرجوش ہوتی بولیں۔

"امی یار کیا ہو گیا ہے آپ کو مجھے ابھی۔۔۔"

"آہستہ بولو اچھا اور زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں جو کہہ رہی ہوں کرو اور خبردار اگر اس بالی کو اس معاملے میں بتایا خواہ مخواہ کسی کی نظر لگے گی پہلا رشتہ ہے تمہارا اور میں چاہتی ہوں سب اچھے سے نمٹے" وہ پرجوش ہوئیں۔

"امی بالی ایسی نہیں ہے" اس کے لہجے میں بیک وقت ماں سے گلہ اور بالی کے لیے محبت و خلوص تھا۔

"بیٹا کسی کے دل میں کیا ہے کسی کو کیا پتہ وہ بن ماں کی بچی ہے باپ ہے کہ پلٹ کر پوچھتا نہیں احساس کمتری میں انسان حسد کرنے لگ جاتا ہے سمجھا کرو میری بات کو" وہ پیار سے سمجھانے لگیں۔

"اچھا ٹھیک ہے اب کیا چاہتی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"بس اسے سمجھا دو کہ مہمانوں کے سامنے نہ آئے"

"کیوں۔۔۔؟ اس بات کی کیا تک بنتی ہے بھئی میری بہن ہے اسے تو ضرور ملنا چاہیے میرے سسرال والوں سے اس کے کمنٹس سے ہی تو مجھے۔۔۔" اس کی باتوں پہ وہ سر پکڑ

کر بے بسی سے بولیں۔

"بخت تمہیں میری بات ایک دفعہ میں سمجھ کیوں نہیں آجاتی۔۔۔؟" اب کے وہ جھنجھلا کر بولیں۔

"اچھا نا!!! اب باتیں ہی آپ ایسی کرتی ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آتا میں کیا کروں" وہ خود بھی جھنجھلا کر بیڈ سے اتری۔

"میری جان ہمارے بڑے ایسے ہی کرتے تھے جس لڑکی کا رشتہ دیکھنے آتے تھے لوگ صرف وہی ان کے سامنے آیا کرتی تھی"

"یہ تو زیادتی ہے" وہ بے چارگی سے بولی۔

"جو بھی ہے بس مجھے کوئی بدمزگی نہیں چاہیئے" وہ اٹل انداز میں بولیں۔

"جی بہتر" اس نے بددلی سے کہا۔

****

اتوار کا دن کافی گرج برس کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ وہ بخت آور کے ساتھ پارلر آئی تھی مگر اسے وہیں چھوڑ خود لائبریری آئی۔ اب اس کا ارادہ شام دیر تک یہیں رکنے کا تھا۔ وہ قدرے اکیلی ایک طرف کو کتاب میں مکمل ڈوبی بیٹھی تھی جب اسے اپنے پاس کتابیں

Urdu Novels Ghar

گرنے کی آواز سنائی دی۔ یک دم وہ ڈر کر مڑی تو ایک خوبصورت عورت جھک کر زمین سے کتابیں اٹھا رہی تھیں۔ وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں آئی تھی۔ باقی کی دو کتابیں اٹھا کر اس نے ان کے سامنے کیں۔

"شکریہ بیٹا۔۔۔!" وہ کتاب جھاڑ کر بولیں۔ ان کی نظریں بالی کے ایک ایک نقش کو جانچ رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں آپ مجھے بتائیں میں نکال دوں؟" وہ الماری کو دیکھتے بولی۔

"ہاں وہ تیسرے ریک کے سیکنڈ والی" انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"یہ لیں" اس نے موٹی سی کتاب ان کے سامنے کی۔

"شکریہ"

"ارے آپ شرمندہ کر رہی ہیں کوئی بات نہیں آپ بڑی ہیں اور یہ تو میرا اخلاقی فرض تھا" وہ بہت دھیرے دھیرے بات کر رہی تھی جبکہ وہاں کوئی اور موجود بھی نہ تھا۔

"اللہ صحت تندرستی عطا کرے شادو آباد رہو" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔ انداز کافی اپنائیت بھرا تھا۔

"آمین آپ کو بھی اللہ عزوجل صحت تندرستی والی زندگی عطا کرے آمین" وہ مسکرا کر سر کو خم دے کر بولی۔

"بہت اچھی تربیت کی گئی ہے تمہاری کسی نیک عورت کی اولاد معلوم ہوتی ہو" وہ اس

کا چہرہ بغور دیکھ کر بولیں اور پھر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

"تم یہاں کب سے آتی ہو۔۔۔؟" انہوں نے بھی اب آہستہ آواز میں پوچھا۔

"پہلے بھی کئی بار آئی ہوں لیکن صرف کتابیں بورو کرنے آج بیٹھ کر پہلی دفعہ پڑھ رہی ہوں" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"اچھا، پڑھتی ہو۔۔۔؟" وہ مسکرا کر بولیں۔

"ہاں جی بی ایس کیا اب انگلش لیٹریچر میں ماسٹرز کر رہی ہوں" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اچھاااا واہ بھئی عمر کیا ہے تمہاری۔۔۔؟" وہ خوشگوار حیرت سے بولیں۔

"اس نومبر میں بائیس کی ہو جاؤں گی" وہ زرا سا جھینپ کر بولی۔

"اور کون کون ہے فیملی میں؟"

اب کہ بالی کو کوفت ہونے لگی تھی نجانے کیوں یہ عورت اس کا بائیو ڈیٹا جاننا چاہتی تھی۔ مگر وہ چاہ کر بھی کوئی بد لحاظی نہ کر پائی تھی۔

"ماما کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور۔۔۔ بابا ہیں ان کی بیوی دو بیٹے ہیں ہمارے جوائنٹ فیملی سسٹم ہے تایا جان ان کے بیوی بچے اور دادی ہیں"

"اللہ تمہاری ماما کی مغفرت فرمائے" وہ چونکی تھیں۔

"آمین" وہ ہولے سے بولی۔

"کس جگہ رہتی ہو؟۔۔۔ کبھی ہماری طرف بھی چکر لگانا مجھے اچھا لگے گا اللہ تمہیں مزید

Urdu Novels Ghar

کامیابیاں عطا کرے" وہ اس کے چہرے پہ فکر مندی اور جھنجھلاہٹ دیکھ چکی تھی وہ اتنے عرصے میں یہ تو جان ہی چکی تھیں وہ اچھی لڑکی ہے مگر اس کا یوں اجنبی سے گپیں لگانا اسے پریشان کر رہا تھا۔

"میں یہیں اسپائر کالج کی پرنسپل ہوں" وہ اس کی پریشانی بھانپ کر مزید گویا ہوئیں۔

"اچھا واہ" وہ خوشی سے بولی۔

"آپ کی پرسنالٹی سے لگ بھی رہا تھا آپ کوئی ہاؤس وائف تو نہیں ہوں گی"

"ہاہاہاہ اچھا پھر گھبرا کیوں رہی تھی تم۔۔؟" وہ مسکرائیں۔

"نہیں" وہ جھینپ کر بولی۔

"کوئی بات نہیں میں سمجھ سکتی ہوں" وہ اس کی گال تھپتھپا کر بولی۔

"چلو اب میں چلتی ہوں اور تم جب بھی لالہ زار آؤ تو ضرور ہماری طرف آنا"

"لیکن میں تو آپ کو جانتی نہیں مطلب آپ کا نام۔۔"

"زرتاج گل ظفر" وہ مسکرا کر بولیں۔

"آپ کا نام بھی آپ کی طرح ہے مختلف اور خوبصورت" وہ سراہے بنا نہ رہ سکی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"بالی" وہ بھی خوش اخلاقی سے بولی۔

"بالی۔۔۔؟ کیا مطلب ہے اس کا" وہ زرا سا سوچ کر بولیں۔

"بالی کے معنی۔۔۔یہ ایک ترک-فارسی نام ہے جس کا مطلب شہد کی طرح سے بنایا گیا ہے۔یہ ترکی کے لفظ بال (شہد) اور فارسی انتساب لاحقہ سے تشکیل دیا گیا ہے یوں تو میرا نام بالی ہی تھا اور سب بالی ہی کہتے ہیں لیکن میرے فورس کرنے پہ آئی ڈی کارڈ پہ میرا نام بالی مریم لکھا گیا ہے اگر اس طرح دیکھا جائے تو ایک مطلب اس کا چھوٹی مریم بھی کہہ سکتے ہیں" اس نے دھیمے لہجے میں بات سمجھائی تو وہ سر ہلا کر ستائیشی انداز میں بولیں۔

"ماشاءاللہ بہت خوب۔۔۔کس نے دکھا تھا نام۔۔۔؟"

"میری دادو نے اصل میں وہ ترکش ناول بہت پڑھتی ہیں نہ تو۔۔۔" وہ ہلکا سا مسکرائی لیکن آنکھیں اداس ہوئیں۔

"اچھا۔۔۔! چلو میں اب چلتی ہوں اور تم ضرور آنا ہماری طرف" وہ اپنی کتابیں اٹھا کر باہر کو نکل گئیں۔

"اللہ حافظ" اس نے ہاتھ ہلا کر کہا تو انہوں نے بھی ہاتھ ہلا کر ایک آخری نظر اس پہ ڈالی اور وہاں سے چلی گئیں۔ وہ جانتی تھیں شاید وہ اس لڑکی سے دوبارہ کبھی نہیں مل سکتیں لیکن پھر بھی وہ اسے آنے کی تاکید کرنا نہیں بھولی تھیں۔

****

Urdu Novels Ghar

"ماشاء اللہ ماشاء اللہ بخت آور تو بہت پیاری ہو گئی ہے" بشریٰ نے بخت آور کو اپنے ساتھ لگا کر پیار کرتے کہا۔

"بشریٰ یہ لو نہ تم" زلیخا نے شامی کباب اس کے سامنے کرتے کہا۔

"بخت کیا کیا بنا لیتی ہو تم؟"

"میں بریانی، ٹرائفل، پیزا، چائینیز فوڈ اچھا بنا لیتی ہوں بس دیسی کم کم بناتی ہوں مگر بنا لیتی ہوں" بخت نے پر اعتماد طریقے سے جواب دیا۔

"ہمم" بشری نے اظہر کو دیکھا جو چہرے پہ مسکراہٹ لیے بخت کو دیکھ رہا تھا۔

"اس کو تو میں کھینچ کر لے کر جاتی ہوں کچن میں کبھی دل چاہے تو بس جنک فوڈ بنا لیتی ہے ورنہ تو بس۔۔۔ آج کل کچھ پودے لگائے ہیں اس نے بس ان کو ہی سارا وقت دینا ہوتا ہے اس نے" انھوں نے دیسی ماؤں کی طرح شکائیتی انداز میں کہا جس پہ بخت منہ بسور کر رہ گئی۔

"بخت جاؤ اظہر کو ہمارا لان دکھاؤ جہاں تم نے پودے لگائے ہیں" وہ آنکھوں میں ہی اشارہ کر کے بولی۔

وہ بھی کھڑی ہو کر اظہر کی طرف دیکھنے لگی جو اس کو اپنا منتظر پا کر کھڑا ہوا تھا۔

"تو گارڈننگ ہابی ہے آپ کی" وہ اس کے لگائے گلاب ٹیولپ اور سورج مکھی کے

پھولوں کے پودے دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ اا کی مسکراہٹ کافی سحر انگیز تھی۔

"ہاں کہہ سکتے ہیں آپ، مجھے پھول بہت پسند ہیں بہت مطلب بہت زیادہ" وہ ایک جذب کے عالم میں بولی۔

"ہمم۔۔۔ اور کیا کیا شوق ہیں آپ کے۔۔۔؟" وہ ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چلنے لگا۔

"کچھ خاص نہیں بس میری خواہشات بدلتی رہتی ہیں میں کسی ایک چیز پہ ٹھہرنے والی بندی نہیں ہوں میری پسند نا پسند جلدی ہی بدل جاتی ہے" وہ اس کے ساتھ ٹہلتے ہوئے بولی۔

"ارے۔۔۔ یہ تو پھر مشکل ہو جائے گا میرے لیے، ایسا نہ ہو آج آپ کہیں آپ شادی کے لیے تیار ہیں اور عین نکاح کے وقت آپ کی پسند بدل جائے اور آپ کہیں نہیییں مجھے یہ دلہا پسند نہیں" وہ ڈرامائی انداز میں بولا تو بخت کو ہنسی آئی کافی دیر ہنسنے کے بعد وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

"میں اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن ہاں میں رشتوں کے بارے میں بہت حساس ہوں یہ بات میں گارنٹی سے کہہ سکتی ہوں جب کسی سے رشتہ باندھ لوں تو اسے مرتے دم تک نبھاتی ہوں" اس کا لہجہ مستحکم اور انداز اٹل تھا۔

"واہ یعنی کہ وفا شعار" وہ ستائشی انداز میں ابرو اچکا کر داد دے گیا۔

"چلیں چائے پیتے ہیں ورنہ ٹھنڈی ہو جائے گی" ابھی وہ واپسی کے لیے پلٹے کہ بالی دبے

قدموں سے گیٹ کے اندر داخل ہوئی۔

"یہ کون ہیں۔۔۔؟" اظہر کے آنکھوں میں چمک اتری تھی مگر بخت چونکہ بالی کی طرف متوجہ تھی تو دیکھ نہ سکی۔

"یہ میری بہن بالی اور بالی" وہ جلدی سے اس کی طرف لپک کر آہستہ سے بولی۔

"یہ ہیں اظہر بھٹی" وہ اسے بتا کر اس کے تاثرات دیکھنے لگی جو گھبرائے ہوئے تھے۔

بالی نے اس کی طرف دھیان دیا تو وہ دلفریب مسکراہٹ لیے اس کو دیکھ رہا تھا فوراً بالی کے دماغ میں خطرے کا الارم بجا تھا۔

"مجھے لگتا ہے میں غلط وقت پہ آگئی"

"نہیں نہیں بالکل صحیح وقت پہ آئی ہو دیکھ لو پھر کامنٹس میں بعد میں لے لوں گی" اس کے کان میں کھسر پھسر کرتی وہ آخر میں جھینپ کر بولی۔

"آنٹی کو پتہ لگا تو وہ خفا ہوں گی" بالی گھر کے پیچھے بنی گلی کی طرف بڑھ گئی جہاں سے اب اسے کمرے میں داخل ہونا تھا۔

اظہر بھی اسی جانب مڑا تھا جہاں بالی جا رہی تھی۔

"چلیں۔۔۔؟" بخت نے اسے یوں ہی دیوار کو تکتے دیکھ کہا جہاں سے بالی گزری تھی۔

"ہوں ہاں ہاں چلیں چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے" وہ اپنے حواس پہ قابو پاتا جلدی سے بولا۔

بخت کو نجانے کیوں اس کی یہ حرکت بری طرح کھٹکی تھی۔

"ہمارے بڑے ایسے ہی کرتے تھے جس لڑکی کا رشتہ دیکھنے آتے تھے لوگ صرف وہی ان کے سامنے آیا کرتی تھی" اس جے دماغ میں فوراً زلیخا کے کہے الفاظ گونجے۔

****

"مام مجھے بخت کی بہن زیادہ اچھی لگی" اظہر نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی رائے دی۔

"کون سی بہن بخت کی تو کوئی بہن ہے ہی نہیں" وہ حیرانی سے بولیں۔

"مام یار۔۔۔ تھی وہ ایک لڑکی لمبی سی مطلب اتنی لمبی نہیں تھی بخت سے لمبی تھی پیاری سی تھی"

"اظہرپتہ نہیں کسے تم اس کی بہن بنائے پھرتے ہو" وہ جھنجلا کر بولیں۔

"مام بخت نے خود مجھے اس سے انٹرڈیوس کروایا ہے" وہ ان کی طرف مڑمڑ کربتاتا۔

"سچ میں؟ ہاں۔۔۔ اوکے اوکے لیٹ می تھنک اباؤٹ اٹ وہ اس کی کزن ہوگی جو پڑھنے آئی ہے یہاں شاید بتا رہی تھی مجھے نگین" وہ کنپٹی مسل کر بولیں۔

"مام مجھے وہی لڑکی پسند ہے آپ اسے ڈن کریں"

"دماغ خراب ہے کیا تمہارا۔۔۔؟ مجھے بخت کو صرف بخت کو اپنی بہو بنانا ہے یہ بات

ہمارے درمیان طہ پا چکی تھی اظہر"

"لیکن مام یہ میری پوری زندگی کا معاملہ ہے آخر میرے بھی کچھ جذبات ہیں اپنی شریک حیات کو لے کر" وہ زرا غصے سے بولا۔

"اظہر بخت بھی پیاری لڑکی ہے اور ماموں جان کی اکلوتی بیٹی ہے ساری جائیداد کی مالک اوپر سے ہے بھی پڑھی لکھی"

"مام بخت بھی پیاری ہے آپ کے جواب میں ہی میرا جواب چھپا ہوا ہے اور جہاں تک جائیداد کی بات ہے۔۔۔" وہ اک پل کو رکا۔

"ہاں بولو۔۔۔؟" مگر وہ خاموش رہا۔

"ماں کبھی اپنے بچوں کے لیے کچھ غلط نہیں سوچتی بخت اکلوتی وارث ہے اس کے نام آلریڈی سب کچھ ہے جو بھی اس کا ہوگا تمہیں ہی تو ملے گا" وہ غصے سے بولنے لگیں۔

"مام ہمارے پاس آلریڈی بہت کچھ ہے اور ہم نے کون سا اس کی پراپرٹی اپنے نام کروانا ہے"

"خدا کے لیے اظہر بیوقوف نہ بنو" وہ اس کے سامنے ہاتھ روہانسی ہوئیں۔

"زلیخا مامی نے جیسے میری میری ماں کو قس کے جائز حق سے محروم کیا ہے نا میں بھی ان کی بیٹی کو ویسے ہی اس کی جائز ملکیت سے محروم کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں

"اچھا اچھا ٹھیک ہے مگر میں مکمل کمپرومائز نہیں کر سکتا ساری زندگی ایسی لڑکی کے ساتھ تو نہیں گزار سکتا صرف فیوچر سیٹ کرنے کے لیے جو میرے کندھے تک بھی نا آتی ہو" وہ آخر میں حقارت سے بولا۔

"اظہر...!" انھوں نے تنبیھہ کی۔

"میں زلیخا کو سبق ضرور سکھانا چاہتی ہوں مگر بخت کو دیکھنے کے بعد سے اب تک میری اس بچی سے کوئی دشمنی نہیں وہ بہت معصوم ہے بیٹا تمہارے لیے ہمیشہ ایسی ہی پیاری سی کڑکی چاہی ہے میں نے"

"مام بس اب یہ ٹاپک ختم کریں ابھی آپ جائیں مجھے کسی گیدرنگ میں جانا ہے میں بعد میں آجاؤں گا" وہ انہیں گیٹ پر ہی اتار کر بولا۔

بشریٰ بھی مزید بات کیے بغیر اتر گئی جانتی تھی اب بات کرنا ہی بیکار ہے۔

****

وہ لوگ واپس جا چکے تھے۔ مگر بخت مسلسل اظہر کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ وہ قریباً پانچ فٹ نو انچ قد سڈول جسامت کا مالک تھا۔ بہت حسین نہ تھا مگر اچھی سلجھی پرسنالٹی کا مالک تھا۔ شہزادوں جیسا، حسین نہ ہونے کے باوجود اک رعب و جلالت

تھی اس کی شخصیت میں۔ بخت پہلے بھی اس سے کئی بار مل چکی تھی مگر آج اس سے ملنا جس تحت تھا۔۔۔ وہ اس کا دل دھڑکا گیا تھا۔ مگر اس کا بالی کو یوں یک ٹک دیکھنا بخت کے دل میں کہیں اک ٹیس سی اٹھی تھی۔

"کہاں گم ہو لڑکی۔۔۔؟" بالی جو اسے آواز دیتے دیتے کمرے میں داخل ہوئی تھی اس کا کندھا جھنجھوڑ کر بولی۔

"ہوں۔۔۔؟ ہاں یہی ہوں تم آج کیسے آگئی میرے کمرے میں ہوں۔۔۔؟" وہ کسی گہری سوچ سے بیدار ہوتی خوشی سے بولی۔

"میں تو تمہارے پورے کے پورے گھر میں آگئی تم کمرے کی بات کرتی ہو" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"کھانا کھایا تم نے۔۔۔؟" بخت نے بھی مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں" وہ بیڈ پہ بیٹھ کر بولی۔

"چلو آؤ مجھے بھی اب بھوک لگ رہی ہے تب تو مہمانوں کے ساتھ کچھ کھا ہی نہیں سکی" وہ منہ بسور کر بولی۔

"چلو" وہ فوراً اٹھتے بولی۔ پھر کچھ ہی دیر میں وہ لوگ کچن میں تھیں۔

"واہ میری موسٹ فیورٹ بریانی" بالی نے بریانی کی پلیٹ مائیکرو ویو اون سے نکال کر کہا۔

"یہ لے کر ڈائیننگ روم میں چلو میں رائتہ اور بوتل لے کر آتی ہوں" اس نے پلیٹ اسے تھمائی۔

"بالی۔۔۔!"

"ہاں"

"تم نے کچھ بتایا ہی نہیں" وہ اس کا چہرہ دیکھ کر بولی تو اس نے دونوں انگوٹھے اٹھا کر داد دینے والے انداز میں ایک آنکھ دبا کر کہا۔ جس پہ بخت مسکرا دی۔

"ان کا رویہ کیسا تھا۔۔۔؟ مطلب تمہاری ٹوبی ساسو ماں کا"

"فالحال تو اچھا ہی تھا" وہ چاولوں کا چمچ بھر کر منہ میں رکھ کر بولی۔

"ہاہاہاہ چلو ان شاء اللہ مستقبل میں بھی اچھی ہی رہیں" وہ دعا دے کر بولی۔

"ہمم"

"میں آج ایک آنٹی سے ملی لائبریری میں، کالج پرنسپل تھیں بہت پیاری تھیں اور تم مانو گی نہیں ان کی ناک لپس اور تھوڑی کافی حد تک ماما سے ملتی ہے ہاہاہ۔۔۔۔انہوں نے پتہ ہے مجھے کیا کہا، وہ لالہ زار رہتی ہیں اور جب بھی میں وہاں کہیں آؤں تو ان سے ضرور ملوں" وہ پلیٹ میں چمچ ہلا کر بات سنانے لگی۔

"اچھا تم نے کی ہوگی کوئی بھلائی ان کے ساتھ" بخت نے قطعی انداز میں کہا۔

"ہاں بھلائی تو نہیں بس، ان سے کتابیں گر گئی تھیں میں نے ہیلپ کی تو میرے ساتھ ہی

آکر بیٹھ گئیں" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

" صبح میں تو یونی سے چھٹی کروں گی اور تم بھی کرو گی میرے ساتھ "بخت نے اطلاع دی۔

"کیوں۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بھئی آج تمہارے ساتھ مووی دیکھوں گی لیٹ نائیٹ باتیں کروں گی اور آج میں تمہارے۔۔۔"

"نوووو" وہ آنکھیں منہ بند کر کے بولی جیسے کوئی کڑوا بادام منہ میں آگیا ہو۔

"ہاہاہاہاہاہا کمرے میں ہی سوؤں گی "بخت نے بات مکمل کی اور پھر سے ہنسنے لگی۔

"بخت یاااررر" بالی کو سخت چڑ تھی بخت کے ساتھ جُڑ کر سونے کی عادت سے اسی لیے وہ یا تو زمین پہ ہی سوتی یا پوری رات اس کی وجہ سے سو ہی نہ پاتی۔

پھر وہی ہوا بخت اس کے ساتھ ہی کمرے میں سوئی تھی اور بالی ایک بجے تک تو اس کے ساتھ مووی دیکھتی رہی اور پھر بخت کے ہاتھ پیر پھیلا کر سونے کی عادت کی وجہ سے باقی کی رات بے سکونی میں کاٹی۔

****

"عکاشہ۔۔۔! میں تنگ آجاتی ہوں بیٹا تمہارے اس نان سیریس بیہیوئیر سے، آخر کیوں نہیں سنتے میری بات تم" ان کی آواز میں شکائیت تھی۔

"اماں جان آپ کیوں ایک ہی بات کرتے تھکتی نہیں" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"تم کیوں نہیں مان لیتے میری بات بیٹا زندگی یوں ضائع نہیں کرو ابھی تو جوان ہو دو چار سال اور گزر گئے تو مشکل ہو جائے گا اور پھر ابھی حنا فرہاد بھی چھوٹے ہیں ان کو ماں کی ضرورت ہے اور وہ جلد ہی آنے والی کے ساتھ گھل مل جائیں گے پھر جیسے جیسے وہ بڑے ہوں گے ان کی ذہنیت بدلتی جائے گی" انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

"میں زندگی کے اس دور میں نہیں ہوں اماں جان کے جس میں مجھے دکھ درد بانٹنے کے لیے ساتھی کی ضرورت ہو گی آپ ہیں نہ میرے پاس اور پھر نجانے وہ کس قماش کی ہو حنا اور فرہاد کو ایکسپیٹ کرے بھی کہ نہ" وہ جھنجھلاہٹ کے ساتھ وضاحت دینے لگا۔

"زندگی کے ہر دور میں ہی ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے اور ابھی عمر ہی کیا ہے تمہاری بہت سے لڑکوں کی شادی تو ہوتی ہی اسی عمر میں ہے ہاں البتہ اصل مسلہ حنا اور فرہاد کا ہے"

"اماں جان بس پلیز میں اس موضوع پہ مزید بحث نہیں چاہتا" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی تو ہو گی نہ تمہاری نظر میں جو تم سے محبت کرتی ہو جو محبت کرنے والی ہو گی وہ حنا اور فرہاد سے بھی محبت کرے گی" اس کی بات کا کوئی اثر نہ لیتے ہوئے وہ اپنی بات جاری

رکھتے بولیں۔

"اللہ حافظ" ان کے سر پہ بوسہ دے کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے جا چکا تھا پیچھے وہ سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔

****

"السلام علیکم بابا" مسلسل بجتے موبائل پہ وہ فون کان سے لگا کر بوجھل آواز میں بولی۔

"وا علیکم السلام"

"کیسے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ لاڈ سے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں تم شام تک تیار رہنا میں لینے آؤں گا تمہیں حیدر کی منگنی ہے کل شام میں" سفیر صاحب کی آواز ہر قسم کے تاثر سے پاک تھی۔

"جی ٹھیک ہے" اس کی آواز نجانے کیوں نم ہوئی تھی۔ پھر وہ بالی کو کچھ ہدایات کر کے فون بند کر گئے۔

"کی ہویا۔۔۔؟" (کیا ہوا) بخت جو فون کی بیل پہ اٹھی تھی اس کے فون بند کرنے پہ جلدی سے پوچھنے لگی۔

"حیدر کی منگنی ہے کل، بابا جان لینے آئیں گے آج مجھے" وہ فون کو گھورتے ہوئے بولی۔

"اچھا اکیلی جاؤ گی۔۔۔؟" بخت نے تجسس سے پوچھا۔

"آنی کو بھی بولا ہی ہو گا" وہ اپنے سنہری بالوں کو انگلیوں پہ لپیٹ کر جوڑا بنانے لگی۔

"ہم میں بھی چلوں۔۔۔؟" اس نے دونوں ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"ضرور کیوں نہیں" وہ خوشی سے اچھل کر بولی۔

"اوکے۔۔۔! چلو پھر کپڑے سلیکٹ کرتے ہیں" وہ فوراً بال جوڑے کی شکل میں باندھ کر بیڈ سے اتر کر بولی۔

"ابھی فریش ہو کے ناشتہ تو کر لیں، خود تو خراٹے مارتی رہی ہو میں سو نہیں سکی ساری رات اور اب مجھے سخت بھوک لگی ہے"

"اچھا اچھا پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں پھر کچھ اور کرتے ہیں" وہ تابع داری سے بولی۔

"آہو۔۔۔!" وہ واشروم چلی گئی اور بخت اپنے کمرے میں۔ کچھ دیر میں ہی وہ لوگ ناشتے کی میز پہ تھیں جہاں دائم بھی نک سک سا تیار آفس کے لیے نکلنے والا تھا۔

بالی سب سے آخر میں اپنا ناشتہ لے کر آئی تھی۔

"بالی یہ املیٹ پاس کرنا" دائم نے بغور اس کا چہرہ دیکھ کر کہا۔

بالی نے اس پہ نظر ڈالے بغیر پلیٹ اس کے سامنے رکھی اور پھر ناشتہ کرنے لگی۔

"بھائی آپ کب تک فری ہوں گے۔۔۔؟ اصل میں مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے تو گاڑی۔۔۔"

"میں لنچ ٹائم میں آجاؤں گا تم تیار رہنا بلکہ میں میسج کر دوں گا اوکے۔۔۔۔؟"

" تھینکیو بھائی آپ بہت اچھے ہیں دنیا کے بیسٹ بھائیو ہیں"

"ہاہاہا اوکے جی اللہ حافظ"

"اللہ حافظ۔۔۔۔!"

"چلو یہ کام تو ہوا اب ہم جائیں گے شاپنگ پہ" وہ پرجوش ہوئی۔

"خواہ مخواہ میری چھٹی کرا دی خود تو چلی جاؤ گی میں پیچھے بور ہوتی رہوں گی"

"کیوں بھئی تم کیوں بور ہوؤ گی تم بھی تو میرے ساتھ چلو گی"

"نہیں بخت میں نہیں" وہ فوراً سنجیدگی سے بولی۔

"کیوں نہیں بالی پلیز تمہاری یہ باتیں مجھے زرا اچھی نہیں لگتی"

"یار تم جانتی ہو مجھے شاپنگ کا الف بھی نہیں پتہ خواہ مخواہ تم مجھے ساتھ گھسیٹ لیتی ہو"

وہ زرا سا تلخ ہوئی۔

"بس تم چل رہی ہو تو چل رہی ہو میں نے بتا دیا" وہ قطعی انداز میں بولی۔

"اچھا پھر ہم ٹیکسی سے جائیں گے دائم بھائی کو زحمت نہ دو"

"جی نہیں اتنے فضول پیسے نہیں ہیں میرے پاس"

"میں کروا لوں گی ناں"

"نہیں واپسی پہ چلو کروا لیں گے لیکن جب وسیلہ ہے جانے کا تو فضول خرچیوں کی کیا

تک ہے۔۔۔؟"

"تمہیں تو اللہ سمجھے" وہ کلس کر اپنے برتن سمیٹتی اٹھ گئی۔

"آہو" وہ اس کی نقل کرنے والے انداز میں بولی تو ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بھی آئی۔

****

"یہ والا اچھا ہے ہینا اا۔۔۔؟" بخت نے مرون کامدار فراک اس کے کندھے پہ رکھ کر پوچھا۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی خواب کے زیر اثر ہو۔

"نہیں بہت ہیوی ہے" بالی نے جلدی سے فراک کو خود پر سے ہٹایا۔

"اچھا ہے" دائم نے فوراً صلاح دی۔

"اچھا ہے نہ بھائیو۔۔۔؟" بخت چہک کر بولی۔

"ہاں" وہ بالی کی شعلہ بار نظروں کو نظر انداز کر کے بولا اور پھر ایک طرف کو بڑھ گیا۔

بخت نے سیلز گرل کے ہاتھ وہ ڈریس کاؤنٹر پہ پہنچایا۔

"اب میں کیا لوں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا" وہ منہ بسور کر کے اس کی طرف مڑی جو بے دھیانی سے اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

"کہاں گم ہو۔۔۔۔؟ بتاؤ بھی" بخت نے اس کے سامنے چٹکی بجائی۔

"ہاں۔۔؟"

وہ جو فراک پہ لگے کارڈ سے قیمت دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ اٹھارہ ہزار کہاں سے دے گی پریشانی سے اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی کہ بخت کے بلانے پہ چونکی۔

"تم پہ تو سبھی کچھ اچھا لگتا ہے جو مرضی لے لو" وہ مسکرا کر بولی تو بخت نے سر کو خم دیا۔ پھر کچھ دیر سوچ کر بالی دوبارا بولی۔

"یار یہ کلر میری کمپلیکشن پہ بالکل بھی سوٹ نہیں کرے گا میں کوئی لائیٹ کلر دیکھ لیتی ہوں۔۔۔؟" اس نے جیسے مشورہ مانگا۔

"جی نہیں بالکل بھی نہیں بہت اچھا لگ رہا تھا، تم تو ہو ہی بڈھی روح زرا شوق نہیں تمہیں شوخ چیزوں کا بس میں نے بتا دیا اس دفعہ تو میری پسند کا ہی ڈریس پہنے گی" بخت نے قطعی انداز میں کہا۔

"اگلی دفعہ پہن لوں گی اس دفعہ نہیں اور پھر یہ بہت ہیوی ہے یار" وہ منمنائی کبھی کبھی یوں لگتا تھا وہ بخت سے چھوٹی ہے اور بخت پورے رعب سے اس پہ حق جتاتی۔

"ٹھیک ہے جو مرضی ہو کرو لے آؤ جا کر کاونٹر سے میں نہیں جا رہی" بخت غصے سے کہتی وہاں سے ایک طرف کو بڑھ گئی جبکہ بالی دل ہی دل میں شرمندہ ہوتی کاؤنٹر کی طرف گئی۔

"السلام علیکم بھائی۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔! جی میم کیا مدد کر سکتا ہوں آپ کی۔۔۔۔؟" وہ بیس اکیس سالہ لڑکا فوراً کمپیوٹر سے سر اٹھا کر خوش اخلاقی سے بولا۔

"یہ ڈریس مجھے"

"جی میم یہ پیک ہو چکا ہے آپ لے جا سکتی ہیں آپ کے ساتھ کوئی سامان تھا۔۔۔؟" وہ پروفیشنل طریقے سے بولتا مسکرا کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"جی نہیں سامان نہیں تھا مجھے یہ ڈریس"

"یہ لیں میم" لڑکے نے جلدی سے بیگ اس کے سامنے کیا۔

"نہیں نہیں ابھی اس کی پیمنٹ نہیں ہوئی اور مجھے یہ چینج کرنا ہے" وہ جلدی سے وضاحت دے کر بولی۔

"سوری میم لیکن پیمنٹ ہو چکی ہے آپ یہ خرید چکی ہیں اور ہم خریدی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتے نہ ہی چینج کر سکتے ہیں آپ وہ بورڈ پڑھ لیں" لڑکے نے سامنے بڑے حروف میں لکھے بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"Sold goods can't be change"

"اس کی پیمنٹ کس نے کی"

"شاید آپ کے ہسبنڈ تھے" وہ زرا سا سوچ کر بولا۔

"شٹ اپ بنا سوچے سمجھے بولا نہیں کرتے جس نے پیمنٹ کی ہے نام تو ہو گا کوئی اس کا کیش دیا تھا یا کریڈٹ کارڈ سے؟" وہ غصے سے بولی تو لڑکا ہڑبڑا کر بولا۔

"سوری میم سوری۔۔۔۔ ان کا نام دائم رضا تھا اور کارڈ سے کی تھی پیمنٹ"

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"میم وی آر سوری بٹ اب یہ آپ کو لینا ہی ہو گا" وہ شرمندگی سے بولا۔

"لائیں۔۔۔کیا ہوا۔۔۔؟" بخت نے بیگ اس کے ہاتھ سے لے کر پوچھا۔

"دائم بھائی نے پیمنٹ کر دی اس کی"

"واہ مولا خوش رکھے ان کو اور کون کون سی چیزوں کی پیمنٹ کی ہے انہوں نے۔۔۔؟" وہ خوش اخلاقی سے پوچھنے لگی۔

"میم بس یہ ایک ہی سوٹ تھا اور وہ شاید جا چکے ہیں" لڑکا ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

"اوہ اللہ بس خوش ہی رکھے ان کو" وہ منہ بسور کر بولی۔

"میم ٹونٹی ایٹ تھاؤزنڈ ریپیز" وہ لڑکا بل اس کو پکڑا کر بولا۔

"یہ لیں" وہ رقم ادا کر کے بیگ اٹھاتی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"اب یہیں ساتھ میں سلون ہے وہاں جانا ہے ہمیں" بخت نے نیا ارادہ بتایا۔

"نہیں بخت پلیز اب گھر چلو" وہ سر نہ میں ہلا کر بولی۔

"لیکن یار ابھی" وہ کچھ کہتی کہ بالی اس کا ہاتھ تھام باہر کو نکلی۔

"بخت میں نے کہا گھر چلو" وہ قطعی انداز میں کہتی ٹیکسی روک کر ڈرائیور کو اڈریس سمجھانے لگی جبکہ بخت بددلی سے اس کے ساتھ جا بیٹھی۔ البتہ دل ہی دل میں اس سے ناراض ہونے کا مکمل منصوبہ بنا چکی تھی۔ جبکہ بالی کو اب اٹھارہ ہزار روپے کسی بھی طرح مینج کر کے دائم کے کمرے میں رکھنے تھے۔

****

زینب ہاؤس میں اس کا استقبال اس مرتبہ کافی اچھا ہوا تھا۔ دادی کے کہنے پر فرخندہ بیگم نے اس کی پسند کا کھانا بنوایا تھا۔ اس کا کمرہ جو اب ان کے چھوٹے بیٹے کے پاس تھا اسے بالی کی موجودگی تک حنان کے کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

"میری بچھڑی" رات وہ دادی کے کمرے میں آئی تو دادی نے اسے گود میں لے کر کہا۔

جس پر بالی ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"کتنا کہتی ہوں میں سفیر سے مجھے ملوا لائے تجھ سے مگر نہیں جی سنتا ہی نہیں میری اسے تو بس کاروبار سے مطلب ہے" دادی دکھ سے بولیں۔

"چلیں اب آگئی ہوں نہ میں" اس نے جیسے تسلی دی۔

"بس اب تجھے واپس نہیں جانے دوں گی میں"

"دادی اب تو میرا لاسٹ ائیر ہے ماسٹرز مکمل تو ہونے دیں اور پھر یہاں میرے جانے سے کتنے مسلے حل ہو گئے ہیں گھر میں کتنا سکون ہے نہ اب" وہ متوازن لہجے میں بولی مگر آنکھوں سے نکلنے والے آنسو دادی کی گود میں گرے تو انہوں نے اس کا سر اٹھانا چاہا مگر وہ مزید ان سے لگ گئی۔

"نا میری بچی ایسے نہیں کہتے بیٹیاں کوئی مسائل تھوڑی پیدا کرتی ہیں یہ تو اللہ کی رحمت ہوتی ہیں"

"ہمم تبھی آپ نے بابا کو منع نہیں کیا تھا شادی سے کاش دادی آپ ایسا کرنے سے انہیں روک دیتی تو آج ماما بھی ہمارے ساتھ ہوتیں" اس کی آواز میں دکھ اور شکوے کی آمیزش تھی۔

"تجھے بھی لگتا ہے میں ہی گنہگار ہوں۔۔۔؟" دادی گلوگیر لہجے میں بولیں۔

"پتہ نہیں بس شاید قسمت میں یہی سب تھا مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں نہ آپ سے نہ بابا سے باقیوں پہ تو میرا کوئی حق ہے ہی نہیں"

"زینب میری سگی بھانجی تھی اور میری چونکہ اپنی کوئی بیٹی نہ تھی تو میں نے اسے ہی بیٹی بنا لیا مگر سفیر۔۔۔۔ اسے تو شروع دن سے ہی فرخندہ پسند تھی بس پھر تیرا بہانہ بنا کر اس نے فرخندہ سے شادی رچالی اور زینب اسی دکھ میں دن رات سلگ سلگ کر خدا کو پیاری ہو گئی، تجھے تو میں نے ماں کی طرح پالا ہے نا وہ تو بیچاری دل کی مریضہ اپنی جان

چھپائے چھپائے پھرتی تھی اور تجھے میں نے ہی پالا پوسا اب تیری جدائی مجھے دن رات ڈستی ہے بتا میں کیا کروں۔۔۔؟"

"دادی بات تو کرتی ہوں نہ آپ سے اب ملنے بھی آگئی ہوں"

"اس نکمے حنان کو اتنا بولتی ہوں مجھے لے جائے تیرے پاس مگر نہ جی اور ریان وہ اچھا بچہ ہے مگر اس کے ساتھ میں اس لیے نہیں آتی وہ ابھی چھوٹا ہے" آج تو جیسے وہ اپنے دل کے سارے پھپھولے پھوڑنے والی تھیں۔

"اٹس اوکے دادی میں سمجھ سکتی ہوں اور پھر ہر انسان کی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں" وہ حنان کے سرد رویے کو سوچتی بولی۔

کچھ دیر یوں ہی خاموشی سے گزری اور پھر دادی کے رونے پہ وہ اپنے آنسو صاف کر کے ان کے سامنے بیٹھی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"میں نے تو ہمیشہ تجھے حیدر کے لیے سوچ رکھا تھا کتنا اچھا ہوتا جو۔۔۔"

"دادی آپ کی انہیں باتوں کی وجہ سے حیدر کا بھی دماغ خراب ہو گیا تھا آپ جانتی ہیں تائی جان حرا کو ہی بہو بنانا چاہتی تھیں" وہ دبے دبے غصے سے بولی۔

"میں نے کتنا کہا تمہاری تائی سے کہ حیدر۔۔۔"

"دادی جان۔۔۔! آئندہ ایسا کوئی ذکر نہیں کریں گی آپ" اس نے جلدی سے انہیں

Urdu Novels Ghar

چپ کروایا اور دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے بخت اندر داخل ہو رہی تھی۔

"تمہاری امی کیوں نہیں آئی۔۔۔؟" دادی نے آتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"وہ بس سفر سے بہت الرجک ہیں دادو" بخت نے سر کھجا کر کہا۔ بالی کی دیکھا دیکھی وہ بھی انہیں نانو سے دادو کہنے لگی تھی۔

"بھئی ان لاہوریوں کے بھی الگ ہی ٹشن ہیں ساری زندگی یہیں رہی ہے اور اب الرجک ہو گئی ہے وہ ہونہہ" انہوں نے ہاتھ اک ادا سے اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہوں۔

"واہ مالکا تیریاں شاناں"

"دادییی۔۔۔!" بالی کی تنبیہہ پہ وہ بھی اسے گھور کر دیکھنے لگیں جبکہ بخت کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

"ہیلو ایوری بڈی"

"السلام علیکم فاطر کیسے ہو۔۔۔۔۔؟" بالی نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں ٹھیک ہئیے لٹل گرل" فاطر نے بخت کو دیکھ کر پوچھا۔

"ایم ناٹ لٹل گرل ایم گوئینگ ٹو بی ماسٹر"

"اوہ اچھاا" وہ خوشگواری سے بولا۔

"دکھنے میں تو ایٹ کلاس کی سٹوڈینٹ لگتی ہو" وہ ہنس کر بولا۔

Urdu Novels Ghar

"شٹ یور ماؤتھ" بخت غصے سے کہہ کر واپس بالی کے کمرے میں چلی گئی اور پیچھے وہ اور دادی بخت بخت کرتی رہ گئیں۔

"فاطر کے بچے وہ بہت سینسیٹو ہے، پاگل" بالی اسے سناتی باہر کو بھاگی۔

"اس میں اتنا ناراض ہونے کی کیا بات ہے الٹا انسلٹ تو وہ میری کر کے گئی ہے" وہ حیرانی سے بولا۔

"جاؤ جا کر سوری بولو اسے یہ لاہوریے بڑے سینسیٹو ہوتے ہیں ان کے ساتھ رہ رہ کر کہیں میری بالی بھی سینسیٹو نہ ہو جائے" دادی نے منہ بسور کر کہا۔

"ہاہاہاہاہاہا جی بہتر دادی سوری بول کر آتا ہوں" فاطر دادی کا چہرہ دیکھ قہقہ لگاتا باہر نکلا۔

****

"وہ ہنس رہا تھا مجھ پر" بخت نے بھرائی آواز میں کہا۔

"نہیں یار فاطر ایسا نہیں ہے وہ کیوں مذاق اڑائے گا تمہارا"

"تم تو کہو گی کزن جو ہے تمہارا" وہ تڑخ کر بولی۔

"تو تم بہن ہو میری اگر وہ ایسی حرکت کرتا تو میں خود منہ توڑ دیتی اس کا" بالی نے پیار سے سمجھایا۔

"تو اب توڑو پھر" وہ ہنوز غصے سے بولی۔

"اف میرے اللہ بخت کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔؟" وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اس کو منا منا کر اب جھنجھلا چکی تھی۔

"بجو۔۔۔! میں دو منٹ بات کر سکتا ہوں۔۔۔۔؟" فاطر نے دروازے پہ انگلی کی پشت سے دستک دے کر اجازت مانگی۔

"دیکھو آگیا اب یہ توڑو اس کا منہ" بخت اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"ایک منٹ اتنا فری کا مال نہیں ہے اچھا۔۔۔ اور تم کیا رونا ڈال رکھا ہے ہاں۔۔۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا تو خوف سے اس کی آنکھوں سے مزید آنسو بہنے لگے۔

"فاطر پلیز" بالی نے اس کا غصہ دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"بجو یو پلیز آپ کیا اسے نکی کاکی (چھوٹی بچی) کی طرح ٹریٹ کر رہی ہیں۔۔۔؟ ماسٹرز مکمل ہونے والا ہے اس کا ہاں۔۔۔۔؟" وہ اس کی طرف مڑا۔

"اور حرکتیں دیکھو اپنی بچوں کی طرح احساس کمتری کا شکار ہو کر یہاں آگئی ہو رونے۔۔۔؟ مس بخت اپنے اندر اعتماد پیدا کریں اس کو اپنی کمزوری یا کمتری نہیں بلکہ اعتماد بنائیں آپ کو اس بات کا اندازہ شاید نہیں کہ ریسرچ کے مطابق چھوٹے قد کی لڑکیاں چالیس سال کی عمر میں بھی بیس اکیس کی ہی لگتی ہیں اور دوسری اچھی بات ان کا جگرا شیروں جیسا ہوتا۔۔۔ مگر یہاں تو۔۔۔۔ خیر کیا کہوں میں ایک تو مجھے ہی شٹ

اپ کال دے آئی ہو اور خود ہی رونے کا شغل بھی فرما رہی ہو بجائے اس کے کہ مجھے سوری بولو" وہ مسلسل اسے گھورتے ہوئے بولا تو وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ اس کی نظریں فاطر کو کسی انگارے کی طرح سلگتی محسوس ہوئیں۔

"بخت کبھی کبھی جو ہمارے ذہن میں چل رہا ہوتا ہے ضروری تو نہیں دوسرا شخص اسی نہج پہ سوچ رہا ہو یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے جو تم نے خود پہ سوار کر لیا ہے ورنہ تم ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو پڑھی لکھی ہو خوبصورت ہو اچھا فیملی بیک گراؤنڈ ہے اچھی سوسائٹی میں موو کرتی ہو اس سے بڑھ کر کیا ہو گا۔۔۔۔؟" اب کے وہ اس کے سامنے آ کر بہت تحمل اور پیار سے اسے سمجھانے لگا۔

"اب رونا بند کرو شاباش" اس نے انگلی کے پور سے اس کی گالوں پہ گرے آنسو صاف کیے۔

"تم نے مجھ پہ شاؤٹ کیا" وہ شکائیتی انداز میں بولی۔

"اوکے ایم سوری" وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں اور دوسرا کان پہ رکھ کر بولا تو وہ بالی کو دیکھنے لگی۔ جو دھیمی سے مسکراہٹ لیے اسے آنکھیں میچ کر سر ہلا گئی۔

"اٹس اوکے بٹ بی کئیر فل فار نیکسٹ ٹائم" وہ بولی تو فاطر مسکرا کر ابرو اچکا گیا۔

"چلو اب مزید موڈ ٹھیک کرنے کے لیے آئس کریم کھانے چلتے ہیں"

"اوکے" وہ سر ہلا کر بولی۔ بالی جو منع کرنے کے لیے منہ کھول چکی تھی بخت کے خوشی

سے ہامی بھرنے پہ خاموش ہو گئی۔

****

وہ لوگ حیدر کی گاڑی پہ اسی کے ساتھ آئس کریم کھانے باہر آئے تھے جب آئس کریم پارلر کے قریب ایک نئی بنی سوسائٹی میں یک دم روشنیوں کا سیلاب امڈا۔

"واؤووو یہ کیا چیز ہے" بخت نے پلکیں جھپک جھپک کر اس منظر کو دیکھا۔

"یہ ایسے ہی روز شوشا چھوڑتے ہیں" فاطر نے لاپرواہی سے کہا۔

"امیزنگ یاااار" اس نے بے دھیانی میں ہاتھ فاطر کی کلائی پہ رکھا۔

"ہمم اٹریکٹ کرنے کے بہانے۔۔۔ ایڈورٹائزمنٹ یو نو" فاطر نے نا محسوس انداز میں اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔ بخت کے ہاتھ کا لمس اسے جلا رہا تھا۔

"ہم جا سکتے ہیں دیکھنے۔۔۔۔؟" وہ بچوں کی سی چمک آنکھوں میں لیے بولی۔

"ہام۔۔۔ جا سکتے ہیں" فاطر نے کندھے اچکا کر کہا۔

"نہیں تم نے کون سا پلاٹ لینا ہے وہاں گولی مارو" بالی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم تو رہنے ہی دو بڈھی روح، میں جا رہی ہوں میرا انتظار کرنا" وہ ٹیبل سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پاگل ہو تم اکیلی جاؤ گی اتنی دور ہم بھی چلتے ہیں" بالی نے اسے اٹل انداز میں آگے بڑھتے دیکھا تو فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔

"میں بچی نہیں ہوں بالی میں بس دس منٹ میں آجاؤں گی تم لوگ آئس کریم انجوائے کرو ورنہ میرے ساتھ چلو" وہ اکنی آئس کریم اٹھا کر بولی۔

"اچھا میں۔۔۔"

"میں چلتا ہوں آپ آئس کریم کھائیں" فاطر فوراً کھڑا ہوا۔

"نہیں میں بھی چلتی ہوں"

"کیوں بجو آپ کو مجھ پہ ٹرسٹ نہیں۔۔۔؟" فاطر نے بظاہر مسکرا کر بولا۔

"یہ بات نہیں بس اس کی حرکتیں تم نہیں برداشت کر سکو گے" وہ بھی ہنس کر بولی جبکہ بخت صرف منہ بنا کر رہ گئی۔

"آجائیں بھائی آپ بھی" فاطر جلدی سے بول کر آگے بڑھ گیا۔

"دنیا جہاں کے لفنگے اس وقت موجود ہوتے ہیں وہاں" حیدر نے سر تاسف سے ہلایا اور ان کے پیچھے چلنے لگا۔ بالی اس کی بات سن چکی تھی مگر ابھی بخت کی خوشی کے لیے اس بات کو اگنور کر گئی جانتی تھی اگر آج اسے منع کر دیا تو ساری زندگی بخت نے یہی طعنہ رکھ رکھ کر مارنا تھا کہ تم میری خوشی کے لیے دو قدم بھی نہ چل سکی۔

بخت پرجوش سی سب سے آگے آگے چلتی ادھر ادھر دیکھتی کبھی گھوم کر الٹے قدم

چلتی تو کبھی دائیں بائیں وہ بالکل اس بچے کی طرح لگ رہی تھی جسے پہلی دفعہ چڑیا گھر کی سیر کروائی جائے۔ قصور اس کا بھی نہیں تھا سوسائٹی کی ڈیکوریشن ہی ایسی تھی ہر طرف کہ وہاں کوئی بھی چیز نظر انداز کرنے والی نہیں تھی۔

بالی اس کی نسبت سکون سے چل رہی تھی اور نہ ہی وہ پاگلوں کی طرح سر موڑ موڑ کر چیزوں کو دیکھ کر منہ کھولتی۔

فاطر بخت کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر واقعی ہنس رہا تھا جس کی پرواہ بخت کو اس وقت نہیں تھی۔

حیدر اس سب میں بالی کے بالکل پاس صرف ایک قدم کے فاصلے پہ ساتھ چل رہا تھا۔

"خوش ہو لاہور جا کر۔۔۔؟" بالی جو ان مناظر میں کھوئی ہوئی تھی اس کی بات پہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہمم"

"کاش تم یوں جان چھڑا کر نا جاتی" وہ دکھ سے بولا۔

"ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟" بے تاثر بے لچک لہجہ حیدر کو اندر تک جلا گیا۔

"تم جانتی ہو اچھے سے۔۔۔"

"کم آن حیدر تم۔۔۔" وہ ایک دم سے پلٹ کر اسے کچھ سناتی مگر خاموش ہو گئی۔

"کیا۔۔۔؟ کہہ دو جو کہنا چاہتی ہو"

"تم نے کیوں یہ خرافات دماغ میں بٹھا لی ہے تم بھی اچھے سے جانتے تھے تائی جان حرا کو ہی تمہاری دلہن بنانا چاہتی تھیں یہ بات تم پہلے دن سے جانتے تھے اور میں بھی، اسی لیے میں نے تمہارے بارے میں کوئی خوش فہمی پالی ہی نہیں اور تمہیں بھی ٹوکا مگر۔۔۔ خیر کل تمہاری زندگی میں ایک ایسی لڑکی شامل ہونے جا رہی ہے جس کو شروع سے تمہارے نام کا حوالہ دیا گیا ہے اس لیے پلیز اپنے دل سے تمام پرانے جذبات ختم کر کے ان لمحات کو محسوس کرنا جب تم اس کا ہاتھ تھامو گے اور ایک آخری بات آئندہ مجھ سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا" وہ دوٹوک انداز میں اپنی بات کہہ کر آگے بڑھنے لگی۔ اور وہ ٹھنڈی آہ خارج کرتا اس کے پیچھے چل دیا۔

"محبت کھو دینا اور پھر بھلا دینا آسان تو نہیں" حیدر کے لہجے کیں دکھ تھا۔

"محبت۔۔۔۔۔؟" وہ سر تاسف سے ہلا گئی۔

****

"بالی۔۔۔!" بخت پٹوسی لگا کر اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھ کر بولی۔

"ہمم۔۔۔؟" وہ کتاب پڑھتے ہوئے بولی۔

"حیدر بھائی پسند کرتے ہیں آپ کو۔۔۔؟" وہ جب بھی نارمل موڈ میں ہوتی تو اسے آپ کہتی۔

"نہیں" وہ ہنوز کتاب پر نظریں رکھ کر بولی البتہ اس کا چہرہ متغیر ہوا تھا جسے وہ کمال سے چھپا گئی بخت ابھی اتنی عقلمند نہیں تھی کہ بالی جیسی تہوں میں چھپی لڑکی کو سمجھ سکتی۔

"اچھا مجھے لگا جیسے کرتے ہیں" وہ ٹٹول کر بولی۔

"کچھ کہا ہے اس نے تم سے۔۔۔؟" وہ اب کے ماتھے پہ تیوریاں چڑھائے اس کو دیکھ کر بولی۔

"نہیں بس یوں ہی مجھے لگا"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھ سے منگنی کر رہا ہوتا نہ کہ حرا سے۔۔۔ پاگل ہو تم کچھ بھی سوچتی ہو" اب کے وہ مسکرا کر بولی جیسے بچے کی کم عقلی پہ ہنسا جائے۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔۔۔؟"

"ہاں پوچھو" وہ اب کے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"سچ سچ بتانا۔۔۔؟"

"اوکے کوشش کروں گی ہاہاہاہ" وہ تھوڑا سا ہنس کر بولی۔

"کبھی تو کوئی آیا ہو گا تمہاری زندگی میں مطلب کالج یونی انٹرنشپ ان سب کے دوران کبھی تو۔۔۔؟" اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"دیکھو بخت محبت اک حادثے جیسی ہوتی ہے ضروری تو نہیں حادثات ہر کسی کے ساتھ ہوں" وہ کندھے اچکا گئی۔

"تو تم اتنی شاعری۔۔۔؟" وہ نا سمجھی سے دوبارہ جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔

"ہاہاہا کم آن ایک شخص شاعری کرتا ہے اس کا ہرگز یہ تو مطلب نہیں کہ وہ کسی کی محبت میں گرفتار ہے اور جو شخص شاعری نہیں جانتا وہ محبت نہیں کرتا یہ تو گاڈ گفٹ ہے" اس نے تحمل سے سمجھایا۔

"ہمم یہ تو ہے اچھا چلو آج یہ ہی بتا دو کیسا پارٹنر چاہیئے تمہیں۔۔۔۔۔؟" اس نے سمجھ کر سر ہلایا اور پھر سے سوال داغ گئی۔

"جسے اللہ میرے لیے چنے"

"وہ تو ظاہر سی بات ہے۔۔۔ کبھی کبھی لگتا ہے تم مجھ سے کچھ شئیر کرنا ہی نہیں چاہتی ہونہہ" وہ اچانک ہی برہم ہوئی۔

"سچ کہہ رہی ہوں یار اچھا تو ناراض تو نہ ہو" وہ کمبل خود پہ اوڑھ گئی تو بالی نے کھینچ کر اتارا۔

"ہوں میں ناراض جب تک میری بات کا جواب نہیں دو گی" وہ یوں ہی کمبل منہ پہ اوڑھے بولی۔

"اچھا تم پوچھو میں سچ سچ بتاتی ہوں" اس نے ہار ماننے والے انداز میں کہا۔

"وہی بتاؤ جو پوچھا ہے کیسا لائف پارٹنر چاہیے۔۔۔۔۔؟"

"ہاہامم" وہ بمشکل ہنسی کو کنٹرول کر کے بولنے لگی۔

"اچھا سا ہو پیارا سا میری عزت کرنے والا اور۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ اور بس اور کیا۔۔۔؟ مطلب بس یہی کوالٹیز ہوں کسی میں بھی وہ اچھا انسان ہوتا ہے"

"تم پاگل ہو یا مجھے سمجھتی ہو یہی سوال مجھ سے پوچھو زرا"

"یار کتنی شرم آرہی ہے مجھے کس طرح کی باتیں کر رہی ہو تم" وہ جھینپ کر بولی۔

"اب لڑکیاں تو ایسی ہی باتیں کرتی ہیں کیا ہم آٹا چینی پتی کے دام ڈسکس کریں۔۔۔؟ تم پتہ نہیں کس سیارے کی مخلوق ہو بڈھی روح" وہ کلس کر بولی۔

"اچھا تم اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں کچھ بتا رہی تھی۔۔۔؟" اسے ناراض ہوتے دیکھ وہ فوراً بولی۔

"رہنے دو"

"اچھا اب نخرے نہ کرو بتاؤ بھی۔۔۔!" بالی کے اصرار پر وہ کچھ دیر میں موڈ بحال کر کے بولی۔

"مجھے۔۔۔! میرا دل چاہتا ہے وہ بہت ڈیشنگ پرسنالٹی رکھتا ہو اور بہت لِونگ کیئرنگ ہو اور میرے سوا اسے دنیا میں کوئی اور اچھی ہی نہ لگے اور میرے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہو" وہ خیالوں میں گم سی ہو کر سب کہہ کر خاموش ہوئی تو نظریں کھڑکی سے نظر

آتے زرد ستارے پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

"آمین" بالی نے دل سے کہا اور کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اظہر کا خیال آتے ہی نجانے کیوں اسے بخت اور اس کا جوڑ بھایا نہیں تھا۔

"اللہ وہی کرے جو تمہارے حق میں بہترین ہے آمین" اب کے اس نے دل میں کہا۔

"چلو باقی کے سپنے سو کر دیکھ لینا مجھے نیند آ رہی ہے" وہ اپنی طرف کو ہو کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔

اس کے کندھا ہلانے پہ چونک کر جھینپ سی گئی مگر پھر اس کی کمر پہ دھموکا رسید کر کے بولی۔

"تو بہن نہیں ڈین (ڈائین) ہے"

"ہاااا" بالی چیخ کر رہ گئی۔ بخت جو جوابی کاروائی سے ڈرتے بیڈ سے اتر کر تکیہ اٹھائے جنگ کو تیار تھی اس کے غصے بھرے چہرے کو دیکھ اور الرٹ ہوئی۔

"سو مر جاؤ اب ڈرپوک"

"ہی ہی ہی" وہ دانت نکال کر آہستہ سے ایک طرف لیٹ گئی۔ پھر سوتے ہی ہاتھ پیر چلانا شروع کر دیئے۔

"اوففف ایک تو اس لڑکی کو۔۔۔۔ ہمممم" لمبی سانس کھینچ کر وہ الماری میں سے اپنے دو سٹولر اٹھا کر لائی ایک سے اس کے ہاتھ باندھے دوسرے سے پیر۔

"کیا کر رہی ہو بالی۔۔۔۔؟ سونے دو" وہ کروٹ لینے لگی مگر کامیاب نہ ہوئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے بالی۔۔۔؟ کھولو مجھے" وہ بے بسی سے بولی۔

"میری پیاری بخت چونکہ اس کمرے میں صوفہ ہے نہ کارپٹ اور مجھے مجبوراً یہیں سونا ہے تو اب چپ چاپ سو جاؤ"

"یہ زیادتی ہے یار" وہ گلے میں پھنسے آنسوؤں کی وجہ سے گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

"واٹ ایور" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"بالی پلیز"

"نو ایموشنل بلیک میلنگ گڈ نائٹ" کہتے ہی وہ لیمپ آف کر کے آنکھوں پہ بازو رکھ گئی کیونکہ کھڑکی سے ابھی بھی روشنی آ رہی تھی۔ اور بخت بے بسی سے یوں ہی پڑی رہی پھر نجانے کب اس کی بھی آنکھ لگ گئی۔

****

"بخت کے تخت سے یکلخت اتارا ہوا شخص"

"تو نے دیکھا ہے کبھی جیت کے ہارا ہوا شخص"

وہ سیگریٹ ٹن سے سیگریٹ نکال کر ٹیرس کی ریلنگ کے پاس جا کھڑا ہوا سیگریٹ سلگا کر گہرا کش لیا پھر چند سیکنڈز بعد لمبا گہرا دھواں فضا کی سپرد کیا۔

"تانی میں تمہیں اچھے سے سمجھا چکا ہوں تمہاری بات میں کسی صورت نہیں مان سکتا" وہ تنبیہی لہجے میں بولا۔

"کیوں۔۔۔؟ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ تم خود بھی تو تو کئی کلبز میں ممبر ہو ہزاروں گرل فرینڈز ہیں تمہاری میں نے تو کبھی تم پہ نوک ٹوک نہیں کی"

"شیگی کے کلب میں ممبر شپ کا پتہ ہے تمہیں۔۔۔؟ کس قدر گھٹیا جوئے کھیلے جاتے ہیں، عورتوں۔۔۔ سمجھ رہی ہو میری بات شادی شدہ پچاس پچاس سالہ عورتوں تک کا جوا کھیلا جاتا ہے وہاں اور تم اس کلب کی ممبر بننا چاہتی ہو۔۔۔۔؟" وہ اس کی تمام فضول باتوں سے ہٹ کر مطلب کی بات پہ آیا۔

"سو واٹ میرا کام ہے۔۔۔، بزنس ہے۔۔۔، جیسے ہی بزنس پراگریس ہو گا میں ممبر شپ ختم کر دوں گی اٹس جسٹ آ ڈیل اس میں۔۔۔" وہ سادے سے انداز میں اسے سمجھانے لگی۔

"اس قسم کی واہیات ڈیلز کر کے بزنس کرنے سے بہتر ہے بندہ سرعام پھانسی لے لے" وہ اس کی بات کاٹ کر دکھ بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"اوہ پلیز عکاشہ اب اتنے پارسہ تو تم ہو نہیں کہ تم نے کبھی کوئی ایسا رسک نہ لیا ہو کم از کم

مجھ سے تو تم کوئی بات نہیں چھپا سکتے میں سکول ٹائم سے جانتی ہوں تمہیں کس کس طرح کے افئیرز رہے ہیں تمہارے" وہ اسے آئینہ دکھاتی بولی۔

"جسٹ شٹ اپ۔۔۔ تم بھی جانتی ہو وہ افئیرز کس نوعیت کے تھے اب یوں جان بوجھ کر مجھ پہ گند اچھال کر کیا سمجھتی ہو میں تمہاری بلیک میلنگ سے تنگ آکر اس بے ہودہ کلب میں شریک بننے دوں گا۔۔۔؟ نیور۔۔۔ تانی مجھے تمہیں سمجھانے کی ضرورت تو نہ تھی یہ سب، اگر خود تمہیں اپنی عزت کی پرواہ نہیں تو کم از کم میری تو کرلو تمہارے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا آخر تمہارے دماغ میں کیا سمائی ہے کون ہے آخر جو تمہیں اس سب کی طرف ورغلا رہا ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے اسے پہلی انگلی دکھا کر وارن کرنے کے انداز میں کیا پھر اس کے کندھے تھام کر آہستہ آہستہ اسے تحمل سے سمجھانے لگا۔

"تمہارا دماغ بالکل دیہاتی روایتی مردوں جیسا ہو گیا ہے، تمہیں لگتا ہے مجھے ہمارے بزنس کی بہتری کے لیے کوئی اور ورغلا رہا ہے تم شک کر رہے ہو مجھ پہ۔۔۔؟" وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"تمہاری ضد اور بد عقلی یہ بات ظاہر کر رہی ہے کہ تم معاملات کو کسی اور کے دماغ کی نہج پر سوچ رہی ہو" اس کی بات غلط نہ تھی تنزیلہ واقعی شیگی کے جھانسے میں آگئی تھی البتہ وہ اپنی طرف سے کاروباری بھلائی ہی کرنے جا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے آج سے میں تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دوں گی تم میرے تیس فیصد شئیرز میرے حوالے کر دو پھر جو مرضی کرتے پھرو" وہ بے نیازی سے کہہ کر آگے بڑھی تو عکاشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تانی ہمارے درمیان یہ تیرا میرا کب سے ہوا۔۔۔؟ اور تم جانتی ہو کمپنی کے حالات کو اس وقت میں شئیرز دینے کے قابل نہیں ہوں" وہ پھر سے تحمل سے اسے سمجھانے لگا۔

"اسی لیے۔۔۔ اسی لیے۔۔۔ عکاشہ میں یہ ممبر شپ لینا چاہتی ہوں تاکہ کل کو ہمارے بچے افاقوں کی نوبت نہ دیکھیں، نہ صرف بزنس سٹیبل ہو جائے گا بلکہ مارکیٹ میں شہرت بھی ملے گی" وہ بھی پر سکون انداز میں بولی۔

"نیور ایور" وہ ٹھوس انداز میں سر نہ میں ہلا کر بولا۔

"ٹھیک ہے پھر بزنس الگ کرو" وہ رخ موڑ کر ناراضی سے بولی۔

"ٹھیک ہے اگر تمہیں بزنس الگ کرنا ہے تو اس کا مطلب بزنس اسٹیبلش کرنے کے لیے تم ممبر شپ بھی کرو گی اور ایسی صورت میں نہ تو میرے گھر میں نہ میرے بچوں سے اور نہ ہی میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ ہے اپنا سامان پیک کرو ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا" وہ قطعی انداز میں بولا۔

"ایک دن تم پچھتاؤ گے عکاشہ، پھر مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا" وہ چیلنج کرتی وارڈروب کی

طرف بڑھی اور عکاشہ وہاں سے نکل گیا۔

اس شام اس نے آخری دفعہ تنزیلہ کو اس ٹیرس پہ کھڑے ہو کر گاڑی میں بیٹھتے دیکھا تھا۔ وہ پلٹی تھی اس نے سر اٹھا کر عکاشہ کو بھی دیکھا تھا۔ اتنی اونچائی اور فاصلے کے باوجود وہ اس کی آنکھوں کی نمی کو بخوبی دیکھ سکا تھا مگر وہ رخ پلٹ گیا۔

"عکاشہ۔۔۔کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں کہاں گم ہو تم۔۔۔؟" اس کے پلٹتے ہی زرتاج بیگم نے اس کے پاس آکر خفگی سے کہا۔

"اپنے ماضی میں" وہ ہولے سے بڑبڑایا۔

"ماضی سے نکلو اور حال میں جھانکو بیٹا فرہاد حنا کو تمہاری ضرورت ہے، وہ ترستے ہیں تمہارے ساتھ وقت گزارنے کے لیے اور تم آج نجانے کتنے ہی مہینوں بعد اتنے وقت کے لیے گھر پر ہو مگر خود سے ہی فارغ نہیں تم" زرتاج بیگم خفا ہوئیں۔

"ملا تھا ان سے"

"صرف ملنا کافی ہے۔۔۔؟ میں خود کالج میں بزی رہتی ہوں جو زرا وقت ملتا ہے مجھے آرام کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور جتنا وقت ہم بچوں کو دے رہے ہیں وہ کافی نہیں ہے بیٹا اسی لیے کہتی ہوں شادی کر لو"

"اماں جان پلیز برا لگتا ہے یہ موضوع مجھے اور آپ پھر سے شروع مت ہوں دماغ پہلے ہی خراب ہے میرا" اب کے وہ بے زاری سے بولا تو زرتاج بیگم ایک ناگوار نظر اس پہ

ڈالتی وہاں سے چلی گئیں۔ جبکہ عکاشہ کو اپنے تلخ رویے کا اندازہ ہوا تو وہ غصے سے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اپنے ماتھے پہ تین چار مکے مار گیا۔
پھر ان سے معذرت کرنے کی غرض سے ان کے کمرے کا رخ کیا۔

****

وہ بخت کے پسند کیے بھاری بھر کم لانگ فراک میں لبوں پہ پیچ لپسٹک آنکھوں پہ مسکارا لگائے بالوں کے سامنے سے فرنچ بنائے باقی بالوں کی باربی چٹیا بنائے پیچھے کو ڈالے دوپٹہ کندھے پہ پنوں کی مدد سے باندھ رہی تھی کہ بخت کمرے میں آئی۔
"اوففف میرے خدایا بالیبی" اس نے غمزدہ ہوتے دل دہلا دینے والے انداز میں کہا تو بالی اس کی طرف مڑی۔
"کیا۔۔۔؟" بالی نے ہراساں ہو کر پوچھا۔
"اتنے خوبصورت ڈریس پہ تم نے بڈھیوں کی طرح بال باندھ لیے ہیں۔۔۔؟" وہ دکھ سے بولی۔
" صحیح تو ہے" اس نے ایک دفعہ پھر اپنا عکس دیکھا۔
"چپ چاپ کر کے یہاں بیٹھ جاؤ" اسے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سٹول پہ بٹھا کر وہ اس کی

چٹیا کھولنے لگی۔

"سامنے سے تو ٹھیک ہے" کمر پہ ہاتھ رکھ کر دوسرا تھوڑی پہ رکھے تنقیدی جائزہ لیتے بخت نے اپنے سامان میں سے سٹریٹنر، کرلر نکالا اور سوئچ آن کر کے اس کے بالوں کی طرف بڑھی۔

"بخت۔۔۔!"

"چپ" ابھی وہ کچھ بولی نہیں تھی کہ بخت نے ڈانٹ کر اسے چپ کروایا۔ بالی منہ بسور کر بیٹھ گئی۔ بیس منٹ کے محنت کے بعد بالی کے سنہری بال جو کولہوں تک آتے تھے لوز کرل کر کے انتہا کے خوبصورت لگ رہے تھے۔

بخت نے ڈیپ ریڈ گلوز سے اسکے شنگرفی ہونٹ سجائے تو وہ یوں شکل بنا گئی جیسے کڑورا بادام منہ میں آگیا ہو۔

"نہیں یہ نہیں پلیز پلیز یہ نہیں" وہ پیچھے کو ہٹتے ہوئے بولی۔

"بالی چپ کر کے بیٹھی رہو تم تیار ہوتی نہیں ہو اور تمہاری وجہ سے میں اوور لگتی ہوں آج تو تمہیں تیار ہونا ہی پڑے گا" وہ اٹل انداز میں بولی۔

"اچھا بس ہائی لائیٹر ٹھیک ہے یہ اوور ہو جائے گا" وہ بے بسی سے بولی۔ جس پہ بخت ٹھنڈی آہ خارج کرتے بلشر اپنی گالوں پہ لگا مر ناک پہ لگاتے ناک سکوڑ کر ہائی لائیٹر نکالا اس کے چیک بون پہ لگا کر ایک نظر اس کے مکمل چہرے پہ ڈالتی اس کی تھوڑی پہ بھی

لگا گئی پھر پیشانی کے درمیان میں لگا کر پیچھے ہٹی۔

"ناؤ۔۔۔لُک ایٹ یو" اس کے سامنے سے ہٹ کر بولی تو بالی نے اپنا عکس شیشے میں دیکھا۔

وہ اس قدر حسین تو لگ رہی تھی کہ ماشاءاللہ نہ کہا جاتا تو ضرور بد نظری کا شکار ہوتی۔

"اتنا اوور میک اپ" وہ ایک ہاتھ اپنے دل پہ رکھ کر صدمے سے بولی۔ اس کی بات سن کر بخت ایک ناراض نظر اس پہ ڈال کر بیڈ پہ جا بیٹھی۔

"اچھا میں بس لپسٹک زرا لائیٹ۔۔۔کر۔۔۔لوں" شیشے سے ہی اس کا عکس دیکھ کر بولی مگر بخت موبائل پہ مصروف ہو چکی تھی۔

"اچھا نہیں کرتی۔۔۔چلو چلیں رسم شروع ہو گئی ہو گی" وہ اس کے سامنے آکر بولی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا" وہ سنجیدگی سے کہہ کر موبائل پہ مصروف ہوئی۔

"بخت تمہارا یہ بچپنا کب ختم ہو گا۔۔۔؟" اب کے وہ بھی سختی سے بولی۔

"مجھے تمہارے ساتھ آنا ہی نہیں چاہیئے تھا جب تمہیں میری کوئی بات ہی اچھی نہیں لگتی تو مجھے کیا ضرورت تھی تمہارے بارے میں سوچنے کا" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اچھا کچھ نہیں کر رہی چلو تم" ابھی وہ مزید بات کرتیں کہ فاطر دستک دے کر اندر آیا۔

"ہیئے لیڈیز۔۔۔واؤ لکنگ گورجئیس۔۔۔بوتھ آف یو" وہ بخت کو دیکھ کر بولا پھر فوراً بالی کی طرف بھی متوجہ ہوا۔

"بجو دادی بلا رہی تھیں آپ کو" فاطر نے آنے کی وجہ بتائی۔

"اچھا آجاؤ بخت" وہ اسے پکارتی خود باہر نکلی اور دوپٹے کے کونے سے لپسٹک کم کرتی دادی کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"ویسے لوگ ناراض نظر آتے ہیں"

"نہیں تو" وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ سفید اور فیروزی لانگ فراک کا ہم رنگ دوپٹہ گلے میں ڈالے سلور ہیلز میں اس کے خوبصورت پیر کلائیوں میں پہنی سلور چوڑیاں جن پر فیروزی نگ جڑے ہوئے تھے۔ کانوں میں بھی سلور جھمکیاں پہنے کمر کے درمیان تک آتے بھاری سیاہ بال جن میں سے کچھ لٹیں ہائی لائیٹ کی گئی تھی وہ چار فٹ آٹھ انچ کی لڑکی کسی آسمان سے اتری پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

"پیاری لگ رہی ہو بائے دا وے" وہ سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

"شکریہ کامپلیمنٹ کے لئے" وہ مسکرا کر اس کے ساتھ دو قدم کے فاصلے پہ چلتے چلتے لان تک آئی جہاں منگنی کی رسم کی جانے والی تھی۔

کپل کے لیے لان کے وسط میں خصوصی جگہ بنائی گئی تھی جو زمین سے ایک فٹ اونچی اور گولائی میں سٹیج نما تھی۔ سٹیج کے درمیان میں پتلی لمبی سی ٹیبل تھی جہاں منگنی کی انگوٹھیوں والی خوبصورت ٹوکریاں گلاب کی پتیوں والی سلور ٹرے میں رکھی گئی تھیں۔ ٹیبل کو چھوٹے چھوٹے رنگین غباروں سے سجایا گیا تھا۔ لان کی راہداری کو بھی مختلف

کرسٹل واز اور خوبصورت الیکٹرک کینڈلز سے سجایا گیا تھا۔ سٹیج کے دائیں بائیں آگے پیچھے کچھ فاصلہ چھوڑ کر ٹو سیٹر صوفے لگائے گئے تھے۔ البتہ سٹیج کے گرد کافی کھلی جگہ چھوڑی گئی تھی۔

مہمان قریباً سبھی آ چکے تھے۔ حرا چونکہ حیدر کی خالہ زاد تھی اور خالہ چونکہ ایک ہی محلہ میں رہتی تھیں تو سب کے مشورے سے رسم زینب ہاؤس میں ہی رکھی گئی تھی۔

حیدر سفید شلوار قمیض پہ سیاہ چادر گلے میں ڈالے بڑی بڑی بھوری آنکھیں شفاف گندمی رنگت پہ گہری بھوری سٹبل وہ اردگرد سے بے نیاز موبائل میں سر دیئے کھڑا تھا۔

حرا ہلکے گلابی شرارے پہ شارٹ فراک پہنے دوپٹہ سر پہ سیٹ کر کے ایک کندھے پہ آتا جس سے کچھ بال دوپٹے کے نیچے چھپ گئے اور کچھ ہائی لائیٹڈ بال نظر آ رہے تھے۔

مناسب سے نقوش والی گوری چٹی حرا کبھی اس پہ نظر ڈال کر باقی سب کی طرح لاؤنج کے دروازے پر ڈالتی جہاں سے دادی کو آنا تھا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں سفید ہلکے گلابی چکن کے سوٹ میں ملبوس دادی بالی کا ہاتھ تھامے اپنی نرم مہربان سی مسکراہٹ کے ساتھ باہر آئیں۔ سب کی نظریں اٹھیں اور بالی کے سراپے پر ٹھہری تھیں۔

مرون کامدار فراک کیپری کے نیچے مرون ہی کھسہ میں مقید شفاف پیر، لمبے بھورے بال جو کہ سلکی ہونے کی وجہ سے لوز کرلز میں مزید خوبصورت لگ رہے تھے، ایک کلائی میں دادی

کے جیسا ہی موتیے کے پھولوں کا بنا گجرا پہنے گھنی چمکدار آنکھوں دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ دادی کے پیروں کو دیکھتی تو کبھی سامنے سٹیج کی طرف جہاں حیدر یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ لگ ہی اس قدر حسین رہی تھی کہ بے ساختہ ہی خاندان کی کئی کنوارے لڑکوں کی ماؤں کے دلوں میں اک حسرت جاگی تھی۔

دادی کو حیدر کے پاس چھوڑ کر وہ واپس مڑی تو دادی نے اس کا بازو تھاما۔

"اری تو کہاں جا رہی ہے یہیں رک مجھے ابھی واپس بھی لے کر جانا ہے" میوزک کی وجہ سے دادی نے اونچا بولا۔ ان کے کہنے پہ وہ سر ہلا کر وہیں کھڑی ہوئی جبکہ سب کی نظروں کا رخ اپنی طرف دیکھ وہ پزل سی ہو کر اپنے ایک بازو کی کہنی کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر وہ اپنے پیروں کو دیکھنے لگی۔

"چلو بھئی تم کیا دیکھ رہے ہو رسم شروع کرو" دادی نے حیدر سے کہا جو ابھی تک بالی کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہممم" وہ نظروں کا رخ پھیر کر جلدی سے حرا کو دیکھنے لگا جو کبھی اسے تو کبھی بالی کو دیکھتی۔

حسد کی ایک چنگاری سلگی تھی جو حیدر کو بھی محسوس ہوئی۔

بخت جو ایک طرف کو ٹو سیٹر پہ بیٹھی تھی بالی کو باہر آتے دیکھ اپنے موبائل سے ویڈیو بنانے لگی۔ اب اس کی بنائی گئی ویڈیو کو ایڈٹ کرنے میں لگی تھی۔

منگنی کی رسم ہوتے ہی دادی کچھ جاننے والوں کے پاس جا بیٹھیں۔ اور بالی انہیں مطلوبہ جگہ چھوڑ کر بخت کے پاس آئی۔ جہاں اب کھانا سرو کیا جا رہا تھا۔

"ہائے سکائے لیڈی" اس کے ساتھ بیٹھتے وہ پیار سے بولی جانتی تھی ابھی تک میڈم ناراض ہو گی۔

"بات نہیں کرو مجھ سے"

"کیوں اب کیا کیا میں نے۔۔۔؟" وہ معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"لپسٹک کیوں کم کی تم نے۔۔۔؟" بخت ابرو اچکا کر بولی گویا جتایا گیا کہ میں چالاکی سمجھ چکی ہوں۔

"نہ کریار بڑی اوور لگ رہی تھی اتنا تو حرا نے نہیں کیا میک اپ جتنا میرا ہوا ہے" وہ شرمندہ سی ہوتی بولی۔

"جاہل عورت وہ پارلر سے چار گھنٹوں کی سخت محنت کے بعد اچھی خاصی رقم ضائع کر کے تیار ہوئی ہے اور تم نے کیا کیا۔۔؟ مسکارا اور لپسٹک لگا کہ اوور لگ رہی ہوں" اس نے بری سی آواز نکال کر کہا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

"چلو ٹک ٹاک بناتے ہیں پہلے تم میری سولو کی بناؤ میں وہاں سے واک کر کے آتی ہوں پھر کسی کو ڈھونڈتے ہیں جو ہم دونوں کی بنائے" موبائل سیٹ کر کے اسے تھما کر وہ سٹیج کے پاس جا کھڑی ہوئی کافی ساری ویڈیوز بنوا لینے کے بعد وہ لوگ کھانا کھانے بیٹھیں

تو ساڑھی میں ملبوس ایک عورت بالی کے پاس آئی۔

"زینب کی بیٹی ہو۔۔۔؟" وہ پیار سے اس کے کندھے پر سے بال پیچھے ہٹا کر بولی بخت کو ان کا یوں بالی کے بالوں کو چھیڑنا سخت ناگوار گزرا تھا۔

"جی" وہ مسکرا کر بولی۔

"اللہ جنت نصیب کرے بہت نیک خاتون تھی اتنی جوان موت تھی اس کی کہ۔۔۔ تم تو بالکل اس کی کاپی ہو کافی سالوں بعد دیکھا ہے تمہیں" انہوں نے زینب کے زکر پہ بالی کا چہرہ غمگین ہوتے دیکھا تو بات بدل گئی۔

"پڑھتی ہو۔۔۔؟"

"جی" وہ بمشکل مسکرا پائی۔

"آنٹی آپ نے کھانا کھا لیا۔۔۔؟" ابھی وہ عورت مزید سوال کے لیے منہ کھول ہی رہی تھی کہ بخت نے مداخلت کی۔

"ہاں کھا لیا"

"تو ہمیں بھی کھانے دیں پلیز" وہ مسکرا کر پلکیں جھپکا کر بولی۔

"ہاں ہاں کھاؤ کھانا تم لوگ" وہ شرمندگی سے کہتی آگے بڑھی جبکہ بالی نے اسے گھوری سے نوازا۔

"کھانا کھاؤ تم ایویں ای۔۔۔ آجاتے ہیں پتہ نہیں کہاں کہاں سے" وہ اس کے سامنے

روسٹ کا پیس رکھ کر بولی۔

"ابھی ہم نے کلفہ بھی کھانا ہے" وہ پرجوش سی ہوتی بولی۔

بخت جانتی تھی بالی زینب کے ذکر سے دکھی ہوتی ہے پہلے پہل تو ان کا زکر سن کر گھنٹوں اپنے کمرے میں بند ہوئے رونے میں سرف کرتی پھر وہ سنبھلنے لگی تھی۔ مگر ابھی بھی جب جب زینب کا زکر ہوتا وہ اپنی کیفیات پہ قابو نہ رکھ پاتی تھی۔ اسی لیے بخت کو وہ عورت مزید برداشت نہ ہوئی تھی۔

****

"سوری اماں جان میں" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی ان جو سامنے بیڈ پہ بیٹھے دیکھ نظریں جھکا کر بولا۔

"اس وقت میں کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی چلے جاؤ یہاں سے" زرتاج بیگم کے انداز میں حکم تھا۔

"اماں جان اس وقت۔۔۔"

"میں نے کہا نا چلے جاؤ" ان کے اس قدر سخت رویے پہ وہ کب بھینچ کر رہ گیا۔

"دادو۔۔۔!" وہ جانے کے مڑا تو فرہاد اور حنا دروازے میں ہی کھڑے تھے عکاشہ پہ

ایک شرمندہ سی نظر ڈال کر زرتاج بیگم کی طرف بڑھے۔

"دادو آپ نے ہمارے بابا کو ڈانٹا ہے۔۔۔؟" حنا نے اپنی ننھی سی ناک سکوڑ کر پوچھا۔

"ہاں ڈانٹا ہے کیوں کہ وہ غلطی پر تھا" انہوں نے سر ہلا کر تائید کی۔

"لیکن اب تو وہ برے (بڑے) ہو گئے ہیں اور بروں (بڑوں) کو تو ڈانٹ نہیں پرتی" فرہاد نے معصومیت سے سوال کیا۔ وہ لوگ سرگوشیوں میں دادی سے بات کر رہے تھے البتہ عکاشہ کے کان ادھر ہی لگے تھے۔

"ماں باپ کے لیے بچے ہمیشہ بچے ہی رہتے ہیں چاہے وہ جتنے بھی بڑے ہو جائیں" زرتاج بیگم نے ایک جتاتی نظر اس پہ ڈالی۔

"تم لوگوں نے ڈنر کر لیا؟"

"نہیں ہم تو آپ کو ہی بلانے آئے تھے" حنا نے دونوں ہاتھ کھول کر کہا۔

"چلو پھر" وہ ان دونوں کو لے کر کمرے سے نکلیں تو حنا نے جاتے جاتے عکاشہ کا ہاتھ بھی اپنے ننھے سے ہاتھ میں تھاما وہ چھ سال کی عمر میں بھی کافی سمجھدار اور ذہین تھی۔

****

"آنٹی مجھے آپ سے بات کرنی ہے" زلیخا نے ناشتہ دائم کے سامنے رکھا تو وہ ان سے مخاطب ہوا۔

"ہاں کہو" وہ بے تاثر لہجے میں بولیں۔

"آنٹی۔۔۔ آپ کا کہنا تھا میری شادی یعنی۔۔۔ میں شادی کے بعد الگ رہوں اور میں۔۔۔ آپ تو جانتی ہیں ایک فلیٹ لے چکا ہوں چھوٹا سا ہے مگر اچھی لوکیشن پر ہے جاب میں بھی پرموشن ہوئی ہے سیلری پیکج بھی اچھا ہے"

"ہاں جانتی ہوں اب کام کی بات بھی بتا چکو" وہ بے زاری سے بولیں۔

"اصل میں۔۔۔ آہمم میں بالی سے" وہ گلا کھنکار کر بولا۔

"کیا۔۔۔؟" وہ حیرت سے اس کی جانب مزید متوجہ ہوئیں۔

"بالی کو پسند کرتا ہوں اور"

"اور وہ۔۔۔؟" وہ جلدی سے بولیں۔

"اس نے کوئی جواب نہیں دیا مگر"

"مگر...؟" وہ پے در پے سوال کر رہی تھیں اور ان کے ہر انداز سے حیرت جھلک رہی تھی۔

"مگر آپ اس سے بات کریں گی تو مجھے اُمید ہے کہ وہ مان جائے گی" وہ آس بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

Urdu Novels Ghar

"ہمم اچھا میں۔۔۔ کروں گی۔۔۔ بات" ٹھیر ٹھہر کر اپنی بات مکمل کر کے وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

****

"تم چاہتے حیدر تو ڈٹ سکتے تھے تائی جان کے سامنے، تم میں محبت کرنے کی ہمت تو تھی مگر اس کو پالینے یا نبھانے کی نہیں یا شاید یہ محبت تھی ہی نہیں وقتی جذبات تھے یا صرف پسند محبت تو بہت آگے کا جذبہ ہوتی ہو گی۔۔۔۔

تم چاہتے تھے میں تمہیں پانے کی کوشش کرتی مگر میں نے تو اپنے دل کو پہلے دن سے ہی سمجھا رکھا تھا کسی بھی انجان سفر پہ گامزن ہونے نہیں دوں گی مگر تم۔۔۔۔۔ تم تو مرد تھے جانتے تھے اک تم ہی ہو میرے خاندان میں جس سے میرا جوڑ تھا مگر۔۔۔ تم چاہتے تو دادی کو اپنے ساتھ شریک کر کے بغاوت کر سکتے تھے مگر نہیں خیر جو اللہ کی رضا وہ جو بھی کرے بہتر کرے" اپنی موبائل ڈائری میں وہ اپنے دل کا حال لکھ کر موبائل بند کر کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔

"اماں جی میں چاہتی ہوں آپ میری بیٹی کا فرض ادا کر دیں جلد از جلد میری زندگی کو تو لگتا ہے دیمک لگ گیا ہے دن بدن مجھے یہ دیمک اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے" وہ

ہسپتال کے بیڈ پر لیٹیں لمبے لمبے سانس لیتیں دادی سے گفتگو کر رہی تھیں البتہ رات بھر اس کے ساتھ جاگنے والی بالی ایک طرف صوفے پہ دبکی آنکھیں موندے مکمل ان کی طرف متوجہ تھی۔

"ناں۔۔نا میری بچی ایسے نہیں سوچتے اللہ پاک سب اچھا کرے گا تم بس صحت یاب ہو جاؤ تو میں شکراں سے حیدر اور بالی کے نکاح کی بات کروں گی" دادو ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر بولیں۔

"کیا شکراں مان جائے گی۔۔۔؟" وہ ڈولتے یقین سے بولیں۔

"ہاں آں مجھے امید ہے ضرور مان جائے گی ہماری بالی میں کیا کمی ہے بھلا۔۔۔؟" وہ فخر سے گویا ہوئیں۔

"حیدر بہت پیارا بچہ ہے میری تو ساری فکر ہی ختم ہو جائے گی جو بالی کا نکاح حیدر سے ہو جائے" وہ ایک پر سکون سانس بھر کر بولیں۔

"بس تو فکر نہ کر جلدی سے ٹھیک ہو گھر آ پھر ہم بالی کی شادی کر دیں گے گھر کا ماحول بدلے گا تو تیری صحت پہ بھی اچھا اثر پڑے گا" وہ آس سے بولیں۔

پھر اسی شام زینب کا انتقال ہو گیا اور جب دادی نے شکراں سے رشتے کی بات کی تو۔۔۔

"بس بس پھپھو آپ یہ بات یہیں دبا دیں میں نے حیدر کے لیے سب سوچ رکھا ہے آپ

بالی کی شادی کہیں اور کر دیں" تائی جان نے صاف انکار کیا جو اس نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا مگر حیدر ابھی اس بارے میں انجان تھا۔ اسی دن سے بالی نے حیدر کے سامنے آنا ہی چھوڑ دیا اور اس سے بے تکلفی بھی ختم ہو گئی۔

****

وہ لائبریری سے بکس لے کر نکلی تو سامنے فٹ پاتھ پر ایک خالی ریڑھی لیے بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ وہ جو ٹیکسی کے انتظار میں وہاں کھڑی تھی بار بار اس بوڑھے کی غمگین صورت دیکھ کر کبھی اردگرد دیکھتی تو کبھی پھر سے کسی سوچ میں گم ہو جاتی پانچ منٹ مزید یوں ہی گزرے اور وہ سڑک پار کرتی فٹ پاتھ پر پہنچی۔

"سلام چچا"

"وا علیکم" بوڑھا آدمی بے دلی سے جواب دے کر اسے سر تا پیر دیکھنے لگا۔

"آپ کب سے یوں ہی بیٹھے ہیں خالی ریڑھی لے کر۔۔۔؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی پرسوں بیوی کو قتل کر گئے جو کچھ سرمایہ تھا وہ کفن دفن اور کھانے پہ خرچ ہو گئے اب ریڑھی لگانے کے لیے پیسے نہیں ہیں چھے بچے ہیں میرے گھر پہ انتظار

کر رہے ہوں گے کہ باپ کچھ کھانے کو لائے گا لیکن۔۔۔ کیا کروں بیمار ہوں اور بیماری کی وجہ سے مزدوری کوئی دے نہیں رہا بھیک مانگتے شرم آتی ہے اور یوں بیٹھے بیٹھے کچھ ملنا بھی نہیں" وہ اپنی تمام پریشانی اسے سنا کر آنکھ میں میں آئے آنسو صاف کرنے لگا۔

"کتنے پیسوں میں ریڑھی لگ سکتی ہے۔۔۔؟"

"کم از کم پانچ چھ ہزار ہو تو میں فروٹ سے شروع کر لوں گا"

اس نے اپنے پرس میں سے کچھ ہزار کے نوٹ اور کچھ سو سو کے نوٹ نکال کر اس کی ریڑھی پہ رکھے اور ان پر ابھی انگلیوں سے دباؤ ڈالے رکھا۔

"یہ لیں پہلے فروٹ لائیں اور کام شروع کریں لیکن یہ پیسے میں آپ کو ادھار دے رہی ہوں میں روز یہاں لائبریری آتی ہوں اور کافی ہفتوں سے آپ کو یہاں فروٹ لگاتے دیکھتی رہی ہوں آج آپ کو پریشان دیکھا تو سوچا آپ کی مدد کر دوں لیکن یہ پیسے میں نے بہت محنت سے کمائے ہیں اور مجھے اپنے جامعہ کی فیس ادا کرنی ہوتی ہے آپ کو ادھار دے رہی ہوں آپ فروٹ لگائیں اور پھر جو بچت ہو گی اس میں سے چالیس فیصد الگ کرتے جائیے گا اور مجھے دیتے جائیے گا پھر جب یہ پیسے مکمل ہو گئے تو امید ہے تب تک آپ کے کام میں بھی اچھا منافع ہو جائے گا" بوڑھا آدمی اس کا منہ ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی مجھے دیں اور یہ پیسے اٹھا لیں فوٹو کاپی اس لیے تاکہ مجھے

اطمینان رہے اور گھر والے جب پوچھیں پیسے کہاں ہیں تو میں ان کو جواب دے سکوں"
اس نے مسکرا کر کہا۔
بوڑھا آدمی تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھ کر اپنی جیب سے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی نکال کر پیسوں کے ساتھ رکھ گیا۔ بالی نے پیسے اس کی طرف بڑھائے اور شناختی کارڈ کی کاپی اٹھا کر پرس میں رکھی۔
اللہ تینوں بھاگ لاوے دل دیاں آساں مراداں پوریاں کرے کدی تھوڑ نہ ونجے تیں کوں (اللہ تمہیں اجر دے دل کی آرزوئیں پوری کرے تمہیں کبھی کسی چیز کی کمی نہ رہے)
"شکریہ۔۔۔! محنت اور ایمانداری سے کام کریں اللہ آپ کے کام میں رزق، صحت و زندگی میں برکت ڈالے آمین" کہتے ہی وہ مڑی ابھی دو چار قدم چلی کہ سامنے سے ایک شخص کڑے تاثرات لیے اس کی طرف آیا۔
"کیا کر رہی تھی تم یہاں کوئی عقل ہے یا نہیں۔۔۔۔؟" وہ پوچھ کم دھاڑ زیادہ رہا تھا۔
"ایکسکیوز می۔۔۔۔؟"
"کیا لگتا ہے وہ شخص تمہارا۔۔۔؟"
"شٹ اپ تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والے؟" وہ تپ کر بولی۔
"دیکھو مس تمہیں اندازہ نہیں ہے یہاں اردگرد نشئی گھوم رہے ہیں ایک نظر زرا آس پاس دوڑاؤ کس کس طرح کے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تم یہاں کھڑی گپیں ہانک

رہی ہو"

"اپنی حد میں رہو، تم میرے باپ نہیں جو مجھے یہ سب سمجھاؤ اپنا رستہ ناپو" کہہ کر وہ آگے کو بڑھی۔

"چلو تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں" اس کو اونچی آواز میں مخاطب کیا مگر وہ بنا اثر لیے آگے بڑھتی رہی۔

ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھی کہ اسے اپنی کلائی پہ مضبوط گرفت محسوس ہوئی۔

"چھوڑو مجھے" وہ غرا کر بولی مگر مقابل نے گرفت سخت کی۔ اگر وہ زرا سی مزاحمت اور کرتی تو یقیناً اس کی کلائی ٹوٹ جاتی۔

اسے پیسنجر سیٹ پہ بیٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ وہ اپنی کلائی سہلاتے ہوئے خونخوار نظروں سے اسے دیکھے گئی لیکن مقابل کوئی بھی نوٹس لیے بغیر ڈرائیو کرتا رہا۔

" سمجھتے کیا ہو تم خود کو۔۔۔۔۔؟ یہ سب کر کے کیا پروو کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟" وہ ضبط کی حد جو چھوتے دانت پیس کر بولی۔

"صرف یہ کہ تم اس شہر میں نئی ہو اور یہاں کی چار سو بیسیوں کو نہیں جانتی کیوں دیے تھے اتنے پیسے تم نے اس فقیر کو۔۔۔۔؟" اب کے وہ تحمل سے گویا ہوا۔

"وہ فقیر نہیں تھا" اس نے جیسے صفائی پیش کی۔

"اچھا پھر کیا تھا جو تم سے پیسے بٹور رہا تھا۔۔۔۔؟" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

"اس نے خود نہیں مانگے تھے میں نے خود مدد کی تھی اس کی" وہ تحمل سے جیسے اہنا ۔دعا بیان جر رہی تھی۔

"مدد۔۔۔؟ یہ سو کالڈ مدد کرنی تھی تو کسی یتیم خانے میں جا کر ڈونیٹ کر دیتی ایسے بھنگیوں کو پیسے دے کر کون سی مدد ہوتی ہے۔۔۔؟" اب کے وہ آرام سے مگر سخت بات بولا تھا۔

"یتیم خانوں کو ڈونیٹ کرنے کے لیے تم جیسے امیر لوگ بہت ہیں مگر ایسے لوگ جو اپنی بے بسی کسی کو سنا نہیں سکتے لوگ ان کی آنکھوں اور چہرے پہ رقم تکلیف دیکھ کر بھی انہیں پوچھتے تک نہیں ان کا کیا۔۔۔؟" وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

اس وضاحت پر وہ کچھ نہ بولا۔ پھر کچھ دیر بعد آہستہ آواز میں بولا۔

"دیکھو تم نے اپنی طرف سے اچھا کیا لیکن تمہیں یہ اندازہ نہیں کہ وہاں کتنے لوگ تمہیں کس نظر سے دیکھ رہے تھے" اب کے وہ سیدھا مدعہ پہ آیا۔

"ہر جگہ ہی ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں تو کیا اب ہم گھر سے نکلنا ہی بند کر دیں۔۔۔؟"

"احتیاط بھی کسی چڑیا کا نام ہے" وہ اس کی بحث سے چڑ کر بولا۔ لیکن اب کی بار بالی کو اس کا کہنا برا نہیں لگا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کا چہرہ غور سے دیکھتی رہی اس کی آنکھیں آج بھی سن گلاسس کے نیچے چھپی تھیں لیکن چہرے پہ آج ماسک نہیں تھا۔

اس کو خاموش پا کر اس نے اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً نظریں ونڈو سکرین پر جما

گئی۔

"میں جانتا ہوں یہ ڈیکٹیشن تمہیں بری لگی ہوگی مگر۔۔۔کیونکہ تم دائم کی بہن ہو تو مجھے لگا مجھے تمہیں سمجھا دینا چاہیے" وہ چاہ کر بھی اسے یہ نہیں بتا سکتا تھا وہاں موجود اوباش اور شرابی نوجوان لائبریری آنے والی معصوم لڑکیوں پر بری نظر رکھتے ہیں اور شام کے پہر تو وہ علاقہ آج کل غیر محفوظ سمجھا جانے لگا تھا جس کی وجہ پچھلے دنوں وہاں ہوئی واردات تھی۔

اپنی بات مکمل کر کے اس نے بالی کے چہرے پہ نظر ڈالی وہ مسکرا رہی تھی جسے چھپانے کے لیے وہ سر جھکا گئی پھر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی مگر اب مسکراہٹ نہیں تھی۔ اور کچھ پل وہ اس کو دیکھنے کے بعد وہ سر جھٹک کر ڈرائیو کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔ جس پہ بالی کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"بی کئیر فل فار نیکسٹ ٹائم" گھر کے سامنے گاڑی روکتے وہ سمجھانے کی غرض سے بولا۔

جس پہ وہ کوئی جواب دیئے بغیر گھر کے اندر بڑھ گئی جہاں سے ابھی ابھی زلیخا اسے دیکھ کر ہی اندر گئی تھی۔

"السلام علیکم آنی" وہ اندر آکر ڈرتے ڈرتے بولی۔

"وہ دائم بھائی کے دوست لائبریری کے سامنے سے گزر رہے تھے انہوں نے بہت اصرار کیا کہ وہ چھوڑ دیں گے تو۔۔۔"

"تو تم نے سوچا کیوں نہ ندیدوں کی طرح اس کی بڑی سی گاڑی میں میں بھی جھول لوں پہلے تو کبھی یہ موقع نصیب ہوا نہیں اور نہ ہی مستقبل میں ہو گا"

ان کے زہریلے الفاظ اس کی سماعت پہ کسی پگھلے سیسے کی طرح پڑے تھے۔

"آنی میرا تعلق ایسے گھرانے سے تو نہیں" وہ بے بسی سے بولی تو آواز میں آنسوؤں کی ملاوٹ تھی۔

"یہ ٹسوے بہانہ بند کرو اور یہ دائم کو کن چکروں میں ڈال چھوڑا ہے ہاں۔۔۔؟ تمہارا باپ صاف الفاظ میں کہہ چکا ہے مجھ سے تمہاری شادی وہ خود کرے گا اور تم ہو کہ خود ہی سائیاں ودھائیاں کرتی پھر رہی ہو" وہ جھڑک کر بولیں۔

"میں نے ان سے ایسی کوئی بات نہیں کی وہ خودی"

"بس میرا دماغ نہ چاٹو جاؤ یہاں سے" بخت جو ان کی آواز سن کر باہر آئی تھی دائم والی بات سن کر بالی کو دیکھنے لگی جو مضطرب سی ایک ہاتھ سے چادر تو دوسرے سے بیگ کی سٹرپ کو انگوٹھے کے ناخن سے کھرچ رہی تھی۔

وہ آرام سے اپنے کمرے میں گئی اور پیچھے بخت آور اپنی ماں کو بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

"تم کیا سر پہ چڑھ کھڑی ہو۔۔؟" وہ گھرک کر بولیں۔

"امی کس طرح سے بات کر رہی تھیں آپ بالی سے۔۔۔؟" وہ بے یقینی سے بولی۔

"بس اب بن جاؤ ماں کی استانی، کتنی دفعہ کہا ہے مجھے نہ پڑھایا کرو۔۔۔ اور اگر اس کی

ماں بھی ہوتی تو یہی کرتی، اچھے برے سے اولاد کو ٹوکنا بڑوں کا فرض ہوتا ہے" وہ صوفے پہ بیٹھ کر ناگواری سے بولیں۔

"پیار سے بھی سمجھایا جا سکتا ہے"

"اگر تم ہوتی اس کی جگہ تو دو جوتے بھی لگاتی میں تجھے یوں بھائی کے دوستوں سے لفٹ لے کر آنے پر"

"کون سا دوست۔۔۔؟" وہ تعجب سے بولی کیوں کہ اتنا تو جانتی تھی بالی کسی سے اتنا فری نہیں ہو سکتی کہ لفٹ مانگ لے، اس کی فطرت بہت خودار تھی۔

"وہی علی کیا ضرورت تھی بھلا یوں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کی خدا کی پناہ" آخر میں وہ بڑبڑاتی اٹھ کر کمرے کی طرف چل دیں۔

"امی بالی کبھی علی بھائی کو۔۔۔" ابھی وہ اس کی صفائی پیش کرتی کہ وہ ہاتھ جھلا کر کمرے میں چلی گئیں۔ اور وہ سر ہلا کر بالی کی طرف گئی۔

****

وہ کھڑکی سے سر ٹکائے بالکونی سے باہر کے منظر میں جیسے کھوئی ہوئی تھی۔ چہرے پہ تکلیف کے آثار تھے نظریں مسلسل آتی جاتی گاڑیوں کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی

تھیں۔

"بالی۔۔۔!" بخت نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر نرمی سے اسے پکارا تو وہ بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ پلٹی۔

"ایم سوری تمہیں پتہ ہے نہ امی کی عادت کا وہ میرے ساتھ بھی ایسے ہی کرتی ہیں چھوٹی سی بات پہ بھی اتنا اوور ری ایکٹ کرتی ہیں کہ بس"

"کوئی نئیں مائیں ایسی ہی کرتی ہوں گی یقیناً" وہ شاید خود کو دلاسہ دے رہی تھی۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ دائم بھائی تم سے پیار کرتے ہیں"

"کیا بکواس کر رہی ہو ایسی کوئی بات نہیں" وہ بھڑک اٹھی۔

"کم آن یہ سب تو نیچرل سی بات ہے اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا بات ہے یار اگر وہ فئیر ہیں تو اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟" وہ سمجھانے کے لیے بولی۔

"بخت پلیز اگر آئیندہ تم نے ایسی کوئی بات کی تو میں واپس پھولنگر چلی جاؤں گی" وہ تنک کر بولی۔

"اچھا ریلیکس چل آ مجھے کھانا دے بھوک لگی ہے" وہ جانتی تھی اگر اسے کھانے کی دعوت دی تو صاف انکار کر دے گی اسی لیے اپنا کہا۔

ایک گھوری سے نواز کر وہ دروازے کی جانب بڑھی تو بخت کھی کھی کرتی اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر ٹرین کی طرح اس کے پیچھے چل دی۔

زلیخا بھی ان دونوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھی تھیں جب دائم ٹراؤزر شرٹ میں فریش سا آکر میز پر بیٹھا تو بالی کے حلق سے نوالہ اترنا مشکل ہو گیا پانی کے تین چار گھونٹ بمشکل حلق میں انڈیل کر وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی کسی نے خاموشی کا ارتکاز نہیں ٹوٹا تھا۔ زلیخا بھی اسی خاموشی سے اٹھ گئیں۔

زلیخا کے جانے کے بعد بخت نے دائم کو دو تین مرتبہ دیکھا۔ اس حرکت کو دائم بھی نوٹ کر چکا تھا۔

"کیا بات ہے بخت کچھ کہنا ہے۔۔۔؟" وہ ہمیشہ کی طرح شفیق لہجے میں بولا۔

"جی۔۔۔ You love Baali? Right !" وہ کڑے تیوروں سے گویا ہوئی۔

"ہمم" دائم نے سر ہلا کر تائید کی چہرے پہ اس قدر اطمینان تھا جیسے کوئی بڑی بات نہیں۔

"اور آپ نے ڈائریکٹ جا کے اظہار کر دیا۔۔؟"

"نہیں میں نے بس پوچھا کہ مجھ سے شادی کرو گی۔۔۔؟" اس کی صاف گوئی پہ بخت ماتھے پہ ہاتھ مار کر رہ گئی۔

"تو آپ کے نزدیک یہ اظہارِ محبت نہیں ہے۔۔۔؟"

"ہاں یہ تو بس پیش کش تھی شادی کی۔۔۔ ذظہار شادی کے بعد کروں گا"

"تو انہوں نے کیا کہا۔۔۔؟"

"کچھ نہیں"

"اب کیا سوچا ہے۔۔۔؟"

"آنٹی سے بات کی ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔؟" اسے خاموش دیکھ کر اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"لیکن ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا" وہ کندھے اچکا گیا۔ وہ بخت کے سامنے زلیخا کو لے کر کوئی منفی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہمم۔۔۔ میں کوشش کروں گی بالی مان جائے" وہ ہولے سے مسکرائی۔

"تھینکیو"

"ویسے مجھے غصہ ہے آپ پہ بہت"

"اچھا اور وہ کیوں۔۔۔؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"آپ نے بالی کے ڈریس کا پے کیا میری دفعہ بھاگ ہی گئے" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"ہاہاہاہاہ چلو تم میری بالی سے شادی کرا دو تمہیں پوری شادی کی شاپنگ کرواؤں گا جو کہو گی جس پہ ہاتھ رکھو گی" وہ مسکرا کر بولا۔

"چلیں کوشش کرتے ہیں" وہ اترا کر بولی۔

"کوشش کرنے والوں کی ہار نہیں ہوتی" وہ پلکیں جھپک کر بولا گویا تسلی دے رہا ہو۔

****

"ہییے۔۔! سو رہی ہو۔۔؟" بخت اس کے ساتھ چمٹ کر بولی۔

"بخت پلیز بہت نیند آرہی ہے سو جاؤ جا کر اپنے کمرے میں" وہ کہنی سے اسے پرے دھکیل کر بولی۔

"کیوں میں یہیں سوؤں گی آج اور مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے" وہ اس کے سر پہ سوار ہوئی۔

"کرو جلدی بہت نیند آرہی ہے مجھے" وہ کراؤن سے ٹیک لگا کر سیدھی ہوئی۔

"شادی تو ہونی ہی ہے نہ ایک دن۔۔۔؟"

"بخت پلیز" وہ بے زاری سے اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"بس ایک دفعہ میری بات سنو" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تمہیں مسلہ کیا ہے دائم بھائی سے بس یہ بتا دو، اگر ریجیکٹ کر رہی ہو تو کوئی ریزن تو دو....؟ شہرام کو ریجکٹ کرنے کی وجہ کاسٹ، ذات برادری واٹ ایور لیکن دائم بھائی تو اپنے ہیں"

"میں کسی کو ریجیکٹ نہیں کر رہی بانے" وہ اکثر پیار سے بخت کو "بانے" کہا کرتی تھی۔

"بات صرف اتنی ہے کہ اس سب معاملات کا اختیار بابا جان اور دادی جان کے پاس ہے تم سمجھ دار ہو، کیا میرا ان معاملات میں پڑنا اچھے کردار کی علامت ہے۔۔۔؟" وہ

سنجیدگی سے بولی۔

"اگر بابا اور دادو مان جائیں پھر تو کوئی اعتراض نہیں۔۔۔؟" اس کے لہجے میں اک آس تھی۔

"نہیں۔۔۔پہلی بات تو یہ کہ آنٹی اس رشتے کے لیے راضی نہیں دوسری بات اگر دائم بھائی خود بھی جا کر بابا سے بات کریں تو بابا تو یہی سمجھیں گے کہ یہ، اس سب میں میری ہی رضا شامل ہے اور پھر کیا ہو گا سب کی نظروں میں میں ہی گروں گی کہ خالہ کے گھر جا کر ان کے ہی بیٹے کو میں نے۔۔۔" وہ خاموش ہو کر سر جھکائے آنسو حلق سے اتارنے لگی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے کوئی ایسا نہیں سوچتا تم خواہ مخواہ پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہو" وہ تاسف سے سر ہلا کر بولی۔ لیکن کہیں نہ کہیں اس کی بات ٹھیک بھی لگی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ علی بھائی کے ساتھ کیسے آئی تم۔۔۔؟" وہ موضوع بدل گئی جانتی تھی بار بار ایک ہی بات دہرانے سے وہ چڑ جاتی اور پھر کوئی بھی بات منوانا مشکل ہو جاتا۔

"وہ پاگل آدمی جاہل گنوار جنگلی راستے سے مجھے اٹھا کر لے آیا"

"کیا!!! انہوں نے اٹھایا تجھے۔۔۔؟" وہ منہ پھاڑ کر بولی تو بالی نے اس کے کمر میں گھونسا مارا۔

"نہیں جاہل۔۔۔کہنے کا مطلب تھا زبردستی مجھے ڈراپ کیا میں وہاں ٹیکسی کے لیے

کھڑی تھی پتہ نہیں کہاں سے نازل ہوا وہ شخص اور آکر مجھے اتنی باتیں سنائیں" وہ غصے سے بولی۔

"کیوں کیوں کیوں۔۔۔؟"

"پتہ نہیں" وہ دکھ سے بولی آنی سے ہونے والی بے عزتی پھر سے تازہ ہو گئی تھی۔

"لیکن کوئی تو وجہ ہو گی ایسے تو کوئی تمہیں باتیں نہیں سنا سکتا" بخت تجسس سے گویا ہوئی۔

"ہاں وہاں لائبریری کے سامنے فٹ پاتھ پہ ایک ریڑھی والے کو میں نے کچھ پیسے دیے تھے تو اس پہ کہ تم نہیں جانتی ہو ایسے لوگوں کو۔۔۔ اگر اتنے ہی پیسے تھے تو یتیم خانے میں ڈونیٹ کر دیتی۔۔۔ یہ وہ" وہ ماتھے پہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"ویسے بات تو ٹھیک ہے کیا ضرورت تھی تمہیں یوں کسی انجان بندے کو پیسے دینے کی ایسے لوگ یوں ہی بس۔۔۔ یتیم خانے میں کم از کم اطمینان تو ہوتا ہے کہ وہ اصل حقدار کو پہنچ رہی ہے"

"بخت تمہیں کیا میں پاگل لگتی ہوں۔۔۔؟ وہ واقعی ضرورت مند تھا یار اور یتیم خانوں میں روز کئی ہزاروں لوگ ڈونیٹ کرتے ہیں مگر ایسے لوگوں کی مدد ہر کوئی نہیں کرتا پتہ ہے کیوں۔۔۔؟ کیونکہ سب کو یہ ہٹے کٹے تو نظر آ رہے ہوتے ہیں مگر ان کی مجبوریاں ان لوگوں کو خودکشی پہ مجبور کر دینے والے حالات نظر نہیں آتے وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا سکتے عزت نفس کی وجہ سے مگر یقین جانو پھر بھی ایسے لوگوں کو لوگ عزت کی

نظر سے نہیں دیکھتے" وہ دکھ سے بولی۔

"تم بھی تو اتنے امیر گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہو مگر پھر بھی ان لوگوں کے لیے ہمدردی رکھتی ہو" اسے انجانی سی خوشی ہوئی تھی بالی کی ہمدردی پہ۔

"ہمم چلو اب سو جاؤ صبح یونی ورسٹی بھی جانا ہے، اور اس بندے کو میں نے ادھار دیا ہے جو بھی اس کی کمائی ہوگی اس کا چالیس فیصد وہ الگ کرتا جائے گا اور اس طرح وہ میرا ادھار اتار دے گا کچھ ہی دنوں میں، یوں اس کی عزت نفس مجروح بھی نہیں ہوگی اور کمائی کا وسیلہ بھی بن جائے گا"

"واہ یہ اچھی سائینس لڑائی ہے ویسے تم نے" وہ خوش و حیرت سے بولی۔

"ہاں اب سو جاؤ"

"میں یہیں سوؤں گی" کہتے وہ کمبل خود پر کھینچ کر ایک سائیڈ کو ہو کر سو گئی۔

"لاسٹ ٹائم کا ایکسپیرئنس یاد ہے نا۔۔۔؟" بالی نے اسے کے ہاتھ پیر باندھنے والے واقعے کے بارے میں یاد کروایا۔ بخت جان بوجھ کر سوتی بنی رہی پھر وہ خود بھی کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔

****

"کیا مجھے جانا چاہیے اندر کیا وہ ہوں گی پتہ نہیں مجھے آنا چاہیے تھا یا نہیں" وہ کالج کے گیٹ پہ کھڑی سوچ و بچار کر رہی تھی۔

"چل کوئی نئیں اب آ ہی گئی ہو تو ہمت کرو وہ نہ بھی ملیں تو کوئی اور وسیلہ بن جائے گا" خود ہی کسی حتمی فیصلے پہ پہنچ کر وہ اندر کو بڑھی۔

"سلام چچا مجھے میم زرتاج گل سے ملنا ہے" وہ اس قدر پر اعتماد طریقے بولی کہ سامنے والا اسے کوئی اعلیٰ ہستی سمجھتے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔

"میڈم ابھی میٹنگ کر رہی ہیں آپ پیغام بتا دیں" ایک نفیس سا چالیس پینتالیس سالہ آدمی جو وہاں کرسی پہ فارغ بیٹھا تھا ادب سے کھڑا ہو کر پوچھنے لگا۔

"کب تک فارغ ہوں گی وہ۔۔۔؟" وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتی اگلا سوال پوچھ گئی۔

"ابھی کوئی پتہ نہیں آپ پیغام بتائیں۔۔۔؟"

"مجھے ان سے ملنا ہے میں خودی بات کر لوں گی" وہ آگے بڑھ کر پرنسپل آفس کے سامنے بنے سیمنٹ کے چھوٹے سے بلاک پہ بیٹھ گئی جہاں سے آفس کا دروازہ بہت واضح نظر آتا تھا اور دروازے سے نکلنے والے کی نظر بھی لازماً وہاں پڑتی۔ اس شخص نے بھی اس کے انداز سے اسے پرنسپل کی رشتہ دار ہی سمجھ کر کچھ کہا نہیں البتہ اس کے لیے کرسی منگوائی جسے اس نے سر نہ میں ہلا کر منع کر دیا۔ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر خود موبائل پہ مصروف ہو گئی۔

قریباً بیس منٹ بعد کچھ لیکچرار آفس سے نکلے تو اس نے اسی آدمی کو دیکھا جس سے کچھ دیر قبل بات ہوئی تھی وہ بھی اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پھر اٹھ کر آفس گیا اور کچھ دیر میں دروازے سے ہی اسے اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود کیمپس کی طرف چل دیا۔

"السلام علیکم۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔!" وہ دروازے میں داخل ہوتے بولی تو زرتاج گل نے نظر کا چشمہ اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے خوشی سے جواب دیا۔

"بیٹھو۔۔۔! تم یہاں۔۔۔؟ سوچا نہیں تھا تمہیں یہاں دیکھنے کا" وہ مسکرا کر بولیں۔

"جی بس۔۔۔" وہ جس طرح سوچ کر آئی تھی اتنا آسان نہیں تھا ان سے بات کرنا۔

"کیا بات ہے بالی تم کھل کے بات کر سکتی ہو" اس کی ہچکچاہٹ پہ وہ خوش اخلاقی سے بولیں۔

"جی اصل میں مجھے جاب چاہیئے" وہ نظریں اپنی گود میں رکھے ہاتھوں پہ جما کر ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"اچھا کیا پڑھاؤ گی مطلب کونسے سبجیکٹ۔۔۔؟"

"یہ میری سی وی" ان کے مسکرا کر پوچھنے پہ زرا ہمت کرتی وہ اپنے بیگ سے سفید فائل ان کے سامنے رکھتے بولی۔

"ہمم بائیو پڑھا ہے تم نے اچھا صحیح تو کتنی پے ایکسپیکٹ کرتی ہو۔۔۔؟" وہ ڈاکومنٹس

دیکھتے بولیں۔

"اممم پہلے بھی میرا تجربہ ہے چھے ماہ کا اور وہ کانٹریکٹ تھا گورنمنٹ کالج میں لیکن اب تو میری تعلیم اور بھی زیادہ ہے تجربہ بھی ہے تو آپ بھی بہتر جانتی ہیں کتنی ایکسپیکٹ کی جا سکتی ہے" وہ ہولے ہولے اعتماد سے بولی تو زرتاج مسکرا دیں۔

"اچھا ضرورت تو ہے ہمیں فی میل سٹاف کی اور کچھ دن میں ہم اشتہار بھی دینے والے تھے لیکن۔۔۔"

ان کے رکنے پہ اس نے فوراً تجسس بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"اب تم پہلے آئی ہو ریکارڈ بھی اچھا ہے تو جاب پکی ہی سمجھو منڈے سے جوائننگ دو اور ہاں یہ ایک ماہ کیمسٹری بائیو پڑھاؤ دونوں سبجیکٹ کی پے الگ ملے گی پھر جیسے جیسے مزید لیکچرار مقرر ہوں گے تم اپنی مرضی کا ایک سبجیکٹ پڑھانا اوکے۔۔۔؟"

"جی اور۔۔۔ وہ مجھے۔۔۔۔ مجھے وہ ہاسٹل۔۔۔ بھی۔۔۔ چاہیئے مطلب کالج کے ہاسٹل میں رہنا ہے"

"کیوں۔۔۔؟ میرا مطلب اممم یہ پرسنل ہوگا شاید لیکن تم ہاسٹل کیوں رہنا چاہتی ہو۔۔۔؟"

"وہ اس لیے کہ میں پھولنگر سے ہوں اور یہاں سٹے کا مسلہ ہے یونیورسٹی اب ختم ہونے والی ہے اس لیے وہاں کے ہوسٹل نہیں رہ سکتی اب اور ویسے بھی وہاں اب جب تک

نیو ایڈمیشن شروع نہیں ہوتے تب تک شاید جگہ ملے بھی نہ"

"اچھا تو پہلے کہاں رہتی تھی۔۔۔۔؟"

"میں آنی مطلب خالہ پاس"

"تو اب۔۔۔۔؟"

"اب وہاں نہیں رہنا چاہتی" وہ نظریں سامنے سیاہ شیشے کے میز پہ ٹکا کر بولی۔

"دیکھو بالی مجھے اتنا تجربہ تو ہے کہ سامنے بیٹھے بندے کو سمجھ لوں کیسا ہے۔۔۔تم کافی اچھی بچی ہو لیکن۔۔۔بیٹا جو قدم لو سوچ سمجھ کر لینا گھر والوں سے پوچھا تم نے؟"

نجانے کیوں وہ اسے پریشان لگی تھی اور اس سے انسیت سی محسوس کرتے وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"جی"

"پھر کیا کہا بابا نے۔۔۔۔؟" انہیں یاد تھا اس کی ماں نہیں ہے۔

"بابا نے تو نہیں دادی سے بات ہوئی تھی، اصل میں وہی میری ماں ہیں ماما سے زیادہ میں شروع سے ہی ان سے اٹیچڈ رہی ہوں اور ان کو بھلا کیا مسلہ ہو گا بس میں یونی ختم ہونے پہ ان سے ملنے جاؤں گی اور پھر واپس آجاؤں گی مجھے پی ایچ ڈی میں ایڈمیشن لینا ہے وہ بھی جانتی ہیں پی ایچ ڈی میرا شوق ہے یوں سمجھ لیں زندگی کی سب سے بڑی خواہش"

وہ بھی ان کے پیار اور خلوص سے پوچھنے پہ وہ سب سکون سے بتانے لگی۔

Urdu Novels Ghar

"ہمم چلو مجھے اپنا نمبر دو میں تمہیں میسج کر دوں گی یا کال کیونکہ یہاں تم سیدھا مجھ سے ملی سب میرے تھرو ہو گا تو کال یا میسج بھی میں ہی دے دوں گی"

"جی" اس نے مسکرا کر اپنا نمبر ان کے موبائل میں لکھ کر انہیں تھمایا۔

"چلو منڈے سے جوائین کر لینا تم"

"شکریہ آنٹی۔۔۔ اممم میم میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں میں کیسے آپ کا شکریہ ادا کروں جتنا مشکل لگ رہا تھا سب ایک منٹ میں سلجھا دیا آپ نے تو" وہ مشکور لہجے میں بولی۔

"ہاہاہا اس میں میرا کوئی کمال نہیں اور تم مجھے آنٹی بھی کہہ سکتی ہو" وہ ہنستے ہوئے اسے کی خجالت مٹا کر بولیں۔

"میں چلتی ہوں اب بہت بہت شکریہ اللہ حافظ" وہ ملازم کو اندر داخل ہوتے دیکھ بولی۔

"ارے بیٹھو چائے پی کر جانا" ملازم نے چائے سامنے رکھی تو انہوں نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں تھی آنٹی سچ میں"

"بالی بیٹھو چائے لو" ان کے اس قدر پیارے اصرار پہ وہ لب دبا کر بیٹھی۔

چائے کے دوران انہوں نے بالی سے کافی پوچھ گچھ کی جو اس کی فیملی کے بارے میں ہی تھی۔ چائے ختم کرتے وہ پھر سے شکریہ ادا کرتی وہاں سے یونی کے لیے نکلی۔

****

"سر۔۔۔! سر وہ"

"بولو جوزف کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔؟" عکاشہ کی سخت آواز پہ وہ حلق تر کرتا آنکھیں گھما کر ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

"سر وہ تانی میم" ابھی وہ اتنا ہی بولی کہ عکاشہ کا سر جھٹکے سے اٹھا۔

"ہمم۔۔۔؟" اس نے ابرو اچکا کر سامنے کھڑے بیس اکیس سالہ لڑکے کو دیکھا وہ سانولی رنگت کا پرکشش لڑکا تھا آنکھوں پہ سیاہ فریم والا نظر کا چشمہ پہنے وہ گھبرایا سا اس کو دیکھ کر نظریں جھکا کر مزید بولنے لگا۔

"سر میں نے تو کافی منع کیا لیکن وہ آگئیں اور کہہ رہی ہیں مل کر ہی جاؤں گی سر میں نے۔۔۔"

"ٹھیک ہے اسے کہو سر اگلے دو گھنٹے سے پہلے فری ہونے والے نہیں" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"جی سر" وہ سر ہلا کر مؤدبانہ بول کر باہر نکلا۔ پیچھے وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر تلخی سے مسکرایا اور آنکھیں موند کر کھولتا لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلانے لگا۔

"کم ان" دروازے کی دستک پہ وہ مصروف سا بولا۔

"سر میم کہہ رہی ہیں وہ انتظار کر رہی ہیں لیکن بات ضروری ہے سن لیں تو بہتر ہے"

جوزف اندر آتے ہی بولا اس مرتبہ گھبراہٹ نہیں تھی۔

"تم نے کہا نہیں میں مصروف ہوں۔۔۔؟"

"سر کہا لیکن انہوں نے کہا یہ سب بہانے ہیں اور آپ آفس میں ہی ہیں وہ جانتی ہیں"

اس کی بات پہ عکاشہ نے لمبی سانس لی اور بولا۔

"بھیجو اس کو"

"جی سر"

پھر کچھ ہی دیر میں وہ پوری شعلۂ حسن بنی اندر داخل ہوئی۔

سیاہ جینز پہ ڈیپ ریڈ بلاؤز نما شرٹ جس کے بازو مکمل ہونے کے باوجود درمیان سے کٹ کے وجہ سے برہنہ تھے اور کلائیوں پہ کسی بریسلٹ کی سی مدد سے بندھے تھے۔

آنکھوں پہ سیاہ سن گلاسز لمبے سٹریپس کٹنگ بال جو آجکل بھورے رنگ میں تھے ہاتھ میں سنہری چینوں والا وینٹی بیگ وہ بے نیازی سے اندر آئی اور مڑ کر جوزف کو دیکھا جو اپنے باس کو دیکھ رہا تھا البتہ اس کے مڑنے پہ سٹپٹا کر باہر نکل گیا اور وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی بیگ اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھا۔

عکاشہ جو اس کی ساری کاروائی سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کو اپنے سامنے کھڑے

Urdu Novels Ghar

دیکھ ابرو اچکا گیا۔

"کیوں کر رہے ہو تم یہ سب۔۔۔؟" کچھ دیر قبل جس قدر پر اعتماد لگ رہی تھی اب اسی قدر بے بسی سے بولی۔

"یہ تو مجھے پوچھنا چاہیئے نا۔۔۔؟ کیا ہے یہ سب۔۔۔؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"عکاشہ یہی بات ہوئی تھی نا کہ جب میں بزنس سیٹ کر لوں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا اب دیکھو میں شیگی سے پارٹنر شپ بھی ختم کر چکی ہوں تم پلیز میری آفر ایکسیپٹ کر لو ہم پھر سے ایک ہو جائیں گے اور کچھ نہیں تو فرہاد حنا۔۔۔"

"شٹ اپ" وہ اٹھ کر اس کے سر پہ دھاڑا کہ تانی اندر تک کانپ گئی تکلیف سے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر سرخ گالوں پہ بہہ گئے۔

"جسٹ شٹ یور ماؤتھ یو۔۔۔(خود کو گالی دینے سے باز رکھتا وہ دانت پیس کر بولا) اگر اپنی گندی زبان سے میری بیٹی کا نام بھی لیا ہو تو۔۔۔۔ مس تنزیلہ اب اگر تم اپنے کسی بھی مطالبے کو لے کر آئی یا۔۔۔۔ کسی کو بھیجا تو میں جان سے مارنے سے گریز نہیں کروں گا" وہ لہو رنگ ہوتی آنکھیں اس پہ ٹکا کر چبا چبا کر اسے ہر لفظ سے گھائل کرتا اس سے دور ہوا۔ البتہ بہت ضبط کیا تھا اس نے خود پہ اسے گھٹیا القابات دینے سے۔

"جاتے ہوئے دروازہ بند کرتی جانا" وہ کھڑکی کے سامنے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر قدرے سکون اور تحمل سے بولا۔

عجیب سا تھا وہ اپنے رویے میں بالکل سمندر کی طرح۔ کبھی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا تو کبھی خاموش سا رواں رواں۔ ایک پل میں لگتا اپنی نظروں اپنے لفظوں سے شہہ رگ کو کاٹ کر رکھ دے اور کبھی اتنا پرسکون کہ سامنے والے کے دل میں اتر جائے۔

وہ آنسو صاف کرتے اس کے پاس آئی اور اس کے کندھے پہ سر رکھ گئی۔

"بس کردو عکاشہ پلیز میں تھک گئی ہوں تمہاری اس بے رخی سے" وہ اس کا سر جھٹک کر حقارت سے اسے دیکھنے لگا۔

"چلی جاؤ تنزیلہ میں آخری دفعہ کہہ رہا ہوں پلیز میرا ضبط نہ آزماؤ"

"تم کیوں نہیں سمجھتے نہیں رہ سکتی میں تمہارے بغیر اپنے بچوں کے بغیر پچھلے ایک سال سے میں معافیاں مانگ رہی ہوں تم سے مگر تم اتنے بے حس ہو کہ۔۔۔"

"ہوں۔۔۔" وہ استہزاہیہ انداز میں لبوں پہ مسکراہٹ لا کر بولا۔

"کیوں تنزیلہ۔۔۔؟ بھول گئی تم اپنی بات۔۔۔ تم تو کہتی تھی میں پچھتاؤں گا۔۔۔؟"

"میں سب بھول کر تم سے معافی مانگ رہی ہوں عکاشہ اور تم اتنے کم ظرف ہو کہ میری صداؤں کو سن کر میرے آنسو دیکھ کر مجھے نظر انداز کرتے ہو منہ موڑ لیتے ہو ایسے تو نہیں تھے تم عکاشہ" وہ بلک اٹھی۔

"تم نے بنا دیا ایسا، سمجھا دیا کہ ہر عورت عزت کے لائق نہیں ہوتی، تمہیں دولت چاہیے تھی جب تک میرے پاس تھی میں پر کشش تھا جب نہیں تھی تب تم نے راستہ بدل لیا اب پھر سے آگئی تو تم پھر سے اٹریکٹ ہو رہی ہو یہ وقتی اٹریکشن ہے تانی کوئی مجھ سے زیادہ امیر زادہ ملا تو بھول جاؤ گی خیر جاؤ یہاں سے مجھے بہت کام ہے" وہ اپنی کرسی پہ آکر بیٹھتا لیپ ٹاپ آن کرتا مصروف ہوا۔

تنزیلہ جو اس کے لفظوں سے اندر تک سلگ گئی تھی خود کو پر سکون کرتی اس کی پشت پہ آئی اور اس کی گردن میں بازو حمائل کر کے پیشانی اس کے سر کی پشت سے ٹکائی۔ عکاشہ کے اندر تو جیسے آگ بھڑک اٹھی تھی۔

اس کی کلائی بے رحمی سے تھام کر مروڑ کر اسے سامنے کیا۔

"آہہ کاش پلیز"

"اپنا وجود مجھ سے دور رکھو تانی میڈم ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا ناؤ گیٹ لاسٹ فرام ہئیر" وہ اس کی کلائی کو مروڑ کر سختی سے بولا۔

ایک جھٹکے سے اسے پرے پھینکا کہ وہ زمین پہ اوندھے منہ گری اور وہ اپنا کوٹ پہن کر موبائل، کیز اٹھاتا وہاں سے نکل گیا۔

تنزیلہ اس قدر ذلالت پہ آنسو صاف کرتی گلاسس لگا کر اپنا بیگ اٹھاتی باہر نکل گئی۔

جوزف ان کے جاتے آفس آیا اور تمام سسٹمز آف کرتے آفس لاک کر کے اپنے کیبن

میں آیا۔ وہ جانتا تھا عکاشہ اب کل سے پہلے آفس میں نہیں آنے والا۔

****

"تو تنگ بہت تھا میرے اظہارِ جنون سے"
"لے آج سے کہہ دیا تیری طلب کے دن گزر گئے"

وہ ریش ڈرائیو کرتے گھر پہنچا اور خلاف معمول سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ ایل ای ڈی پر ہاتھ مار کر اسے توڑا اس سے بھی دماغ میں لگی آگ کم نہیں ہوئی تو ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی ہر چیز کو ہاتھ مار کر گرایا ہاتھ کا مکہ شیشے پہ مار کر توڑتا سامنے آتی ہر چیز تہس نہس کرتا وہ تھک کر بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے زمین پہ بیٹھا۔
تنزیلہ کی انگلیوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتے اس نے نفرت سے اپنی گردن کو دونوں ہاتھوں سے صاف کیا۔ ٹائی نکال کر پھینکی شرٹ کو نوچ کر نکالا خود سے دور پھینک باتھروم میں گیا۔
"نہیں تانی تمہارا وجود میرے لیے پرکشش تھا جب تک تم میرے امان میں تھی جس دن تم میری پناہ سے نکل گئی تب میری نظروں سے بھی نکل گئی تھی اور دل۔۔۔، دل میں

تو تم کبھی تھی ہی نہیں" وہ شاور کی کو لنگ فل کرتا خود کو پر سکون کرنے لگا۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ کمرے میں واپس آیا تو کراہیت سے وہاں سے نکل کر لاونج میں آیا۔

"نور جان۔۔۔۔! نور جان۔۔۔!"

"جی چھوٹے صاحب"

"میرے کمرے کی صفائی کروائیں" قدرے نرم لہجے میں کہتا وہ زرتاج بیگم کے کمرے میں آیا۔

"سلام اماں جان۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔! تم اس وقت۔۔۔؟" اس کی حالت کو دیکھ کر وہ پریشانی سے بولیں۔

"جی جلدی فری ہو گیا تھا آج اور آپ سے ضروری بات بھی کرنی تھی" بیڈ کے ساتھ ان کے گھٹنوں پہ سر رکھ کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

اس کی آنکھوں کی سرخی تو وہ دیکھ چکی تھیں مگر جانتی تھیں وہ کچھ بتائے گا نہیں اسی لیے خاموشی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"اماں جان میں سب سیٹ اپ کراچی لے کر جا رہا ہوں اور۔۔۔ پلیز اب آپ یہ ضد چھوڑ دیں میں آپ لوگوں کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا پلیز اب بس بہت ہو گیا آپ کو جانا ہو گا میرے ساتھ"

"تنزیلہ نے پھر سے کچھ کہا ہے۔۔۔؟" وہ کچھ سوچ کر بولیں۔

"میں تنگ آگیا ہوں اس کی بلیک میلنگ سے اماں جان میں نہیں کر سکتا اس سے مقابلہ"

"تو میدان چھوڑ رہے ہو۔۔۔؟"

"پتہ نہیں لیکن میں مزید اسے اپنے قریب نہیں برداشت کر سکتا بس آپ چل رہی ہیں میرے ساتھ" وہ بے بسی سے بولا۔

"یہ گھر تمہارے بابا نے کتنی محنت، محبت سے بنایا تھا ایک ایک چیز کو اپنے ہاتھوں سے سجایا تھا تم کیسے مجھے مجبور کر سکتے ہو یہ گھر چھوڑنے کے لیے۔۔۔۔؟" وہ بھی اسی کی طرح بے بسی سے بولیں۔

"کیا یہ گھر آپ کے لیے میرے سکون سے زیادہ ضروری ہے۔۔۔؟" وہ بت بسی سے بولا۔

"تم سے بڑھ کر تو کچھ بھی نہیں میری جان لیکن۔۔۔"

"تو لیکن کیوں اماں جان ہم یہ گھر سیل نہیں کر رہے نہ ہی اسے ویران کر دیں گے ہم اسے بھی آباد رکھیں گے لیکن میں مزید یہاں نہیں رہ سکتا میں تنگ آگیا ہوں تھک گیا ہوں اماں جان بس تھوڑا سا سکون دے دیں مجھے" وہ کسی ضدی بچے کے طرح بولا۔

"تم معاف کر کے تو دیکھو اللہ نے بہت سکون رکھا ہے اس میں"

"شرک تو وہ بھی نہیں برداشت کرتا نہ اماں جان، میں تو بہت حقیر سا بندہ ہوں اس کا

Urdu Novels Ghar

پھر۔۔۔ میں کیسے۔۔۔؟"

وہ اس کا جواب نہیں دے پائی تھیں کہیں نہ کہیں تو انہیں بھی تنزیلہ کی حرکات کا اندازہ بھی تھا تو اپنے بیٹے کی فطرت سے بھی واقف تھیں۔

"اماں جان میں نے کب آپ سے کسی چیز کی فرمائش کی ہے ہمیشہ آپ کے ہر حکم کو سر آنکھوں پہ رکھا ہے آپ نے بابا جان نے کہا تنزیلہ سے شادی کرو میں نے نا چاہتے ہوئے بھی آپ کی خواہش کا مان رکھا مگر یہ رشتہ اگر نہیں چل سکا۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا ساری غلطی میری نہیں مگر آپ بتائیں کیا میرا گناہ اتنا بڑا تھا کہ وہ میری عزت نفس کو یوں روند کر چلی گئی۔۔۔؟" وہ آج پہلی دفعہ اپنے اندر کا کرب ان کے سامنے بیان کرنے لگا۔

"نہیں میرا بچہ" وہ تڑپ کر بولیں۔

"تو پھر آپ کیوں نہیں مان لیتی میری بات ہم چلتے ہیں نا یہاں سے پلیز میں نہ اس سے مقابلہ چاہتا ہوں نہ اسے نیچا دکھانا چاہتا ہوں مگر میں اس کو اب اپنے اردگرد برداشت بھی نہیں کر سکتا خدا کے لیے اماں جان مجھے اس اذیت سے نکالیں میں اپنی بچی اس کے حوالے نہیں کر سکتا میں کیسے ایک ایسی عورت کو اپنی بیٹی تھما دوں جو صرف چند مہینوں چلیں۔۔۔ چند سالوں کے لیے میرا ساتھ نہیں دے سکی اور کسی غیر مرد کے دولت کے بہکاوے میں مجھے چھوڑ گئی۔۔۔؟ کچھ تو بھروسہ کرتی مجھ پہ کچھ تو صبر کرتی آزماتی مجھے مگر۔۔۔"

"اچھا بس بس" اس کی آنکھ سے نکلتے آنسو ان کا گھٹنا بھگونے لگے تو وہ تڑپ کر اس کے سر پہ بوسہ دے گئیں۔

"ٹھیک ہے جیسے تم بہتر سمجھو تمہارے بابا کے بعد جس طرح تم نے یہ سب سنبھالا ہے گھر بزنس زمینیں اور پھر جو تمہارے تایا اور تایا زادوں نے کیا اس کو جس سمجھداری سے تم نے سلجھایا مجھے پورا اعتبار ہے اپنے بیٹے پہ وہ جو بھی قدم لے گا بہت اچھا اور مثبت لے گا" وہ مان بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"شکریہ اماں جان۔۔۔!" کچھ دیر بعد وہ اپنی سرخ آنکھیں صاف کرتا سر اٹھا کر بولا۔

پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر لبوں سے لگا گیا۔

"میری جان میرا بچہ" اس کی سرخ آنکھوں اور پھیکی مسکراہٹ دیکھ کر دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔

"میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں پھر ڈنر پہ ملتے ہیں" وہ آخری دفعہ ان کے سر پہ بوسہ دیتا باہر نکل گیا اور پیچھے وہ تاسف سے سر جھٹک کر رہ گئیں۔

****

"بالی۔۔۔!کہاں گئی تھی تم۔۔۔؟"

"میری اسائنمنٹ سبمٹ کروائی تم نے؟" اس کے سوال کو نظر انداز کرتی وہ تیز تیز اگلی کلاس کی جانب بڑھتی بولی۔

"ہاں کروا دی تھی" بخت نے دانت پیس کر کہا۔ سخت چڑ تھی اسے جب وہ اس کی بات کو نظر انداز کر کے اپنی ہی کہے جاتی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے غالباً" وہ تپ کر اس کے سامنے آئی۔

"کالج گئی تھی"

"کس لیے اور کون سے کالج؟"

"یہاں پاس میں ہی ہے"

"کیوں گئی تھی...؟" اس نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر ابرو اچکائے۔

بالی نے لمبی سانس خارج کی اور آنکھیں بند کر کے کچھ سیکنڈ بعد کھولیں۔

"جاب کے لیے"

"کیوں بالی۔۔۔؟" وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام کر بے بسی سے بولی۔

"تم جانتی ہو کیوں اب چلو کلاس کے لیے لیٹ ہو جائیں گے انوشہ نہیں آئی۔۔۔؟"

اس کی بات کو نظر انداز کرتے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھی۔

"بالی میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی" وہ روہانسی ہوئی۔

"میں کب دنیا چھوڑ کر جا رہی ہوں پاگل، یہیں ہوں ابھی کہیں نہیں جا رہی تم فکر نہ کرو

میں کہیں بھی چلی جاؤں لیکن تم سے رابطہ کبھی ختم نہیں ہو گا" وہ اسے سمجھاتے ہوئے تحمل سے بولی۔

"بکواس سب جھوٹ، تمہیں جانا ہی ہے تو ٹھیک ہے یہ سب جھوٹے وعدے کیوں۔۔۔؟ نہیں چاہیئے تمہاری یہ جھوٹی محبت" وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے بولی۔

"جھوٹی محبت۔۔۔۔؟" بالی نے دکھ سے پوچھا۔

"بخت میں یہاں صرف اور صرف تمہارے لیے ہی ہوں تمہاری محبت میں آنٹی کے ہر ٹونٹ کو برداشت کیا مگر میں بھی انسان ہوں بہت عام سی انسان بخت، کل جو ہوا اس کے بعد تم کیا ایکسپیکٹ کر رہی ہو۔۔۔؟ ہاں۔۔۔؟"

"میں نے تو کچھ نہیں کیا نا ماما کی تو عادت ہے فضول میں۔۔۔۔"

"اچھا بس۔۔۔ وہ ماں ہیں تمہاری تمہارے لیے اچھا ہی سوچتی ہیں تم کچھ مت کہو مگر۔۔۔ اگر تم چاہتی ہو ہمارا تعلق یوں ہی رہے تو میرا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے" اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ تو بالی نے اس کا ہاتھ تھام کر چلنا شروع کیا۔

"ویسے بھی اب تمہاری تو شادی ہونے والی ہے پھر بھی تو الگ ہونا ہی ہے ہمیں"

"اچھا ٹھیک ہے بس تب تک رک جاؤ پلیز بالی پلیز صرف آخری دفعہ پلیز، وعدہ پھر میں تمہیں فورس نہیں کروں گی پلیز بالی میں قسم کھاتی ہوں جس دن میری رخصتی ہو گی تم

بھی چلی جانا لیکن پلیز تب تک رک جاؤ پلیز۔۔۔ پلیز" وہ اس کے بازو سے لپٹ کر روتے ہوئے بولی تو دکھ سے اس کی آنکھ سے بھی آنسو بہہ نکلے۔

"پلیز بالی" وہ بے بسی سے اس کی شاکی نظروں کو دیکھ کر بولی۔

"اچھا رو مت ابھی کلاس لیتے ہیں بعد میں بات کرتے ہیں اس بارے میں" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں مجھے نہیں جانا کہیں بھی" وہ روتے ہوئے مزید اس کا بازو جکڑ گئی۔

"بخت پاگل ہو گیا سب ہمیں دیکھ رہے ہیں چلو یہاں سے" وہ لوگ کاریڈور کی ایک طرف کھڑی تھیں مگر سب گزرنے والے ان کو دیکھ رہے تھے تو کبھی کوئی ہاتھ کے اشارے سے سب ٹھیک ہے کا پوچھتا۔

بخت نے سر اٹھا کر آس پاس دیکھا تو کئی لڑکیاں ان کو دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہے۔۔۔؟ تماشہ لگا ہوا ہے یہاں۔۔۔؟" وہ سرخ آنکھوں سے ان کو دیکھتے اونچی آواز میں بولی۔

"بخت۔۔۔؟" بالی نے بے یقینی سے اسے دیکھا اتنی بدتمیز تو کبھی نہیں تھی وہ۔

"کیا ہے۔۔۔؟" وہ اس پہ بھی پھٹ پڑی۔

"جاؤ تم بھی جہاں جانا ہو نہیں ہو تم میری بہن" وہ اس دھکا دے کر بولی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ بخت" بالی نے سنبھلتے ہوئے کہا مگر وہ پیر پٹخ کر باہر کو نکلی تو بالی کبھی

کلاس کی ونڈوز کو دیکھتی جو کافی دور تھیں اور کبھی دور جاتی بخت کو۔ سر جھٹک کر وہ بخت کے پیچھے آئی۔

وہ بلڈنگ کے آخر میں آئی، جہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا عموماً وہ وہیں آکر بیٹھا کرتی تھیں یہاں اکا دکا سٹوڈینٹ ہی ہوا کرتے تھے۔بیگ ایک طرف رکھ کر وہ آنسو صاف کرتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"میں نے منع کیا تھا نہ تمہیں اس لڑکی کو ان کے سامنے نہ آنے دینا بولو۔۔۔؟" زلیخا غصے سے بپھری اس کو کھا جانے والے انداز میں دیکھتی بولیں۔

"امی ہوا کیا ہے۔۔۔؟" انہیں اس قدر غصے میں دیکھ بخت نے جلدی سے ان کے سامنے آکر کہا۔ بالی کو ایک منٹ سے بھی کم وقت لگا تھا ساری بات سمجھنے میں۔

"تم نے اظہر سے خود ملوایا اسے۔۔۔؟" وہ اس کی طرف مڑ کر چبا چبا کر پوچھنے لگیں۔

وہ جو بالی کو یقین دلا چکی تھی کہ "امی نے ایسا کچھ نہیں کہا کہ تم مہمانوں کے سامنے نہ آؤ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے" اب ان کے اس قدر برے رویے سے شرمندہ ہوتی بالی کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھ سکی۔

"تو کیا امی کل کو شادی میں بھی تو شامل ہونا ہے نا اسے تو پھر ہم کیوں چھپائیں۔۔۔؟ ہاں میں نے ملوایا تھا اظہر سے اور اظہر کو اگر مجھ سے شادی کرنی ہو گی تو اسے فرق نہیں پڑے گا کہ مجھ سے زیادہ حسین میری بہن ہے، مجھ سے زیادہ حسین لڑکیاں بھی ہیں دنیا

میں امی وہ نگر نگر گھومنے والا بندہ اگر ان حسیناؤں کے ہوتے ہوئے مجھے اپنائے گا تو کیوں میں اپنی بہن کو۔۔۔"

"بس مجھے مت پڑھا تو اور بالی تم اپنے باپ کو کال کرو"

"امی۔۔۔!" بخت چیخ پڑی۔

"کیا امی ہاں۔۔۔؟ اسے جانا تو ہے ہی نہ اپنے گھر اپنے باپ کے پاس تو پھر حرج ہی کیا ہے یونی تو ویسے بھی اب ختم ہونے والی ہے پیپرز تک کا وقت ہے تمہارے پاس پھر میری طرف سے معذرت اور رہی بات تمہاری اور دائم کی شادی کی تو وہ ذہن سے نکال دو دائم کم از کم۔۔۔ خیر جو بھی ہو اگر کرنا چاہتی ہو اس سے شادی تو اپنے باپ سے بات کرو باقی جو تم لوگوں کو مناسب لگے ہیں۔۔۔" ان کی بات بالی نے کاٹی۔

"جی بہتر آنی مجھے ایک دو دن کا وقت دیں میں چلی جاؤں گی یہاں سے میری وجہ سے آپ لوگوں کو تکلیف ہوئی اتنے ماہ اس کے لیے۔۔۔"

"بالی پلیز کیا کہہ رہی ہو تم امی بس غصے میں ہیں تم چپ کرو" وہ اسے ڈانٹ کر ماں کو گھورنے لگی جو ایک تاسف بھری نگاہ اس پہ ڈال کر وہاں سے نکل گئیں۔

پیچھے وہ ایک شرمندہ نظر اس کی پشت پہ ڈالتی ماں کے پیچھے گئی۔

وہ پہلے ہی رخ موڑ چکی تھی۔ بخت کی شرمندگی نہیں دیکھ سکتی تھی اور نہ ہی اپنے آنسو اس کے سامنے بہانے کی ہمت تھی۔ اس کے جاتے ہی وہ دروازہ بند کرتی وہیں بیٹھ کر

گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

"کیوں بابا کیوں آپ نے مجھے اتنا پرایا کر دیا، کیا میرا آپ کی بیٹی ہونا اتنی بڑی غلطی تھی کہ آپ نے یوں مجھے پھینک دیا۔۔۔؟ کاش ماما آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتیں۔۔۔ کتنی ہی عورتیں بیٹی ہونے پہ ابارشن کروا لیتی ہیں آپ بھی کروا لیتیں یا بعد میں مجھے کہیں پھینک دیتیں یا کسی ضرورت مند کو دے دیتیں ماما اتنی تذلیل۔۔۔؟" وہ سر دروازے کے ساتھ ٹکا کر چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں کیوں بات کروں ان سے کہ مجھے یہاں سے لے جائیں۔ کیا انہیں میرا کوئی احساس نہیں مہینے بعد چند ہزار بھیج کر وہ کیوں اپنے فرض کو انجام دے دینا سمجھتے ہیں، دادی۔۔۔ وہ کیا کریں گی وہ تو خود فرخندہ آنٹی کے سامنے دب کے رہتی ہیں اور میری اس گھر میں اب جگہ ہی کہاں رہ گئی ہے فرخندہ آنٹی نے جان بوجھ کر میرا کمرہ ریان کو دے دیا تاکہ مجھے اپنی اہمیت کا اندازہ ہو سکے تو میں کیوں اس گھر میں جاؤں جہاں نہ کسی کے دل میں میری جگہ ہے نہ اس گھر میں۔۔۔۔ وہ گھر میرا ہانے کے باوجود میرا نہیں ہے" وہ خود سے ہی سوچتے روتے نجانے کب نیند کی آغوش میں گئی کہ آنکھ اذان کی آواز پہ کھلی۔

وضو کر کے نماز ادا کی اپنے ڈاکومنٹس لے کر کپڑے جوتے جتنا بھی سامان تھا بیگز میں

پیک کیا اور بیڈ کے نیچے رکھا جانتی تھی بخت اب تک زلیخا کا دماغ ٹھیک کر چکی ہو گی اور اسے یہاں سے جانے بھی نہیں دے گی مگر اب اسے یہاں نہیں رکنا تھا۔ اسے اکنی بہن کی خوشیاں کھا جانے کا لقب نہیں لینا تھا۔

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد وہ روشنی کا انتظار کرتی رہی جوں ہی سورج کی روشنی پھیلی وہ ہمیشہ کی طرح حجاب کر کے چادر خود کے گرد اوڑھے ایک فائل لیے بیگ کندھے پہ ڈال کر دبے پیروں گھر سے نکلی اور پھر ٹھیک نو بجے وہ اپنی منزل تک پہنچی۔

بخت کو وہاں سے میسج کر دیا تھا وہ جانتی تھی وہ اسے وہاں نہ پا کر گھر سر پہ اٹھا لے گی اور پھر اس کی اسائنمنٹ بھی جمع کروانی تھی۔

اب یونی پہنچتے ہی بخت کا رویہ دیکھ کر وہ اس کے پیچھے آئی اور اس کے ساتھ بیٹھی۔

"اب کیا لینے آئی ہو ساری پلیننگ تو کر چکی ہو" اس کی آہٹ پہ وہ یوں ہی دوسری طرف دیکھتے غصے سے بولی۔

"تم جانتی ہو تم کتنی اہم ہو میرے لیے پلیز بخت میری بھی کوئی عزت نفس ہے یار اس بات کو سمجھو" وہ دکھ سے بولی۔

"ماما سوری کریں گی تم سے اینڈ شی از سیریسلی سوری ایم ٹیلنگ یو۔۔۔"

"پلیز بخت مجھے اپنے بڑوں کو سوری فیل نہیں کروانا اور ویسے بھی مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔۔۔ وہ اپنی مرضی سے مجھے یہاں لے کر آئی تھیں اور اب اپنی مرضی سے ہی

جانے کا بولا ہے تم انہیں فورس نہ کرو پلیز" وہ سر جھکا کر بولی اس کے آنسو بالی کو دکھ دے رہے تھے مگر وہ اب آنسوؤں سے پگھلنے والی نہیں تھی۔

"وہ میرے کہنے پہ تمہیں لے کر آئی تھیں اور میرے چاہے بغیر وہ تمہیں گھر سے نہیں نکالیں گی تم دیکھ لینا"

"بخت بس نہ یار پلیز بس کرو میں کوئی مر تو نہیں رہی نا ہم ملتے رہیں گے" اس کی بات پہ بخت نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔ تو بالی نے بھی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر یوں ہی اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"ہائے لیڈیز" خوشنما آواز پہ وہ دونوں اس طرف مڑیں۔

"ایم سوری اگر میری وجہ سے آپ ڈسٹرب ہوئی ہوں" وہ مسکراتا ہوا بالی کر طرف دیکھ کر گویا ہوا جس کے چہرے پہ ناگواری صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"آاامم نہیں آپ یہاں۔۔۔۔؟" بخت نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے کہا۔

"ہاں ملنے آیا تھا سوچا کیوں نہ آج کافی ساتھ پی جائے۔۔۔؟" وہ مسکراتا ہوا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"میں سریاسین ملک سے مل لوں کچھ کام ہے تم لوگ کرو گوسپس" وہ بخت کو دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں تم بھی آؤ" اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"میں کیا کروں گی۔۔۔؟" اب کے بالی کی آواز زرا کم تھی۔

"آجاؤ نا"

"ہاں بالی چلو نہ تم۔۔۔ اگر تمہیں میرا آنا برا لگا ہے تو بتاؤ۔۔۔؟"

"مجھے کیوں برا لگے گا" وہ روکھے سے انداز میں بولی۔ البتہ اس کی نظروں سے بالی کو وحشت ہونے لگی تھی۔

"تو پھر چلو تم بھی" اس کے انداز پہ وہ تاسف کے سوا کچھ نہ کر سکی البتہ بخت کی التجائیہ نظروں کی وجہ سے وہ ساتھ چل دی۔

بخت جو کل سے ہی اپ سٹ تھی اچانک اظہر کے آنے پہ حیران سی رہ گئی خوشی سے زیادہ اسے حیرت تھی لیکن جانتی تھی یہاں پہنچنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا اور پھر یونی کے سبھی سٹوڈینٹ ان کو جانتے تھے کسی سے پوچھ کر آگیا ہو گا۔ مگر وہ اس کے ساتھ اکیلے کہیں پہ بھی جانا یا بیٹھنا کبھی نہیں چاہتی تھی۔ بالی کی نسبت وہ کافی بولڈ اور براڈمائنڈڈ تھی مگر اس کے باوجود کسی مرد کے ساتھ اکیلے بیٹھنا کافی پینا اسے عجیب سا محسوس ہونے لگا تھا تبھی اس کو نظروں ہی نظروں میں اشارے کرتی رہی۔ جس پہ بالی سر جھٹک کر پیچھے چل دی۔

"آپ یہاں کیسے۔۔۔؟ مطلب کوئی کام تھا۔۔۔؟" بخت نے ایک دفعہ پھر سے مسکرا کر پوچھا۔

"اوں ہوں۔۔۔ میں صرف تم سے ملنے آیا تھا" وہ آخر میں بالی کی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھنے لگا جو بے زاری سے اپنے نوٹس پہ جھک چکی تھی۔

"ہمم اچھا۔۔۔ اور آنٹی کیسی ہیں۔۔۔؟" وہ مسکرا کر پوچھنے لگی اب وہ کافی سنبھل چکی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہیں تمہیں کافی یاد کرتی ہیں وہ بھی" مسکراتے ہوئے بولا۔ کچھ پل یوں ہی خاموشی سے گزرے اظہر اور بخت کی نظر ملتی تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ مسکرا دیتے۔

"آپ کیا ہمیشہ اسی طرح رہتی ہیں۔۔۔؟ مطلب اتنی ریزروڈ۔۔۔؟" وہ بالی کو دیکھ کر بولا جو ہنوز سر جھکائے کھڑی تھی۔

"جی بالکل میں ایسے ہی رہتی ہوں" اس نے بمشکل مسکرا کر دیکھا۔

"انسان کو ہنستے مسکراتے رہنا چاہیئے صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے" اس نے بھی ڈھیٹوں کی طرح ہنس کر کہا۔

"جی غور کروں گی آپ کے مشورے پہ" وہ مکمل تپ چکی تھی مگر بظاہر ضبط سے بولی۔ اس شخص کی نظریں نجانے کیوں اسے زہر سے بھی بری لگ رہی تھیں۔

کافی پینے کے دوران دوبارہ وہ بالی سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔ بالی خاموشی سے سر جھکائے کسی مجرم کی طرح بیٹھی تھی، مگر اس کی نظریں وہ خود پہ بار بار محسوس کر رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"چلو تم لوگ بیٹھو میں کچھ کام سے آفس جا رہی ہوں بخت، پھر ملتے ہیں"

"نہیں ناں ابھی، کیا کام ہے تمہیں کچھ دیر رکو پھر ساتھ جاتے ہیں" بخت نے اسے اٹھتے دیکھ اس کا ہاتھ تھاما۔

"بخت۔۔۔!" وہ بے بسی سے لمبا سانس خارج کر کے رہ گئی اس کی التجائیہ نظروں سے اور وہیں بیٹھ گئی۔ ایک تو صبح سے بھوکی اوپر سے کافی پی کر اس کے معدے میں جلن ہو رہی تھی اور پھر اس پہ اظہر کی نظریں اس کے تو دماغ کو آگ لگ رہی تھی جسے وہ بمشکل چھپا رہی تھی مگر اب اس کو ضبط ختم ہوتا محسوس ہوا۔

"میں سوچ رہا تھا کیوں نہ لنچ ساتھ کریں۔۔؟" وہ باری باری ان دونوں کو دیکھ کر بولا۔

بالی کو لگا بس اب اس کا پارہ چڑھ گیا ہے مگر اسی لمحے بخت بولی۔

"نہیں پھر کسی دن ابھی ہمیں کچھ کام ہے" بخت نے سہولت سے انکار کیا۔

"میں ویٹ کر سکتا ہوں" اس نے پیش کش کی۔

"نہیں نہیں اس زحمت کی ضرورت نہیں پھر کسی دن" بخت نے مسکرا کر کہا۔

"ہمم کام کیا ہے ویسے۔۔۔؟"

"بس ہے کوئی کام" وہ مسکرا کر بولی تو اظہر بھی سمجھ کر مزید بحث کیے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔

****

"تم جاؤ میں یہیں انتظار کرتی ہوں" پروفیسر یاسین ملک کے آفس کے سامنے پہنچ کر بخت نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بس پانچ منٹ تک آئی"

"السلام علیکم سر" دستک دینے پہ کم ان کی آواز سنتے وہ اندر بڑھی۔

"وا علیکم السلام آؤ آؤ بالی"

"سر کیسے ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک۔۔۔بیٹا ایم سو سوری مجھے بتانا یاد ہی نہیں رہا تمہاری جاب کا کیا ہے میں نے حل، اصل میں میں نے تمہاری سہولت کے لیے یونی میں ہی بات کی ہے ایز آ اسسٹنٹ پروفیسر کام کرنے کی لیکن اس کی پے تمہارے حساب سے کم ہو گی"

"کیا پے ہے۔۔۔؟" وہ جھجک کر بولی۔

"پندرہ ہزار"

"اوہ اچھا۔۔۔ سر میں اسی سلسلے میں بات کرنے آئی تھی یونی تو اب ویسے بھی ختم ہونے والی ہے اور مجھے ایک پرائیویٹ کالج میں جاب ملی ہے پے بھی اچھی ہے سٹے کا بھی مسلہ حل ہو جائے گا تو میں آپ کو منع کرنے آئی تھی اور پھر یہاں نہ سٹے کا بندوبست ہوا نہ سیلری اتنی ہو گی کہ میں کہیں اور فلیٹ وغیرہ کرائے پہ لے لوں۔۔۔

چلیں آپ نے اتنا گائیڈ کیا بہت شکریہ I'll be thank full (میں آپ کی مشکور رہوں گی)" وہ آخری مسکراہٹ ان کی طرف اچھالتی جانے کو کھڑی ہوئی۔

"نہیں نہیں مجھے اچھا لگتا، میں آپ کی مدد کر پاتا اور شکریہ کی ضرورت نہیں آپ بالکل رائمہ کی طرح ہیں میرے لیے" انہوں نے اپنی بیٹی کا حوالہ دیتے مسکرا کر کہا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے اپنی فائل لیتی نکلی۔

بخت وہاں نظر نہیں آئی تھی جہاں وہ اسے چھوڑ کر گئی تھی کچھ آگے بڑھی تو کاریڈور میں وہ کسی لڑکے کے ساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھی۔

"آہم شہرام۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔!" وہ گلا کھنکار کر اسے متوجہ کرتی بولی۔

"وا علیکم السلام۔۔۔!" وہ مؤدب سا مسکرا کر بولا۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

"الحمدللہ ٹھیک آپ کی پریزنٹیشن مکمل ہو گئی۔۔۔؟" وہ بخت کی بے زار شکل دیکھ کر دوبارہ بولی۔

"ہاں جی میں آپ کے نوٹس کے لیے ہی آپ کو تلاش رہا تھا بہت شکریہ بالی" اس کے انداز میں احترام اور ہمیشہ کی طرح نام لیتے ہوئے لہجے میں مٹھاس تھی۔

"کوئی نئیں۔۔۔۔۔مجھے اچھا لگا میرے نوٹس اس قابل تھے اللہ حافظ۔۔۔!" بخت کو بے زار سا دیکھ اس نے جیسے بات ختم کی اور بخت کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھی۔

Urdu Novels Ghar

"اللہ حافظ۔۔۔!" وہ ہلکا سا ہنس کر بولا اور ان کو دور تک دیکھتا رہا پھر ہولے سے سر نفی میں ہلاتے مسکرا دیا۔

"کیا بات ہے آج شہرام پہ کوئی کمنٹ نہیں۔۔۔؟" بالی نے بخت کو مسلسل خاموش پا کر بات چھیڑی اکثر بخت اسے شہرام کے اس طرح کے رویے پہ چھڑتی تھی مگر آج وہ خاموش تھی ضرور ابھی تک وہ ناراض تھی۔

"کیا فرق پڑتا ہے تمہیں میرے کچھ بھی کہنے سے" وہ ہنوز ناراضگی سے بولی۔ انداز روٹھی بیویوں جیسا تھا۔

"بخت ہم ملتے رہیں گے یار"

بخت نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر سینے سے لگی رونے لگی۔

"آئی لو یو بالی آئی رئیلی لو یو پلیز مت جاؤ میں اکیلی ہو جاؤں گی پلیز آئی لو یو، یو نو ویری ویل پھر کیوں کر رہی ہو تم ایسے۔۔۔؟" بالی خاموشی سے آنسو بہاتی اس کی باتیں سنتی گئی۔ اس کی کمر سہلاتی قدرے جھک کر اس کے کندھے پہ تھوڑی جما کر وہ آنکھیں بند کر کے آنسو بہانے لگی۔

"میری بات سنو بخت تم ایسے ہی بیہو کر رہی ہو جیسے میں ظلم کر رہی ہوں تم پہ۔۔۔۔ سب ادھر دیکھ رہے ہیں یار" وہ خجل سی اسے خود سے الگ کرتی بولی جو کسی چیونٹی کی

طرح اسے چپک چلی تھی۔

"کیا ہے" اس سے الگ ہوتے ہی وہ اس پر چیخی۔

"اوففف یار" وہ ہاتھ جھلا کر ہوا کرنے لگی اپنے سامنے جیسے سانس بحال کر رہی ہو۔

"اتنی کوئی تم بھاری ہو بس دکھنے میں ہی سوکھی لکڑی ہو وزن تو تمہارا اللہ معاف" گردن پہ ہاتھ پھیرتی وہ سر کو دائیں بائیں کر کے چیک کرنے کے سے انداز میں بولی۔

"کیا ہے اتنی بھی بھاری نہیں میں جیسے ڈرامے کر رہی ہو" وہ چیخ کر بولی۔ بالی جو واقعی صرف مذاق کے لیے یہ سب کہہ رہی تھی ہولے سے ہنس دی۔

"چلو اب گھر اور بھی بہت کچھ ہے تمہیں بتانے والا" اس کا ہاتھ تھام کر وہ گیٹ کی جانب بڑھی۔

****

چاند آسمان پہ اپنی پوری شان سے مسکراتے کئی راز چھپائے کھڑا تھا کسی آوارہ عاشق کا چھت پھلانگ کر معشوقہ سے ملاقات تو کئی مفلسوں کا ذی نفس سے چھپ کر تجوریاں خالی کرنا، کہیں کوئی نفس کو سیر کرنے کے لیے راہ سیاہ پہ چلتا ہوا، تو کہیں کوئی رکوع و سجود میں ہدایت کا طلب گار خدا سے محوِ گفتگو تھا۔ زرد ستارہ کہیں مسافروں کے راہ کی

راہنمائی کر رہا تھا تو کہیں بھٹکے مسافروں پر افسوس۔۔۔ مگر بنی نوع اس سب سے کہیں لا علم تو کہیں بے پرواہ سب اپنی منزلوں کی جانب رواں تھے۔

ایسے میں وہ ہر چیز سے غافل یک ٹک چاند کو دیکھ کر مسکراتے کسی کی یاد میں گم تھا۔

"تمہیں پھول پسند ہیں۔۔۔؟"

"ہاہاہ پھول کسے پسند نہیں ہوتے۔۔۔؟" وہ ہلکا سا کھنکتی ہنسی دبا کر بولی۔

"ہمم پھر تو تم بھی ان لڑکیوں میں سے ہو گی جنہیں خود بھی تتلیوں پھولوں، گلاب جیسا بننے کا شوق ہوتا ہے۔۔۔؟" وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ یہ مذاق تھا یا طنز مگر جواب حاضر تھا۔

"مجھے لگتا ہے ایک لڑکی کو تتلی گلاب یا چاند جیسا نہیں ہونا چاہئے۔۔۔۔ تتلی۔۔۔ جو سخت ہاتھ لگتے مر جاتی ہے گلاب مرجھا جاتے ہیں اور چاند جسے پانے کی خواہش ہر دوسرا شخص کرتا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آنکھیں سیکنے والے تو کروڑوں لوگ ہیں۔۔۔

مجھے لگتا ہے ایک لڑکی کو سورج جیسی ہونا چاہئے، جسے دیکھنے کے لیے سر اٹھانا پڑے، جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دے، جس کی حدت کو برداشت کرنے کے لیے ایک خاص طاقت سرف کرنا پڑے۔ اور یقیناً یہ کوئی عام شخص نہیں کر سکتا" اس کی آواز کسی فسوں کی طرح اس کی سماعتوں پہ ابھری۔

"تم واقعی خاص ہو بہت خاص یقیناً" وہ مسکراتا ہوا بڑبڑایا پھر سر جھٹک کر پردے برابر کرتا اپنے بستر پہ جا لیٹا۔

****

"بخت میں نے تمہیں بتایا تھا نا زرتاج گل آنٹی کے بارے میں وہ کالج کی پرنسپل جو لائبریری ملی تھیں" بالی نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے کہا مقصد اسے اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔

"ہاں تو۔۔۔؟" وہ ابھی بھی ناراضگی سے بولی۔

"تو انہیں کے کالج گئی تھی میں جاب کے لیے منڈے سے۔۔۔ جوائن کرنا ہے"

"منڈے تو پرسوں ہے" وہ فوراً بولی۔

"ہممم" وہ گردن ترچھی کر کے بولی نظریں اس کے چہرے پہ تھیں۔

"اگر امی معافی مانگیں اپنے رویے۔۔۔"

"بانے پلیز تمہاری انہیں باتوں کی وجہ سے آنٹی مجھ سے بے زار ہو گئی ہیں کیونکہ تم میری وجہ سے ان کو لیٹ ڈاؤن کرتی ہو"

"غلطی بھی تو۔۔۔"

Urdu Novels Ghar

"نہیں بخت غلطی میری ہے۔۔۔۔ غلطی ہمیشہ میری ہی ہوتی ہے نہ میں جذباتی ہو کر تم لوگوں کے ساتھ یہاں آتی نہ تمہارے معاملات میں حد سے بڑھتی نہ یہ سب ہوتا۔۔۔۔ بانے۔۔۔۔ تمہیں پتہ ہے ذینب ہاؤس مما کی ملکیت تھا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کے بعد میرا ہے مگر۔۔۔ میں نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ اگر ایک کتے کو بھی جب معلوم ہو جاتا ہے نہ اس جگہ پہ اس کی عزت نہیں وہ بھی وہاں سے چلا جاتا ہے میں تو پھر (وہ آنکھ سے گرا آنسو صاف کرتے بولی) انسان ہوں بخت اگر وہاں تائی جان فرخندہ آنٹی کو میرے ہونے سے مسلہ تھا تو میں نے اپنی ہی جگہ چھوڑ دی پھر یہ تو۔۔۔ پلیز بخت مجھے فورس نہ کرو کل کا دن بس گزر جانے دو پلیز میرے لیے بھی یہ آسان نہیں ہے مگر میرے لیے میری عزت نفس سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں آنٹی غلط نہیں ہیں بس میری قسمت ہی ایسی ہے محبتیں راس نہیں آتیں مجھے" آخر میں وہ بے بسی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"بالی ایک بات کہوں۔۔۔؟ پلیز" اس کے دونوں ہاتھ تھام کر وہ اک آس سے بولی۔

"تمہیں ہی تو سن رہی ہوں کہو" وہ پلکیں جھپک بولی۔

"دائم بھائی سے شادی کر لو پلیز وہ بہت اچھے ہیں وہ محبت کرتے ہیں تم سے۔۔۔ تم میری بھابھی بن جاؤ گی اس سے پیاری بات بھلا کیا ہو گی" وہ پرجوش ہوئی جس پہ بالی نے سر تاسف سے نفی میں ہلایا۔

"اوہ بخت خدا کے لیے ان چکروں میں نہ ڈالو ہم بہنیں ہیں اور اس سے پیاری بات بھلا

اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟" وہ مسکرا کر بولی مگر جس کرب سے اس پل گزری تھی بخت نہیں سمجھ سکتی تھی۔

"تم کبھی میری بات نہیں سنتی" وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر پھر سے ناراض ہوئی۔

"کیونکہ میں تم سے بڑی ہوں" وہ ہنس دی۔

"آج میرے ساتھ سو جاؤ" بالی نے اس جاتے دیکھا تو فوراً اس کا ہاتھ پکڑا۔

"رہنے دو مجھے اپنی عادت ڈال کر تم۔۔۔"

"پلیز"

"یو ڈبل پلیز" وہ ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"اچھا چلو مووی ہی دیکھ لو لاسٹ ٹائم" وہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی۔

"تم ہمیشہ ایسا ہی کرتی ہو" وہ خفگی سے صوفے پہ دھپ سے بیٹھی تو بالی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

****

"کیا بات ہے کچھ پریشان ہو۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"نہیں نہیں بس ایسے ہی" بخت نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"بالی کہاں ہے۔۔۔؟" کب کا ذہن میں چلتا سوال آخر بمشکل وہ پوچھ ہی گیا۔

"وہ یونی میں ہی آئے گی" اس نے بات گول کی۔

"ہمم۔۔۔ جھگڑا ہوا ہے تم لوگوں کا۔۔۔؟" اپنے تحت اس نے اندازہ لگایا۔

"ہمم بس کچھ ایسا ہی ہے" وہ ونڈو سکرین سے باہر دیکھتے بولی۔

"اوکے... ! میں بات کروں اس سے۔۔۔۔؟" وہ عام سے لہجے میں گویا ہوا۔

"آپ کیا بات کریں گے۔۔۔؟"

"آاااا بس یہ تم مجھ پہ چھوڑ دو تم ایک کام کرو اس میں اس کا نمبر سیو کرو اور بے فکر ہو جاؤ۔۔۔۔مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا تم یوں اداس ہوتی ہو تو۔۔۔۔ اور آئندہ کوئی بھی مسلہ ہو تم مجھ سے شئیر کرو گی اوکے۔۔۔؟" اپنے ازلی خوبصورت انداز دلفریب لہجے میں وہ اسے اپنے سحر میں جکڑ گیا تھا۔ کچھ پل بخت اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس کے دیکھنے پر ہولے سے مسکرا دی۔ اظہر اپنا تیر نشانے پہ لگتے دل سے مسکرایا تھا۔

"لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ۔۔۔۔" پھر بخت نے ساری کہانی اس کے گوش گزار کی جسے وہ مکمل یکسوئی سے سن رہا تھا۔

"سوری ٹو سے بخت لیکن غلطی تو آنٹی کی ہے انہیں اتنا نیرو مائنڈڈ نہیں ہونا چاہیئے تھا مجھے تم سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہے" وہ غمزدہ ہوا تھا گاڑی ایک طرف روک کر وہ مکمل اس کی جانب مڑا۔

"بخت۔۔۔۔!" وہ اس قدر خوبصورت لہجے میں بولا کہ بخت کو پہلی دفعہ اپنا نام قابلِ محبت لگا۔ ورنہ اسے اپنا یہ نام "اولڈ ماڈل" لگتا تھا۔

"جی" وہ بھی اس کی طرف رخ کر کے بولی۔

"کیا تم میری بات کا بھروسہ کرو گی۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں آس تھی یقین کرنے کی درخواست تھی۔

"ہاہاں کیوں کیا ہوا۔۔۔۔؟"

"بخت میں تو تمہیں تب سے چاہتا ہوں جب پہلے دن تمہیں دیکھا تھا لیکن تم چھوٹی تھی میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا کہ تمہارے دماغ میں کوئی منفی تاثر رہ جاتا میرے لیے، میں نے سوچا پہلے میں خود کو اس قابل بناؤں پھر بات کروں گا تم سے اور۔۔۔ اب جب میں نے باقاعدہ باعزت طریقے سے پرپوزل بھیجا ہے تمہارے لیے تو میں کافی مطمئن ہوں اور مجھے امید ہے تم۔۔۔۔مجھے انکار نہیں کرو گی" آخر میں وہ کچھ التجائیہ انداز میں بولا۔ جیسے اس کی رائے جاننا چاہ رہا ہو۔

"آہ یہ سب تو امی ہی بہتر جانتی ہیں۔۔۔۔ میں کیا۔۔۔کہہ سکتی ہوں" بخت اس کی نظروں سے خائف ہوتی سیدھی بیٹھتے بولی۔

"پلیز یار ایسے نہ کہو جان نکل جائے گی میری" وہ سیٹ سے سر ٹکا کر ڈرامائی انداز میں بولا۔

"اللہ نہ کرے" وہ دل پہ ہاتھ رکھتے دھل کر بولی۔

"تو پھر کچھ تو مثبت جواب دو کچھ تو حوصلہ بندھاؤ میرا" وہ ایک ہاتھ سے سٹئیرنگ پکڑتے زرا سا اس کی جانب جھک کر گھبیر لہجے میں بولا تو بخت اچھل کر زرا پیچھے ہوئی پھر اظہر کے ہاتھ پکڑنے پہ وہ خوفزدہ ہوئی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔۔؟"

"کم آن بخت۔۔۔۔بہت ہمت کر کے یہ سب کہا ہے تم سے آسان نہیں ہوتا محبوب کے سامنے دل کی کیفیت بیان کرنا۔۔۔۔عزت جانے کا ڈر بھی ہوتا ہے اور جوتے پڑنے کا بھی اور مجھے دونوں چیزوں سے بہت ڈر لگتا ہے" آخر میں وہ شرارت سے بولا تو بخت بھی ہنس دی۔

"ایسی بات نہیں ہے اگر آپ فلرٹ کرتے تو ضرور جوتے کھاتے لیکن آپ نے باعزت طریقے سے اظہار کیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ بھلا کیا چاہیئے کہ ایک شخص مجھے محبت سے پہلے عزت دے رہا ہے" وہ اس کے ہاتھ کو دیکھتے بولی جس میں اس نے بخت کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"سیریس لی۔۔۔۔؟ یعنی تمہیں میری محبت قبول ہے۔۔۔؟" وہ پرجوش ہوتا اس کا ہاتھ دبا کر بولا۔

"آخری فیصلہ تو امی کا ہی ہو گا" بخت اسے دیکھ کر کندھے اچکا گئی۔

"اوہ بخت۔۔۔یو آر ناٹ بٹ آ لائف آئی لو یو" جذبات سے چور آواز میں بولتا وہ اس کی دھڑکنیں منتشر کر گیا تھا۔

"اب چلیں۔۔۔۔؟" وہ اسے مسلسل خود کی طرف متوجہ دیکھ پزل ہوتی بولی۔

"اوہ ہاں جانا ہے ہمیں۔۔۔۔ مام ویٹ کر رہی ہوں گی" وہ ہولے سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر چابی اگنیشن میں گھما کر بولا۔

"واٹ۔۔۔۔؟ آپ مجھے یونی لے کر جا رہے تھے" وہ چیخ پڑی تھی۔

"آہ ہاں ہاں یونی یونی ہی جانا تھا شاید" گاڑی کو سٹارٹ کرتے وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"شاید نہیں یقیناً آپ مجھے یونی چھوڑنے کے لیے ہی آئے تھے آپ کیسے بھول سکتے ہیں۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں یار میں بالکل۔۔۔ اوفف بخت تم نے مجھے اتنی بڑی خوشی دی ہے کہ میں بتا نہیں سکتا خوشی سے دماغ پاگل ہو گیا ہے ہاہاہاہاہ" وہ ہنستے ہوئے بولا جیسے اپنا ہی مذاق اڑا رہا ہو۔

بخت اس کے چہرے پہ خوشی کی چمک دیکھ ہنس دی۔ وہ دل ہی دل میں شکر گزار ہوئی تھی کہ اللہ اسے اس قدر چاہنے والے ساتھی سے نواز رہا ہے۔ اپنی سرشاری چھپاتے وہ سر جھکاتی تو کبھی چمکتی آنکھوں سے باہر سڑک پہ دوڑتی بے ہنگم ٹریفک پہ نظر دوڑاتی۔

****

"تمہارے نزدیک محبت کیا ہے۔۔۔؟" عکاشہ کے سوال پہ اس کی آنکھیں سوچنے کے انداز میں چھوٹی ہوئیں۔

"اللہ کا ایک خوبصورت رنگ"

"ہاہاہاہاہاہ"

"کیا ہوا ہنس کیوں رہے ہیں؟" اس نے برا منایا تھا یوں اس کا ہنسنا۔

"مجھے لگا تھا کوئی لمبا چوڑا بڑا سا ڈائیلاگ مارو گی"

"اوہ تو مذاق اڑا رہے ہیں میرا۔۔۔؟"

"میری مجال" اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"بس کرو.بیہیو ایسے کر رہے ہو جیسے روز جوتے کھاتے ہو مجھ سے" اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"ہاہاہا کوئی کم ظلم بھی نہیں کرتی تم" اس کی بات پہ اس نے کہنی اس کی پسلی میں دے ماری۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے۔۔۔؟" اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے عکاشہ نے

اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔

"کیا محبت عزت، احترام، اعتماد، وفا ان سب سے زیادہ ضروری ہے۔۔۔؟"

"زیادہ نہیں لیکن مجھے لگتا ہے ضروری تو ہے" اس نے دھیرے سے اس کی کہنی چھوڑی۔

"محبت کا نہیں پتہ نہ شاید مجھے کبھی ہوئی ہے یا پھر یہ میری رسائی سے آگے کا مرحلہ ہو گا لیکن اتنا جانتی ہوں جب سے آپ سے رشتہ جڑا ہے مجھے۔۔۔۔" وہ مکمل اس کی جانب مڑی اس کے آنکھوں میں تجسس دیکھ ہنس دی۔

"کیا مجھے۔۔۔؟"

"مجھے آپ کی فکر ہوتی ہے"

"واٹ۔۔۔؟" اس کی آواز میں واضح حیرت تھی۔

"ہاں آں سچ میں (چہرے پہ دل فریب مسکراہٹ تھی) مجھے کبھی کسی کی فکر نہیں ہوتی تھی پہلے اپنی بھی نہیں میں نے کھانا کھایا نہیں کھایا میں کیسی لگ رہی ہوں مجھے کبھی فکر نہیں ہوتی تھی مگر۔۔۔۔ جب سے شادی ہوئی ہے عجیب سی کشش ہے اس رشتے میں، مجھے فکر ہوتی ہے میری کوئی بات آپ کو بری نہ لگ جائے آپ نے وقت پہ کھانا کھایا ہو یا نہیں" وہ ہنسی اس بات پہ۔

"مجھے فکر ہوتی ہے جب آپ بہت سارا کام کر رہے ہوتے ہیں آپ کی صحت کی وقت پہ

آپ کی ہر چیز ریڈی رکھنے کی فکر آپ سے جڑی سب چیزوں کی فکر" وہ پھر سے اس کی جانب دیکھ کر دھیمے سے ہنس دی۔

"تو یہ بھی تو محبت ہے" وہ اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔

"پتہ نہیں" وہ کندھے اچکا گئی۔

****

موبائل کی وائبریشن پہ وہ جھنجلا چکی تھی۔ ہاسٹل کا پہلا دن تھا اور کام میں اتنی مصروف وہ اس مستقل غیر شناسا نمبر کے فون سے تنگ آکر اس نے کال ریسیو کرتے کان سے لگایا۔

"جی السلام علیکم۔۔۔۔!" انداز ایسا تھا جیسے کسی ریسپشن ایسٹ بات کر رہی ہو۔

"وا علیکم السلام" مقابل خمار بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"جی فرمائیں کس سے بات کرنی ہے آپ کو۔۔۔؟"

"آپ سے" وہی گھمبیر لہجہ۔

"دیکھیں بھائین میرے پاس نہ تو فضول وقت ہے نا ہی میں آپ کی ہوس کو ٹھنڈا کر سکتی ہوں سو مہربانی فرما کر کسی طوائف محلے کا رخ کریں تاکہ ان کا بھلا بھی ہو جائے جن کو

بھوک اس دھندے تک پہنچا دیتی ہے"

"لاحول ولا قوۃ تم۔۔۔۔"ٹوں ٹوں کی آواز پہ وہ کان سے ہٹا کر فون کو دیکھنے لگا۔

آنکھیں موند کر اس نے خود کو پرسکون کیا اور نمبر دوبارہ ملایا مگر شاید وہ اسے بلاک کر چکی تھی۔

"ہاہ۔۔۔ لڑکیاں میری ایک نظر اٹھنے کی دیر میں اپنے دل ہار جاتی ہیں اور تم۔۔۔۔کیسے مشورے دے رہی ہو مجھے" وہ سرد آہ خارج کرتا بڑبڑایا۔

"لیکن کب تک بالی آخر کو تو تمہیں میرا ہی ہونا ہے پھر تمہیں تمہاری اس بات کا جواب اچھے سے دوں گا" وہ سنجیدگی سے کہتا خود سے عزم کر گیا۔

دوسرے نمبر سے اسے کئی میسجز بھیج کر وہ واشروم گیا۔

ادھر وہ اپنا سامان سیٹ کر کے فارغ ہوئی تو جو دماغ ذرا اس شخص کی آواز اور انداز مخاطب سے ہٹا تھا فون پہ آئے نئے نمبر سے میسجز نے اس کے تھکے دماغ کو آگ لگا گئے تھے۔

"بخت یہ کیا کیا تم نے۔۔۔؟" اس کا گھمبیر لہجہ اس کے کانوں میں اب کسی سیسے کی طرح اترتا محسوس ہوا۔ موبائل آف کر کے ایک طرف رکھا نمبر پہلے ہی بلاک کر دیا تھا۔

"کتنے نمبر بدلو گے تم۔۔۔؟ میں بخت کو تمہاری اصلیت دکھاؤں گی"

دکھ بے بسی سے وہ اپنے بیڈ پہ چادر اوڑھ کر روتے روتے بھوکی ہی سو گئی۔

****

رات کے کھانے کے بعد وہ بے دلی سے اپنے کمرے میں آئی۔ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے فون پہ نظر گئی تو آنکھوں میں سوال اُبھرا۔

سکرین پہ جگمگاتے نام کو دیکھتے لبوں پہ میٹھی سے مسکان ابھری۔

"السلام علیکم۔۔۔۔!"

"وا علیکم السلام کیسی ہو سویٹ ہارٹ" وہی میٹھا گھمبیر لہجہ۔

"میں ٹھیک آپ کی بات ہوئی بالی سے۔۔۔؟"

"ہیلو اظہر آپ سن رہے ہیں" کچھ دیر تک آواز نہ آنے پہ وہ فکر مندی سے بولی۔

"ہمم۔۔۔؟ ہاں کی تھی کال میں نے لیکن"

"لیکن۔۔۔۔؟ لیکن کیا اظہر۔۔۔۔۔؟"

"بخت پتہ نہیں تم میری بات کو کیا سمجھو گی میرا مقصد بالکل بھی۔۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا بخت یار میں کیا بتاؤں" وہ تذبذب کا شکار ہوا۔

"اظہر کیا ہوا آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں مجھے۔۔۔ بالی ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ہاں وہ ٹھیک ہے بس میری ہی غلطی تھی جو اس وقت اسے کال کی۔۔۔ اصل میں۔۔۔۔ میں نے کال کی تھی بالی کو اور۔۔۔۔ اور اس نے عجیب ہی بات کی میرے ساتھ مجھے کلیئر تو سمجھ نہیں آیا شاید مجھے ہی سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو مگر۔۔۔۔" وہ الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

"اظہر آپ کھل کر کہیں پلیز" اب کے وہ دو ٹوک انداز میں بولی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ۔۔۔۔ اسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے اور یہ کہ دیارِ غیر میں وہ اکیلی ہے اور۔۔۔۔"

'اور۔۔۔؟" بخت کو اس کی بات پہ یقین نہیں آیا تھا مگر وہ سننا چاہتی تھی۔

"اور کہہ رہی تھی کہ تم نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا اگر تم چاہتی تو آنٹی کو سمجھا سکتی تھی اور جب میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تم نے ہی مجھے اسے منانے کے لیے کہا ہے تو کہنے لگی کہ بخت کو دوسروں کے سامنے اچھا بننے کا شوق ہے وہ مجھے ہر وقت کاپی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔۔۔۔ ایم سوری بخت میں تمہیں ہرٹ کرنا نہیں چاہتا تھا مگر مجھے تو افسوس ہو رہا ہے اس کی سوچ پہ میں تو اس قدر حیران ہوا کہ بس۔۔۔ اب سوچ رہا ہوں کاش میں تمہیں اس کی آواز ریکارڈ کر کے بھیجتا مگر اس وقت میں اس قدر شوکڈ تھا کہ۔۔۔۔۔ تم سن رہی ہو بخت۔۔۔؟"

"ہمم ہاں سن رہی ہوں بالی ایسی نہیں ہے اظہر آپ کو شاید سننے میں ہی مغالطہ ہوا ہو"

وہ دکھ سے یہی بول پائی۔ فون بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور حیرانی سے بیڈ پہ گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

"وہ جھوٹ کیوں بولے گا۔۔۔؟ اس کا بھلا کیا مفاد ہے مگر بالی۔۔۔۔؟ وہ ایسا نہیں کہہ سکتی" اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔

"وہ تو خود گئی ہے پھر وہ کیوں شکوہ کرے گی وہ بھی اظہر کے سامنے وہ کبھی کسی غیر مرد کے سامنے اپنے دل کا حال یوں بیان نہیں کر سکتی" وہ سر نفی میں ہلاتے سوچا۔

فون پہ آتی کالز کا سلسلہ بند ہوا تو میسجز کے ٹوں ٹوں شروع ہوئی۔

"بخت میری جان تم ناراض ہو۔۔۔۔؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو شاید مجھے سمجھنے میں ہی غلطی ہوئی ہو گی۔۔۔۔ بلکہ غلطی میری ہی تھی مجھے تم لوگوں کے معاملے میں بولنا ہی نہیں چاہیئے تھا کیا ضرورت تھی مجھے اسے کنونس کرنے کی لیکن یقین مانو یہ صرف تمہاری محبت میں کیا تھا میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا"

"اب پلیز کچھ تو بولو ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا دماغ پھٹا جا رہا ہے میرا یہ سوچ سوچ کر کہ تم مجھ سے ناراض ہو"

"بخت پلیز پک اپ مائی کال"

خود کو پرسکون کرتی وہ کال ریسیو کر گئی۔

"ہیلو بخت ایسا نہ کرو یار میری ہی غلطی تھی شاید مجھے ہی غلط فہمی ہوئی ہو گی" وہ نان سٹاپ بھرائی آواز میں بولتا چلا گیا۔

"اٹس اوکے اظہر کوئی بات نہیں آپ یوں مجھے شرمندہ نہ کریں" وہ اس کی فکر اور بھرائی آواز پہ شرمندہ سی ہو کر بولی۔

"اوہ بالی یہاں میری جان نکلی جا رہی تھی تمہاری ناراضگی کا سوچ کر پلیز پلیز آئندہ مجھ سے یوں ناراض نہ ہونا" افسردہ لہجہ۔

"میں بخت ہوں اظہر" جلن کی ایک چنگاری اس کے دل ہی پہ گری تھی۔

"اوہ میرا مطلب۔۔۔۔ تم ہی بخت میں میں پاگل ہو جاتا ہوں یار تم سے دوری کا سوچتے ہی" اب کے وہ تحمل سے سمجھانے کو بولا۔

"بخت۔۔۔۔ !" کچھ دیر خاموشی سے گزرا پھر اس کی گھمبیر آواز ابھری۔

"ہمم"

"تم ناراض تو نہیں۔۔۔؟"

"نہیں"

"پکا نا۔۔۔؟"

"ہمم"

"شکر الحمد اللہ.... مجھے تو سوچ سوچ کے خوف آ رہا ہے بخت خدا نہ کرے اگر اگر کبھی تم

Urdu Novels Ghar

مجھ سے دور ہو گئی تو۔۔۔؟۔۔۔۔۔ میں تو مر جاؤں گا" اس کی آواز میں واضح دکھ تھا۔

"اللہ نہ کرے" اسے سوچ کر ہی دکھ ہوا تھا کہ اگر اظہر بھٹی اب اس سے دور ہوا تو وہ کیسے جیے گی۔

"پتہ نہیں بخت جب تک یہ راز مجھ تک تھا۔۔۔۔ شاید شاید میں خود کو سمجھا لیتا مگر اب جب یہ حقیقت تم پہ واضح کر چکا ہوں تو دن بدن خود پہ جبر کرنا مشکل ہوا جا رہا ہے دل ڈرتا ہے کہیں کچھ ایسا نہ ہو جس سے مجھ سے میری بخت بچھڑ نہ جائے۔۔۔۔ بخت تم سن رہی ہو نہ۔۔۔؟"

"ہاں اب آپ سو جائیں رات کافی ہو چکی ہے" وہ دل کی کیفیت پہ قابو پاتے بولی۔

"اللہ حافظ۔۔۔!"

"نہیں ابھی نہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں پھر"

"اچھا اور کیا باتیں کرنی ہیں آپ کو۔۔۔؟" اب کے وہ ریلکس ہوتی بیڈ پہ دراز ہوئی۔ کچھ دیر پہلے جو دل و دماغ کی جنگ چھڑی تھی دل نے دماغ کو شہ مات دی تھی۔

"وہی جو میرے دل کی ہیں۔۔۔۔ بخت تمہیں پتہ ہے جب تم فرسٹ ٹائم آئی تھی سیالکوٹ۔۔۔؟" کسی جذب کے عالم میں اس نے سوال کیا۔

"ہاں بس تھوڑا سا"

"تم نے پنک فراک پہنا ہوا تھا اور تم کسی فیری ٹیل کی پرنسس جیسی لگی تھی مجھے اور

جب میں نے اپنا موازنہ کیا تو مجھے لگا میں تو بدنما سا شخص ہوں تب بابا کی ڈیتھ ہوئی تھی اور میرے ان دکھ کے شب و روز میں تم کسی نرم ٹھنڈی پھوار کی طرح تھی جس نے میرے مردہ ہوتے دل میں جینے کی رمق پیدا کر دی"

"آپ تب سے۔۔۔؟" اس سے آگے وہ کیا کہتی اسے سمجھ ہی نہیں آئی۔

"ہاں بخت تب سے۔۔۔ تم تب سے ہی میرے دل پہ قابض ہو" پھر وہ کافی کہانیاں سنا کر تابوت میں آخری کیل گاڑھ کر آخر بخت کا دل جیت ہی گیا۔

****

Heyyyy....! Are you blind don't you see "

سامنے سے کوئی آ بھی رہا ہے؟ جاہل"

وہ حلق پھاڑ کر مقابل پہ چڑھ دوڑی۔

"دیکھیں مجھے۔۔۔" بالی نے اپنی وضاحت دینے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے ہی وہ دوبارہ بپھر کر اسے دھکا دیتے بولی۔

"اوہ شٹ اپ واٹ دیکھیں۔۔۔؟ تم جیسی باجیوں کی جگہ کسی مدرسے میں ہوتی ہے نا کہ اس طرح کی ہائی کلاس پلیسز پہ گھومنے پھرنے کی، اوقات دیکھتے نہیں لوگ اور آ جاتے

ہیں کہیں بھی منہ اٹھا کر جاہل گنوار" وہ پیر پٹختی وہاں سے نکلتی چلی گئی اور پیچھے وہ اس قدر ذلالت پہ آنکھوں میں آئے آنسو پیتی اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔ پھر جھک کر زمین پہ گرا اپنا بڑا سا ریپڈ گفٹ اٹھایا جو اس نے بخت کے لیے خریدا تھا پچھلے نجانے کتنے ہی دنوں سے ان کی بات چیت حال احوال پوچھنے تک تھی اور آج دائم نے اس کے برتھڈے کا اریبج کیا تھا جس میں بخت نے اسے اور انوشہ کو بلایا تھا۔

"I apologize۔۔۔۔۔Ohhh sweet girl don't be sad she is just mad"

(اوہ پیاری لڑکی اداس نہ ہو، یہ بس پاگل ہے میں تم سے معذرت کرتا ہوں)

وہ شاندار مکمل وجاہت لیے اپنی گلابی آنکھیں اس پہ ٹکا کر دلفریب مسکراہٹ لیے بولا۔

"By the way...! I'm Shaggy"

(خیر۔۔۔! میں شیگی ہوں) وہ اس کے سامنے آتا اپنا ہاتھ بڑھا کر بولا بالی ناگواری سے اسے سرتاپا دیکھ اپنی منزل کی جانب بڑھی۔ اور پیچھے وہ اس کی دھتکار پر ادھر ادھر دیکھ ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

****

"کہاں رہ گئی تھی تم کب سے انتظار کر رہی ہوں میں" بخت اس کو دیکھتے ہی غصے سے

بولی۔

"یہیں ہوں"

"کیا ہوا۔۔۔؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ وہ پریشانی سے بولی۔ وہ چاہ کر اپنے دل میں بالی کے لیے کوئی منفی جزبہ پال نہیں سکی تھی۔

"کچھ نہیں بس کسی نے اوقات یاد دلا دی تھی خیر اٹس فاریو" وہ خوبصورت سا ریپنگ گفٹ اسے تھما کر بولی۔

"ہیپی والا برتھڈے" بخت کو اپنے ساتھ لگاتے وہ خوشی سے بولی۔

"یہ سب چھوڑو تم۔۔۔۔مجھے یہ بتاؤ وہ جاہل کون تھا اس کی اوقات تو میں بتاتی ہوں اسے" وہ پہلے خوش ہوئی پھر اک دم غصے سے بولی۔

"اوہ چھوڑو جو بھی تھی چلی گئی، کبھی ملی تو میں خود ہی سبق سکھا دوں گی تم ایسے فضول لوگوں کی وجہ سے اپنے مومنٹس خراب نہ کرو" وہ اس کا کندھا سہلا کر بولی۔

"ہوں چلو آجاؤ" وہ اسے اپنے ساتھ بٹھاتے بولی جہاں انوشہ اور دائم بیٹھے مسی موضوع پہ بات کر رہے تھے۔ بالی کو لگا وہ دونوں منظر میں مکمل تھے۔ ان سے سلام دعا لے بعد وہ بخت کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آنی نہیں آئیں۔۔۔؟" وہ سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"نہیں تم جانتی ہو انہیں گھر سے نکلنا کتنا مشکل لگتا ہے" وہ منہ بسور کر بولی۔

"ہمم"

"کیسی ہو بالی اتنی لیٹ آئی ہو تم" انوشہ نے موبائل سائیڈ پہ رکھتے پوچھا۔

"ہاں بس"

"یہ اظہر کہاں رہ گیا وہ آئے تو شروع کریں ہم پارٹی" دائم نے موبائل سے ٹائم دیکھتے کہا۔

"آتے ہی ہوں گے"بخت کے چہرے پہ پر اسرار سی مسکراہٹ رینگی جو بس ایک پل میں اس نے چھپائی مگر بالی کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکی تھی۔

"کاش بخت میں بتا سکتی تمہیں وہ کس قماش کا شخص ہے" بالی نے سر جھکا کر تاسف سے سوچا۔ وہ دو ہی دن بعد اس سے ملی تو اظہر کے بارے میں بتانے لگی مگر بشت نے سختہ اے اسے منع کیا وہ اس موضوع پہ کوئی بت مہیں کرنا چاہتی بالی کو حیرت ہوئی مگر وہ بخت کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

"ہائے ایوری ون سوری میں زرا لیٹ ہو گیا" وہ دور سے ہی صفائی پیش کرتا آیا۔ گرے پینٹ پہ سفید ڈریس شرٹ پہنے شرٹ کے کف فولڈ کیے، اوپر کے دو بٹن کھلے جن سے اس کے گلے میں پہنے تعویذ کی سیاہ ڈوری جھانک رہی تھی ذمین پہ قدموں کی ارتعاش چھوڑتے وہ پی سی میں بیٹھی کئی لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا۔

"کیسے ہو۔۔۔؟" دائم سے گلے ملتے وہ خوش اخلاقی سے گویا ہوا۔

"میں ٹھیک تم کیسے ہو۔۔۔؟"

"میں بھی فٹ بالکل۔۔۔۔ اٹس فار یو ہیپیئسٹ برتھ ڈے مائے گرل" وہ زرا سا جھک کر ایک ادا سے بولا۔

"ہاہاہا شکریہ اٹ مینز آ لوٹ۔۔۔ تھینکیو" وہ اس کے ہاتھ سے بکے لیتے مسرور سی بولی آنکھوں میں ایک آلوہی چمک تھی۔

"ہائے۔۔۔! " وہ بالی کی طرف مڑا جو مکمل موبائل پہ جھکی یکسر مصروف نظر آ رہی تھی۔

"بالی۔۔۔!" بخت نے کہنی مار کر اسے ہوش میں لانے کی سعی کی۔

"ہاں ہو گیا۔۔۔؟ شروع کریں کیک کاٹنا۔۔۔؟" وہ بخت کی طرف مڑی۔

"ہاں بس شروع کرتے ہیں۔۔۔؟" وہ اظہر سے نظروں ہی نظروں میں جیسے اجازت طلب کر رہی تھی۔

"ہاں ناں کریں شروع" وہ سراپائے جذبات بنا بخت کو دیکھتے بولا۔

کیک سرمنی کے بعد بخت اور انوشہ دائم کے ساتھ تصویریں بنوانے کو ایک طرف ہوئیں۔ ویٹرز آرڈر کیا کھانا میز پہ پہنچا رہے تھے۔ بالی ان سب کو ایک دوسرے کے ساتھ مصروف دیکھ اپنی کرسی پہ آ بیٹھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ بخت کے ساتھ بیٹھی تھی۔

اظہر بھی خاموشی سے اس کے سامنے آ بیٹھا۔

"بام مینا سے ماہتاب اترے دست ساقی میں آفتاب آئے"

"ہر رگ خوں میں پھر چراغاں ہو سامنے وہ بے نقاب آئے"

وہ ایک لے میں بولا مگر مقابل پہ تو گویا اثر ہی نہیں ہوا تھا۔ بظاہر پر سکون بیٹھی وہ اس کی بکواس سنتی اندر ہی اندر آگ بگولا ہو چکی تھی مگر چہرے پہ کسی بھی قسم کا تاثر لا کر نہ تو اپنا تماشہ بنوانا چاہتی تھی اور نہ ہی بخت کی خوشی کے موقع پہ کسی قسم کی بدمزگی پیدا کرنا چاہتی تھی۔

"تم جانتی ہو بالی میں یہاں صرف تمہارے لیے آیا ہوں پھر اتنی بے رخی کیوں۔۔۔؟" آواز میں واضح دکھ تھا۔

"خدا تمہیں ہدایت دے اظہر بس اللہ ہی گمراہوں کو سیدھی راہ دکھانے پہ قادر ہے" اس کے چہرے پہ تناؤ دیکھتی وہ سکون سے بولی۔

اس کا سکون و اطمینان بھرا چہرہ دیکھ وہ خود کو پر سکون کرتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا پھر ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔ وہ مسکراتے ہوئے بلا شبہ پیارا لگتا تھا مگر بالی کو اس کی مسکراہٹ سے کراہیت محسوس ہوتی تھی۔

"تو تم وسیلہ بن جاؤ ناں ہدایت کی راہ پہ چلنے کا" لہجہ التجائیہ تھا۔

"اللہ مجھے صبر دے اور میری بہن کو اپنے حفظ و امان میں رکھے" وہ سلگتی نظروں سے

اسے دیکھ کر رخ موڑ بخت کو دیکھنے لگی۔

"ہاہاہا یہ اچھا کہا تم نے۔۔۔۔ شی از انوسنٹ گرل" وہ بھی نظروں کا رخ بخت کی جانب موڑ کر بولا جس پہ بالی نے اس کی خباثت بھری مسکراہٹ دیکھ مٹھیاں بھینچی۔

"لیکن اس میں وہ بات نہیں یار۔۔۔۔ جو تم میں ہے" آخر میں وہ حسرت سے اسے تکتے بولا۔پیازی رنگ کے لانگ فراک میں اسی کی ہم رنگ خوبصورت شال سر پہ اوڑھے بیٹھی کسی سلطنت کی ملکہ ہی لگ رہی تھی۔ جبکہ بے بی پنک لانگ باربی فراک میں بخت بھی کسی پری سے کم نہیں تھی۔

"تم پہ شیطان غالب آچکا ہے اور کچھ نہیں اللہ ہی تمہیں اپنے نفس سے لڑنے کی ہمت دے۔۔۔۔ آمین" دکھ تکلیف ذلت کیا تھا اس کے لہجے میں جو اظہر کو تھپڑ کی طرح اپنے رخسار پہ لگا تھا اس کا لہجہ۔ احساس توہین سے اس کا چہرہ تپنے لگا تھا۔

وہ سیدھا سیدھا اسے کمزور کہہ گئی تھی اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی تھی۔

"تمہیں تو میں دکھاؤں گا بالی نفس سے لڑا کیسے جاتا ہے خود کو بڑا پارسہ سمجھتی ہو نہ تم تمہاری یہ پارسائی تمہاری منہ پہ کالک کی طرح نہ مل دی میرا نام بدل دینا" وہ مٹھیاں بھینچ کر دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوا۔

****

"بخت مجھے جانا ہے، ہوسٹل کا تو تم جانتی ہو نا نو بجے کے بعد انٹرنس الاؤ نہیں ہو گی" وہ اپنی چادر مزید خود پہ پھیلا کر بولی۔

"لیکن کھانا تو کھاؤ ہمارے ساتھ" وہ اس کا بازو کھینچ کر میز کی جانب پلٹی۔

"نہیں ناں جانے میں بھی وقت لگے گا اور میں رائیڈ بک کر چکی ہوں۔۔۔۔ اللہ حافظ کل ملتے ہیں یونی میں" اس کی گال پہ ہاتھ رکھ کر وہ پیار سے بولی۔

"یاااار"

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔ ہمیں نہیں پتہ ہوتا بخت کون شیر کی کھال میں بھیڑیا چھپا ہوتا ہے یہ دلفریب لہجے بہت خطرناک ہوتے ہیں اپنی جان و آبرو کی حفاظت کرنا اللہ نگہبان" وہ اس کی پیشانی پہ لب رکھ اپنا نرم دہکتا لمس چھوڑتی مسکرا کر ایگزٹ کی جانب بڑھی۔

بخت نے الجھن ذدہ نظروں سے اسے مڑتے دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی یقیناً۔ لیکن کیوں۔۔۔؟

"میں چھوڑ دوں آپ کو" دائم نے آفر دی۔

"نہیں میں رائیڈ بک کر چکی ہوں شکریہ" وہ بنا پلٹے جواب دے کر تیزی سے باہر کو بڑھی۔

اور پیچھے انوشہ بخت کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے کچھ کہہ رہی تھی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ بت کیوں بن گئی ہو؟" انوشہ اسے ہلا کر بولی۔

"کچھ نہیں چلو کھانا کھاؤ"

"ہاں پلیز اور پھر مجھے گھر بھی ڈراپ کرنا ہے تمہیں"

"ہاں چلو"

"بالی کہاں گئی۔۔۔؟" اظہر کو ساری کاروائی کن اکھیوں سے دیکھ چکا تھا جان بوجھ کا انجان بنتے پوچھ گیا۔

"وہ اس کا ہوسٹل کا مسلہ ہے نہ تو اسے جانا پڑا آپ لیں نا کچھ"

"ضرور" ہمیشہ کی طرح نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بخت کا دل دھڑکا گیا تھا۔

****

"بالی۔۔۔!" وہ لیکچر کے بعد گراؤنڈ کی طرف جا رہی تھی جب شہرام کی نرم آواز پہ وہ مڑی۔ وہ ایک پل کی تاخیر کے بغیر ہزاروں میں اپنے نام کی پکار میں سے اس کی پکار کو پہچان سکتی تھی۔

"ہمم۔۔۔؟" اس کی نظر بخت اور انوشہ پہ پڑی جو اس کے انتظار میں کینٹین روٹ پہ کھڑی تھیں۔

"وہ ایکچوئلی سنگنگ کمپیٹیشن ہونے جا رہا ہے۔۔۔ اور آپ شاید جانتی ہوں کہ میں گٹار

اچھا بجا لیتا ہوں" وہ شہادت کی انگلی سے اپنی گال کھجا کر سر جھکا گیا۔

"جی جی میں کافی دفعہ سن چکی ہوں آپ کو آپ کریں نہ پارٹی سپیٹ یو'ال بی آن دی ٹاپ ان شاء اللہ" وہ اعتماد سے بولی۔

"آہم۔۔۔وہ بات یہ ہے کہ کپل۔۔۔ مطلب میل۔۔۔۔فی میل ساتھ میں بھی چاہیے ہوتے ہیں کمپیٹیشن میں" بخت اور انوشہ ان دونوں کے پاس ا چکی تھیں۔

"اچھا اچھا تو۔۔۔؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتی بولی۔

"تو۔۔۔۔کیا آپ میرے ساتھ۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں آس کے کئی جگنو تھے۔

بالی پہلے بھی کئی مرتبہ اسے اپنے انداز سے باور کروا چکی تھی جس راہ پہ وہ چل رہا ہے وہ ممکن نہیں مگر۔۔۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بالی بہت اچھی سنگر ہے" بخت کی پرجوش آواز پہ وہ پلکیں جھپک کر مسکرایا۔

"نو۔۔۔!" قطعی آواز۔

"شہرام آپ کسی اور کو چن لیں میرے پاس وقت نہیں ہوتا ان فضول ایکٹیویٹیز کے لیے"

"لیکن۔۔۔۔"

"بالی یہ کیا کر رہی ہو تمہارے اس فن سے سب واقف ہیں پلیز اتنی بڑی آپرچونیٹی

ویسٹ نہ کرو" انوشہ نے فوراً صلاح دی۔

"نہیں۔۔۔۔! نہیں کا مطلب نہیں ہوتا ہے" وہ ان دونوں کو تنبیہی نظروں سے دیکھتی بولی۔

"اوہ پلیز انوشہ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دو اسے کسی کی پرواہ ہی کہاں ہوتی ہے جائے بھاڑ میں ہماری بلا سے" انوشہ کا ہاتھ پکڑے وہ کینٹین کی طرف بڑھی جبکہ انوشہ کبھی بخت کو دیکھتی تو کبھی بالی کو جو تیکھے چتونوں سے شہرام کو کچھ سنا کر ان کی طرف بڑھی تھی مگر پھر وہیں رک گئی۔ انوشہ اب رخ سیدھا کیے بخت کے ساتھ کافی دور نکل چکی تھی۔

اسے کافی دن سے بخت اور بالی کے درمیان تناؤ سا محسوس ہو رہا تھا۔

You know what Mr. Shehram Mazhar....? You've just waiste"

"your time

(آپ جانتے ہیں کیا شہرام مظہر صاحب۔۔۔۔؟ آپ نے صرف وقت برباد کیا)۔

"اگر میرا کپل بنے گا تو صرف آپ کے ساتھ" اس کی آواز میں یقین تھا جو اس کے بڑھتے قدم جکڑ گیا۔ وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"ورنہ۔۔۔؟ مسٹر شہرام آپ مجھے مت پڑھائیں۔۔۔ بہتر ہو گا جس راہ میں خاردار جھاڑیاں ہیں اس پہ قدم نہ بڑھائے جائیں ورنہ خار صرف آپ کے اپنے جسم کو ہی چھلنی نہیں کرتے بلکہ دوسرے شخص کے بدن سے گزرتے ہوئے اس کی روح میں بھی

پیوست ہو جاتے ہیں" صاف الفاظ میں وہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھا گئی۔

"کیوں۔۔۔۔؟ آپ کو کیوں لگتا ہے اس راہ میں خار ہی ہیں۔۔۔؟" پہلی دفعہ اسے یوں بحث کرتے دیکھا تھا بالی نے ورنہ وہ تو بہت تحمل مزاج کم گو شخص تھا۔

"شاید میری آنکھ جو دیکھ رہی ہے آپ وہ دیکھ ہی نہیں رہے یا شاید دیکھنا ہی نہیں چاہتے" وہ ابرو اچکا کر بولی۔

"کیا ذات برادری کا فرق اتنا بڑا ہے آپ کی نظر میں کہ انسان اپنی محبت سے دستبردار ہو جائے بنا اسے پانے کی کوشش کیے ہی۔۔۔۔؟" وہ پھر سے سوال کر گیا۔

"نہیں صرف ذات برادری کا مسلہ نہیں ہے شہرام، میں صرف آپ کو اس اذیت سے دور رہنے کا کہہ رہی ہوں جس سے آپ کے ساتھ ساتھ مجھے بھی دوچار ہونا پڑے گا جانتے بوجھتے آپ کیسے ایک ایسے سفر پہ چل سکتے ہیں جس کی منزل کے حاصل کا یقین ہی نا ہو؟"

"منزل حاصل کرنے کے لیے کوشش تو کی جا سکتی ہے کیا آپ نہیں کہتیں مستقل کوشش انسان کو کامیابی کی طرف لے ہی جاتی ہے" وہ اس کے قول اسی کو لوٹا گیا تھا۔

بالی نے آنکھیں میچ کر کھولیں۔

"یہ لا حاصل بحث کے سوا کچھ بھی نہیں" سر تاسف سے ہلاتی وہ اپنی اگلی کلاس کے لیے قدم بڑھانے لگی اور شہرام بھی تھکے قدموں سے اس کے پیچھے چل دیا۔

****

"السلام علیکم دادی جان کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک تو سنا ہوسٹل میں دل لگا ہوا ہے تیرا۔۔۔؟"

"ہاہاہا دادی دل لگ ہی جاتا ہے یہاں سب کا یا پھر لگا لیا جاتا ہے یا پھر شاید لگانا ہی پڑتا ہے خیر آپ سنائیں طبیعت ٹھیک ہے نا آپ کی موسم بدل رہا ہے اپنا خیال رکھیئے گا"

"ہاں ہاں میری اماں رکھتی ہوں اپنا خیال تو بھی رکھا کر تیری باتیں سن کر مجھے سمجھانے کی ضرورت توپیش آتی ہی نہیں ہے مجھے لگتا ہے اپنی بچی سے نہیں ماں سے بات کر رہی ہوں"

"ہاہاہا دادی۔۔۔آپ بھی ناں"

"اچھا بتائیں گھر پہ سب کیسے ہیں بابا ریان حنان پیپر ہو گئے حنان کے۔۔۔؟"

"سب ٹھیک ہے ہاں ہو گئےپیپر اس کے میں آؤں گی تجھ سے ملنے اپنی بچی سے میری جان" وہ روتے ہوئے گویا ہوئیں۔ اور یہ تو معمول تھا ان کا جب سے وہ ہوسٹل آئی تھی بات بے بات وہ یوں ہی روتی تھیں۔

"دادی آپ روئیں نا بس میں خود حنان سے کہوں گی آپ کو لے کر آئے میں خود اداس ہو

گئی ہوں آپ سے" وہ اپنی لڑکھڑاتی آواز پہ قابو پاتے بولی۔

"تو ٹھیک تو ہے نا۔۔۔؟" انہوں نے تسلی چاہی۔

"ہاں جانو ٹھیک ہوں میں" وہ جان بوجھ کر آنکھ دبا کر بولی۔

"اوئے بے شرم" وہ دوپٹے سے آنکھیں صاف کرتیں بولیں۔

"ہاہاہا آپ کو بھی تو اس کے بغیر یقین نہیں آتا" وہ ہنستے ہوئے آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے بولی۔

"بس جلدی سے یہ منحوس پیپر دے تو سفیر سے کہوں گی تجھے یہاں لے آئے واپس پھر سوہنا سا بَر دیکھ کے تیری شادی کروں گی دیکھنا تو زمانہ دیکھے گا میری بنو کا بیاہ کتنا شاندار ہو گا" وہ محبت بھرے انداز میں بولیں۔

"پلیز دادوو یہ سب باتیں اچھی نہیں لگتیں ابھی مجھے کچھ بن تو لینے دیں پیپر ختم ہوں گے تو ایک دو یونیورسٹیوں میں اپلائی کروں گی جاب کے لیے اور پی ایچ ڈی کا بھی کا بھی ایڈمیشن بھیجوں گی ان شاءاللہ"

"کوئی ضرورت نہیں بس میں نے کہہ دیا اب تو واپس آ رہی ہے دو سال تجھے دیے ہیں نہ کافی ہیں کر لی اپنی مرضیاں تو نے جتنی بھی کرنی تھیں بس اب میں نے سوچ لیا ہے تو بس پیپر دے اپنے اور خیر سے گھر آ"

"دادوو۔۔۔۔!"

"کوئی دادو نہیں اور اس زلیخا کمبخت کی تو میں میت کو بھی معاف نہیں کروں گی"

"ایسے نہیں کہتے دادو"

"تو مینوں نہ پڑھا دھی رانی میری زینب دی لخت نوں دکھ دتا اے اوس نے میں اک وار تے ضرور اوندا گریبان پھڑنا اے میری بچی نوں چِٹی دُھپ وچ لا کھڑا کیتا سوں اے سب سفیر دا بھیڑا کیتا اے سب اوس دا کیتا اے خدا سمالے ایہناں نوں میری بچی میرے تو دور کر دیتی نیں"

(تو مجھے نہ پڑھا میری بچی میری زینب کی لخت جگر کو دکھ دیا ہے اس نے میں ایک دفعہ ضرور اس کا گریبان پکڑوں گی میری بچی کو سخت دھوپ میں لا کھڑا کیا ہے اس نے یہ سب سفیر کا کیا دھرا ہے خدا سمجھے اسے ان لوگوں نے مجھ سے میری بچی دور کر دی ہے)۔ وہ دکھ تکلیف سے اپنی مادری زبان میں اپنے دل کا حال اس کے سامنے کھول گئیں۔

"دادی آپ ایسا نہ کہیں آپ کو پتہ ہے نہ جب آپ دکھی ہوتی ہیں تو۔۔۔ بابا کا کوئی نہ کوئی لوس ہو جاتا ہے" وہ دکھ سے بولی۔

"ارے دادی آپ رو رہی ہیں بجو کمال کرتی ہیں آپ بھی اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا میں ان کو کال ملا کر" ریان فون سامنے کرتے بولا۔

"ارے اسے ابھی بھی باپ کے لوس کی فکر ہے میری تو کسی کو کوئی نہیں ایک میں ہی

ہوں جو تیری فکر میں دن رات گھلتی ہوں تیرا انتظار کرتی ہوں مگر۔۔۔"

"دادی دادی پلیز ایسا نہ کہیں یو نو آئی لو یو" اس کی بات نظر انداز کرتیں وہ آنکھیں موند کر لیٹ گئیں۔

"دادی ایسا نہیں ہے بجو بھی بہت پیار کرتی ہیں آپ سے آپ ایسے ہی بدگمان ہو رہی ہیں" وہ بالی کو نظروں سے دلاسہ دیتے بولا۔

"ریان تم پلیز کل ہی لے کر آؤ دادی جان کو پلیز، سنڈے میں ابھی دو دن مزید ہیں میں کل یونی سے اوف کر لوں گی تم پلیز لے آؤ دادو کو میں بہت اداس ہو گئی ہوں"

"ٹھیک ہے بجو میں لے آؤں گا" وہ مسکرا کر احترام سے بولا۔

"دادو کو دو موبائل میں اللہ حافظ کہہ لوں"

ریان نے کیمرہ ان کی طرف کیا جو آنکھوں پہ بازو رکھے اب سونے کی اداکاری کر رہی تھیں۔

"اللہ اللہ دادی ہاہاہاہ آپ تو شبنم۔۔۔ بابرہ شریف۔۔۔ ذیبا میڈم لوگوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا یار ہاہاہاہ" وہ معصوم سا قہقہ لگا کر بولی تو ریان کا چھت پھاڑ قہقہ بھی بلند ہوا۔

"چل دفع ہو" وہ ریان کو مصنوعی غصے سے گھرک کر بولیں البتہ دبی دبی مسکراہٹ ان کے چہرے پہ چھپ دکھلا رہی تھی۔

"اوکے بجو سی یو" وہ کیمرے میں دادو کو بھی لاتے بولا۔

"اللہ حافظ۔۔۔۔ !" وہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔

"چلیں دادی آپ تیاری پکڑ لیں کل چلتے ہیں لاہور" وہ ان کو گد گدا کر بولا۔

"ٹھہر بے شرم" ان کے اٹھتے ہی وہ باہر کو لپکا۔

****

دن یوں ہی گزرتے گئے اور آخر کو فئیر ویل بھی آگیا تھا۔ بالی اور شہرام کا کپل کئی آڈیشنز کے بعد اپنی خوبصورت آواز کے ساتھ فائنلز تک پہنچ چکا تھا۔ بالی کے لاکھ منع کرنے کے باوجو بخت انوشہ کے اصرار پہ آخر مس حاجرہ کے کہنے پہ(مس حاجرہ کی چہیتی ہونے کی وجہ سے ان کی لاج رکھنا مقصود تھا تو) اسے شہرام کے ساتھ سنگنگ کمپیٹیشن میں آنا ہی پڑا۔ وہ اچھے اچھوں کو دھول چٹا چکے تھے ان کی جوڑی یونی میں کافی مشہور ہو چکی تھی۔ آجکل وہ دونوں کلاسیکل موسیقی کے شیدائیوں کے دلوں پہ رقصاں اپنی منزل کی جانب رواں تھے۔

شہرام تو پہلے بھی مشہور تھا اپنی سنگنگ اور گٹار کو لے کر مگر بالی جسے سننے کا موقع کبھی کبھار ہی ملتا تھا اس کے فین اب شہرام سے زیادہ ہو چکے تھے۔ جس پہ وہ اکثر اسے مبارک باد دیتا رہتا۔

"یار یہ سپارکلرز کا دھواں میرے گلے میں لگ رہا ہے" وہ بخت کا ہاتھ پکڑ کر روہانسی ہوئی۔

"رکو میں شہرام سے کہتی ہوں وہ کچھ کرے"

"شہرام۔۔۔!" بخت نے اسے پانی کی بوتل پکڑا کر شہرام کو آواز دی جو انسٹرومنٹ سیٹ کروا رہا تھا۔ دوسرا بینڈ کے شور میں بخت کی آواز بہت مدھم سی اس تک پہنچی تھی۔

"اوف یہ لڑکا سن کیوں نہیں رہا" وہ جھنجلا کر بولی۔

"شہرام۔۔۔یہاں" وہ ہاتھ سے اسے پاس آنے کا اشارہ کرتے بولی۔

"ہاں کیا ہوا۔۔۔؟"

"یہ دھواں بند کرواؤ پلیز بالی الرجک ہے دھویں سے" وہ دبے دبے غصے سے بولی۔

"واٹ۔۔۔؟ آپ پہلے بتاتیں تو میں انتظامیہ سے بات کر کے بین کروا دیتا مگر اب تو بہت مشکل ہے۔۔۔۔ آپ یہ لیں اس کو منہ میں رکھیں۔۔۔۔ میں کوشش کرتا ہوں اوکے ڈونٹ وری" وہ ایک ٹیبلٹ اس کی طرف بڑھاتا تسلی دینے لگا۔

"اگلی باری میری ہے دعا کرنا اتنی پبلک کے سامنے میری عزت نہ خراب ہو" وہ بخت کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے سب اچھا ہو گا ان شاءاللہ"

Urdu Novels Ghar

"تم چھا جاؤ گی بالی ٹرسٹ می" انوشہ نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا۔

وہ مسکرا کر آگے بڑھی اناؤنس منٹ ہو چکی تھی۔

وہ سیاہ ٹخنوں تک آتے باربی فراک۔۔۔ سیاہ ہیلز میں مقید اس کے شفاف پاؤں سیاہ آنکھوں پہ لگا ونگ لائنر آنکھ کے اندر لگا سلور کاجل اس کی آنکھوں کو مزید پرکشش بنا رہا تھا ہائی لائیٹر لگنے سے گال مزید ابھرے تھے ہونٹوں پہ لگی نیچرل پنک لپسٹک چہرے کے گرد لیا دوپٹہ جو اس طرح پھیلایا گیا تھا کہ اس کا سراپا مکمل چھپا ہوا تھا ماتھے پہ گرتے کچھ سنہری بال، اندازہ کرنا مشکل تھا اس کے بال کس طرح سیٹ کیے گئے ہیں جس کی وجہ دوپٹہ تھا مگر اس کے باوجود وہ کافی ماڈرن لک میں تھی۔ گولڈن مائیک ہاتھ میں تھامے سٹیج پہ آئی۔ ہوٹنگ شروع ہوئی اور سپارکلرز پھر سے چلے۔ وہ جلدی سے سانس روک کر کچھ سیکنڈز بعد باہر کو خارج کر گئی سپارکلرز بند ہوئے تو اس نے گہرے سانس لیے۔ مگر بارود کی بو اچھی بھی اس ہوا میں شامل تھی۔

میوزک شروع ہوا اور وہ لے تال کو خود میں اتارتی اپنی خوبصورت آواز میں لفظوں کا جادو بکھیرنے لگی۔

زندگی کا سفر کاٹنا ہو اگر

زندگی کا سفر۔۔۔۔۔۔۔

کاٹنا ہو اگر

آگ پہ رقص کرنے کا

فن کا سیکھ لو

جسم چاہے جلے

روح پھولے پھلے

جینا چاہو اگر

تو

مرنے کا فن سیکھ لو

عکاشہ کو لگا جیسے یہ غزل اس سے پہلے اس قدر خوبصورت آواز میں کبھی نہیں گائی گئی ہو گی۔ اس کے چہرے پہ نظریں ٹکائے وہ اس کے لبوں کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔
آنکھیں بند کیے وہ ہاتھ کو سر کے مطابق اوپر نیچے کرتی مگن سی جیسے اپنے دل کی کیفیت بیان کر رہی تھی۔
غزل مکمل ہوئی اور میوزک بدلا اور سیاہ جینز پہ سیاہ لیدر جیکٹ پہنے سیاہ ہی جوگرز میں وہ گندمی رنگت کا پرکشش لڑکا بالی کا ہم عمر ہی تھا۔ کان میں سیٹ کیے آلے کو وہ انگلی سے ٹھیک کرتا اپنی گٹار سنبھالتا مسکراتا ہوا اس کی جانب آیا اور ساتھ ہی چیئر پہ بیٹھا۔ عکاشہ

Urdu Novels Ghar

کو وہ معصوم سا لڑکا نجانے کیوں بہت برا لگا تھا۔

اب وہ دونوں ہی سامعین کے بالکل سامنے بیٹھے تھے۔ گٹار سنبھالتے اس نے گانا شروع کیا۔

محبت کو بھرے بازار

میں رسوا کیا تو نے۔۔۔!

اے سوداگر میرے دل کے

یہ کیا سودا کیا تو نے۔۔۔؟

یہ کیسی تیری خودغرضی

سنی نہ دل کی اک عرضی

میرے آنسو نہ دیکھے تو

تیری مرضی تیری مرضی

تیری مرضی تیری مرضی

یہ کیسی تیری خودغرضی

Urdu Novels Ghar

شہرام نے ایک نظر اس پہ ڈالی جو پہلے ہی اس کے اشارے کی منتظر تھی۔ نظر ملتے ہی اس کی دل سوز آواز فضا میں بلند ہوئی۔

میں سانساں ہاری ہاری
میں رلدی آں ماری ماری
میں سانساں ہاری ہاری
میں رلدی ماری ماری آں

شور کا اک طوفان کھڑا ہوا تھا اس کی آواز پہ۔

تیرا سایہ میرے آگے
میری آواز پیچھے ہے
تیرا دل کوئی پتھر ہے
میری جاں اس کے نیچے ہے
میری سانسیں مجھے دے دے
خدارا مجھ کو جینے دے

میری فریاد سن لے تو
کبھی سن لے میری عرضی

ایک دوسرے سے وہ جیسے شکوے کرتے جا رہے تھے۔

تیری مرضی تیری مرضی
تیری مرضی تیری مرضی
یہ کیسی تیری خودغرضی

میں تھک ہاری ہاری
میں تیرے اتوں واری واری
میں تھک ہاری ہاری
میں سو سو واری واری
میں تیرے اتوں واری واری آں

سپارکلرز پھر سے روشن ہوئے۔

Urdu Novels Ghar

شہرام کو آنکھوں سے ہی کچھ اشارہ کر کے مائیک ایک طرف کر کے بری طرح کھانسنے لگی۔ شور مدھم ہونے لگا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئی۔

"پانی۔۔۔۔! پانی پلیز" بمشکل وہ لمبے لمبے سانس لیتے بولی۔

"دیکھیں آڈئینس ہماری سنگر اس دھویں سے الرجک ہیں اگر آپ مزید انہیں سننا چاہتے ہیں تو پلیز یہ سپارکلرز نہ چلائیں کم از کم تب تک جب تک ہمارا راونڈ ختم نہیں ہو جاتا"

شہرام نے موقع پاتے ہی اناؤنس کیا وہ پہلے بھی انتظامیہ سے بات کر چکا تھا مگر کئی سٹوڈینٹس اپنے طور پر بھی سپارکلرز چلا رہے تھے جنہیں سنبھالنا مشکل تھا۔

"یہ رکھیں منہ میں۔۔۔۔!" شہرام نے پھر سے اسے کوئی ٹیبلٹ دی جو اس نے فوراً کھول کر منہ میں رکھی۔

آنکھوں سے نکلتا پانی دوپٹے کے کونے سے صاف کیا۔

"یہ لے لیں ٹشو، یہ دوپٹہ سخت ہے" وہ فکر مندی سے بولا۔

"اٹس اوکے۔۔۔! میری وجہ سے سب خراب ہو گیا" وہ کھانسی کے دوران بمشکل بولی۔

"پلیز۔۔۔!" اس کے اصرار پہ وہ ٹشو لے کر واپس واپس اپنی جگہ پہ آئی۔

"آر یو اوکے بالی۔۔۔۔؟" جج حضرات میں سے ایک سینیر مرد بولا۔

"یس ایم فائن" وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا آپ مزید گا سکیں گی۔۔۔؟" ایک عورت نے مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"اگر آپ لوگوں کو اعتراض نہیں تو ضرور"

"ہم ضرور سننا چاہیں گے آپ کی خوبصورت آواز کو مگر رزلٹس کا کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ فلو خراب کر چکی ہیں آپ" پہلے والا جج بولا۔

"بٹ ڈونٹ لوز ہوپ" یہ کوئی تیسری تھی جو اس مرد کو دیکھتے بولی اور آخر میں اس کو مسکرا کر نظروں سے ہی حوصلہ دیا۔

بالی نے بھی مسکرا کر سر ہلایا۔ یہ گانا اصل میں تو شہرام کو ہی گانا تھا مگر اس کی آواز کے ساتھ بیک گراؤنڈ میں بالی کی بھی ضرورت تھی۔

"بالی۔۔۔۔"

"بالی۔۔۔۔"

"بالی۔۔۔۔"

سٹوڈینٹس نے شور بلند کیا تو وہ شہرام کی جانب مڑی۔ شہرام جو پہلے ہی اس کے اشارے کا منتظر تھا

فوراً میوزک سیٹ کروا کر اپنی سیٹ پہ آ بیٹھا۔ بالی نے سر ہلا کر سر پکڑے۔

میں رسموں کی

زنجیروں سے

باغی

اور سپنوں کی

تعبیروں سے

جاگی ہوں

کیوں اپنوں سے

بیگانی میں لاگی

کردے نا عشق فقیر

دے دے سینہ چیر

پیرا وے پیرا وے پیرا

میں ہو جاؤں نہ

باغی

شہرام نے بالی کو نظروں کے حصار میں لیا جبکہ وہ سامنے بیٹھے عکاشہ کی آنکھوں میں اترتی سرخی سے ایک لمحے کے لیے الجھی پھر نظروں کا رخ پھیرتی گانے کی طرف متوجہ ہوئی۔

پیرا وے پیرا وے پیرا

میں ہو جاؤں نہ

باغی

ان دونوں کی آواز نے ایک ساتھ فضا میں خوبصورت ارتعاش پیدا کیا۔ بالی آنکھیں بند کیے مکمل گانے کے سروں کو سنبھالتے سب کے دلوں میں گانے کے بول اتارتی خود میں ہی کہیں گم سی تھی۔

گانا ختم ہوتے ہی وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ سٹیج سے اترتی مہمان خصوصی کے لیے لگے صوفوں کے سامنے سے گزرتے اپنی نشست کی طرف بڑھی ابھی وہ آخری صوفے کے پاس پہنچی تھی کے فوراً زمین پہ جھکی اور بیٹھتی چلی گئی۔

"مریم۔۔۔۔ !" عکاشہ جس کی نظریں اسی کی جانب تھیں فوراً اس کی جانب بھاگا بخت انوشہ جو اس کو اپنی پرف آتا دیکھ خوش ہو رہیں تھی اس کی حالت دیکھتے فوراً اس کی جانب لپکی۔

"بالی۔۔۔ ! آریو۔۔۔۔" ابھی وہ اسے تھامتا کہ انگلی اٹھا کر اس کو دور رہنے کا اشارہ کیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ شہرام۔۔۔ !" اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر

وہ فکر مندی سے ادھر ادھر شہرام کے لیے نظریں دوڑانے لگی۔

"علی بھائی۔۔۔۔ ! آپ۔۔۔۔؟"

"ہاں سریا سین ملک نے انوائیٹ کیا تھا تم لوگ اسے لے کر آؤ میں ہسپتال لے چلتا ہوں"

"نہیں اس کی۔۔۔" ابھی وہ مزید کچھ بولتی کے لڑکھڑا کر اس کے گھٹنوں پہ گری۔

"بالی۔۔۔۔؟" بخت کی چیخ شور میں کہیں دب چکی تھی۔

مہمان خصوصی مڑمڑ کر ان پہ بے زار نظریں ڈالتے جنھوں نے ان کا مزہ کرکرا کر دیا تھا۔

"تم لوگ اٹھاؤ اسے اور گاڑی میں یہیں اندر سامنے لے کر آتا ہوں ڈونٹ وری" وہ بخت کے بہتے آنسو دیکھ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا اسے تسلی دے کر خود باہر کو لپکا۔

****

"ایم سوری میری وجہ سے تم لوگوں کا دن بھی خراب ہو گیا" وہ آکسیجن ماسک اتارتے ندامت سے بولی۔

"بالی یہ نہ اتارو" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنے کی سعی کرنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں اب" وہ بیٹھنے کی کوشش کرتے بولی۔

"پھر بھی"

"نہیں مجھے خوف آتا ہے اس سے بخت" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپک کر بولی۔

"ڈونٹ وری ڈاکٹر نے بولا ہے اب ٹھیک ہو تم" وہ پیار سے اس کے چہرے پہ آئی لٹوں کو سنوار کر بولی۔

سرخ سوجی لائنر سے سجی آنکھیں جھپک کر وہ مسکرا دی۔

"میں نے عکاشہ کو دیکھا تھا" وہ آنکھیں چندھیا کر بولی جیسے یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"ہمم وہی لے کر آئے ہیں ہمیں یہاں تم ٹھیک ہو نہ اب۔۔۔۔؟" وہ فکر مندی سے بولی۔

"ہاں ٹھیک ہوں چلیں۔۔۔؟"

"ہاں بس ڈاکٹر ایک دفعہ چیک کر لے پھر چلتے ہیں اور تمہیں پتہ ہے تمہارے فینز نے تم لوگوں کو جتا دیا"

"سچ۔۔۔؟ کیسے۔۔۔؟ میں تو سارا مزہ خراب کر دیا تھا یار" وہ پرجوش ہوئی اور اگلے ہی لمحے دکھی ہو کر بولی۔

"جنہیں ہم سے محبت ہوتی ہے وہ ہماری غلطیوں کو کیا ہمارے گناہ کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہ تو پھر نہ غلطی تھی اور نہ گناہ۔۔۔۔۔ کانگریس" وہ ملائم سی مسکراہٹ لیے بولا۔پہلی دفعہ اسے یوں کھلے دل سے مسکراتے دیکھا تھا بالی نے۔

"شکریہ" نجانے وہ کیوں یہ لفظ بول گئی تھی۔ شاہد اس کے یوں تسلی دینے پہ۔

"مائی پلیژر" وہ سر کو خم دے کر بولا۔

"چلیں۔۔۔؟" وہ بخت کو دیکھ کر بولی۔

"ہاں۔۔۔ ! بھائی آپ ہمیں ڈراپ کر دیں گے۔۔۔؟"

"افکورس یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" وہ نرمی سے بولا۔

"میں ڈسچارج لیٹر بنوا کر آتا ہوں" عکاشہ کی بات پہ فوراً وہ اردگرد نظریں دوڑا کر دیکھنے لگی۔

"اوکے۔۔۔۔ !"

"یہ۔۔۔یہ سب یہ کیوں کر رہا ہے۔۔۔؟ مطلب اتنے بڑے ہاسپٹل لانے کی کیا ضرورت تھی اتنا بل ہو گا اس کا اور۔۔۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتری۔

"اور پھر کس ناطے سے اس نے یہ سب کیا۔۔۔؟"

"انسانیت کے ناطے" اس کی آواز پہ وہ شرمندہ سی نظر اس پہ ڈال کر دوپٹہ مزید سر پہ ٹکا گئی۔

"سب سے بڑا عقیدہ اور ناطہ انسانیت ہے، آپ بے فکر رہیں اتنا بھی بڑا ہاسپٹل نہیں ہے یہ۔۔۔۔ میں یہ فائل لینے آیا تھا" اپنی بات کہہ کر وہ فائل اٹھاتا باہر نکل گیا۔

"ڈونٹ وری علی بھائی بہت اچھی فطرت کے مالک ہیں" وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولی۔

"شہرام نہیں آیا۔۔۔؟ اسے تو نہیں بتایا میرا۔۔۔؟"

"بتایا تو تھا لیکن ہاسپٹل نہیں آسکا وہ یونی میں ہی سب ہینڈل کر رہا ہے"

"ہمم صحیح" وہ سر ہلا کر بولی۔

دل نے دماغ سے دغا کر کے جو ایک کچی سی ڈوری بنی تھی اسے لگا وہ ٹوٹ گئی ہے۔

نرس کے اندر آنے پہ وہ خاموشی سے بی پی چیک کروانے لگی۔

"ہمم اب ٹھیک ہیں آپ آجائیں ڈاکٹر سے مل لیں" وہ پیشہ وارانہ مسکراہٹ لیے اس سے کہتی خود باہر نکل گئی۔

"آجاؤ" بخت نے اسے سہارا دینے کی کوشش کی۔

"میں ٹھیک ہوں بخت خود چل لوں گی" وہ اپنی باریک سی ہیلزپیروں میں پہنتی کھڑی ہوئی دوپٹہ اچھے سے خود پہ پھیلا کر لیتی وہ بخت کے پیچھے پیچھے اس کمرے سے باہر آئی۔ واقعی وہ کوئی کلنک تھا مگر کافی کھلا اور بڑا۔

"اوکے سر اب اجازت ہے۔۔۔؟" وہ بالی کو دیکھ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"کیسی ہیں اب آپ گڑیا۔۔۔؟"

"میں ٹھیک ریاض انکل آپ۔۔۔؟ کیسے ہیں آپ۔۔۔۔؟" وہ ان کے سامنے سر جھکا کر پیار لے گئی۔

"میں سفیر بھٹی کی بیٹی" وہ خوشی سے تعارف کروانے لگی۔

"اچھا اچھا ذینب کی بیٹی ہو ما شاء اللہ ہماری بیٹی تو بڑی ہو گئی ہے" وہ اٹھ کر اس کو دیکھتے بولے۔

"بس اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا" وہ شرارت سے بولی۔

"ہاہاہا ہو بہو ذینب کا عکس ہو" ان کی بات پہ وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"کیسی ہیں وہ کافی وقت گزر گیا ملنا ہی نہیں ہوا میں بھی بس یہاں آکر اپنے کلنک میں اس قدر مصروف ہوا کے پیچھے مڑنے کا وقت ہی نہیں ملا"

"ماما۔۔۔۔ ان کی تو ڈیتھ ہو گئی دو سال ہو گئے تقریباً"

"واٹ۔۔۔؟" وہ چونک کر بولے حیرت کا شدید جھٹکا لگنا شاید کوئی ان سے پوچھتا کیسا ہوتا ہے۔

"کب کیسے کیا ہوا تھا ان کو۔۔۔۔؟" وہ بوکھلا گئے تھے اس کی بات پہ۔

ان کے سوالوں پہ اس نے ترچھی نظر عکاشہ پہ ڈالی جو سینے پہ بازو لپیٹے مکمل فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھو نہ تم لوگ" ان کے کہنے پہ وہ کرسی پہ بیٹھی۔

"یہ کون ہیں۔۔؟" وہ اپنی کرسی پہ بیٹھتے بخت کی طرف دیکھ کر بولے۔

"یہ بخت آور ہے میری خالہ کی بیٹی"

"اچھا اچھا ماشاءاللہ" وہ اس کے سر پہ پیار دے کر بولے۔

"بیٹھو تم لوگ یہاں کیسے اور علی عکاشہ سے کیسے ملنا ہوا۔۔۔۔؟" خوشگوار حیرت سے گویا ہوئے۔

"یہ میری دوست کی بہنیں ہیں میں یونیورسٹی انوائیٹڈ تھا ڈاکٹر یاسین ملک سے تو واقف ہوں گے آپ؟ ان کی طرف سے بس وہیں یہ بے ہوش ہو گئیں میں جانتا تھا تو ہیلپ کر دی" اس کے جواب پہ بالی کی اٹکی سانس بحال ہو گئی۔

"وہ میں آنی کے پاس رہتی تھی بخت کے ساتھ یونی کے سلسلے میں یہاں رہتی ہوں"

"اچھا تو آپ کی دادی ٹھیک ہیں حیات ہیں وہ اور آپ کی دوسری مدر۔۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔"

"جی دادی حیات ہیں اور ٹھیک ہیں الحمدللہ بس اس ایج میں طبعیت اپ اینڈ ڈاؤن تو ہوتی ہی ہے"

"ہمم" وہ سر ہلا کر بولے البتہ ان کے چہرے پہ حیرت اور دکھ ابھی بھی موجود تھا۔

"ہمیں چلنا چاہیے اب شاید، بھائی کو زحمت ہو رہی ہو گی ہماری وجہ سے" وہ جان بوجھ کر بات گول کر گئی اس کے سامنے اپنے بھرم کھلتے نجانے کیوں اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

"چلو یہ میرا کارڈ رکھو کل اینڈوسکوپی کے لیے آنا ہے تمہیں اور جو بھی مسلہ ہو کسی بھی قسم کا میں 24 ہار اویل ہوں اوکے۔۔۔؟" ان کی بات پہ وہ مسکرا کر سر ہلا کر یقین دہانی

کرواگئی۔

"مائینر سا استھما اٹیک تھا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے دو ہفتے کے علاج سے ٹھیک ہو جاؤ گی" وہ کھڑے ہوتے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولے۔

"ان شاء اللہ" وہ مسکرا کر بولی اور ان کا دیا کارڈ موبائل پاؤچ میں رکھتی کھڑی ہوئی۔

"اللہ حافظ"

"اللہ حافظ"

****

"اوہ نو۔۔۔۔! "گاڑی میں بیٹھتے ہی بخت نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

"کیا ہوا۔۔۔۔؟"

""یار ربالی میں اظہر کو تو بھول ہی گئی وہ میں نے ان کو انوائیٹ کیا تھا یار" وہ روہانسی ہوئی۔ اتنے دن بعد وہ اس کے سامنے اظہر کے بارے میں بات کر رہی تھی۔ اس کے دل میں اظہر بھٹی بہت گہرائی تک اتر چکا تھا یہ بخت کا ماننا تھا اسی لیے جب بالی نے اسے اظہر کے فون کے بارے میں بتایا تو وہ اسے صاف منع کر گئی کہ آئندہ وہ اس کے سامنے اظہر کے بارے میں بات نہ کرے۔ بالی نے بھی اظہر کے بارہا کالز کرنے میسجز پہ

اس سے بات کرنے کو اگنور کرتے ہوئے بخت کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ بس وہ اس کی اچھی قسمت کی دعا کرتی تھی۔

"اوہ۔۔۔۔ ایم سوری میری وجہ سے تم۔۔۔۔"

"پلیز بالی یہ بات نہ کرو میری غلطی تھی مجھے اس کو بتا دینا چاہیے تھا ابھی کالز دیکھی ہیں تو ذہن میں آیا بیگ میں موبائل تھا اور پتہ ہی نہیں چلا یار فون کا" اس کی بے چینی بالی کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی مگر کچھ بھی بول کر وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی وہ جانتی تھی بخت رشتوں کو لے کر بہت حساس ہے بخت کا آج کل بدلا رویہ ویسے ہی بہت دل دکھا رہا تھا۔ مگر آج اس کا اپنے لیے یوں فکر مند ہونا اسے کس قدر خوش کر گیا تھا۔

"میرا بیگ اور موبائل۔۔۔؟" وہ یاد آنے پہ بولی۔

"موبائل تو یہ رہا تمہارا اور بیگ انوشہ کو دیا تھا"

"اچھا۔۔۔!" وہ دونوں آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں لیکن عکاشہ کو بخوبی ان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اظہر کی کالز اپنے فون پہ دیکھتی وہ لب بھینچ گئی۔

"بھائی امم وہ بالی کو ہاسٹل ڈراپ کرنا ہے" اسے اپنے گھر کی جانب گاڑی موڑتے دیکھ بولی۔

"ہاسٹل۔۔۔؟" وہ حیران ہو مگر بروقت اس حیرت پہ قابو بھی پا گیا۔

"جی وہ بالی اب ہاسٹل رہتی ہے" وہ شرمندہ سی نظر ڈال کر بولی۔

"اوکے اب پہلے تمہیں چھوڑ دوں یا واپس کروں گاڑی۔۔۔؟" وہ بیک ویو مرر سے دیکھتے بولا۔

"مجھے چھوڑ دیں۔۔۔؟" بخت نے بالی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ سر ہلا گئی۔

"پکا۔۔۔۔؟" اس نے ہونٹوں کو جنبش دی۔

جس پہ وہ مسکرا کر دوبارہ سر ہلا کر یقین دلا گئی۔

"نہیں مجھے چھوڑ دیں پہلے" وہ ہولے سے بولی۔

بخت کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ ہاسٹل کی جانب بڑھا جس کا پتہ بخت اسے سمجھا گئی تھی۔

"آپ کو کسی بھی طرح کی مدد کی ضرورت ہو بلا جھجک کال یا میسج کر سکتی ہیں آپ" اس نے اپنی خدمات سامنے رکھیں۔

وہ بس اس پہ ایک نظر ڈال کر دوبارہ باہر دیکھنے لگی۔

عکاشہ کو پہلی دفعہ کسی سے بات کرنا مشکل ترین کام لگ رہا تھا وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا وہ کیوں اس لڑکی سے بات کرنا چاہتا ہے مگر وہ کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کی مدر کا سن کر افسوس ہوا، مجھے نہیں اندازہ تھا کہ۔۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

"ہمم ہمیں واقعی اندازہ نہیں ہوتا کہ کسی اجنبی کی زندگی میں کیا چل رہا ہے" وہ سر ہلا کر بولی جیسے اعتراف کر رہی ہو۔

"کیسے ڈیتھ ہوئی تھی ان کی۔۔۔؟"

"ہارٹ پیشنٹ" وہ بس یہی بول پائی اب اسے کیا بتاتی کہ وہ دل کی روگی تھی۔

"اوہ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے"

"آمین"

"بابا کیا کرتے ہیں آپ کے۔۔۔؟"

"پیٹرول پمپ ہیں ان کے دو ایک بس وہی دیکھتے ہیں اور زمینوں کا کام کھیتی باڑی کا کام دیکھتے ہیں"

"اور کون کون ہے آپ کی فیملی میں۔۔۔؟"

"جوائنٹ فیملی سسٹم ہے تایا ہیں ان کے بچے میرے بابا ان کی وائف، بھائی اور دادی"

"ماشاءاللہ کافی بڑی فیملی ہے اچھی بات ہے رونق رہتی ہے گھر میں" وہ دل سے مسکرایا تھا مگر بالی کی نظریں یا تو ونڈو سے باہر تھیں یا اپنے ہاتھوں میں پکڑے موبائل پہ۔

"زلیخا آنٹی خالہ ہیں آپ کی۔۔۔؟" خاموشی کا دورانیہ لمبا ہوا تو عکاشہ نے پھر سے شروعات کی۔

"جی"

"ویسے آپ اتنی کم گو ہیں اندازہ نہیں تھا" وہ ہنس کر بولا۔ بالی کو اس سے ہوئی پہلی ملاقات یاد آئیں تو شرمندہ سی سر جھکا کر دوبارہ باہر دیکھنے لگی۔

"ایم سوری میرا مقصد ہرگز بھی آپ کو شرمندہ کرنا نہیں تھا"

"اٹس اوکے میری غلطی تھی مجھے یوں بنا سوچے سمجھے بولنا نہیں چاہیئے تھا"

"ہمم کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے کبھی انجانے میں۔۔۔ لیکن ایک بات کہوں آپ سے۔۔۔؟"

"آپ کافی باتیں کہہ چکے ہیں خیر ہے کہہ دیں"

"اوہ آپ کو برا لگا۔۔۔؟" وہ سنجیدگی سے اس کو نظروں کے حصار میں لے کر بولا۔

"نہیں نہ برا نہ اچھا"

"کچھ کہہ رہے تھے آپ۔۔۔؟" کچھ دیر مزید اس کے بولنے کے انتظار کے بعد بولی۔

"ہمم ہاں میں کہہ رہا تھا آپ یوں خالہ کا گھر چھوڑ کر یہاں ہاسٹل رہ رہی ہیں ایم سوری ٹو سے بٹ کیا یہ عجیب نہیں لگتا۔۔۔؟"

"نہیں میرے نزدیک یہ عجیب ہے نہ ہی غلط" دو ٹوک انداز۔

"آپ تھوڑی دیر میرا ویٹ کریں یہیں میں بس ابھی آتی ہوں" گاڑی ہاسٹل کے سامنے رکی تو وہ جلدی سے بولتی گاڑی سے اتری اور لمبے لمبے قدم لیتی اندر داخل ہوئی۔

عکاشہ کی نظروں نے اس کے اوجھل ہونے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو وہ بھی گاڑی سے باہر نکلا۔

"یہ آپ کے پیسے جو آپ نے۔۔۔" عکاشہ کا رنگ متغیر ہوا اور مٹھیاں بھنچی تھیں۔

"ایک منٹ۔۔۔ مِس سخاوت۔۔۔! میں نے یہ پیسے لینے کے لیے نہیں بل پے کیا تھا میں آپ کو پہلے بھی کلئیر کر چکا ہوں کہ یہ سب انسانیت کے ناطے کیا تھا آپ کے ان پیسوں کے لیے نہیں" وہ کافی سنجیدگی سے بولا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میں مس سخاوت نہیں ہوں دوسری بات انسانیت پروو کرنے کے لیے آپ کا مجھے ہسپتال لے جانا کافی تھا اور تیسری بات کہ میں آپ کا یہ ادھار نہیں رکھ سکتی آپ نے انسانیت کے ناطے مجھے علاج کے لیے پہنچا دیا دیٹس رئیلی انف بٹ دس 'از بی ٹو مچ" وہ دو ٹوک انداز میں گویا ہوئی۔

وہ تاسف سے سر نفی میں ہلاتا الٹے قدم لیتا گاڑی کا دروازہ کھول گیا ابھی بیٹھتا کہ پیچھے اس کی آواز سن کر وہ ضبط سے آنکھیں میچ گیا۔

"دیکھو بھائی۔۔۔! یہ پکڑو اپنے پیسے جسے زکوٰۃ کی ضرورت ہو اسے دے دینا" وہ اس کی سیٹ پہ پیسے رکھتی پیچھے ہوئی۔

"میں نے اپنا وقت برباد کیا ہے صرف تم پہ، تمہیں ذرا کسی کے خلوص کا لحاظ نہیں" وہ دکھ بھری نظر اس پہ ڈال کر پیسے اٹھاتا وہاں ایک طرف موجود فقیروں کی جانب بڑھا۔

Urdu Novels Ghar

بالی کو اس کا لہجہ چبھتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کی اگلی کاروائی سمجھتے وہ واپس ہاسٹل چلی گئی۔

"خلوص کے لیے پیسا نہیں دیکھا جاتا مسٹر۔۔۔۔ خلوص ثابت کرنے کے لیے ایک ہی چیز کافی ہوتی ہے پتہ نہیں یہ۔۔۔ اونہہ"

"تمہیں ذرا کسی کے خلوص کا لحاظ نہیں" اس کا انداز اسے نجانے کیوں عجیب لگا تھا۔

"لیکن میرا وہ مقصد تو نہیں تھا جو وہ سمجھ رہا ہے" ایک سرد آہ بھرتے وہ چکراتے سر کو تھام گئی۔

ہاسٹل کے بدمزہ کھانے کھانے سے گریز اور پھر آج صبح سے بھوکی ہونے سے اب اس کی شوگر لو ہونے کے بعد تقریباً ختم ہونے کو تھی ایسا وہ سوچ کر رہ گئی۔

"بالی۔۔۔؟ کیا ہوا۔۔۔؟" مقدس اس کی روم میٹ نے پوچھا۔

"پتہ نہیں سب سفید سفید دکھائی دے رہا ہے شاید کیلریز لو ہو رہی ہیں" وہ آنکھیں بمشکل کھول کھول کر زمین کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اوہو رکو میں کچھ۔۔۔ ہمم۔۔۔۔یہ لو یہ کھاؤ جلدی سے میں تب تک کچھ کھانے کو لاتی ہوں پکڑو شاباش ہمت کرو" اپنے بیگ سے ایک چاکلیٹ نکال کر اسے تھمائی اور خود کمرے سے نکل گئی۔

چاکلیٹ کے دو بار کھانے کے بعد نڈھال سی وہ بستر پہ لیٹ گئی۔ مقدس واپس کمرے

میں آئی تو اسے یوں لیٹے دیکھ ٹرے اپنے بیڈ پہ رکھتی اس کی جانب مڑی۔

"بالی۔۔۔ تم ٹھیک ہے۔۔۔؟" اس کے تشویش بھری آواز سن کر اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک مسکراتی نظر اس پہ ڈالی۔ پچھلے کافی دن سے وہ اس کے ساتھ تھی مگر ان کے درمیان ایسی کوئی بونڈنگ نہیں تھی کہ مقدس اس کے لیے اس قدر پریشان ہوتی۔ یقیناً وہ حساس دل کی مالک لڑکی تھی۔

"ہمم بہتر ہوں"

"اُٹو کچھ کا لو"

"شکریہ مقدس" نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

"کا لوگی نہ۔۔۔؟"

"ہاں شکریہ میری وجہ سے آپ نے وارڈن کی ڈانٹ کھائی ہوگی"

"نہیں کوئی بات نہیں میں نے بتا دیا تا تم بیمار ہو" وہ مسکرا کر بولی۔

"تم اچھی لگ رہی تھی آج بہت پیاری فنکشن کیسا گزرا۔۔۔؟"

"بہت اچھا گزرتا اگر میں بے ہوش نہ ہوتی" وہ ہنس کر بولی۔

"کیا۔۔۔؟ تم وہاں بے ہوش ہو گئی تی۔۔۔؟"

"ہمم سپارکلرز۔۔۔ ان کے دھویں سے مسلہ ہوتا ہے مجھے۔۔۔ میں نے سنگنگ کمپیٹیشن میں پارٹیسپیٹ کیا تھا اور بس۔۔۔۔۔" اس نے ساری روداد مقدس کے

گوش گزار کی۔

"اوہ ہو چلو دیکو نہ اللہ نے تمہیں کتنے اچھے صلے سے نوازا ہے تم فائنلز جیت گئی" وہ یقیناً پٹھان تھی پختہ اردو کے باوجود بھی کچھ الفاظ اس کے لہجے کو پشتو ثابت کر رہے تھے۔

"ہمم آپ کہاں سے ہو۔۔۔؟"

"میں ویسے تو سندھ سے ہوں آجکل سروے کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں"

"کیسا سروے۔۔۔؟"

"میں مائیکرو بائیولوجی کی سٹوڈینٹ ہوں تو اسی سلسلے میں "

"اچھا اچھا"

"چلو تم اب آرام کرو کل میں خود تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر چلوں گی" وہ ٹرے اٹھا کر اس کا تکیہ درست کرتے بولی۔ اور بالی تو اس کے خلوص پہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی۔

****

"آپ میری بات مان لیں تو نہ صرف ہماری بلکہ ہمارے بچوں کی ذندگی سنور جائے گی سفیر، حنان کی ماشاءاللہ ایجوکیشن اچھی ہے آپ کب تک اس چھوٹے سے شہر میں

سہولیات کے فقدان میں زندگی گزاریں گے کچھ سوچ لیں آج کوئی اچھا فیصلہ لے لیں کیونکہ کل کو بھی فیصلہ تو کرنا ہی ہے آپ کو" فرخندہ بیگم کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی اور سفیر صاحب اپنے حساب کے رجسٹر پہ جھکے مصروف سے پینسل چلا رہے تھے۔

"تو اب کیا کروں خود کو بیچ دوں۔۔۔؟" وہ ہنوز اسی پوزیشن میں تھے۔

"اوففف خدا کے لیے سفیر کبھی تو ٹھنڈے دماغ سے کچھ سوچ لیا کریں آپ" اب کے وہ ماتھے پہ تیوری چڑھا کر فرخندہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم بتاؤ کیا کروں۔۔۔؟ زمینیں دیکھوں یا کاروبار اتنا کچھ تو ہے تم نے کہا اعلیٰ تعلیم دلاؤ حنان کو دلوادی ریان کا ایڈمیشن بھی سب سے مہنگی یونیورسٹی میں کروا دیا ہے اب مزید کیا کروں۔۔۔؟ ضروری تو نہیں ہے وہ نوکری بھی کرے کاروبار سنبھال لے اگر زمینوں کا کام نہیں دیکھ سکتا تو" وہ دو ٹوک انداز میں بولے۔

"خدا کا نام لیں سفیر میرا بیٹا آپ کے پیٹرول پمپوں پہ بیٹھ کے کمائی کرے گا سی اے کیا ہے اس نے میں اسے اچھی پوسٹ پہ دیکھنا چاہتی ہوں بھئی یہ تو آپ بھول جائیں کہ وہ آپ کے کاروبار کا یا کھیتی باڑی کا کام سنبھالے گا۔۔۔ ارے بھئی سوچیں تو سہی کسی بڑے سے آفس میں ہمارا بیٹا کسی افسر کی طرح بیٹھا ہو خاندان میں تو واہ واہ ہوگی ہی ساتھ میں بڑا گھر بنگلہ گاڑی بھی ملتی ہے یہ پچھلے گھر والی فریحہ ہے نا وہ لوگ بھی تو چلے گئے ہیں لاہور، بھئی پہلے کچھ وقت کرایوں پہ دھکے کھائے اب دیکھو کیسے سکون کے دن

چل رہے ہیں ان کے۔۔۔۔ آپ ہیں کہ اس شہر کے باہر جھانک کے نہیں دیکھتے خدا کی پناہ" وہ آخر میں روتے ہوئے بولیں۔

"اچھا بھئی اب رو تو نہ تم دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے اب اتنا بڑا خاندان لے کر ہم کرایوں پہ رلتے پھریں گے۔۔۔؟"

"تو کون کہہ رہا ہے کرایوں پہ رلنے کو"

"اگر تم یہ سوچ رہی ہو کہ میں ذمین بیچوں گا تو یہ سوچ اپنے دماغ سے نوچ کر نکال دو" وہ برہمی سے بولے۔

"ارے بس کریں سفیر پتہ ہے مجھے آپ کو اپنا دھن اور ذمین بہت عزیز ہے اس لیے یہ نہیں سوچ رہی میں"

"تو۔۔۔۔؟" وہ چونکے تھے اس کے انداز سے۔

"تو یہ کہ۔۔۔۔ گھر لینا ہے ناں تو گھر ہی بیچ کے گھر لے لیں گے"

"کیا مطلب ہے اس بات کا" انہوں نے جیسے وضاحت مانگی۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں"

"ایسا نہیں ہو سکتا اماں ایسا نہیں ہونے دیں گی اور پھر یہ گھر بالی کے نام ہے"

"اوہو سفیر آپ بھی نا کمال کرتے ہیں اب بالی کی تو شادی ہو جائے گی اس نے کون سا کبھی حق جتانا ہے اس گھر پہ شریف گھروں کی بیٹیاں ایسا تو نہیں کرتیں ناں یہ سب آخر

کو اس کے بھائیوں کے حصے میں ہی آئے گا نا اور پھر اس کی شادی بھی تو کرنی ہے آپ کو۔۔۔؟ تو آپ نے تو اس کے لیے ایک سوئی بھی نہیں جوڑی کہاں سے لائیں گے لاکھوں کے لاکھ اس کے جہیز کے لیے۔۔۔؟" ان کی بات پہ وہ پرسوچ نگاہوں سے فرخندہ کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"ہممم تو تم چاہتی ہو۔۔۔"

"ہاں میں چاہتی ہوں آپ اس کی شادی کر دیں جب بھی آئے گی یہاں اور یہ گھر بیچ کر اس کی شادی کریں کچھ لاکھ میں شادی ہو جائے گی اور باقی کے پیسوں سے ہم اپنا گھر لاہور کی کسی اچھی لوکیشن پہ اپنا گھر لیں گے"

"اور یہ گھر اتنے پیسوں کا بک جائے گا کہ یہ دونوں کام ہو سکیں" ان کا انداز پوچھنے کی بجائے سوچنے والا تھا۔

"ہاں ہاں مجھے پوری امید ہے کم از کم بھی کروڑ تک کا تو آسانی سے کوئی بھی ہنس کے لے لے گا میری بات لکھ لیں آپ اور بالی کی شادی کے لیے اماں نے کچھ تو جوڑ رکھا ہو گا بھئی سونا چاندی آخر کو اکلوتی پوتی ہے ان کی تو بس آپ کو تو اوپر اوپر کا کام نمٹانا ہو گا پانچ آٹھ لاکھ میں یا چلو دس لاکھ میں اس کی شادی شاندار طریقے سے بھگت ہی جائے گی بالی بھی ساری زندگی احسان مند اماں بھی خوش اور ہم بھی خوش" وہ تو جیسے سب سوچ کر بیٹھی تھیں۔

"اور تمہیں لگتا ہے تمہارے یہ خیالی پلاؤ اماں پورے ہونے دیں گی۔۔۔۔؟"

"تو آپ سے کس نے کہا ہے اماں کے سامنے جا کے گھڑا پھوڑیں آپ بس بالی کو کنوینس کریں اور مجھے پوری امید ہے بالی آپ کو منع نہیں کرے گی" وہ پر سکون ہونے لگی تھیں پہلے جو چہرے پہ تناؤ تھا اب ختم ہو چکا تھا۔

سہولیات عیش و عشرت کی زندگی کے خواب کون نہیں دیکھتا سفیر صاحب کی آنکھوں میں بھی سوہانے خوابوں کے جگنو بھر کر وہ میٹھی نظروں سے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے لگیں۔ سفیر صاحب کی پیسوں کو سینچ سینچ کر رکھنے کی عادت سے وہ بخوبی واقف تھی اور یوں اپنے منصوبے کو کامیاب کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"اب سوچنے میں وقت ضائع نہ کریں کیونکہ بہت سوچنے سے انسان کے فیصلے لینے کی سکت کم ہو جاتی ہے"

"ہمم چلو دیکھتے ہیں جو اللہ کو منظور ہوا" اپنی بات کہتے وہ کمرے سے باہر نکل گئے جبکہ اپنا پہلا تیر نشانے پہ لگتے دیکھ وہ کھلے دل سے مسکرائیں۔

****

"ہیلو بخت تم ٹھیک ہو۔۔۔؟" کال ریسیو ہوتے ہی وہ فکر مندی سے بولا۔

"جی جی میں ٹھیک ہوں ایم سوری کال ریسیو نہیں کر سکی اصل میں بالی کی طبعیت کچھ خراب ہو گئی تھی تو مجھے ہسپتال جانا پڑا"

"واٹ کیا ہوا تھا اسے" وہ چاہنے کے باوجود اپنے جذبات پہ قابو نہیں رکھ پایا تھا اور بخت کو اس کی فکر سے پر آواز بے سکون کر گئی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے اب"

"اچھا چلو تم بتاؤ تم تھک گئی ہو گی نا اسے سنبھالتے سنبھالتے کچھ کھایا بھی ہے یا بھوکی ہو ابھی تک۔۔۔؟" وہ فوراً شیریں لہجے میں بولا۔

"ہمم ابھی آئی ہوں چینج کر لوں پھر کھاتی ہوں"

"اوہو بخت بہت لاپرواہ ہو تم اپنے معاملے میں اپنے لیے نہ سہی میرے لیے ہی سہی اپنا خیال رکھا کرو ابھی کال بند کر رہا ہوں پہلے فریش ہو جاؤ ہاتھ لو پتہ نہیں کون کون سے جرمز لگے ہوں گے تمہیں ہسپتال سے ہاتھ لو کپڑے ینج کرو اور کھانا کھاؤ میں بیس منٹ میں بیک کال کر رہا ہوں اوکے۔۔۔؟"

"اوکے۔۔۔!" وہ مسکرا دی وہی گہری دلچسپ رنگین مسکراہٹ جو ہمیشہ اس کی باتوں سے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیتی تھی۔

ہاتھ لینے کے بعد وہ زلیخا کے کمرے میں آئی۔

"امی۔۔۔ !"

"امی کی جان یہاں آؤ۔۔۔۔ بات ہو گئی اظہر سے۔۔۔؟" اس کی مسکراہٹ بھانپ کر بولیں۔ وہ ماں تھیں اس کی، اس کے چہرے پہ بکھرے قوس و قزح کے یہ خاص رنگ بھلا کیسے نہ پہچان پاتیں جو صرف اک خاص وقت پہ ہی لڑکیوں کے چہرے پہ اترتے ہیں۔

"جی"

"خوش ہے میری بیٹی۔۔۔؟"

"ہمم"

"دیکھا ماں باپ کا کوئی فیصلہ اولاد کے لیے غلط نہیں ہوتا" ان کے لہجے میں غرور کی آمیزش تھی۔

"ان شاءاللہ"

"بالی کا ذکر تو دوبارہ نہیں ہوا کبھی۔۔۔؟"

"نہیں" بالی کے جانے کے بعد سے وہ ایسی ہی ہو گئی تھی کم گو خاموش مگر اب وہ ان خوبصورت لمحات کو خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کھانا دوں اب تمہیں"

"جی"

"چلو آجاؤ"

****

"کون ہے۔۔۔؟" مقدس اس کے بار بار وائبرٹ ہوتے موبائل سے تنگ آکر بولی۔

"سوری میں پاور آف کردیتی ہوں موبائل" بالی شرمندہ سی کوتی بولی۔

"نہیں میرا وہ مقصد نہیں تا تم اُٹا لو نا کوئی ضروری ہوگا ورنہ اتنی دفعہ کون کرتا ہے اتنی کالز" وہ اس کی طرف کروٹ لے کر بولی۔

ان دونوں کے بیڈ کے درمیان ایک چھوٹا سا رائیٹنگ ٹیبل تھا جس پہ لیمپ کی ہلکی سی سفید روشنی میں وہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتی تھیں۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" بالی نے بازو سے آنکھیں ڈھانپ لیں تو مقدس فکر سے بولی۔

"کچھ نہیں" اس کی آواز میں نمی تھی جو مقدس کو بخوبی محسوس ہوئی تھی۔ وہ خود بھی پہلی دفعہ گھر سے اپنوں سے دور آئی تھی۔ وہ حساس دل کی مالک تھی دوسروں کی تکلیف کو ازحد کم کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

"تم چاہو تو شئیر کر سکتی ہو بالی یہاں سب اجنبی ہیں کسی کو کسی سے سروکار نہیں سب اپنے گھروں سے دور اپنی منزل کو پانے کے لیے اپنوں سے دور اپنے ہی مسائل سے اپنی

جنگ خود لڑ رہا ہے ایسے میں اگر ہم ایک دوسرے کے دکھ صرف سن لیں اور کسی کو تسلی کے دو بول بول کر اس کے دکھ کا سلسلہ کم کر دیں تو کیا حرج ہے" وہ اپنی خوبصورت آنکھیں اس پہ ٹکا کر بولی۔

اس کی بات پہ بالی آنکھیں صاف کرتی اٹھ بیٹھی۔

"میری کزن کا کزن ہے اس کا ہونے والا منگیتر اور۔۔۔۔ وہ مجھے تنگ کرتا ہے میں کئی نمبر بلاک کر چکی ہوں اس کے مگر وہ بہت ڈھیٹ ہے"

"کہتا کیا ہے کیسا انسان ہے تم نے دیکا ہوا ہے۔۔۔۔؟"

"ہاں دیکھا ہوا ہے۔۔۔ عجیب انسان ہے مجھے اس سے خوف آتا ہے اس کی نظروں سے خوف آتا ہے" وہ جھرجھری لے کر بولی۔

"تو آپ اس کو دو ٹوک بتا دو آپ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی کب تک نمبر بلاک کرتی رہو گی"

"ہمم نمبر بلاک کر کر کے تو میں بھی اکتا گئی ہوں لیکن بات نہیں سمجھتا وہ بہت خبیث انسان ہے" وہ بس رو دینے کو تھی۔

"چچچ اچھا تم پریشان نہ ہو اللہ ہدایت دے اسے کیا کہہ سکتے ہیں۔۔۔۔ تم سکون سے سو جاؤ نمبر آف کر دیا ہے نا اب سو جاؤ پھر صبح اس موضوع پہ بات کریں گے اور کوئی نا کوئی حل بھی ضرور نکل آئے گا" وہ تسلی دیتی بولی۔

"ان شاء اللہ" گال پہ گرے آنسو صاف کرتے وہ پر سکون ہوئی۔

" گڈ نائٹ" مقدس نے آنکھیں جھپک کر مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بھی بدلے میں مسکرا دی۔

****

"مس بالی آپ کو کوئی ریان ملنے آیا ہے خود کو آپ کا بھائی بتا رہا ہے" کوئی لڑکی کمرے کے دروازے جھانک کر اطلاع دیتی واپس چلی گئی۔

"اچھا۔۔۔!" وہ خوشی سے اچھل ہی پڑی۔

"مقدس میرا بھائی آیا ہے" وہ خوشی سے آنکھوں میں آئی نمی پونچھتے چپل پیروں میں اڑستی باہر کو بھاگی۔

"ارے ارے بجو" ریان نے اسے دوڑ کر آتے دیکھا تو دور سے ہی ہنستے ہوئے بولا۔

"کیسے ہو ریان" وہ پھولے سانس کے ساتھ اس کی گال کھینچ کر اس کے بال بگاڑ گئی۔

"ہاہاہا ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔۔۔؟" وہ بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے واپس ٹھیک کرنے لگا۔

"میں بھی ٹھیک"

"آجائیں ناشتہ کرتے ہیں ساتھ کچھ ٹائم اچھا گزرے گا۔۔۔؟"

"اوہ پہلے مجھے یقین تو کر لینے دو یہ تم مجھ سے ہی ملنے آئے ہو" وہ پلکیں جھپک کر بولی۔ وہ اس سے پانچ سال چھوٹا تھا مگر نقوش کسی حد تک اس سے ملتے تھے ان دونوں میں جو مشترک تھا وہ ان کی ناک تھی ستواں مغرور جو ان دونوں کو ہی مغرور بناتی تھی۔

حنان اور فاطر کی دیکھا دیکھی وہ بھی اسے بجو کہتا تھا۔ فاطر گو کہ بالی کا ہم عمر ہی تھا مگر حیدر کے کہنے پہ وہ اسے بجو کہنے لگا اور یوں اس کی دیکھا دیکھی حنان اور ریان بھی اسے بجو ہی کہتے۔

"تمہیں دادی جان نے بھیجا ہے۔۔۔؟" وہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"نہیں تو"

"تو خود کیسے آ گئے۔۔۔؟"

"کیا مطلب کیسے آگیا میری بہن ہیں آپ، آپ سے ملنے نہیں آسکتا۔۔۔؟ یونیورسٹی کے لیے آیا تھا مگر پرفیسر صاحب چھٹی پہ تھے تو سوچا اگلی کلاس سے پہلے آپ سے مل آؤں" وہ صاف گوئی سے بولا۔ حنان کے مقابلے وہ ہمیشہ سے ہی بالی سے قریب تھا۔

"حنان بھی تو یہیں آتا تھا یونیورسٹی مگر وہ کبھی مجھ سے ملنے نہیں آیا ایک دفعہ میں ہی گئی اس سے ملنے اس نے مجھے اتنا ڈانٹا کہ میں اس کے دوستوں کے سامنے کیوں اس سے ملنے آگئی" وہ سر جھکا کر اسے ساری روداد سنا دی۔

"ہمم وہ بس ایسے ہی ہیں موڈی سے آپ برا نا منایا کریں ان کی باتوں کا" وہ پر سکون لہجے میں بولتا اسے تسلی دے گیا۔ پھر چلتے چلتے پاس ہی موجود ریسٹورنٹ آئے۔

"کیا لیں گی آپ۔۔۔۔؟"

"چکن پراٹھا رول"

"اور۔۔۔؟"

"بس"

"بس۔۔۔؟ ہاہاہا" وہ ہنس دیا۔ پھر خود ہی دو تین اور ڈشز آرڈر کر کے اس کی طرف مڑا۔

"اور پیپرز کی تیاری ہو گئی آپ کی۔۔۔؟"

"بس ہو رہی ہے۔۔۔۔ دادی ٹھیک تھیں۔۔۔۔؟"

"ہاں بالکل ٹھیک ہیں ہفتے کو لے کر آؤں گا آپ سے ملوانے اب تو ان شاءاللہ میں آؤں گا تو ان کو بھی لے آیا کروں گا ہر ہفتے"

"تھینکیو ریان"

"مائی پلیثر ویسے بہن بھائیوں میں یہ فارمیلٹیز اچھی نہیں لگتی بہن بھائی تو حق سے کہہ دیتے ہیں ہر کام" ویٹر کے آنے پہ وہ دونوں خاموش ہوئے۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔۔۔؟"

"جی بجو آپ اتنا فارمل کیوں رہتی ہیں پوچھیں نا۔۔۔؟" وہ خوش اخلاقی سے بولا۔

"تمہیں میں بری نہیں لگتی۔۔۔؟ مطلب سوتیلی"

"اوہ بجو" وہ ہنس دیا۔

"اتنی بے ضرر سی سوتیلی بہن کسے بری لگے گی بھلا آپ بھی ناں کمال کرتی ہیں" وہ ہنستے ہوئی بولا۔

"ویسے بھی سوتیلا پن وہاں ہوتا ہے جہاں ماں باپ دونوں الگ ہوں آپ ہمارے بابا کی بیٹی ہیں بھلا ہمیں کیوں بری لگیں گی۔۔۔؟"

اس کی باتوں پہ وہ سر ہلا گئی۔

"اب آتے رہنا"

"ضرور۔۔۔۔آپ منع کریں گی تب بھی آجایا کروں گا" وہ پلکیں جھپک کر مسکرا دیا۔

"یہ میں مقدس کے لیے لے کر جاؤں گی پیک کروا دو۔۔۔میری روم میٹ ہے" اس کی سوالیہ نظروں پہ وہ فوراً جواب دے گئی۔پرس سے کچھ پیسے نکال کر بل کارڈ پکڑا تو ریان کی تنبیہہ بھری آواز سن کر وہ چونکی۔

"بجو۔۔۔؟ واٹ دا ہیل۔۔۔۔میں آپ سے پیسے لوں گا اب۔۔۔؟" اس کے انداز میں واضح دکھ تھا۔

"پاگل ڈرا دیا مجھے۔۔۔۔اور بڑی میں ہوں تو پیسے بھی تو میں ہی پے کروں گی"

"بجو آپ میری بہن ہیں اور بہنوں سے لیا نہیں جاتا ان کو دیا جاتا ہے" وہ افسوس سے سر

ہلاتے پیسے اس کے ہاتھ میں تھما کر بولا۔

شہرام جو کافی پینے یہاں آیا تھا ان دونوں کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکا۔ پھر سنجیدہ تاثرات لیے ان کی جانب بڑھا۔

"اب تم مجھے رلاؤ گے سچ میں" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے مے لیے ہنسی۔

"ہیلو۔۔۔!" وہ ایک کڑی نظر اس نو عمر لڑکے پہ ڈال کر بالی سے بولا جو پیسے واپس بیگ میں رکھ رہی تھی۔ اس کی آواز پہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ایم سوری میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا۔۔۔؟ اصل میں آپ کو دیکھا تو طبعیت کا پوچھنے کو آگیا" وہ زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولا لہجے میں ہمیشہ کی طرح احترام ضرور شامل تھا۔

"نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔۔۔ میں اب ٹھیک ہوں الحمدللہ۔۔۔۔یہ میرا چھوٹا بھائی ریان" وہ خوشی سے بتانے لگی جبکہ ریان ماتھے پہ تیوری چڑھائے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا جو اسے کچھ دیر پہلے ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا البتہ شہرام کی نظروں میں فوراً نرمی آئی۔

"اوہ اچھا اچھا السلام علیکم۔۔۔!" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ تو ریان نے کچھ دیر اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر بالی کو جو حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ریان کے یوں دیکھنے پہ ایک لمحے میں کئی سوچیں اسے کے ذہن پہ گزریں۔

"یہ ہمارا کلاس فیلو ہے شہرام میرا اور بخت کا" وہ جلدی سے وضاحتی انداز میں بولی کہیں وہ اسے غلط نہ سمجھ لے۔

"وا علیکم" وہ سنجیدگی سے ہاتھ ملا کر فوراً واپس کھینچ گیا۔

"بجو آپ کی طبعیت کو کیا ہوا۔۔۔؟"

"وہ مائینر سا استھما اٹیک تھا اب ٹھیک ہوں تم فکر نہ کرو"

"واٹ۔۔۔؟ بجو آپ نے ڈاکٹر کو چیک کروایا۔۔۔۔؟" وہ فکر مندی سے بولا تو بالی مسکرا دی۔ وہ تو اسی پی خوش تھی کہ اس نے اسے غلط نہیں سمجھا تھا ورنہ جا طرح وہ شہرام کو دیکھ رہا تھا اس کی تو سوچ کر ہی آدھی جان فنا ہو گئی تھی کہ اب وہ اس سے کیا سوال کرے گا۔

"ہاں وہ ڈاکٹر کہہ رہے تھے آج اینڈو سکوپی کریں گے پراپر چیک اپ کے بعد ہی میڈیسن دیں گے" وہ ساری ڈیٹیلز بتا گئی۔

"چلیں آپ میرے ساتھ میں آپ کو لے چلتا ہوں"

"نہیں یعنی میں چلی جاؤں گی میری دوست ہے نا اس کے ساتھ، تمہاری کلاس ہے نا۔۔۔ تم یونی جاؤ شاباش"

"میں ساتھ چلتا ہوں بالی ویسے بھی۔۔۔۔"

"شکریہ جناب لیکن میں اپنی بہن کو لے جا سکتا ہوں" اس کی بت کاٹتے وہ رکھائی سے

بولا۔

"چلیں بجو۔۔۔؟"

"ہاں" وہ شہرام پہ ایک چور نظر ڈال کر اس کے پیچھے چل دی۔

"آپ تیار ہو آئیں میں انتظار کر رہا ہوں اور یہ آپ کی دوست کا رول" وہ ہنس کر اسے ڈبہ تھما گیا۔

"اوکے میں بس پانچ منٹ میں آئی" کہتے وہ ہاسٹل میں داخل ہوئی۔

****

"مقدس۔۔۔!"

"جی جی" وہ جو رائٹنگ ٹیبل پہ جھکی اسائنمنٹ میں گم تھی اس کی آواز پہ فوراً پلٹی۔

"یہ آپ کے لیے"

"ہائے۔۔۔! تینکیوں میں تو یہاں کے میس کے کانے کا کا کے تنگ آگئی ہوں شکر ہے آج کچھ ٹیسٹ بدلے گا" وہ خوشی سے بولی۔

"ہمم میرے ساتھ بھی یہی مسلہ ہے تو میں یہ درد سمجھ سکتی ہوں" وہ ہنس دی۔

"تم خوش ہو۔۔۔؟" وہ پراٹھے کا نوالہ لیتے بولی۔

"ہاں بہت۔۔۔۔ پچھلے دو سالوں میں پہلی دفعہ میرے گھر سے کوئی مرد مجھے ملنے آیا ہے آپ نہیں سمجھ سکتیں یہ میرے لیے کتنے مان کی بات ہے" وہ مسرور سی بولی۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے" وہ دل سے دعا گو ہوئی۔ اسے بھی یہ اداس سی لڑکی بہت پسند آئی تھی ورنہ وہ کہاں کسی سے اتنی جلدی دوستی بڑھاتی تھی۔

"کیا کر رہی ہو اب تمہیں ہسپتال بھی جانا ہے آج یاد ہے نا۔۔۔؟" اسے کپڑے نکالتے دیکھ وہ فوراً بولی۔

"ہاں میرا بھائی آیا ہے نا وہ چل رہا ہے میرے ساتھ"

"اچھا میں نے تو آج لیب بھی منع کر دیا جانے سے اب میں یہاں بور ہو جاؤں گی" وہ سر جھکا کر کھانے لگی۔

"اوہ چلو نا آپ بھی آجاؤ ہمارے ساتھ" اس نے اس کی اداسی سمجھتے کہا۔

"ہاں یہ بھی صحیح ہے لیکن آپ کے بھائی کو برا نہ لگے کہ۔۔۔"

"ارے نہیں نہیں وہ تو معصوم سا ہے کچھ نہیں سوچے گا میں بس چینج کر لوں پھر چلتے ہیں" وہ باتھ روم کی جانب بڑھی۔

"اوکے" وہ سر ہلا کر بولی۔

****

"بجو۔۔۔؟"بیک ویو مرر سے اسے مخاطب کیا گیا۔

"ہاں۔۔۔؟"

"کہیں چلنا ہے آپ کو گھومنے۔۔۔؟ اب یونیورسٹی تو ویسے بھی ختم ہو گئی ہے میری تو آپ کو اگر کہیں جانا ہے تو میں لے چلتا ہوں" ہاسپٹل سے واپسی پہ وہ ہاسٹل کے راستے پہ گاڑی لے جانے سے پہلے بولا۔

"مقدس آپ بتائیں کہاں جائیں" وہ پہلے نہ کرتی کہ پھر مقدس کا سوچ کر اس سے رائے لینے لگی۔

"نئیں نئیں آپ لوگوں کو زحمت ہو گی"

"ارے نہیں زحمت کی کیا بات ہے اس میں، میں نے ویسے بھی بجو کو کہیں لے کر تو جانا ہی تھا"

"میں نے یاں کا اویلی ریسٹورینٹ کی بہت تعریف سنی ہے مجھے واں کا کانہ کانہ ہے" اس کی بات پہ ریان کی ہنسی نکلی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" اس نے بالی کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ تھی جسے وہ بمشکل چھپا رہی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔ حویلی ریسٹورنٹ پہ ہنس رہا ہے آپ اویلی بول رہی ہیں" وہ مسکراہٹ

چھپاتے بولی۔

"اوہ مجھے توڑا مشکل ہوتی ہے اُردو بولنے میں" وہ بھی مسکرا کر بولی۔

"کوئی بات نہیں اس کی گلابی اردو نہیں سنی آپ نے"

"بجو۔۔۔۔!" وہ ششدر رہ گیا اس کی یوں اجنبی کے سامنے پول کھلنے پہ۔

"ہاہاہا ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں" وہ ہنس دی اور ریان خفگی سے اسے دیکھ کر ڈرائیو کرنے لگا۔

****

"ہائے دائم آپ یہاں۔۔۔؟" انوشہ نے دائم کو مارٹ میں دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"جی السلام علیکم" وہ مسکرا دیا۔ انوشہ کو اس کی مسکراہٹ میں عجیب سی کشش محسوس ہوئی تھی۔

"امم میں بھی کچھ سامان لینے آئی تھی اور آپ۔۔۔؟ مطلب آپ ک۔۔۔"

"میں۔۔۔ ایکچوئلی گھر شفٹ کیا ہے تو اس کے لیے سوچا آج سنڈے ہے پھر تو پورا ہفتہ یوں ہی گزر جاتا ہے وقت نہیں ملتا" وہ کنپٹی کھجاتے سوچ سوچ کر چیزیں اٹھا رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"اوہ بخت نے تو بتایا نہیں آپ لوگ گھر شفٹ کر رہے ہیں" وہ اس کی ساری کاروائی سکون سے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں وہ نہیں صرف میں۔۔۔ میں نے الگ اپارٹمنٹ لیا ہے" وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہ پرکشش تھا گھرے بھورے بال آنکھوں پہ لگا نظر کا چشمہ اس کو مزید پرکشش بنا رہا تھا۔ ہلکی سی داڑھی جسے وہ انگلی سے کھجا رہا تھا انوشہ کو اس کی اس معصوم سی ادا پہ ہنسی آئی تھی۔

"کیا ہوا۔۔؟" دائم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں ہیلپ کر دوں آپ کی۔۔۔؟" وہ سر نفی نیں ہلاتے بولی۔

"کیا ہیلپ کریں گی آپ۔۔۔؟" وہ منہ بسور کر بولا جیسے اس کام سے اکتا چکا ہو مگر وہ بلا وجہ کسی کو پریشان کرنے والوں میں سے بھی نہیں تھا۔

"آپ مجھے بس یہ بتائیں کچن کا سارا کا سارا سامان چاہیئے نا آپ کو۔۔۔؟"

"جی چاہئے تو ہے"

"ٹھیک ہے آپ یہ میری ٹرالی لیں اور مجھے دکھائیں آپ کیا لے چکے ہیں" وہ اس کی ٹرالی کو ہاتھ میں لینے لگی کہ دائم بولا۔

"ارے نہیں آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہو گی میں کر لوں گا" وہ جلدی سے مسکرا کر بولا۔

"اس میں تکلیف کی کیا بات ہے مجھے ویسے بھی ایک دو چیزیں ہی لینی ہیں آپ بے فکر

رہیں یہ میرا فیورٹ کام ہے مجھے پریشانی نہیں ہو گی" وہ تسلی دیتی ٹرالی میں رکھی چیزیں دیکھنے لگی۔

"مجھے تو جب بوریت ہوتی ہے میں مام سے کہتی ہوں میں گروسری کر لاتی ہوں" وہ کھل کر ہنسی جیسے اپنی ہی بات کا خط اٹھا رہی ہو۔ اس منظر کو اظہر نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

"ہائے دائم"

"ہائے اظہر کیسے ہیں آپ"

"میں ٹھیک۔۔۔۔ تم کیسی ہو انوشہ۔۔۔؟"

"میں بھی ٹھیک" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں باقی کی چیزیں لاتی ہوں تب تک" وہ دائم کو دیکھ کر بولی اور اس کا مثبت جواب ملتے آگے بڑھ گئی۔

"واہ بھئی بڑی ڈیٹیں ماری جا رہی ہیں" اس کی بات پہ دائم نے چونک کر اسے دیکھا جو عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھی لڑکی ہے"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ غلط سوچ رہے ہیں" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ لیکن مجھے تو انوشہ کی آنکھوں میں جو نظر آیا میں نے وہی کہا" وہ کندھے اچکا گیا۔

Urdu Novels Ghar

"کیا مطلب۔۔۔؟" دائم کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"دائم۔۔۔۔ وہ لڑکی تمہیں جس نظر سے دیکھ رہی تھی ڈونٹ سے کہ تجھے سمجھ نہیں آیا"

"میں نے کہا نا ایسا کچھ نہیں ہے وہ صرف بخت کی دوست ہے میری ہیلپ کر دی اس نے اس کا مطلب ہرگز بھی یہ نہیں کہ وہ کچھ ایسا ویسا سوچ رہی ہو" وہ زچ ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو یار میں نے تو ایک بات کی تھی بس" انوشہ کو واپس آتے دیکھ وہ دائم کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے پرسکون کرنے کو بولا۔

"یہ لیں آپ چیک کر لیں کچھ رہ نا گیا ہو"

"نہیں بس ٹھیک ہے اگر کچھ رہ بھی گیا تو پھر لے جاؤں گا بہت شکریہ" وہ سنجیدگی سے کہہ کر آخر میں انوشہ کو دیکھ کر مسکرا۔

"ہمم ٹھیک ہے میں چلتی ہوں"

"اوکے شکریہ" اس کی بات پہ وہ ایڑیوں کے بل مڑی۔

"آپ کو بار بار شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں مجھے اچھا لگتا ہے دوسروں کی مدد کرنا" وہ آخر میں اظہر کو دیکھ کر بولی جو میٹھی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

دائم نے چونک کر اظہر کو دیکھا جو پرسکون سا انوشہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے مڑتے ہی اسے پیش کش کر گیا۔

"کافی۔۔۔؟"

"میں زرا جلدی میں ہوں" رکھائی سے کہتی وہ سر کو جھٹکے سے سیدھا کر گئی اس کی پونی میں قید بال ہوا میں لہرائے تھے۔ دائم کے کانوں میں کچھ دیر پہلے اظہر کا کہا جملہ گونجا۔

"اچھی لڑکی ہے"

"آپ یہاں کیسے۔۔۔؟"

"کافی پینے آیا تھا چلو اب ساتھ پیتے ہیں۔۔۔ آجاؤ یار"

ابھی وہ انکار کو منہ کھولتا کہ اظہر نے اس کا بازو پکڑا اور دوسرے فلور کی جانب بڑھا۔

"ویسے آج گروسری کے لیے آنٹی نے تمہیں بھیجا تھا۔۔۔؟" کافی کا آرڈر دیتے وہ اس کے ساتھ میز پہ آبیٹھا۔

"نہیں جو اپارٹمنٹ لیا ہے وہاں شفٹ ہوا ہوں تو اس سلسلے میں بس"

"تم نے شادی کیوں نہیں کی اب تک۔۔۔؟" اس کی بات پہ تلخ سی مسکراہٹ دائم کے لبوں سے آکر گزری۔

"ماں کا انتقال ہو چکا تھا جن کو اس سب کی فکر ہوتی بابا اپنی نئی شادی اور بیٹی میں مصروف ہو چکے تھے جب شادی کرنے کا وقت تھا اور جب آخری دنوں میں انہوں نے رشتے داروں سے رشتے کا کہا تو سب کے مطابق میرا نا تو اپنا گھر تھا اور نا ہی میں تب اتنی اچھی پوسٹ پہ تھا کہ مجھ جیسے کنگلے انسان کو کوئی اپنی بیٹی دیتا" اس نے سنجیدگی سے اظہر کی ماں کے کہے جملے لوٹائے۔

اظہر بھی جانتا تھا کہ اس کے ماں نے سشمہ کا رشتہ یو کے والی بہن کے ہاں کرنے کے لیے دائم کا رشتہ منع کیا تھا۔

"ہمم بس یار ایسے ہی ہیں لوگ، کہاں دلوں کو دیکھتے ہیں یہاں تو سب کو پیسہ دولت بینک بیلنس دیکھنا ہے" وہ بولا تو دائم نے محسوس کیا اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ چہرے پہ بھی دکھ تھا۔

"کیا ہوا آپ اتنے جذباتی کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"کچھ نہیں یار ماموں کا ذکر کیا تم نے تو مجھے بھی بابا کی یاد آگئی کیسے ان کے بعد سب نے ہم سے منہ موڑ لیا تھا" وہ کافی کے کپ پہ انگلی گھماتے ہوئے بولا نظریں جھکائے وہ مسلسل کسی سوچ میں گم دکھائی دیتا تھا۔

" ہمم بس چھوڑیں یہ باتیں اب بتائیں جاب کیسی جا رہی ہے بخت سے بات ہوتی ہے آپ کی۔۔۔؟" وہ موضوع بدل گیا۔

"ہمم ہوتی رہتی ہے اچھی لڑکی ہے مخلص سادہ سی۔۔۔ مگر"

"مگر۔۔۔مگر کیا۔۔۔؟"

"چھوڑو تم بتاؤ تمہیں کبھی محبت ہوئی ہے۔۔۔؟ مطلب کبھی تو کوئی پسند آئی ہو گی اپنی شریکِ حیات کے طور پر"

"ہمم یہ اچھی کہی آپ نے۔۔۔ اور اس کا جواب میں آپ کو دے چکا ہوں میرے

پسند کرنے یا نا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔۔۔پیسہ ہو اچھا گھر ہو بڑی گاڑی ہو تو ہی پسند اور محبت کا اختیار انسان کے پاس ہوتا ہے ورنہ پسند تو کیا عشق بھی کر لیں بس فضول ہے"

"آپ بتائیں بخت آپ کی محبت ہے یا پسند۔۔۔؟"

"محبت۔۔۔ ہونہہ" وہ سر جھٹک کر استہزاہیہ انداز میں ہنسا۔

"محبت کہاں آسانی سے نصیب ہوتی ہے میرے یار۔۔۔ بخت اچھی لڑکی ہے لیکن پسند ماما کی ہے۔۔۔۔ میں نے انہیں کنوینس کرنے کی کوشش کی لیکن ان کو تو بس اپنے ماموں کی اس بیٹی میں نجانے کیا دکھا ہے جو۔۔۔" وہ آج جیسے دل کی ہر بات دائم پہ آشکار کر رہا تھا۔

"پیسہ دولت گھر۔۔۔ آخر کو وہ سب بخت کا ہے اور بخت کا ہی ہو گا، سب کچھ آٹومیٹکلی تمہارا ہو گا سمپل، میں بشریٰ باجی کی فطرت سے واقف ہوں سوری ٹو سے" وہ پر سکون انداز میں بولا۔

"اٹس اوکے مجھے دکھ ہوا ہے لیکن برا نہیں لگا۔۔۔ خیر کیا تم نے اپنی محبت کو پانے کی کوشش نہیں کی۔۔۔؟"

"نہیں ایسی بات نہیں خیر لیکن جب کچھ بن جاؤں گا تو پا بھی لوں گا ظاہر ہے"

"دائم ایک بات کہوں۔۔؟ برا لگے شاید تمہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ آٹھ سات سال

محنت کے بعد تم یہ چھوٹا سا اپارٹمنٹ لینے کے قابل ہی ہوئے ہو محنت کر کے سب کماؤ گے تو کم از کم دس سال مزید لگیں گے تمہیں بڑا گھر گاڑی لینے میں"

"ہمم" اس نے سر ہلا کر تائید کی۔

"اگر میں تمہیں گھر اور گاڑی دینے کا وعدہ کروں تو کیا تم میرا ایک کام کرو گے۔۔۔؟" چند لمحے دائم اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"یقیناً وہ کام لیگل تو نہیں ہو گا پھر۔۔۔؟"

"ہاں کہہ سکتے ہو لیکن اس کے سوا میرے پاس کوئی اور چارہ بھی نہیں۔۔۔ خیر تم اچھے لڑکے ہو سوچ لو وقت لو پھر اپنے دل و دماغ سے پوچھ لینا کام کر سکو گے یا نہیں لیکن ایک بات یاد رکھنا کام اتنا بڑا نہیں مشکل ہے مگر اس قدر بھی مشکل نہیں تم سوچ لو اچھے سے پھر جواب دینا جواب اگر مثبت ہوا تو میں گاڑی ایڈوانس میں تمہارے اپارٹمنٹ بھیج دوں گا باقی کام مکمل ہونے کے بعد"

"اور آپ یہ سب کہاں سے لائیں گے۔۔۔؟ مطلب آپ خود بھی تو کروڑپتی نہیں ہیں۔۔۔۔؟" وہ ابرو اچکا کر گویا ہوا۔

"ہمم بس یوں سمجھو ایک بونس ہے جو تم پہ لگا کر اپنی منزل تک پہنچوں گا" وہ ہنس دیا۔

اس کے جواب پہ دائم پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھ کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"ٹھیک ہے میں سوچ کر بتاتا ہوں کام کیا ہے ویسے۔۔۔؟"

اظہر نے نجانے کیا کہا تھا مگر وہ سر ہلا کر کافی پینے لگا۔

****

"آج کتنے دن ہو گئے بخت نے کال نہیں کی، نہ پیپرز میں ملی مجھے" وہ تھکی تھکی سی سر بیڈ کی چھوٹی سی ٹیک سے لگا کر سرخ ہوتی آنکھیں سامنے جلتے بلب پہ ٹکا کر سوچ رہی تھی۔
مقدس اپنے سروے کے مکمل ہوتے ہی واپس جا چکی تھی اس کی جگہ ایک نئی لڑکی اس کی روم میٹ تھی۔
مقدس کے کہنے پہ وہ اظہر سے مل چکی تھی مگر ان کی بحث ہمیشہ کی طرح لا حاصل ہی ٹھہری تھی۔ وہ سر جھٹک کر اس ملاقات کی تلخی کو ختم کر گئی۔
"دادی پتہ نہیں کیسی ہوں گی" اس کی سوچیں یوں ہی بھٹک رہی تھیں کبھی کسی کی یاد آ جاتی کبھی کوئی بیتا تلخ واقعہ اس کی آنکھوں میں نمی بھر جاتا۔
"شکر ہے ریان ملنے آ جاتا ہے مجھ سے ورنہ تو ایک کے بعد ایک کا ساتھ چھوٹے جا رہا ہے مجھے لگ رہا تھا میں اکیلی ہو جاؤں گی" وہ سر جھٹک کر مسکرا دی۔
"کیا بابا کو میں کبھی یاد نہیں آتی۔۔۔۔ ہاہ۔۔۔" ایک سرد آہ خارج کرتے وہ عشاء کی آذان پہ توجہ مرکوز کر گئی۔ آنکھیں موندیں اس نے مکمل یکسوئی سے آذان سنی اور دوبارہ

اپنے اگلے پیپر کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔

کچھ ہی دیر میں وہ نئی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ چست جینز پہ بلاوز نما شرٹ بال اونچی پونی میں بندھے جو مختلف رنگوں میں رنگے ہوئے تھے۔ بالی نے ایک نظر اس پہ ڈالی اور پھر اپنی کتاب پہ جھک گئی۔

"ہائے سویٹ گرل". وہ بیڈ پہ گرنے کے سے انداز میں کہنی کے بل لیٹی۔

بالی نے جان بوجھ کر اس کو نظر انداز کیا نجانے کیوں اسے یہ لڑکی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"اوئے تجھ سے بات کر رہی ہوں" اس نے پینسل بالی کی جانب اچھال کر اسے مخاطب کیا۔

"نام کیا ہے تمہارا۔۔۔؟" اس کا انداز لفنگے لڑکوں سا تھا۔

"بالی"

اس کی پینسل کو اس کے پھیلے ہاتھوں میں اچھال کر وہ بولی۔

"ہاہاہ بالی یہ کیسا نام ہوا پورا نام کیا ہے؟"

"بالی ہی پورا نام ہے" وہ سنجیدگی سے کہہ کر کتاب پہ پینسل سے کچھ ہائی لائٹ کرنے لگی۔

"اچھا۔۔۔ میرا نام ایمان"

"ٹھیک ہے" وہ زچ ہوئی۔

Urdu Novels Ghar

"کہاں سے ہو تم۔۔۔۔؟"

"آپ پلیز مجھے پڑھنے دیں میرا پیپر ہے کل" التجائیہ لہجے میں کہتی وہ کتاب پہ جھک گئی۔

"اوہ واہ بھئی پڑھاکو لڑکی۔۔۔۔یہاں سب موج مستی کے لیے آتے ہیں اور تم کتابیں چاٹ رہی ہو۔۔۔ چار دن کی زندگی ہے اس میں بھی دو دن پڑھ پڑھ کے ضائع کر دو گی تم۔۔۔پیاری لڑکی یہ دن جوانی کے دوبارہ نہیں آنے انجوائے کرو یار زندگی کو بعد میں ساری زندگی پچھتاوے میں گزرتی ہے لوگوں کی کاش اس وقت یہ نہ کرتے وہ کر لیتے۔۔۔ تم خود بتاو(وہ دونوں کہنیاں گھٹنوں پہ رکھ کر زرا آگے کو جھکی) آج تک کس بندے نے پڑھ لکھ کر محل کھڑا کیا ہے۔۔۔؟"

"پہلی بات مس۔۔۔۔ ایمان ہمم۔۔۔؟" اس نے سر ہلا کر تائید کی تو بالی نے بات جاری کی۔

"آپ کے نظریات آپ اپنے تک محدود رکھیں یا جو آپ کو خود پہ یہ سب لاگو کرنے کی اجازت دیتے ہیں ان تک رکھیں۔۔۔ دوسری بات میں پڑھ لکھ اس لیے نہیں رہی کہ محل تعمیر کروں الحمدللہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔۔۔۔ اور تیسری بات پچھتانے کے لیے انسان کو ایسا کچھ درکار ہوتا ہے جو انسانیت اور اخلاقیات سے گرا ہوا کام ہو الحمدللہ میرے حساب سے میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا سو آپ اپنا گیان اپنے پاس رکھیں اور اب مجھے ڈسٹرب نا کریں" وہ بے حد نرم لہجے میں سخت الفاظ کا استعمال

کرتی بولی۔

وہ جو اس پہ بڑا دھاک بٹھانے کی کوشش کر رہی تھی ہزاروں بل پیشانی پہ لیے غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

****

کراچی کی بھرپور مصروف زندگی میں میں اس نے بھی اب ڈیرہ جما لیا تھا بزنس شفٹ کرنے کے بعد کافی ردو بدل اور آفس کے سیٹنگ کے بعد زندگی اپنی ڈگر پہ آنے لگی تھی۔ وہ پرسکون تھا اس نئی شروعات کو لے کر، نماز کے بعد جاگنگ بچوں کے ساتھ ناشتہ انہیں سکول چھوڑنا آفس سے واپسی پہ ان کے لیے کبھی آئس کریم تو کبھی ان کی پسند کی چیز لانا ان کے ساتھ رات کا کھانا کھانے کے بعد کچھ وقت سکول کا کام کروانا یہ سب اس کی زندگی کا حصہ بننے لگے تھے۔ زرتاج گل اس کے اس نئے بدلاؤ پہ کافی خوش تھیں۔ زندگی جس قدر پرسکون تھی اس کے دل میں اسی زوروں سے ہلچل ہوئی تھی بس ایک لمحہ تھا جس نے اس کے دل کی دنیا کو اتھل پتھل کیا تھا مگر پھر وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش میں لگ چکا تھا مگر یہ کوشش ابھی تک ناکام رہی تھی۔ دل کی دھڑکنیں پھر سے بے ترتیب ہونے لگتی تھیں جب وہ اپنی تمام تر دلکشی سے آنکھوں کے پردے پہ اترتی

تھی۔

"السلام علیکم۔۔۔! کیسی ہیں آپ میں کب سے آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا" اسے ہاسٹل کے گیٹ سے اندر آتا دیکھ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آتے ہی بولا۔

"وا علیکم السلام کیوں میرا انتظار کیوں۔۔۔؟" بالی نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں صبح بھی آیا تھا مگر آپ تھی نہیں اس کے بعد لنچ بریک اور شام میں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر کے جانا تھا نا آپ کا چیک کروانے" عکاشہ نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"ایکسکیوز می بھائین میرے خیال سے یہ آپ کا فرض نہیں تھا میں کروا چکی ہوں چیک اپ اور پلیز آئندہ یہاں آنے کی زحمت نہ کیجیئے گا" وہ بے لچک لہجے میں بولی۔

"بہت شکریہ آپ کا" اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتا وہ ہاسٹل کی انٹرنس کی جانب بڑھی۔

"بالی۔۔۔۔ میں" وہ اندر جا چکی تھی اور وہ جانتا تھا اس کے بلانے پہ وہ اب باہر نہیں آئے گی۔

آج بھی ستاروں کے چھاؤں میں نجانے کب سے بیٹھا اسی کو سوچ رہا تھا جب فون کی تیز ٹیون پہ وہ چونک کر خیالوں کی بستی سے نکلا۔

"ہیلو۔۔۔!" ایک تھکی سی آہ خارج کرتے بولا۔

"ہیلو کیسے ہو علی۔۔۔؟" دائم کافی کا مگ لے کر کھڑکی کے سامنے رکھے رائٹنگ ٹیبل پہ آ بیٹھا۔

"ہاں یار ٹھیک ہوں تو سنا" وہ زرا سا کرسی پہ دراز ہوا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ مصروف تھا۔۔؟"

"نہیں بس اب فارغ ہوں"

"ایزی ہو گیا تو۔۔۔؟"

"ہاں ہو گیا الحمدللہ۔۔۔تو بتا کچھ الجھا لگ رہا ہے" بالوں میں انگلیاں چلاتے اس نے ساری سوچیں جھٹک کر توجہ مکمل اس کی جانب مبذول کی۔

"ہاں ہے ایک بات مگر سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں اور کیا نہیں"

"شئر کر لے مسلہ حل نا بھی ہوا پرسکون ہو جائے گا"

"ہمم" اس کے مخلص مشورے پہ اظہر کی کہی بات وہ اس کے گوش گزار کر گیا۔

"ہمم تو نے پوچھا نہیں معاملہ ہے کیا۔۔۔۔؟"

"وہ کہتا ہے کسی کو غائب کرنا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے"

"کڈنیپ۔۔۔! کسی لڑکی کو۔۔۔؟"

"ہاں شاید یا یقیناً" وہ جذبذ ہوا۔

"تو تمہارا دل کیا کہتا ہے۔۔۔؟"

"ظاہر ہے کس کا دل نہیں کرتا ان آسائشوں کے لیے"

"اور دماغ کیا کہتا ہے۔۔۔۔؟"

Urdu Novels Ghar

"دل اور دماغ کی کب بنتی ہے میرے دوست" وہ پھیکا سا ہنسا۔

"ٹھیک ہے پھر ایک کام کرتے ہیں"

"کیسا کام۔۔۔؟"

"گیم سے گیم کھلتے ہیں جیسے بچپن میں کرتے تھے"

اس کی بات ہنستے وہ چوکس ہوا۔

دوسری جانب سے کہی جانے والی ایک ایک بات وہ بغور سن رہا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے لب مسکراہٹ میں ڈھلنے لگے۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند ان کی سرگوشیاں سنتا اپنی منزل کی جانب رواں ہوا۔

****

وہ ہال کے چبوترے پہ بیٹھی پچھلے آدھے گھنٹے سے بخت کے یہاں سے گزرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ آج وہ ٹھان چکی تھی جتنا بھی انتظار کرنا پڑے وہ اس سے ملے بنا نہیں جائے گی۔

مزید آدھے گھنٹے میں ہال خالی ہو چکا تھا وہ ایک نظر دوبارہ ہال میں ڈالتی واپسی کے لیے مڑی۔

Urdu Novels Ghar

"السلام علیکم۔۔۔۔!"

"واعلیکم السلام۔۔۔۔!" وہ بیزاری سی کہتی بیگ کندھے پہ ڈالتی آگے چل دی۔

"بالی کیا ہم بات۔۔۔۔" ہمیشہ کی طرح نرم لہجہ۔

"نہیں شہرام پلیز میں ہاسٹل جانا چاہتی ہوں فالحال اگر بخت کو دیکھا ہے کہیں تو بتا دو"

"وہ تو کافی دیر ہوئی کسی لڑکے کے ساتھ جا چکی ہے شاید کزن ہو اس کا" اس کی سختی پہ بھی وہ احترام سے جواب دے گیا۔

"دائم بھائی۔۔۔؟"

"نہیں کوئی اور تھا"

"ٹھیک ہے" وہ آگے بڑھ گئی اور شہرام اس کی اس قدر سرد مہری پہ دکھ سے اس کو فقط جاتے دیکھتا رہا۔

****

"السلام علیکم دادو کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ ہاسٹل واپس آتے آج دادی سے بات کرنے بیٹھ گئی تھی۔

"واعلیکم السلام ٹھیک ہوں تو سنا کیسی ہے میری بچی" وہ سکرین سے بالی کا چہرہ چوم کر

بولیں۔

"میں بھی ٹھیک" وہ مسکرائی۔

"تھکی ہوئی لگتی ہے پیپر ٹھیک ہوا ہے نا"

"ہاں جی بہت اچھا"

"تو پھر کیا پریشانی ہے۔۔۔؟"

(اوف ایک تو ان ماؤں کے اندر پتہ نہیں کونسے سینسرز فٹ ہوتے ہیں سب پتا چل جاتا ہے)

"کچھ نہیں بس آپ سے اداس ہوں" وہ سر جھکا کر ہنس دی۔ عموماً وہ ایسے کہاں اظہار کرتی تھی۔

"ہاں بس اب تیرے پیپر مکمل ہو جائیں پھر بس تو واپس گھر آجا"

"نہیں دادو یہاں جاب ہے کم از کم اس ماہ میں تو یہ ممکن نہیں"

"میں کچھ نہیں جانتی بالی بس۔۔۔ زلیخا کے گھر تھی تو بات اور تھی دل کو پھر بھی زرا تسلی تھی میں تجھے اکیلے وہاں نہیں چھوڑ سکتی بس کہہ دیا میں نے" ان کے لہجے میں خوف تھا۔

"دادو آپ پلیز مجھے فورس نہیں کر سکتیں میرا دم گھٹتا ہے وہاں دادو پلیز اب مجھے فورس نہ کریں" وہ بلک اٹھی۔

"بالی میں کہہ چکی ہوں تجھ سے کہہ چکی ہوں ناں تو بحث کس بات کی۔۔۔؟" وہ سختی سے بولیں۔

"میں بعد میں بات کروں گی پیپرز ختم ہونے تک میں سٹریس فری رہنا چاہتی ہوں آپ اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ"

"بالی" اس سے پہلے کہ وہ فون بند کرتی ان کی لرزتی آواز پہ وہ رکی۔

"تو جانتی ہے میرے بچوں کو لاہور راس نہیں آتا وہاں کی فضا میں جاتے ہی سب بدل جاتے ہیں مجھے ڈر ہے تو بھی مجھ سے چھن نہ جائے"

"دادو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔مجھے میرے جذبات پہ قابو رکھنا آتا ہے بھروسہ رکھیں آپ کچھ بھی نہیں ہو گا سب آپ کی مرضی کا ہو گا لیکن آپ مجھے بار بار وہاں واپس آنے کا نہ کہیں میرا اس گھر میں دم گھٹتا ہے" وہ آخر میں پھر سے دکھی ہوئی۔

"میرے پاس آکر تیرا سانس نہیں گھٹے گا" وہ التجا کر گئیں۔

"میں آتی تو ہوں ملنے آپ سے اب تو آپ بھی کتنی دفعہ مل گئیں اب تو خوش ہو جائیں" بائیں آنکھ کے کونے پہ اٹکا آنسو انگلی کے پور سے سمیٹ کر اس نے مسکراہٹ بحال کی۔

"خوش تو اب میں تب ہوں گی جب اپنی شہزادی کو پیارے سے شہزادے کے ساتھ رخصت کر دوں گی" وہ پر جوش ہوئیں۔

"ہاہاہا دادی آپ بھی نہ کسی فینٹسی جیسی سوچ کی مالک ہیں ہاہاہ" وہ ہنسی۔

"بس بس زیادہ ہنس نا دیکھنا جب لوگ دیکھیں گے نا تیرے دلہے کو تو سب عش عش کر اٹھیں گے"

"اور میں غش کھا کے گر ہی جاؤں گی اگر ایسا ہوا تو ہاہاہاہ۔۔۔۔ کیونکہ ایسا نہیں ہے دادو مجھ جیسی سانولی کو کس کا دماغ خراب ہے اپنے شہزادے کے لیے چنے۔۔۔۔ آپ بس کسی ایسے شخص کو چنئے گا میرے لیے جو اچھے دل اور نیک سیرت کا مالک ہو سیرت اچھی ہو تو صورت میں کشش پیدا ہو ہی جاتی ہے"

"بس بس زیادہ نہ بول میری بالی کسی سے کم نہیں لاکھوں میں ایک ہے اور میں نیک سیرت اور خوبصورت شہزادہ ہی ڈھونڈوں گی تیرے لیے"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے جانو۔۔۔ اب مجھے بھوک لگی ہے اللہ حافظ آپ خیال رکھیے گا اپنا"

"ہٹ بے شرم ماؤں کو کوئی ایسا بولتا ہے کیا۔۔۔؟" وہ شرمائیں۔

"او کے اپنی ساس کو بول لیا کروں گی" اس نے دانت نقوسے۔

"اللہ حافظ" وہ ہنستے ہوئے ہوائی بوسہ دیتے فون بند کر گئی۔ اس سے پہلے کہ فون سے ہی چپل دے مارتیں۔

****

"بخت۔۔۔! بخت۔۔۔! اٹھ جاؤ اب تک سو رہی ہو تم اٹھو" زلیخا نے اس پر سے کمفرٹر اتارا۔ ٹھنڈی ہوا اس سے ٹکرائی تو وہ تھتھرا کر اٹھی۔

"امی۔۔۔!" بات سمجھ آتے ہی وہ چلائی۔

"کب سے آوازیں دے رہی ہوں سن رہی ہو تم۔۔۔؟" وہ سخت نالاں نظر آ رہی تھیں۔

"پلیز ماں سونے دیں سر میں درد ہو رہا ہے میرے" وہ دوبارہ کمبل خود پہ اٹھ کر لیٹی۔

"دکھاؤ مجھے بخار تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟ اللہ تمہیں تو پھر سے بخار ہو گیا۔۔۔ چلو اٹھو شاباش ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں" وہ اس کا ماتھا چھو کر بولیں۔

"نہیں" وہ کسمسائی۔

"کیا مطلب ہے نہیں کب تک گھر پہ پڑی خود ہی گولیاں پھانکتی رہو گی چلو اٹھو شاباش شام میں بشریٰ لوگ آ رہے ہیں شادی کی تاریخ لینے اور میں چاہتی ہوں تب تک تم بالکل فٹ نظر آؤ۔۔۔ اٹھو شاباش" وہ پچکارتے ہوئے بولیں۔

بشریٰ کی آمد کا سن کر اس کی آنکھیں کھلیں دھیمی سی مسکان لبوں پہ چمکی تھی۔

"اب اٹھ بھی جاؤ بخت" وہ جھنجھلا کر بولیں۔

"اچھا ناں اٹھ رہی ہوں" وہ سستی سے بولی۔

"میں ناشتہ لگا رہی ہوں تم جلدی سے فریش ہو کر آؤ" وہ باہر نکلتے ہوئے تاکید کر گئیں۔

"اچھا ٹھیک ہے" وہ بالوں کو ربڑ بینڈ میں جکڑتی اپنا بستر جھاڑ کر سیدھا کرتی واشروم میں گئی۔

****

پیپرز ختم ہوئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ اب وہ مکمل اپنی لیکچرر کی جاب پہ دھیان دے رہی تھی۔ سینیئر ٹیچرز کے پڑھانے کا نداز ان کی باتیں ان کا بورڈ کے استعمال کے انداز سے لیکر وہ آن بورڈ کو چلانے تک کے عمل کو بغور دیکھتی۔ اور اپنی چھوٹی سے چھوٹی غلطیاں درست کرتے کرتے وہ صرف تین ماہ کے عرصے میں ہی اچھے لیکچرر میں شامل ہو چکی تھی۔

زرتاج بیگم کے کالج چھوڑنے کے بعد بھی وہ ان سے رابطے میں تھی ہفتے میں ایک دفعہ تو لازماً ان سے مختصر سی بات ہو جاتی تھی۔

وہ ویٹنگ روم میں اپنی رائیڈ کا انتظار کر رہی تھی جب اس کی نظر اندر آتے سفیر صاحب پہ پڑی۔

بابا اس کے لبوں نے جنبش کی۔ پھر بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھتی ان کی جانب بڑھی۔

"السلام علیکم بابا کیسے ہیں آپ۔۔۔؟" وہ ان کو دیکھ کر بولی۔ دل چاہا تھا وہ اپنا بازو پھیلائیں اور وہ ان کے سینے سے لگ جائے آج کتنے مہینوں بعد ان کو دیکھا تھا۔

"وا علیکم السلام" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولے تو بالی نے بھی فوراً عقیدت سے سر جھکایا۔ آنکھوں میں نمی چھلکی جسے آج وہ بالکل چھپانا نہیں چاہتی تھی۔

"میں اصل میں کسی کام سے آیا تھا سوچا تم سے ملتا جاؤں"

"بہت شکریہ بابا" تبھی اس کا فون بپ ہوا۔

"بابا میری رائیڈ آچکی ہے آپ چلیں نا میرے ساتھ ہاسٹل کھانا ساتھ کھائیں گے"

"آ۔۔۔نہیں مجھے اب چلنا ہے آؤ تمہیں چھوڑ دوں باہر تک"

"دوبارہ کب آئیں گے۔۔۔؟"

"جلد ہی اور تمہیں یہی بتانے آیا تھا اس مہینے تک کا وقت ہے جاب سے ریزائن کر دینا میں تیس کو لینے آؤں گا تمہیں"

وہ بے یقینی سے ان کی جانب دیکھنے لگی پھر سر ہلا گئی۔

"یہ کچھ پیسے رکھو اور خیال رکھنا اپنا" وہ اس کا سر تھپتھپا کر بولے۔

بالی نم آنکھوں سے انہیں دیکھتی گاڑی میں بیٹھی گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں ہوئی مگر وہ مڑ کر سفیر صاحب کو دیکھتی رہی یہاں تک کے ان کا دھندلا عکس بھی نظر آنا ختم ہو

گیا۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کے رخسار پہ بہنے لگے۔

"کیا ہوا بیٹے وہ آدمی تنگ کر رہا تھا آپ کو۔۔۔؟" بوڑھے ڈرائیور نے اس مہذب سی لڑکی کو یوں روتے دیکھ پوچھا۔

"نہیں وہ میرے بابا ہیں" وہ جلدی سے اپنی حالت پہ قابو پاتے بولی۔

"اچھا آپ پریشان نہ ہوں اللہ آپ کی پریشانی دور کرے"

"آمین" ان کے اس قدر خلوص پہ ایک دفعہ پھر سے آنکھیں بھر آئیں۔

****

"ارے خالہ بسم اللہ آئیں آئیں" وہ خوشگوار لہجے میں بولیں۔

"بس بس زلیخا یہ ڈرامے کسی اور کو دکھانا میں بس تجھے یہ بتانے آئی ہوں جو تو نے میری بچی کے ساتھ کیا ہے نا ایسے کوئی دشمن کے ساتھ نا کرے" وہ بے لچک لہجے میں بیں۔

"خالہ کیسی باتیں کر رہی ہیں بیٹھیں تو سہی بات تو بتائیں ایسا کیا کہا ہے آپ سے بالی نے جو آپ اس قدر خفا ہیں"

"تم اچھے سے جانتی ہو بالی بات کو کم تو کر سکتی ہے مگر اس طرح بیان نہیں کر سکتی کہ کسی کا دل دکھے مگر تیری فطرت سے میں بخوبی واقف ہوں تو نے جو کہنا تھا ارے مجھ

سے کہتی میری بچی کو گھر سے اس طرح نکال دیا میں سب جانتی ہوں اب دوبارہ تیرے گھر میں قدم رکھ جاؤں تو عرشاں نام نہیں میرا چل ریان"

"دادو میری بات سنیں ایسا نہیں ہے وہ سب" بخت جلدی سے وضاحت دینے کو بولی۔

"بس بس اللہ نیک نصیب کرے تیرے تجھ سے کوئی گلہ نہیں" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھتے دعا دے کر سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"دادی جان ایک دفعہ بات تو سنیں" ان کے دوٹوک انداز پہ وہ منمناتی ہی رہ گئی۔

"دادی جان" وہ پکارتی رہی مگر وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر وہاں سے چلی گئیں۔ اور اسی لیے وہ اب بالی کا سامنا کرنے سے گریز کر رہی تھی۔

"دیکھا تم نے کس قدر زہر بھرا اس نے خالہ کے ذہن میں حد ہے کم از کم کچھ تو لحاظ کر لیتی بد لحاظ کسی پلے کو بھی دو سال گھر پہ رکھیں وہ بھی قدر کرتا ہے مگر یہ انسان۔۔۔" وہ تاسف سے بولیں آنکھوں سے آنسو بہاتی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ پیچھے بخت ان کا دکھ بھرا چہرہ دیکھتے کشمکش کا شکار ہوئی۔

موبائل فون کی تیز ٹیون پہ وہ اس خیال سے نکلی۔

سسٹر کالنگ دیکھ کر آنکھیں موندیں فون سائیلنٹ پہ کر کے کروٹ لے گئی۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ منظر گھوما جب اظہر بالی کا ہاتھ تھامے اسے بہت محبت پاش نظروں سے دیکھتے کچھ سمجھا رہا تھا اور بالی بدلے میں اپنا ہاتھ کھینچ کر اس تیز تند نظروں

سے دیکھ کر وہاں سے نکل گئی۔

"السلام علیکم۔۔۔!" وہ مسکرا کر بولی۔

"وا علیکم السلام تم یہاں۔۔۔۔؟" وہ بوکھلایا۔

"ہمم آپ لوگ یہاں۔۔۔؟"

"ہاں یار بالی نے کافی انسسٹ کر کے بلایا یہاں، وہ کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا چاہتی تھی مگر میں نے اسے سمجھایا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو غصہ کرنے لگی میں نے بہت پیار سے اسے سمجھانا چاہا یار مگر نجانے کیوں تمہارے ذکر پہ اس قدر غصہ کرتی ہے اب دیکھو پہلے اتنی منتیں کر کے بلایا مگر تمہارا ذکر سنتے ہی یوں غصہ کر کے چلی گئی" اس کے چہرے پہ غصہ خفگی شرمندگی کیا نہ تھا۔

"خیر تم۔۔۔تم یہاں اس وقت۔۔۔۔؟ آؤ بیٹھو کافی پیو گی۔۔۔؟"

"نہیں میں امی کے ساتھ آئی تھی چلتی ہوں"

"بخت۔۔۔تم تم مجھ پہ بھروسہ تو کرتی ہو نا۔۔۔۔؟" اس کے لہجے میں امید تھی۔

"ہاں" وہ پلکیں جھپک کر مسکرا دی اسی پل اظہر کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری گہری مسکراہٹ۔

"شکر الحمدللہ" وہ مزید کھل کر مسکرا دیا۔ بخت الوداعی نظر اس پہ ڈالتی آگے بڑھ گئی۔

"بخت۔۔۔! سو رہی ہو۔۔۔؟" انوشہ نے دروازے سے جھانک کر پوچھا۔

Urdu Novels Ghar

"نہیں آجا" وہ وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔

"کیسی ہو۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں تو سنا"

"میں بھی فٹ۔۔۔ بالی سے بات نہیں ہوتی تیری۔۔۔؟"

"نہیں"

"کیوں یار تجھے اندازہ ہے کتنی پریشان تھی وہ تیرے لیے تیری شادی کا بتایا میں نے اسے اتنی دعائیں دے رہی تھی وہ، بخت آخر ہوا کیا ہے تمہیں کیوں تم اس سے بات نہیں کر رہی۔۔۔؟ وہ پریشان ہے تمہارے رابطہ بند کرنے سے"

"تو وہ گھر بھی تو آسکتی ہے نا" وہ دکھ سے بولی۔

"ہوا کیا ہے آخر بتاؤ مجھے وہ پیار سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی تو بخت اس کے گلے لگ کر رونے لگی۔

"کاش بالی ایسا نہ کرتی میں تو اسے اپنی بھابھی بنانے تک کا سوچ لیا تھا یار انو" وہ روتے ہوئے بولی۔ انوشہ کا رنگ ایک لمحے کے لیے فق ہوا اگلے لمحے وہ سنبھل گئی۔

"کیا کیا ہے اس نے بتاؤ مجھے"

"وہ اظہر سے باتیں کرتی ہے ملتی ہے اس سے میں نے خود دیکھا اسے"

"بخت تم جانتی ہو بالی ایسی ویسی نہیں ہے تم تو اسے اچھے سے جانتی ہو یار"

"تو پھر کیا سمجھوں میں یہ سب میں نے خود اسے اظہر کے ساتھ ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا اپنی آنکھوں سے وہ بالی ہی تھی میں غلط نہیں کہہ رہی"

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم غلط ہو لیکن ضروری نہیں جو تصویر کا رخ تم دیکھ رہی ہو وہ ہی سو فیصد حقیقت ہو"

"تو پھر کیا کروں۔۔۔؟"

"بات کرو اس سے سمپل"

"اتنا سمپل نہیں ہے۔۔۔ اگر اس نے اظہر کو جھوٹا قرار دے دیا تو۔۔۔۔؟میں اپنی محبت کو کھونا نہیں چاہتی" وہ پھر سے رو دی۔

"بخت" انوشہ ششدر سی اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔

"اچھا بس میری بات سنو تم بس اس سے بات کرو اس ٹاپک پہ نہ کرنا کوئی بھی بات میں جانتی ہوں تم خود بھی اس سے اداس ہو یوں ہی بخار میں تپ نہیں رہی اتنے دن سے"

"وہ میری بہن تھی انو میں کیسے اسے بھول جاؤں مگر اس نے ایک دفعہ بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی" اس نے گلہ کیا۔

"یہ بھی جھوٹ ہے اس نے بہت کوشش کی مگر تم ہمیشہ پہلے ہی اس کی کوشش کو ناکام بنا دیتی تھی وہ ہر پیپر کے بعد کئی کئی گھنٹے ویٹ کرتی رہتی تھی مگر تم چلی جاتی تھی اسے چھوڑ کر"

"وہ گھر آسکتی تھی" اس نے نظریں چرائیں۔

"تم بھی جانتی ہو بخت اس کی اپنی جاب ہے ہر انسان کی اپنی سو مصروفیات ہوتی ہیں مگر وہ اس سب کے دوران بھی یاد رکھتی ہے"

"تو کیا احسان کرتی ہے۔۔۔؟" وہ دکھ سے بولی۔

"اچھا بھئی بس تم۔۔۔"

"میں نہیں کروں گی اس سے بات، کبھی نہیں، میں کسی قیمت پہ اظہر کو کھونا نہیں چاہتی" اس کی آواز میں خوف ہلکورے لے رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھئی جو مرضی کرو لیکن پلیز یہ مریضوں والی جو حالت بنا رکھی ہے اس سے نکل آ اگلے ہفتے شادی ہے تیری بھئی زرا چل کر" وہ اب کے اس کا موڈ فریش کرنے کو بولی کیوں کہ اسی مقصد کے لیے زلیخا نے اسے کال کر کے بلایا تھا۔

"حاصل تم مجھے پہلے بھی نہیں تھے"

"کھویا میں نے تمہیں آج بھی نہیں ہے"

****

"کیوں مام آخر آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہا۔۔۔؟ ابھی نہیں کرنی مجھے یہ شادی" وہ پھر

گیا۔

"لیکن کیوں تم ہامی بھر چکے تھے اب ایسا کیا ہو گیا ہے جو"

"مام۔۔۔ مام۔۔۔ !" وہ تحمل سے بولا۔

"ابھی کچھ کام ہے مجھے پہلے وہ کرنا ہے جب تک وہ کامیاب نہیں ہو جاتا مجھے یہ شادی نہیں کرنی بس اب آپ مجھے بخت کے گھر جانے پہ فورس نہیں کریں گی"

"میں کہہ چکی ہوں زلیخا کو کہ ہم آرہے ہیں ڈیٹ فائنل کرنے اب انکار نہیں کرنے والی میں" وہ دو ٹوک انداز میں برا گئیں۔

"ٹھیک ہے میں آپ کو بنا بتائے گھر سے نکل جاؤں گا پھر جو دل میں آئے کرتی رہیے گا"

"اظہر۔۔۔ !؟" وہ بے یقینی سے دیکھ کر بولیں مگر وہ رخ موڑ گیا۔

"ٹھیک ہے پھر جب میرے مرنے کی خبر ملے تو گھر نا آنا اور سشمہ کو میں کہہ دوں گی تمہیں میری میت کے قریب بھی نہ آنے دے" وہ اپنی بات کہہ کر سیڑھیاں چڑھ گئیں۔ پیچھے وہ کنشول پہ پڑا خوبصورت واز اٹھا کر زمین پہ پٹخ گیا۔

کچھ دیر گہرے سانسیں لے کر خود کو پرسکون کرتا وہ موبائل پہ نمبر ڈائل کرتا کان سے لگا گیا۔

"ہاں وا علیکم السلام۔۔۔ !"

"ٹھیک۔۔۔ مجھے تمہیں کہنا تھا یار ابھی وہ کام پینڈینگ پہ ہے میں تجھے کچھ دن میں بتاتا

Urdu Novels Ghar

ہوں کہ کب کرنا ہے اور کس طرح سے"

"او کے بائے۔۔۔!"

****

"کب سے کالز کر رہی ہوں تمہیں عکاشہ کچھ احساس ہے تمہیں۔۔۔؟ تم جانتے ہو حنا کتنی حساس ہے پھر یہ لاپرواہی حد ہوتی ہے" وہ اس کے ساتھ تیز تیز چلتیں حنا کے کمرے تک آئیں جہاں حنا ابھی تک اپنی گڑیا سے سر ٹکائے رونے میں مصروف تھی۔

عکاشہ کو دیکھتے اس کے رونے میں مزید شدت آئی۔

"کہاں لگی ہے چوٹ۔۔۔؟" اس کے پوچھنے پہ اس نے اپنی تھوڑی اٹھا کر دکھائی پھر کہنی اور پھر پیر جہاں اچھی خاصی خراشیں آچکی تھیں۔

"بابا مجھے اب کبھی پارک نہیں جانا میں بس گھر پہ ہی کھیلوں گی وہاں لوگ بہت برے ہیں" وہ روتے ہوئے عکاشہ سے لپٹی۔

"ششش بس یو آر آ بریو گرل اس طرح سے نہیں روتے"

اس کی اس معصوم ادا سے فوراً تنزیلہ کی یاد آئی۔

"ہاہاہاہا۔۔۔!" اس کا زندگی سے بھرپور قہقہ فضا میں بلند تھا۔

"کوئی احساس نہیں تمہیں میرا کتنی بری چوٹ لگی ہے مجھے اور تم ہنس رہے ہو" اس کی آواز میں واضح خفگی تھی۔

"لیک ویو کی ناہموار پتھریلی روش پہ ہیلز پہن کے یوں اندھا دھند بھاگو گی تو یہ تمہیں جھولے تو نہیں جھلائے گی ہاہاہاہ" وہ ہنستے ہوئے اس کے قریب بیٹھا۔ پاس سے گزرتے سیاحوں نے ستائشی نظروں سے اس نوجوان جوڑے کی محبت کو دیکھا۔

"دکھاؤ کہاں لگی ہے چوٹ۔۔۔۔؟" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"یہاں" وہ اپنی بازو الٹ پلٹ کر اسے دکھانے لگی۔

"یہاں بھی" اپنے ٹخنے پہ لگی ہلکی سی مٹی کو بھی اس نے چوٹ کا نام دیا۔ عکاشہ نے مٹی انگوٹھے سے صاف کی اور اسے دیکھا جو اب خفا نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہاہاہاہاہاہا" عکاشہ کا قہقہ بے ساختہ بلند ہوا۔

"کم آن تانی اٹھو۔۔۔۔آؤ بینڈیج کروانے چلیں ہاہاہاہ" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کر گیا۔

"بس بس جاؤ مجھے بات نہیں کرنا تم سے" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھی اور پیچھے وہ ہنستے ہوئے اس کے پیچھے چل دیا۔

ابھی وہ چار پانچ قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ پھر سے پیر پھسلا مگر عکاشہ نے بر وقت اس کو کندھے سے تھام کر گرنے سے بچایا۔ اور وہ پلٹ کر اس کے سینے سے لگ کر بازو پہ تھپڑ

رسید کر گئی۔

"بہت برے ہو تم"

"ہاہاہاہا ابھی بھی اتار دو یہ ہیلز"

"اتار کر کہاں رکھوں گی۔۔۔؟"

"خادم خاص ہیں ناں آپ کے جوتے اٹھانے کو" وہ سر کو خم دے کر سینے پہ ہاتھ رکھتے بولا تو وہ ہنس کر اپنے جوتے اتار کر اسے پکڑا گئی۔

"آئندہ میں کبھی ہیلز پہن کر باہر نہیں نکلوں گی یہاں کے راستے بہت برے ہیں" وہ رونی شکل بنا کر بولی۔

حنا کی آواز اسے ماضی کے جنگل سے نکال گئی۔

"بابا جان آپ کو کام چھوڑ کے آنا پڑا میری وجہ سے۔۔۔؟ ایم سوری" وہ شرمندہ نظر آنے لگی۔

"کوئی بات نہیں آپ ٹھیک ہیں اب۔۔۔؟ درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟"

"نہیں" اس نے سر نہ میں ہلا کر یقین دلایا۔

"واہ بھئی پچھلے دو گھنٹوں سے رو رو کے برا حال کر رکھا تھا، اپنا بھی ساتھ میرا بھی اب بابا جان کے آتے ہی درد ختم ہو گیا" زرتاج بیگم نے سر تاسف سے ہلایا وہ واقعی اس کے مسلسل رونے سے پریشان ہو گئی تھیں۔

"حنا درد کی ودا (وجہ) سے نہیں روئی" فرہاد جو کب سے سب کی کاروائی خاموشی سے دیکھ رہا تھا سب پہ انکشاف کر گیا۔

"تو کیوں روئی ہے۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے چونک کر پوچھا۔

"اس بچے کی ماما کو دیکھ کے۔۔۔ دب (جب) اس بچے نے حنا کو دولے (جھولے) سے گرایا تھا تب حنا نے بھی اس لڑکے کو مارا تھا روئی نہیں تھی پھر دب بس اس کی مام بچے سے پیار کر رہی تھی اور اسے لے کر وہاں سے چلی گئی تو حنا رونے لگی آئی تھنک۔۔۔۔ شی مسڈ ہر مدر" وہ سارا واقعہ سنا کر اپنی رائے دے گیا۔

اس کی بات پہ حنا کسی مجرم کی طرح سر جھکا کر پھر سے خاموشی سے رونے لگی۔ جبکہ زرتاج بیگم نے ایک جتاتی نظر عکاشہ پہ ڈالی جو حنا کو مزید سینے میں بھینچ گیا تھا۔

"اچھا چلو اب ریسٹ کرو بابا فریش ہو کر سب کے ساتھ ڈنر کریں گے پھر ہم آئسکریم کھانے چلیں گے اوکے۔۔۔؟" وہ حنا سے پوچھنے لگا تو وہ نم آنکھوں سے سر ہلا گئی۔

اس کے سر پہ بوسہ دیتا وہ باہر نکل گیا۔

"عکس رخصت ہوئے آئینے رہ گئے"

"زادِ عُمرِ رواں، تذکرے رہ گئے"

"ایک سہمی ہوئی شب کی آغوش میں"

"لمسِ بے نام کے ذائقے رہ گئے۔۔۔۔۔!"

****

فریش ہو کر وہ بال تولیے سے صاف کرتا شیشے کے سامنے آیا۔

"آئی تھنک شی مس ہرمدر" فرہاد کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ایک منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ ایک دفعہ جب وہ ریسٹورنٹ سے واپسی پہ اس سے ٹکرایا تھا۔

"اوہ ہائے مس سخاوت۔۔۔!" وہ شدید غصے میں لگ رہی تھی۔

"کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ دیکھ کے چل نہیں سکتے آپ۔۔؟ یا آپ نے بھی باپ کی سڑک سمجھ رکھا ہے" وہ پھاڑ کھانے کی حد سے بھی اگلے درجے کا کوئی انداز تھا اس کا۔

"مس یہ سڑک نہیں۔۔۔۔ اور آپ زرا تمیز سے بات کیا کریں" وہ پارکنگ ایریا دیکھ کر بولا شاید اسے احساس دلانا تھا کہ وہ سڑک پر نہیں ہے۔

"اوہ بھائین مجھے نا فضول باتیں سننے کی عادت نہیں اس لیے آئندہ اگر میرے راستے میں آئے تو بہتر ہو گا راستہ بدل لینا ورنہ اس سے بھی برا رویہ اختیار کروں گی" وہ انگلی اٹھا کر وارن کر گئی۔

اور پھر جب آخری دفعہ اس سے ملا تھا۔۔۔۔

وہ سر جھکائے سڑک کے کنارے جا رہی تھی.بیگ کہنی پہ ٹکائے وہ اردگرد سے بے نیاز اپنے چلتے پیروں پہ نظر ٹکائے نجانے کس منزل کی جانب رواں تھی۔ عکاشہ نے گاڑی کی سپید کم کر کے بالکل اس کے پاس لا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

"مس سخاوت۔۔۔؟" اس نے جیسے تصدیق کی تھی۔

وہ چونک کر پلٹی اس پہ نظر پڑتے ہی ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔ اگلے لمحے وہ نخوت سے سر جھٹک کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ عکاشہ کو اس کا یوں نظر انداز کرنا نجانے کو سلگا گیا تھا۔گاڑی وہیں ایک طرف روک کر وہ اس کے سامنے آرکا۔

"جی کیا مسلہ ہے آپ ساتھ۔۔۔؟ کہا تھا نا اگلی دفعہ جب دیکھیں مجھے تو راستہ بدل لینا مگر نہیں آپ تو نہایت کوئی ڈھیٹ انسان ہیں اب اگر میں نے ہی نظر انداز کر دیا تھا تو بھی پیچھے آ گئے" تند لہجے میں کہتی وہ اسے مزید سلگا گئی۔ مگر اس کی بات سمجھتے وہ چونکا۔

"تم بھاگ رہی تھی مجھ سے۔۔۔۔؟" وہ حیران ہوا۔

"جی بالکل اب پتہ چل گیا۔۔۔؟ تو مہربانی فرمائیں" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے جانے کو راستہ چاہا۔

"تو پھر یہ کوشش چھوڑ دو کیونکہ جس چیز سے ہم بھاگتے ہیں وہ بار بار ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے تم جتنا مجھ سے دور بھاگو گی میں تمہیں اتنا ہی تمہارے قریب ملوں گا" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے گویا ہوا۔

"اوہ بھائی۔۔۔۔جان چھوڑو کیوں الجھ رہے ہو مجھ سے پیچھے ہی پڑ گئے ہو میرے پاس پہلے ہی بڑے کام ہیں کرنے کو" وہ تیز نظر اس پہ ڈال کر آگے بڑھ کر ٹیکسی روکنے لگی۔

عکاشہ کو احساس ہوا وہ خواہ مخواہ اس سے الجھ رہا تھا۔

"کیا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا؟ کیا یہ سب صرف میرے دماغ کا ہی فتور ہے۔۔۔۔؟" مسلسل اس کو ہی سوچتے وہ تھک کر صوفے پہ جا بیٹھا۔ دروازے کی دستک پہ وہ اپنی سوچیں جھٹک کر سیدھا ہوا۔

"یس کم اِن"

"اماں جان میں آ ہی رہا تھا" بس وہ کھڑا ہوا۔

"عکاشہ۔۔۔!"

"جی اماں جان کہیں۔۔۔۔؟"

"بیٹا کچھ سوچو اس بارے میں پلیز"

"کیا سوچوں اماں جان مجھے تو خود سے خوف آتا ہے اور پھر دو بچوں کے باپ کو بھلا کوئی کیسے ایکسیپٹ کرے گی"

"یہ کوئی اتنی بڑی خامی نہیں ہے بیٹا دیکھنے والے اور بھی بہت کچھ دیکھتے ہیں تم بس ایک دفعہ ہاں تو کرو خاندان بھر کی لڑکیاں پڑی ہیں" اس کے انداز میں لچک دیکھتے وہ شفقت

سے بولیں۔

"نہیں اماں جان پلیز ابھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیے گا"

"لیکن۔۔۔کیوں۔۔۔؟کوئی پسند ہے۔۔۔؟ اگر ایسا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مجھے ملواؤ اس سے میں۔۔۔"

"پلیز اماں جان آپ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں پر سکون ہو جائیں ایسا نہیں ہے اور جب بھی ہو گا آپ کو بتا دوں گا اب چلیں پلیز بچے ویٹ کر رہے ہوں گے ڈنر پہ" وہ ان سے زیادہ شاید خود کو پرسکون کر رہا تھا۔

****

تکیے پہ نم بال پھیلائے وہ ایک لٹ کو انگلی پہ لپیٹتی پھر اسے چھوڑ کر اک نئی لٹ انگلی پہ لپیٹتی اسے چھوڑتی اور پھر ایک اور۔۔۔وہ نجانے کس گہری سوچ میں گم تھی۔ اس کے سنہری آبشار سے بکھرے بال دیکھ کمرے میں آتی دادی نے دیکھ دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا۔

"شکر ہے بھئی تم آئی ہو تو اس کمرے سے دوائیوں کی بو بھی ختم ہوئی" وہ اس کی دوسری جانب آبیٹھیں۔

"تونے تو میرا کمرہ مہکا دیا بالی کتنا اچھا محسوس ہو رہا ہے آج، یہاں آ میرے پاس" وہ خوشی سے بولیں تو وہ ان کی گود میں سر رکھ گئی۔

کل رات ہی سفیر صاحب اسے گھر لے کر آئے تھے اور بالی کو باپ کی زرا سی توجہ ہی تو چاہیئے تھی جسے پاتے ہی وہ اپنے خواب اپنی منزل سب چھوڑ کر ان کے ساتھ واپس چلی آئی تھی۔ دادی کے تو خوشی سے پیر زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے۔ باقی سب ویسے ہی تھے جیسے ہمیشہ ہوتے، اس جی ذات سے بے غرض بے نیاز اس کے ہونے نا ہونے سے کسی کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ ریان اور فاطر البتہ خوش اخلاقی سے ملے تھے، وہ بھی اتنے میں ہی کافی خوش تھی۔ زینب کے کمرے کی بجائے اس نے دادی کے ساتھ ان کے کمرے میں ہی ٹھہرنے کا فیصلہ کیا تھا ریان تو اس کا کمرہ خالی کر رہا تھا مگر اس نے خود اسے منع کر دیا تھا وہ دادی کے ساتھ ہی رکنا چاہتی تھی۔ رات بھر ان کے کمرے سے اٹھتی دوائیوں کی بو سے وہ سو نہیں پائی تھی اور صبح اٹھتے ہی بستر دھوپ میں ڈال کر چھت سے دروازے کے باہر تک کونے کونے کو صاف کر کے چمکا ڈالا تھا تمام کورز اور پردے دھو کر اب دوبارہ سیٹ کر کے نہ صرف بو ختم ہوئی تھی بلکہ کمرہ تازہ کلیوں اور گلاب کی ہلکی سی خوشبو سے مہک اٹھا تھا۔

"میری بالی، میری بچھڑی" وہ اس کے سر پہ بوسہ دے کر محبت سے بولیں۔

"دادی آپ نے میرا نام بالی کیوں رکھا تھا۔۔۔۔؟" وہ منہ بسور کر بولی۔

"کیونکہ۔۔۔۔ جب تو پیدا ہوئی تھی تو بالکل شہد جیسی تھی اتنی پیاری تھیں تم کہ نرس نے جب تمہیں مجھے دیا میں نے تمہیں گود میں لیتے ہی چوم لیا تھا"

"بنا اذان دیے ہی۔۔۔؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں آں"

"یخخ..... دادو" وہ بری سی شکل بنا کر بولی۔

"ہاہاہاہا' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"تمہارے بابا نے جب تمہارے کان میں اذان دی تھی تو وہ بھی کتنی ہی دیر تمہیں یوں بت بنا دیکھتے رہے تھے پھر تمہارے ماتھے پہ بوسہ دے مجھے پکڑا گیا"

"اچھا۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"لیکن بابا تو مجھے کبھی بھی توجہ نہیں دیتے تھے نہ کبھی بھی میرے ساتھ بات کرتے تھے"

وہ حیران ہوئی۔

"ہمم بس اسی دن سے وہ تم سے دور رہنے لگا تھا مجھے لگتا ہے اسے ڈر تھا کہیں وہ تم سے محبت نہ کرنے لگے اور پھر ہو سکتا تھا وہ زینب سے بھی محبت کرنے لگتا کیونکہ یہ تو حقیقت ہے مرد اکثر اپنے بچوں کے توسط سے اپنی بیوی سے محبت کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہے"

"کاش ایسا ہو جاتا" وہ دکھی ہوئی۔

وہ خود بھی ٹھنڈی آہ خارج کر گئیں۔ پھر اسے سوتا دیکھ اس کے چہرے پہ آئی لٹوں کو سنوار کر بولیں۔

"تھک گئی ہو۔۔۔؟"

"ہوں" وہ نیند میں جا رہی تھی۔

"اتنا کام کیا ہے میری بچی نے" انہوں نے اس کے بالوں پہ بوسہ دیا تو وہ مسکرا دی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"چلو آجاؤ کھانا کھا لو پھر سو جانا"

"نہیں مجھے سونا ہے آپ جائیں کھا لیں میں صبح کھا لوں گی" وہ اپنے تکیے پہ سر رکھ کر کروٹ بدل گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی صبح کھا لوں گی آج کا کھانا کب کھاؤ گی"

"دادو پلیز یار سونے دیں مجھے ویسے بھی عادت ہے ایک دو میل مس کر دوں گی تو کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے" اس کی بات سن کر دادو کا رنگ فق ہوا۔

"بالی۔۔۔!" وہ صدمے سے بولیں۔

"اسی وجہ سے اسی وجہ سے تو اتنی کمزور ہو گئی ہے رنگت دیکھ اپنی کیسے پھیکی پڑ گئی ہے تیری یا میرے خدا۔۔۔ اٹھ" وہ صدمے سے بولتیں آخر میں اپنے جلالی روپ میں آئیں۔

"دادو" وہ چڑ کر بولی اسے سخت چڑ تھی سونے کے وقت کوئی اس طرح تنگ کرے۔

"میں کہندی پئی آں اٹھ جا بالی نئیں تے جتی لے کے آواں"

(میں کہہ رہی ہوں اٹھ جاؤ بالی ورنہ میں جوتا لے کے آؤں)

"میرا دل نہیں ہے" وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"تیرے دل نوں وی جتیاں دی کمی اے" وہ بھنا کر بولیں۔

(تیرے دل کو بھی جوتوں کی کمی ہے)

"اٹھ نال چل میرے بے ہدیتی نا ہوے تے" ان کا غصہ اب جلد ٹھنڈا ہونے والا نہیں تھا۔

(اٹھو میرے ساتھ چلو بے ہدایتی نا ہو تو)

وہ بے زار شکل بنا کر ان کے پیچھے چل دی۔

****

رات کا کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا جس کی وجہ فرخندہ بیگم کا مقدّ کافی خوشگوار تھا۔ ریان کی فرمائش پہ وہ چائے بنا کر سب کو ان کے کمروں میں دینے گئی۔

"اوہ شکریہ بجو"

"تمہارا بھی شکریہ آج واقعی ایسا لگ رہا ہے میں بھی اس گھر کا حصہ ہوں" وہ دل سے

مسکرائی۔

"بس خوش رہا کریں آپ ویسے بھی، آہمم آج کل آپ کو خوش رہنا چاہیے ورنہ چہرے پہ گلو نہیں آئے گا" وہ بتیسی دکھا کر بولا۔

"شرم کرو" وہ نظریں چراتی باہر نکلی۔

"اوففف شرمیلی لڑکی ہاہاہاہاہا" وہ قہقہ لگا گیا۔

"بدتمیز" وہ مصنوعی خفگی سے اسے گھور کر ٹرے لے کر سفیر صاحب کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"آخر آپ کو اب انتظار کس بات کا ہے اب لے لیں اس کے دستخط"

"ارے بھئی لے لوں گا ابھی اسے کچھ دن آرام کرنے دو"

"وہ کونسا ٹرین سرپہ اٹھا کر لائی ہے سفیر آپ بھی کمال کرتے ہیں ایک دستخط کی تو بات ہے" فرخندہ بیگم کی آواز پہ وہ دروازے کے پاس ہی رکی۔

"ایک دو دن میں خالہ جان ویسے بھی اس کے رشتے دیکھنے لگیں گی اور پھر جیسے ہی اچھا رشتہ ملا وہ فوراً شادی کا ارادہ رکھتی ہیں اس لیے کہہ رہی ہوں ابھی کاغذات پر دستخط لے لیں اس کی شادی کے ساتھ ساتھ ہم بھی اپنا گھر دیکھ لیں گے آپ سمجھتے کیوں نہیں ہمارے بچوں کے مستقبل کا معاملہ ہے"

بالی مسکراتے ہوئے دروازے پہ دستک دے کر اندر آئی۔ سب سے پہلی نظر فرخندہ بیگم

کے فق رنگت پہ گئی پھر سفیر صاحب پہ جو چونک کر اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"چائے۔۔۔۔!" وہ ٹرے ان کے سامنے رکھ کر وہیں ان کے سامنے گھٹنہ موڑ کر بیڈ پہ بیٹھی۔ فرخندہ بیگم بھی زرا سیدھی ہو بیٹھیں۔

"پتا ہے بابا سب کہتے تھے میں ذینب جیسی ہوں لیکن میں کہتی تھی نہیں میں ذینب نہیں ہوں میں اپنے بابا جیسی ہوں بے حس خود غرض لیکن نہیں بابا" وہ سسکی مگر اپنی اندرونی حالت پہ قابو پاتی بولتی رہی۔

"میں ذینب کی بیٹی ہی نکلی بابا، بے وقوف حساس آپ کی ذرا سی توجہ پہ کھل اٹھی تھی میں" وہ تلخ مسکراہٹ چہرے پہ سجائے جیسے اپنا مذاق اڑا رہی تھی۔

"ایک دفعہ آپ کے کہنے پہ بابا نے ذینب سے شادی کی تاکہ ان کی پراپرٹی سے آپ کا مستقبل روشن ہو سکے، بابا نے ان سے شادی کی ان کے غیر معمولی حسن سے بہک کر غلطی کی جس کی سزا میں ہوں" اس نے اپنے سینے پہ انگلی سے دستک دی۔ سفیر صاحب ششدر سے اس کے بڑے بڑے بول سنتے گئے نجانے کیوں وہ اسے چپ کروانے کی ہمت نہیں کر پائے تھے۔

"اور پھر ان کے سامنے اپنی خستہ حالی رکھی جو حساس دل ذینب نے دور کرنے کو اپنی تمام دولت جائیداد ان کے حوالے کر دی۔ آج آپ نے ذینب کی بیٹی کو استعمال کیا اپنے بچوں کا مستقبل روشن کرنے کو۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔" وہ فرخندہ کی جانب دیکھ کر

بولتی سفیر صاحب کی طرف مڑی۔

"آپ کو یہ تیر بابا کے تھرو نہیں چلانا چاہیے تھا خود کہہ دیتیں مجھ سے میں کر دیتی دستخط۔۔۔۔"

"میرے بابا کا مقام قدرت نے تعین کیا ہے میرے لیے اس مقام کو یوں ہی قائم رہنے دیتیں۔۔۔۔اور آپ کا مقام۔۔۔۔آپ نے قائم کیا ہی نہیں تھا کبھی" بائیں آنکھ سے آنسو لڑھک کر اس کی گال پہ گرا جسے سر جھکا کر وہ ہاتھ کی پشت سے صاف کر گئی۔

"خیر لائیں کاغذات سائن کر دیتی ہوں" اس کے کہنے پہ فرخندہ بیگم نے سفیر صاحب کو دیکھا جو نادم سے سر جھکا گئے۔ فرخندہ بیگم نے الماری سے کاغذات اور پینسل نکال کر اسے تھمائی۔

بالی نے دستخط کر کے انہیں پیپرز تھمائے۔

"اللہ آپ کے بچوں کو دنیا و آخرت میں کامیابیاں عطا کرے آمین" وہ ان دونوں کو دیکھتے مسکرا کر کہتی بے جان ہوتے قدموں سے باہر نکل گئی۔

سفیر صاحب بھی نجانے کیوں شرمندہ سے خود سے نظریں چراتے باہر نکل گئے شاید اپنی ہی بیٹی کے منہ سے اتنی بڑی حقیقت سن کر انہیں تکلیف ہوئی تھی اور پیچھے فرخندہ بیگم خاموشی سے وہ کاغذات الماری میں رکھ کر بیڈ پہ آ بیٹھیں مگر عجیب سے تھکن ہونے لگی تھی انہیں جسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

****

"بالی بیٹا نماز پڑھ لیا کرو" دادو جائے نماز تہہ کر کے سٹول پہ رکھتی بولیں۔

"اچھا"

"اچھا کیا۔۔۔؟ اب اٹھ جاؤ شاباش ورنہ یوں ہی سو جاؤ گی تم، اٹھو خدا کی طرف جانے میں دیر نہیں کرتے اس کی پکار پہ فوراً اس کی جانب بڑھا کرو"

"اللہ کی پکار۔۔۔؟"

"ہاں اللہ کی پکار یہ جو اذان ہے نا یہ اس کی طرف سے پکار ہی تو ہوتی ہے"

"اچھا۔۔۔۔ ! لاکھوں لوگ تو جاتے ہیں اس کی پکار پہ فوراً میرے نہ جانے سے کیا فرق پڑے گا" چھت پہ نظریں ٹکائے وہ بے دھیانی میں بولتی گئی۔

"استغفار لا حول ولا، کیا بول رہی ہو وہ رب ہے بے نیاز ہے اسے فرق نہیں پڑتا تیرے اس کی طرف جانے یا نا جانے سے یہ جو سجدے ہم پٹختے ہیں یہ ہم اپنے ہی مفاد کے لیے کرتے ہیں بیٹا ہم اس کے محتاج ہیں وہ تو مالک دو جہاں ہے رازق ہے خالق ہے اسے فرق نہیں پڑے گا ہاں مگر تو اس کے در پہ حاضری دے گی تو وہ تجھ سے خوش ہو گا تجھے اپنی رحمت کے حصار میں لے لے گا اس لیے اب اٹھ جا شاباش اور یہ جو باتیں کہیں

ہیں ان پہ توبہ بھی کر اٹھ جا" وہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر آخر میں سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"دادو آپ تو واعظ ہی بن جاتی ہیں پڑھتی ہوں نماز میں روز اور پانچوں نمازیں پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں" وہ منہ بسور کر بولی۔

البتہ دل میں اپنے الفاظ پہ شرمندہ ہوتی وضو کرنے گئی اور پھر کچھ دیر میں نماز ادا کرنے لگی۔ دادو نے شفقت بھری نگاہ اس پہ ڈالی اور مسکرا دیں وہ کافی خشوع و خضوع سے نماز ادا کر رہی تھی۔

"دادو پلیز یار سونے دیں مجھے ویسے بھی عادت ہے ایک دو میل مس کر دوں گی تو کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے" اس کی بات یاد آئی تو وہ کروٹ بدل گئیں۔

"یا اللہ میری بچی کے نیک نصیب فرمانا اچھے انسان کا ساتھ عطا کرنا آمین" دل ہی دل میں دعا کرتیں وہ آنکھیں موند گئیں۔

"یا اللہ تو ہی میرا معبودِ حقیقی ہے واحد و یکتا ہے لا شریک ہے بے نیاز ہے میں تجھ پہ ہی یقین رکھتی ہوں میرے بے دھیانی میں بولے لفظوں پہ شرمندہ ہوں یا اللہ مجھے معاف فرما آمین یا اللہ میری ماما کی مغفرت فرما اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما آمین" پھر کافی وقت یوں ہی خالی ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

"یا اللہ عزت کی زندگی اور خاتمہ بالایمان عطا کرنا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آمین" چہرے پہ ہاتھ پھیر کر سینے پہ پھونک مارتی وہ جائے نماز رکھ کر بیڈ کی دوسری جانب لیٹ گئی۔

کافی دیر تک آنکھیں بند کر کے لیٹے رہنے پہ بھی نیند نہ آئی تو وہ خاموشی سے کمرے سے نکل کر لان میں چلی آئی۔

"تمہارے بابا نے جب تمہارے کان میں اذان دی تھی تو وہ بھی کتنی ہی دیر تمہیں یوں بت بنا دیکھتے رہے تھے پھر تمہارے ماتھے پہ بوسہ دے کر مجھے پکڑا گیا"

"لیکن بابا تو مجھے کبھی بھی توجہ نہیں دیتے تھے نہ کبھی بھی میرے ساتھ بات کرتے تھے"

"ہمم بس اسی دن سے وہ تم سے دور رہنے لگا تھا مجھے لگتا ہے اسے ڈر تھا کہیں وہ تم سے محبت نہ کرنے لگے اور پھر ہو سکتا تھا وہ ذینب سے بھی محبت کرنے لگتا کیونکہ یہ تو حقیقت ہے شوہر اگر بیوی سے محبت نہ کرتا ہو مگر۔۔۔ اکثر اپنے بچوں کے توسط سے اپنی بیوی سے محبت کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہے"

وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"اور میں ایمان لاتی ہوں تیرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ اور فرشتوں پہ اور آسمانی کتابوں پہ اور روز حساب پر (اس کی آنکھوں سے کئی آنسو گرے) اس بات پہ کہ اچھی اور بری تقدیر کا مالک تو ہی ہے"

"بے شک"

"آہمم تم یہاں۔۔۔؟" حیدر کی آواز پہ وہ بوکھلا کر مڑی۔

"ہاں"

"کیسی ہو۔۔۔؟" کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ مسکرا کر بولا۔

"ٹھیک ہوں' اس کے لہجے میں ہمیشہ کی طرح سختی سی تھی۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔؟"

"کیوں یہ صرف تم لوگوں کا گھر ہے میرا کوئی حق نہیں کہ میں اس گھر میں اپنی مرضی سے جہاں چاہوں چل پھر سکوں بیٹھ سکوں۔۔۔۔؟" وہ نجانے کیوں اس کے سوال پہ بپھر گئی تھی۔

"میرا ایسا تو کوئی مقصد نہیں تھا یار تم۔۔۔"

"اوہ حیدر مائنڈیور لینگویج مجھے ایسی بے تکلفی بالکل پسند نہیں"

"اتنے دن بعد ملی ہو وہ بھی یوں جھگڑا کرو گی۔۔۔؟" وہ شکوہ کر گیا۔

بالی اس کے انداز پہ گھبرا کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔پیچھے وہ لب بھینچے اس کی پشت دیکھتا رہا۔

****

سورج تقریباً ڈھلنے کو تھا جب وہ چھت پہ پڑی میز کے گرد بانس کی کرسی پہ پالتی مار کے آسمان پہ نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔

گھر میں آج سب معمول سے ہٹ کر تھا۔ ڈرائینگ روم کی صفائی کچن میں بنتے کھانوں کی مہک زینب کا کمرہ بالی کے کمرے کے طور پہ پیش کیا جانے والا تھا جس کو خاص طور پر دادی نے تیار کروایا تھا۔ ان کے مطابق بالی کی ہونے والی ساس اس کے کمرے سے ہی اس کے سلیقے کا اندازہ لگائیں گی۔ ہر وقت سست اور بلڈ پریشر کی مریضہ دادی آج ہر کام میں پیش پیش تھیں۔

جہاں یہ سب دیکھ بالی خوش تھی وہیں عجیب سی اداسی نے اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"ارے بھئی آپ کیا اداس حسینہ بنی بیٹھی ہیں۔۔۔؟" فاطر نے کُرکرے کا پیکٹ اس کی جانب بڑھایا اور خود بھی اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

اس کی بات پہ وہ مسکرا کر اس کا پورا پیکٹ پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اور فاطر منہ بسور گیا۔

"تم نے خود دیا ہے" وہ کندھے اچکا گئی۔

"اچھا بھئی لے لیں ویسے آپ نے بتایا نہیں اداس کیوں ہیں آپ۔۔۔؟"

"اداس نہیں ہوں"

"مکمل خوش بھی نہیں ہیں"

"آج مکمل خوش کون ہے۔۔۔؟ سب کسی نہ کسی جنگ میں لگے ہوئے ہیں کسی کی اپنی صحت کے لیے، کسی کی زندگی کو بہتر سے بہترین بنانے کے لیے ہے، کسی کی اپنے لیے

کسی کی اپنوں کے لیے بس ایک دوڑ لگی ہوئی ہے حاصل و لاحصل کی سب بس بھاگ رہے ہیں عجیب ہی نفسا نفسی کا عالم ہے ہر طرف" وہ سر جھٹک کر کرکرے کا ٹکڑا منہ میں رکھ گئی۔

"بس کچھ پل کے لیے اگر ہم رک جائیں جو لا حاصل ہے اس پہ صبر نہیں کر سکتے تو شکر ادا کر لیں اس ذات کا جس نے ہمیں ہمارے اعمال سے زیادہ نواز رکھا ہے تو یقین مانو اتنا سکون ملے گا جتنا لا حاصل کو حاصل کر کے بھی نہیں ملتا"

"آپ کمال کی باتیں کرتی ہیں بجو کاش آپ واقعی میری بہن ہوتیں یا ہم ہمیشہ یوں ہی ساتھ رہیں" وہ مسکرایا۔

"تم رابطہ رکھو گے تو ساتھ ہی رہیں گے" وہ ہنس دی۔

"ویسے آپ کی وہ کزن کیسی ہے لٹل گرل" اس کے چہرے پہ گہری مسکان تھی۔

"ہمم ٹھیک ہو گی ان شاء اللہ آج شادی ہے اس کی" وہ بڑی خاموشی سے آنکھوں میں آئی نمی کو چھپاتے فاطر کے سر پہ دھماکہ کر گئی۔

"ش شا۔۔۔دی۔۔۔؟ بخت آور کی؟" وہ حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا تھا۔

"ہمم" وہ بمشکل مسکرائی۔

"لیکن اس کی شادی اتنی جلدی کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔؟"

"بیس کی ہو گئی ہے وہ اور تم جانتے ہو اس عمر میں ہمارے خاندان میں لڑکیوں کی شادی

ہو چکی ہوتی ہے اگر ماما زندہ ہوتیں تو شاید میری بھی ہو چکی ہوتی" وہ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ کے پیچھے چھپے کرب کو جانچتے ہوئے بولی۔

"ہمم لیکن اس نے بتایا نہیں۔۔۔؟ مطلب آپ بھی نہیں گئیں۔۔؟"

"ہمم اسی لیے تو اداس ہوں لیکن تمہیں کیا ہوا۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟ مجھے کیا ہو گا" وہ مسکرایا۔

"بجو بھی کہتے ہو اور سمجھتے ہو مجھے پتہ نہیں چلے گا۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔۔؟ کیا پتہ نہیں چلے گا۔۔۔؟" وہ ماتھے پہ ہاتھ پھیر کر نظریں سامنے نظر آتے پنجرے میں رکھے طوطوں پہ ٹکا گیا۔

"وہی جو تم چھپا رہے ہو فاطر مجھے آئیڈیا نہیں تھا تم بخت کے لیے فیلنگز رکھتے ہو ورنہ میں تمہیں ضرور انسسٹ کرتی کہ تم تائی جان کو اس کا رشتہ لینے بھیجو یقین جانو مجھے کبھی اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے" وہ نجانے کیوں دکھی ہوئی۔

"کوئی بات نہیں شاید وہ میرے نصیب میں ہی نہیں تھی مگر اس نے کبھی بھی نہیں بتایا ایسا کچھ، میری بات ہوتی رہتی تھی اس سے بجو حیرت ہے وہ کبھی جان ہی نہیں پائی میری بے تکلفی" اس کے چہرے پہ کرب صاف نظر آرہا تھا۔

"تم نے اسے بتایا۔۔۔؟"

"یہیں تو غلطی ہو گئی" وہ دکھی تھا اور بالی اس کے دکھ کو بخوبی محسوس کر رہی تھی۔

"تم اسے بچی ہی سمجھتے رہے فاطر کھل کر بات کر لیتے"

"آپ کیسے دل کی ہر بات سمجھ لیتی ہیں بجو" وہ اپنی سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھ دکھ سے مسکرایا۔

"کاش میں سمجھ لیتی" کرکرے کا پیکٹ وہیں میز پہ پھینکتی وہ سیڑھیاں اتر گئی اور فاطر نے کب سے رکے آنسو بہائے۔

کمرے میں آتے ہی وہ بیڈ کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔

"کاش۔۔۔۔کاش میں سمجھ لیتی تو آج وہ اظہر جیسے دو غلے اور گھٹیا انسان کی بیوی نا ہوتی کاش۔۔۔۔ جس مسیحا کی تلاش کر رہی تھی کاش وہ مجھے پہلے ہی مل جاتا کاش تم مجھے زرا سا اشارہ کر دیتے فاطر" وہ ٹانگوں کے گرد بازوؤں کا حصار بنائے اس پہ سر پٹخ پٹخ کر رو دی۔

کچھ دیر پہلے ہی انوشہ نے ان دونوں کے نکاح کی تصویریں اسے واٹس ایپ کی تھیں۔

انوشہ ہر فنکشن کی اپ ڈیٹ دیتی رہی تھی۔

"بالی۔۔۔! بالی۔۔۔!" دادو نے اس کی ابتر حالت دیکھ اپنی چھڑی ایک طرف رکھتے بمشکل گھٹنوں کے بل اس کے پاس ہوتے اس کا سر اٹھایا۔

"کیا ہوا میری بچی میرا جگر کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے بتا مجھے۔۔۔؟"

وہ سر نہ میں ہلا کر آنکھیں پونچھنے لگی۔

"کیا ہوا ہے میرے جگر کے ٹوٹے کو بتا مجھے ہیں۔۔۔؟" وہ پریشان ہی پریشان تھیں۔

"کچھ نہیں دادو بس ایسے ہی بخت کی یاد آ رہی تھی"

"ارے جہنم میں جھونک اس کی یاد کو میں نے کیا سمجھایا تھا تجھے"

"دادو اگر کچھ دیر کے لیے ہی چلے جاتے تو کیا تھا۔۔۔؟"

"میرا بچہ تجھے بتایا تھا نا خاص مہمان آ رہے ہیں تجھے دیکھنے تو نے رو رو کے حشر بگاڑ لیا ہے میری جان نکال دی تھی اب اٹھ جا شاباش تیار ہو جا کسی بھی وقت مہمان آنے والے ہیں"

وہ سوں سوں کرتی شکوہ کناں آنکھوں سے دادی کو دیکھتی وہیں بیٹھی رخ موڑ گئی۔

"تیرے ان بلیک میلنگ شکووں سے میں نہیں ماننے والی اب اٹھ جا شاباش" وہ بیڈ کا سہارا لے کر کھڑی ہونے کی کوشش کرنے لگیں مگر لڑکھڑا گئی تو بالی نے بروقت انہیں سنبھالا۔

"دیکھ کے بڑی پھلن دیوی بنتی ہیں اپنی طرف سے" وہ بھی بدلہ چکا گئی۔ دادو کے چہرے پہ شفیق سی مسکراہٹ ابھری۔ گاڑی کے ہارن پہ وہ جلدی سے دوپٹہ درست کرتی اپنی چھڑی سنبھال گئیں۔

"لگتا ہے مہمان آ گئے ہیں چلو شاباش تیار ہو جاؤ فرخندہ لینے آئے گی لینے اچھا؟"

"ایک منٹ ویسے آپ یہ اتنا کیوں سج سنور رہی ہیں؟" وہ ابرو اچکا کر انہیں سر تا پیر دیکھنے

لگی۔

"یہ ہئیر اسٹائل یہ سونے کے جھمکے یہ کنگن یہ بے بی گلابی سوٹ، ہیں ہیں۔۔۔؟ گلابو خیر ہے آپ کو۔۔۔؟"

"کیا ہوا اچھی نہیں لگ رہی۔۔؟" انہیں فکر ہوئی۔

"اچھی تو لگ رہی ہیں لیکن سوچ سمجھ کے دادو آپ میری جانو ہیں یاد رکھیئے گا میرے دادا جان کی امانت ہیں آپ"

"درفٹے منہ تیرے بدتمیز ٹھہر جا" وہ اپنی چھڑی اس کی جانب بڑھاتیں کہ وہ بھاگ کر واشروم میں بند ہوئی۔

"بدتمیز" وہ مسکرا کر ڈرائینگ روم کی جانب چل دیں۔

****

سرخ پھولوں سے سجایہ مکمل ایش گرے اور آف وہائٹ کمرہ ہر طرح سے اپنی خوبصورتی منوانے کی کوشش پہ پورا اتر رہا تھا۔

گہرے سرخ روایتی عروسی لباس میں وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے اس کمرے میں اظہر کے انتظار میں اکیلی بیٹھی بور ہو رہی تھی جب فون پہ فاطر کا میسج جگمگایا۔

"شادی مبارک لٹل گرل"

"شکریہ"

"اب تو یہ لٹل گرل کا ٹیگ ہٹا دو شادی ہو گئی ہے میری" میسج پڑھ کر اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنسی چھپانے والے ایموجی کے ساتھ جواب لکھا۔ اس کے چہرے پہ بھی دلفریب مسکراہٹ تھی جو ہر نئی شادی شدہ لڑکی کے چہرے پہ ہوتی ہے نئی خوبصورت زندگی کے خواب دیکھتے ہوئے۔

"ہاہا یہ کبھی نہیں ہٹے گا" فوراً جواب آیا۔

"کل کو میرے بچوں کے سامنے بھی یوں کہو گے تو یہ میری انسلٹ ہو گی" وہ رونے والے ایموجی کے ساتھ ریپلائے کر گئی۔

اُدھر فاطر کا چہرہ تاریک ہوا تھا اس کی بات پہ۔

"تم نے بتایا ہی نہیں شادی کا"

"دادو کو کارڈ بھیجا تھا لیکن تم لوگ نہیں آئے"

"ہمم"

"او کے پھر بات ہو گی" دروازہ کھلنے پہ وہ جلدی سے آف لائن ہو گئی۔

"او کے"

آج کی رات طے تھا فاطر سو نہیں سکتا تھا۔

اظہر لڑکھڑاتا ہوا اس کے سامنے گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔

شراب کی بدبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو بخت نے بے اختیار اس کو دیکھا۔ اس کے سرخ ہوتی آنکھوں میں غصہ خفگی کرب کیا نا تھا اگر کچھ نہیں تھا تو وہ محبت تھی۔ وہ محبت جس کا وہ دعویدار تھا جو ہمیشہ بخت کو دیکھتے اس کی آنکھوں میں در آتی تھی، جس کو دیکھنے کے انتظار میں وہ کب سے نیند سے بے حال ہوتی جاگ رہی تھی۔

"ہونہہ۔۔۔۔" اس سے نظر ملتے ہی وہ تنفر سے بولا۔

"کیا ہے تم میں۔۔۔؟ یہ سفید رنگت۔۔۔؟ میک سے سجا چہرہ۔۔۔؟" وہ نخوت سے سر جھٹک گیا۔

بخت جو اس کی حالت سے ہی خوف زدہ ہو رہی تھی اس کے رویے پہ ششدر ہوئی۔

"آپ نے شر۔۔۔اب شراب پی ہے۔۔۔؟"

"ہاں پی ہے تو۔۔۔؟" وہ گھرک کر بولا۔

'آپ کو زرا سا بھی احساس ہے۔۔۔؟ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں اپ کا اور آپ۔۔۔؟"

"تو؟ تمہارے انتظار کا مداوا کروں۔۔۔؟ ہونہہ یہ سب خوش فہمیاں نوچ کر دماغ سے نکال دو تم۔بیوی ہو۔بیوی بن کر رہنا مجھے لوگوں کو سر پہ چڑھانے کی عادت نہیں ہے" وہ نشے میں سب سچ اگلتا اسے کتنی تکلیف دے رہا تھا اسے اندازہ بھی نہ تھا۔

"آ۔۔۔آپ تو کہتے تھے۔۔۔ محبت کرتے ہیں مجھ سے میری۔۔۔"

"محبت ہاہاہا" وہ قہقہ لگا اس کے سامنے لیٹ گیا کافی دیر ہنسنے کے بعد آنکھوں سے بہتے آنسو انگلی پہ چن کر اس کے چہرے کے قریب کر کے اس پہ اچھالے۔

"بہت ذلیل کرواتی ہے یار یہ محبت۔۔۔۔ اب مجھے ہی دیکھ لو کتنی محبت کی تھی اس سے مگر وہ۔۔۔ سمجھتی کیا ہے خود کو، مجھے۔۔۔ اظہر بھٹی کو ذلیل کیا مجھے کہتی ہے میں کمزور مرد ہوں جو اپنے جذبات پہ قابو رکھنا نہیں جانتا" اظہر کے چہرے پہ حقارت ہی حقارت تھی۔

"کک کون۔۔۔؟"

"تمہیں نہیں پتہ؟" وہ کہنی کے بل اٹھ کر اس کی آنسو بہاتی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"ن نہیں" اس نے سسکی لی۔

"تمہاری سو کالڈ بہن ہونہہ سمجھتی کیا ہے خود کو(*) سب کے سامنے ذلیل نہ کر دیا تو نام بدل دینا میرا" وہ لہجے میں نفرت سمو کر بولا۔

بخت کو لگا چھت اس کے سر پہ آگری ہو۔

"اب تم کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟" وہ اس کے گھٹنے پہ سر رکھ کر لیٹا۔

"مجھے روتی دھوتی لڑکیاں بالکل پسند نہیں سر دباؤ میرا بہت درد کر رہا ہے" وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولا۔

"ہہاخ" اگلے لمحے وہ زمین پہ جھکا اور بدبو دار مادہ پھولوں کے پتیوں پہ اگلنے لگا۔

بخت کی ٹانگوں پہ اس کا بھاری بازو پڑا تھا جس کی وجہ سے وہ ہل بھی نہیں سکتی تھی اسے لگا اس بدبو سے اس کا سانس بند ہو جائے گا۔

"ہاہ۔۔۔ !" کچھ دیر بعد وہ نڈھال سا چکراتے سر کو اس کی گود میں رکھ گیا۔

"اوففف میرا سر" وہ اپنے بال نوچنے لگا۔

"سر دباؤ میرا" وہ چیخا اس پہ۔

بخت نے کا سر دبانا شروع کیا۔ نرم انگلیوں کا لمس اپنے ماتھے پہ محسوس کرتے اس پہ غنودگی طاری ہونے لگی۔ اس کو پرسکون ہوتے دیکھ بخت نے اس کا سر تکیے پہ رکھا اور اپنی منہ پہ ہاتھ رکھ سسکی روکتی واشروم میں جا گھسی۔

****

ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہی بالی کی نظر سب سے پہلے شہرام پہ پڑی ایک پل کو اسے لگا جیسے تاریخ پھر سے دہرائی جانے والی ہے اس کے چلتے قدم مزید چلنے سے انکاری ہوئے تھے۔

"ماشاءاللہ۔۔۔ !" شہرام کی امی شازیہ بے ساختہ کہہ اٹھیں۔

"آؤ بیٹا وہاں کیوں کھڑی ہو" دادو کا لہجہ ممتا سے چور تھا انہوں نے محبت پاش نظروں سے دیکھتے کہا۔

پیچ کرتا کیپری پہ پیچ ہی دوپٹہ سلیقے سے سر پہ جمائے دادو کی آواز پہ سوچوں کے گرداب سے نکلی اور اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو معمول پہ لانے کے لیے گہرے سانس لیتی ان کے پاس بیٹھی۔

"اللہ نظر بد سے بچائے بہت پیاری پوتی ہے آپ کی مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا اتنی کم عمر ہے میرا مطلب ہے جب پڑھائی کا سنا تھا تو میرے ذہن میں کچھ اور ہی خاکہ تھا لیکن ماشاءاللہ بالی تو اس سے کہیں زیادہ حسین ہے" وہ وارفتہ نظروں سے دیکھتے بولیں۔

"کیا کرتی ہو آج کل بیٹا۔۔۔؟"

"کچھ خاص نہیں بس گھر پہ ہی ہوتی ہوں گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج" وہ شہرام کی اپنے گرد لپٹی نظروں کو بخوبی محسوس کر رہی تھی۔

"ماشاءاللہ۔۔۔!"

"آپ کو تو میں نے پچھلی دفعہ ہی سب بتا دیا تھا اپنے گھر بار کے بارے مزید آپ لوگ اپنی تسلی کروا لیں آپ کا حق ہے لیکن مجھے آج ہی اپنی بیٹی کو انگوٹھی پہنانی ہے"

"دیکھیں شازیہ بیٹا ابھی آپ لوگ ہمیں سوچنے کا وقت دیں کیوں سفیر۔۔۔؟" دادو نے سفیر کی طرف دیکھ کر رائے جاننا چاہی۔

"جی اماں جان بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں"

(تو کیا وہ لوگ پہلے بھی آ چکے تھے؟) بالی ان کی باتوں سے اندازہ لگانے لگی۔

"سفیر بھائی میں تو شادی کی تاریخ لے کر ہی جاؤں گی بس آپ کو جو چھان بین کرنی ہے آپ اپنے پور پر کریں لیکن بالی میری ہی بیٹی بنے گی یہ بات تو طہ ہے اور میں انگوٹھی پہنائے بغیر جانے والی نہیں چاہے مجھے کتنے ہی دن لگیں یہاں" وہ اٹل انداز میں بولیں۔

"میں کھانا لگاتی ہوں" فرخندہ بیگم بولیں۔

"میں بھی ہیلپ کرتی ہوں آپ کی" وہ نروس ہوتی بولی۔ شہرام نے پہلی دفعہ اس کا یہ شرمایا لجھایا روپ دیکھا تھا اور آج نئے سرے سے وہ اس پہ فدا ہونے لگا۔

کھانا کھانے کے بعد بالی کو چائے بنانے کا بول کر سب لاونج میں بیٹھ چکے تھے۔

"کیسے سوچ لیا تھا میں نے زندگی سہل ہو جائے گی۔۔۔ زندگی تو نام ہی امتحان کا ہے ایک ختم تو دوسرا شروع دوسرا ختم ہوا نہیں کہ تیسرا پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے اور پھر ایک ساتھ کئی امتحان" وہ ابلتی چائے کو دیکھ کر سوچتی چولہا بند کر کے چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

"میں زری پھپھو نہیں ہوں دادو میں آپ کی بالی ہوں" وہ لاونج میں آتے دادو کا خوشی سے دھمکتا چہرہ دیکھ کر سوچتی ایک نظر شہرام پہ ڈالی جو شوخ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ چائے رکھ کر واپس پلٹی مگر شازیہ کی آواز پہ اسے رکنا پڑا۔

"بالی بیٹا۔۔۔۔یہاں آؤ"

ان کی اس فرمائش پہ وہ دادی کی طرف دیکھنے لگی جنھوں نے آنکھوں سے ہی اشارہ کیا۔

"آنٹی ابھی بابا نے آپ سے وقت مانگا تھا نا" شازیہ نے اسے انگوٹھی پہنانے کے لیے ہاتھ پکڑا تو وہ سفیر صاحب کی طرف دیکھ کر بولی۔

"میری بات ہو گئی ہے ان سے انہیں کوئی اعتراض نہیں کیوں سفیر بھائی۔۔۔؟"

"جی جی اللہ میری بیٹی کے لیے یہ رشتہ مبارک کرے آمین"

"آمین" سب نے ہی مسکرا کر کہا جن میں سب سے واضح اور شوخ آواز شہرام کی تھی۔

شازیہ نے اس کی پیشانی پہ محبت سے بوسہ دیا اور اپنے ساتھ لگا گئیں۔

"بس اب اگلی دفعہ شادی کی تاریخ لینے آؤں گی میں" وہ پرجوش ہوئیں۔

پھر چائے کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے جبکہ بالی کا دل جہاں کچھ حد تک شہرام کی محبت پہ ایمان لے آیا تھا وہیں ایک نیا امتحان اس کی جان ہولا رہا تھا۔

"باقی سب تو ٹھیک ہے زمیں دار ہیں ذات صفات کے بھی اچھے ہیں اپنی ذات کے نہیں ہیں تو بھی مسلہ نہیں لیکن لڑکا میری بالی کی ٹکر کا نہیں ہے" دادو کے دل میں ابھی تک کسک چاقی تھی۔

"خالہ جان لڑکا برا نہیں ہے پڑھا لکھا ہے خوبرو ہے فیملی سسٹم بھی اچھا ہے دو بہنوں کا اکلوتا بھائی بہنیں بھی شادی شدہ ہیں باپ باہر کے ملک ہوتا ہے راج کرے گی بالی دیکھا

نہیں تھا آپ نے کیسے وارفتہ ہو رہی تھیں شازیہ اور پھر لاہور میں اچھی لوکیشن پہ گھر ہے گھر بھی کیا بلکہ بنگلہ کہیں" ان کی نظر میں ستائش ہی ستائش تھی۔

وہ سادہ سفید قمیض شلوار پہن کر باہر آئی تو فرخندہ بیگم اس کے پاس آئیں۔ دادو وضو کے لیے اب واشروم گئیں۔

"اللہ مبارک کرے یہ نیا رشتہ نیک نصیب کرے" وہ اس کی گال تھپتھپا گئیں۔ پھر اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر بولیں۔

"یہاں ہر کوئی اپنے خوابوں کو لے کر چل رہا ہے بالی ہر کسی نے اپنے لیے ایک منزل چن رکھی ہے جہاں پہنچنے کے لیے وہ جدوجہد کرتا ہے پھر اسے جو بھی راہ اختیار کرنا پڑے اپنی منزل کے حاصل کا جنون اسے کسی بھی راہ کا مسافر بنا دیتا ہے" وہ شاید تلافی کرنے کو بولیں۔

"لیکن ہم کوشش تو کر سکتے ہیں نا کہ جو راہ ہم اپنی خوشیوں اور بہتری کے لیے اختیار کریں وہ راہ دوسروں کے دل کو چیر کے نا گزرے" وہ اپنا دکھ آج بھی مسکراہٹ میں چھپا گئی۔

"میں نے برا تو تمہارا بھی نہیں سوچا تھا تم سفیر کی بیٹی ہو تمہیں تکلیف پہنچانا یعنی سفیر کو تکلیف دینا جو میں کبھی نہیں کرنا چاہوں گی ہاں مگر میں خود غرض ہو گئی تمہارا دل دکھا دیا مجھے امید ہے شہرام سے شادی کر کے تم بہت خوش رہو گی سب بھول جاؤ گی وہ

سارے دکھ جو تم نے دیکھے ہیں مجھے امید ہے سب بھول جاؤ گی ان شاء اللہ" وہ اس کے ہاتھ پہ دباؤ دے کر بولیں تو بالی ان کے گلے لگ گئی۔

"بس دعا کریے گا میرے لیے" وہ جو اس سے سخت سننے کو تیار تھیں اس کے مسلسل نرم رویے پہ شرمندہ ہوئی تھیں، اس کے اس برتاؤ پہ مسکرا اٹھیں۔

"ضرور" وہ اس کی کمر سہلا کر بولیں۔

****

"کیا کہا کسی حسین بدن پہ تو آمادہ نہیں ہوتا؟" "جانے دے یار اتنا بھی کوئی سادہ نہیں ہوتا"

"پگھل جاتی ہے قرب کی حدت سے اکثر پارسائی"

"وہ بھی بہک جاتا ہے جس کا ارادہ نہیں ہوتا"

ادھ کھلی کھڑکی سے سورج کی کرنیں پردوں سے چھن کر اس کے چہرے پہ اٹھکیلیاں کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر پپوٹے سوج کر اس قدر بھاری ہو چکے تھے کہ آنکھیں کھولنے سے بھی ان میں رگڑ محسوس ہو رہی تھی۔ کروٹ

بدل کر اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں تو دھندلے سے منظر پہ بخت کا بیڈ پہ آڑھا ترچھا وجود دکھائی دیا۔

گزری شب زفاف کا کوئی منظر اسے یاد نہیں تھا البتہ سلکی بے بی پنک ٹراؤزر شرٹ میں بخت کی بکھری سیاہ زلفیں اور چہرے پہ آنسوؤں کی واضح لکیریں دیکھ اس نے ہاتھ کی پشت سے اس کی گال کو سہلایا۔

" گڈ مارننگ سویٹ ہارٹ" اس کے کسمسانے پہ وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔ بخت اس کی آواز پہ جھٹ سے بیڈ سے اتری۔ ٹانگیں تو یوں بھی آدھی بیڈ سے نیچے ہی تھیں۔

اس حرکت پہ اظہر کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"آپ۔۔۔؟"

"ہاں میں۔۔۔۔کیوں کسی اور کو ہونا تھا کیا۔۔؟" وہ بد لحاظی کی حد پار کرتے بولا۔

"کیسی بات کر رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟" غصے اور شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

"آپ کی طبعیت کیسی ہے اب۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں میری طبعیت کو کیا ہونا تھا۔۔۔؟"

"آپ نے رات کافی ڈرنک کری تھی اس لیے آپ کی طبعیت خراب ہو گئی تھی" اس نے یاد دلایا۔ اگلے ہی پل اظہر کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

"کک کیا ڈرنک۔۔۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔۔۔؟" وہ بوکھلا کر بولا۔ وہ خشگمیں نظروں سے

دیکھتی رہی۔

"یار پتہ نہیں شاید دوستوں کی شرارت تھی" وہ ماتھا مسل کر بولا۔ اس کی بات نظر انداز کرتی وہ وارڈروب سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"بخت" وہ بھی اس کے پیچھے آیا۔

"یار پتہ نہیں تم کیا سوچ رہی ہو گی میں نے پتہ نہیں کیا بی ہیو کیا ہو گا" وہ سچ میں پشیمان نظر آ رہا تھا۔

"مجھے فریش ہو کر آنٹی کے پاس جانا چاہیئے" کہتی وہ واشروم میں جا گھسی۔

پیچھے وہ زوردار پنچ وارڈروب کے دروازے پہ مار کر موبائل کی طرف لپکا۔

"تجھے تو چھوڑوں گا نہیں میں عزیر فون اٹھا سالے (***)" جی بھر کر اسے گالیوں سے نواز کر موبائل بیڈ پہ پٹخ کر وہ بشریٰ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"مام مام"

"کیا ہو گیا ہے کیوں طوفان کی طرح نازل ہو گئے ہو۔۔۔؟"

"مام طوفان تو اب آنے والا ہے عزیر لوگوں نے کل شرارت سے مجھے شراب پلا دی۔۔۔۔"

"وہاٹ۔۔۔؟" ان کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں اس کی بات پہ۔

"مام مجھے نہیں پتہ میں نے کیا کیا، کیا کہا کیا ہوا لیکن بخت مجھے اس کا رویہ بہت سرد لگ

رہا ہے پلیز اب آپ ہی اس سچویشن کو سنبھالیں آپ کو ہی شوق تھا اس ننھی بچی کو بہو بنانے کا"

"اظہر یہ کیا بکواس ہے یہ کیسے ہوا کہ وہ لوگ تمہیں شراب پلا رہے تھے اور تمہیں پتہ ہی نہیں چلا" وہ سخت لہجے میں بولیں۔

"دکھ میں تھا میں غصے میں تھا نہیں پتہ چلا مجھے منع کیا تھا نا ابھی نا کریں یہ شادی لیکن نہیں سنی آپ نے میری بات اب بھگتیں" وہ صوفے پہ ڈھے سا گیا۔

"پلیز اظہر کچھ تو خیال کرو وہ پہلے دن کی دلہن ہے آج ولیمہ ہے تم لوگوں کا" وہ بے بسی سے گویا ہوئی۔

"تو کیا کروں۔۔۔۔؟" وہ دبے دبے غصے سے بولا۔ اس کے یوں کہنے پہ وہ اس کے پاس بیٹھ اس کا ہاتھ تھام گئیں۔

"جاؤ اس کے پاس جو رائتہ پھیلایا اسے تم ہی صاف کر سکتے ہو۔۔۔۔ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو تمہارے مستقبل کو لے کر بہت کچھ سوچا ہے میں نے اور ماں تو کبھی اولاد کا برا نہیں سوچتی۔۔۔ بالی صرف وقتی اٹریکشن ہے اور کچھ نہیں بخت وفا دار بیوی ہوگی تمہاری کچھ وقت گزرے گا نا تم لوگوں کا ساتھ تو وہ اچھی بھی لگے گی اور اس کے خلوص وفاداری اور محبت سے تم بھی اس سے محبت کرنے لگو گے۔۔۔ اور یہی حقیقت ہے یہی اس رشتے کی خوبصورتی ہے" وہ آرام سے سمجھانے لگیں۔

"وہ بہت نخرے کرتی ہے یار" وہ منہ بسور کر بولا۔

"یہ بھی ایک خاص ٹائم پیریڈ ہوتا ہے آہستہ آہستہ سب نارمل ہو جائے گا بس تحمل سے کام لو" ان کے اس قدر شفیق رویے پہ وہ سرد آہ خارج کرتا اپنے کمرے کی جانب مڑا۔

****

"کاش ہماری ماما بھی عائزل کی ماما کی طرح ہمارے ساتھ رہتیں ماما جان۔۔۔۔، بابا جان۔۔۔۔ہم سب ہیپی فیملی ہوتے ہینا فرہاد۔۔۔۔؟" حنا کی معصوم آواز پہ عکاشہ کے لاؤنج میں بڑھتے قدم رکے۔

وہ تھوڑی تلے ننھی سی ہتھیلی رکھ سکرین پہ نظریں جمائے بیٹھی اپنی گیم میں مصروف فرہاد سے مشورہ مانگ رہی تھی یا شاید اپنی خواہش بتا رہی تھی۔

وہ باقی بچوں سے مختلف تھی۔ ساڑھے چھ سال کی عمر میں وہ دوسرے بچوں کی طرح کھلونوں گیمز یا کپڑوں کی خواہش نہیں کرتی تھی اگر کبھی زرتاج بیگم یا عکاشہ کے ساتھ شاپنگ کے لیے جاتی بھی تو اسے صرف کتابیں چاہیے ہوتیں۔

"لیکن بابا جان کہتے ہیں ماما ہم سے پیار نہیں کرتیں اور اگر پیار نہیں کرتیں تو ان کا سات ہونا یا نا ہونا کوئی فرق نہیں پرتا" وہ مصروف سا جواب دے گیا۔

"ہاں یہی تو دکھ کی بات ہے" اس نے آہ خارج کی تو عکاشہ جہاں اس کی بات پہ دکھی ہوا وہاں اس کی معصوم اداس حرکتوں پہ مسکرا دیا۔

"لیکن جہاں بی تو کرتی تھیں وہ بھی اللہ کے پاس چلی گئیں" وہ آج کافی اداس لگ رہی تھی جب سے جہاں بی کا انتقال تھا وہ ماں کی کمی زیادہ محسوس کرنے لگی تھی۔

"آہمم" وہ گلا کھنکار کر خود کو موبائل پہ مصروف کرتا اندر داخل ہوا۔

"ہاں بھئی بچو کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟" اس نے موبائل دوبارہ جیب میں رکھا۔

"السلام علیکم بابا جان" وہ دونوں اس کی طرف بھاگ کر آئے تو وہ ان دونوں کو بازوؤں میں اٹھا کر دونوں کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"ہوم ورک کر لیا۔۔۔؟"

"جی بابا"

"ہمم میں سوچ رہا تھا کیوں نا آپ دونوں کو اب آفیشیلی سکول ایڈمیشن کروا دوں۔۔۔؟" فرہاد کے چہرے پہ صحیح معنوں میں بارہ بجے تھے۔

"حنا کیا خیال ہے۔۔۔؟"

"جی بابا مجھے تو کوئی مسلہ نہیں" وہ مسکرا دی۔

"اوکے ڈن۔۔۔۔ دین منڈے تک آپ لوگوں کا ایڈمیشن کرواتے ہیں اور ابھی ہم سب مل کے ڈرائینگ کریں گے"

"سچ بابا سب۔۔۔؟" حنا کھل اٹھی۔

"ہاں ہم سب" وہ یوں ہی انہیں بازوؤں پہ اٹھا کر ان کے کمرے کی جانب بڑھا۔

****

ولیمہ کا فنکشن بھرپور مسرتوں اور قہقوں میں گزرا تھا مگر وہ خاموش تماشائی سی بنی دوسروں کے قہقوں پہ مسکراتی کبھی سر جھکا کر آنکھوں میں آئی نمی کو چھپاتی تو کبھی اپنی قسمت پہ شکر کرتی اپنے منصوبے پر اٹل رہنے کا وعدہ کرتی وہ تقریب کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

"خوش ہے میری بچی۔۔۔؟" وہ اس کا دوپٹہ سنوار کر خوشی سے بولیں تو وہ مسکرا دی۔

"میں نے کہا تھا نا ماں کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا"

"ہممم" وہ اپنے ناخن کھرچنے لگی۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔۔ ہمیں نہیں پتہ ہوتا بخت کون شیر کی کھال میں بھیڑیا چھپا ہوتا ہے یہ دلفریب لہجے بہت خطرناک ہوتے ہیں اپنی جان و آبرو کی حفاظت کرنا اللہ نگہبان" بالی کی نصیحت اس کی سماعت پہ سوار ہوئی۔ کب زلیخا وہاں سے گئی اور اظہر اپنی تمام تر

وجاہت لیے وہاں اس کے پہلو میں آبیٹھا اسے اندازہ ہی نہ ہوا تھا۔

"گھر چلیں تھک گئی ہوگی ناں تم۔۔۔؟" اظہر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا، لہجے میں فکر محبت سموئے وہ آنکھوں کو شعلۂ جذبات بنا کر بولا۔

"ہاں مجھے گھر جانا چاہیئے امی اور دائم بھائی کے ساتھ چلی جاؤں گی آپ بھی کافی تھک چکے ہوں گے (جھوٹ فریب اور دھوکے کے بوجھ سے) آپ کو بھی آرام کرنا چاہیئے" وہ اس کی آنچ دیتی نظروں کو خود پہ برداشت کرتے بولی۔

"ہاں ہمیں اب چلنا چاہیے"

"نہیں۔۔۔ ہمیں نہیں مجھے اپنے گھر چلنا چاہیے۔۔۔۔" وہ ہنسا اس کی بات پہ۔

"میاں بیوی کے درمیان یہ اپنا اپنا کچھ نہیں ہوتا سب اپنا ہوتا ہے اور جہاں تم وہاں میں" وہ محبت سے چور لہجے میں بولا۔

بخت بغور اس کا چہرہ دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اظہر بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا۔

"اظہر مجھے آرام کرنا ہے اور پلیز کل سے پہلے مجھے ڈسٹرب نہ کریے گا مجھے امید ہے آپ میری بات کو سمجھیں گے آفٹر آل آپ 'محبت' کرتے ہیں مجھ سے اور آپ کے مطابق آپ کے لیے میری خوشی ہر چیز سے زیادہ اہم ہے" وہ بھی بظاہر مسکرا کر ہی بولی۔

"لیکن یہ تو رسم ہے نا"

"آپ کے لیے میں اہم ہوں یا یہ رسمیں۔۔۔؟"

"افکورس تم" وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولا۔

"اوکے یاد رکھیے گا کل سے پہلے مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے ہمم۔۔۔؟"

"ٹھیک ہے" وہ پلکیں جھپک کر اطمینان دلا گیا۔

"امی۔۔۔! چلیں گھر چلیں دائم بھائی کہاں ہیں۔۔۔۔؟"

"وہ گاڑی نکال رہا ہے لیکن اظہر کہاں ہے تم اس کے ساتھ۔۔۔"

"نہیں وہ نہیں چل رہے میں نے انہیں منع کر دیا ساتھ آنے سے"

"لیکن کیوں۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولیں۔

"یہ کیوں بعد کے لیے سنبھال لیں فلحال گھر چلیں" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اچھا بھئی پتہ نہیں کیا کیا پلین کرتی رہتی ہو تم" وہ ہنس دیں۔ پھر وہیں سے بشریٰ کو ملتے اور اس کا لہنگا سنبھالتی ہوئی اس کو ساتھ لیے باہر کو چل دیں۔

****

"انو کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" عشبہ جہانگیر نے اسے نک سک تیار گھر سے نکلتے دیکھا تو اس کے پیچھے ہی لپکیں۔

"اماں بخت کی طرف جا رہی ہوں آپ چلیں گی۔۔۔؟"

"نہیں مجھے بس تمہیں یہ بتانا تھا کہ دوپہر میں کچھ مہمان آ رہے ہیں تمہارا ہونا ضروری ہے اس وقت"

"کیوں۔۔۔؟ مطلب ایسے بھی کون سے مہمان ہیں۔۔۔۔؟"

"وہ نگین ہے نا رشتے کروانے والی اس نے دکھایا ہے ایک رشتہ اس ہی۔۔۔"

"ایک۔۔۔ایک منٹ اماں یہ رشتے والے کہاں سے آ گئے۔۔۔؟ آپ انہیں نہ بلائیں پلیز مجھے ابھی شادی نہیں کرنی"

"اور کیوں نہیں کرنی تمہیں شادی۔۔۔؟" وہ کڑے تیوروں سے کمر پہ ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"اماں یار ابھی مجھے پڑھنا ہے" وہ سر کھجا کر بلا وجہ بیگ ٹٹولنے لگی۔

"بس بس پتہ ہے مجھے جو تمہیں پڑھائی کا شوق ہے یہ تو تمہاری غیر معمولی ذہانت ہے جو تم پاس ہو جاتی ہو ورنہ جو تمہاری کارکردگی ہے نا پڑھائی میں کبھی پاس بھی نا ہو تم تو"

"اماں اب طعنے تو نا دیں روایتی ماؤں کی طرح اور آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ چلو اب میں سیریس ہوں"

"اور یہ اچانک تم سیریس ہو کیوں گئی ہو۔۔۔؟ ورنہ تو ہر وقت کہتی تھی اماں شادی کروا دو میری" انہوں نے نقل کر کے کہا تو اس کی ہنسی نکلی۔

"اوہ میری پیاری اماں مجاک (مذاق) بھی نہیں سمجھتیں آپ" وہ لاڈ سے ان سے لپٹی۔

"بس بس پتہ ہے مجھے، سب میں تمہاری ماں ہوں تم نہیں کیا مسلہ ہے اب بتاؤ

مجھے۔۔۔۔؟"

"بتایا تو ہے پڑھنا ہے آگے کچھ بننا ہے مجھے یار بس اور کیا مسلہ ہو گا۔۔۔؟"

"بخت کی بھی شادی ہو گئی ہے میں اب کچھ نہیں سننے والی بس مہمان آ رہے ہیں تو آ رہے ہیں کہہ دیا میں نے جلدی آ جانا"

"لیکن اماں میں کہہ رہی ہوں شادی نہیں کرنی ابھی مجھے"

"ٹھیک ہے ابھی تو بس رشتہ دیکھنا ہے نا شادی کا سلسلہ تو ابھی بعد میں چلے گا اب جاؤ پھر واپس بھی آنا ہے جلدی" ساڑھی کا پلو سنبھالتی وہ داخلی دروازے کی دہلیز پار کر گئیں۔پیچھے انوشہ خود پہ ضبط کرتی گاڑی میں جا بیٹھی۔

****

لاؤنج میں دوسرے پورشن پہ جانے والی بل دار سیڑھیاں عبور کرتی وہ دوسرے پورشن پہ پہنچی تو سامنے ہی انگور کی بیل تلے تخت بچھائے شکراں پالک کاٹ رہی تھی۔

"السلام علیکم۔۔۔۔! تائی جان"

"وا علیکم۔۔۔! مبارک ہو بھئی رشتہ پکا ہو گیا تمہارا اللہ نیک نصیب کرے"

وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔

"ویسے آپا بتا رہی تھیں لڑکا لاہور سے ہے۔۔۔ تم بھی تو لاہور رہی ہو مل تو چکی ہو گی تم؟ جانتی ہو پہلے سے اسے؟" ان کی بات کرنے کا انداز اس کے دل پہ کسی نشتر کی طرح لگا تھا۔

"نہیں تائی جان"

"حیرت ہے۔۔۔۔" ابھی وہ مزید بولتیں کہ بالی نے کہا۔

"تائی جان وہ فاطر کہاں ہے۔۔۔؟" اس کی بات پہ شکراں کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"کیوں اس سے کیا کام ہے۔۔۔؟" اچانک ہی ان کے لہجے میں سختی گھل گئی۔

"وہ اصل میں کل وہ کچھ پریشان تھا تو"

"بالی۔۔۔! تم یہاں۔۔۔۔؟" حیدر خوشگوار حیرت سے بولا۔ یہ کم ہی ہوتا تھا کہ وہ حیدر کی موجودگی میں اوپر کے پورشن میں آئے۔

"میں وہ فاطر کو دیکھنے آئی تھی"

"آ اچھا آؤ وہ اصل میں بیمار ہے تو آرام کر رہا ہے تم آؤ نا بیٹھو"

"دیکھو بیٹا جی یہ فاطر کو دیکھنا چھوڑو تم اب اپنے ہونے والے سسرال کی فکر کرو" تائی جان کے سخت لہجے اور شعلہ بار نظروں سے وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ جانے کے لیے پلٹی کہ حیدر کی آواز پہ اس کے قدم رکے۔

"بالی۔۔۔!"

"حیدر اسے سو کام ہوتے ہیں تم کیوں اسے روک رہے ہو، جاؤ بالی بیٹا" وہ سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"تائی جان میری دعا ہے میں آپ لوگوں سے اتنی دور چلی جاؤں کہ آپ لوگوں کو میرا سایہ بھی نہ دکھے" اپنی بات کہتی وہ فوراً سیڑھیاں اتر گئی۔

"ماما۔۔۔!" حیدر نے دکھ سے انہیں دیکھا۔

"کیا ماما۔۔۔؟" وہ چیخ کر بولیں۔

"وہ کتنے سالوں بعد ہمارے گھر آئی تھی اور آپ"

"بس بس زیادہ طرف داری کرنے کی ضرورت نہیں اس کی اب فاطر کو دیکھنے آگئی ہے وہ پہلے تمہیں باغی کر دیا ہے یہ کافی نہیں تھا کہ فاطر کو بھی اب"

"ماما بس کر دیں آپ۔۔۔کیا بغاوت کی ہے میں نے؟ اور یہ جو حرا کو بہو بنا رہی ہیں نا آپ یہ بھی صرف اور صرف بالی کی وجہ سے ورنہ آپ اچھے سے جانتی ہیں مجھے حرا میں کوئی دلچسپی نہیں تھی"

انہیں آئینہ دکھاتا وہ اپنا بیگ اٹھاتا سیڑھیاں اتر گیا۔

****

"بخت آور۔۔۔!" اس کے کمرے میں پہلا قدم رکھتے ہی زلیخا کی آواز حیرت سے پھٹ پڑی۔

"یہ یہ سب کیا کیا تم نے کب کیا۔۔۔؟ ہوا کیا ہے؟" کمرے کی تہس نہس ہوئی چیزوں پر سے گزرتے وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولیں۔

وہ ابھی تک رات والے کپڑوں میں ملبوس صوفے پہ بیٹھی تھی البتہ دوپٹہ بھی بری حالت میں کچلا ہوا باقی چیزوں کے ساتھ زمین بوس پڑا تھا۔

"بخت میری جان۔۔۔!" اس نے زخمی سرخ آنکھیں اٹھا کر ماں کو دیکھا تو ان کے دل میں کئی وسوسے ابھرے۔

"کیا ہوا ہے میری جان میرا بچہ بتاؤ مجھے....؟"

"آپ ٹھیک کہتی تھیں امی۔۔۔ بالی وہ میری محبت کو کھا گئی امی اظہر مجھ سے نہیں بلکہ بالی سے محبت کرتا تھا میں تو اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہوں میں اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی امی" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"بخت" زلیخا نے جلدی سے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اس کی بکھری حالت دیکھ وہ خود بھی رو دیں۔

"بس میرا بچہ اسی لیے تو کہتی تھی میں کہ اس منحوس کو سر نہ چڑھاؤ مگر تمہیں سمجھ نہیں

Urdu Novels Ghar

آتی تھی"

"امی وہ کہتا تھا وہ محبت کرتا ہے مجھ سے مگر وہ سب جھوٹ تھا دھوکہ تھا امی سب دل فریب دھوکہ تھا بالی نے مجھے کتنا سمجھایا اس نے مجھے بتانا چاہا امی مگر میں اندھوں بہروں کی طرح اس دل فریب دھوکے کے پیچھے بھاگی کاش میں اس کی سن لیتی وہ آپ سے ڈرتی تھی امی وہ آپ کو بھی بتانا چاہتی تھی سب لیکن وہ ڈرتی تھی کہ آپ اس کی بات سمجھنے کی بجائے اسے ہی غلط کہیں گی کاش امی محبت کو کھونے کا ڈر ایک طرف رکھ کر میں اس کی بات سن لیتی کاش" وہ مسلسل روتے روتے نڈھال ہونے لگی۔

زلیخا اسے سنبھالتے ہوئے بیڈ تک لائیں۔

"لیٹو یہاں شاباش۔۔۔۔یہ پیو پانی" پانی کا گلاس اس کے پیچھے کرنے کے باوجود وہ زبردستی اس کے لبوں سے لگا گئیں۔

"امی مجھے یہاں سے لے جائیں پلیز پلیز مجھے یہاں سے کہیں دور لے جائیں مجھے یہاں نہیں رہنا مجھے اس دنیا سے کہیں لے جائیں" وہ ان کے ہاتھ پکڑ کر کسی بچے کی طرح ضد کرنے لگی۔

"لے چلوں گی لیکن ابھی تم آرام کرو شاباش تم نے نجانے کل سے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں میں ناشتہ بناتی ہوں تمہارے لیے"

"نہیں امی مجھے بھوک نہیں ہے" وہ آنکھوں پہ بازو رکھ کر گہرا سانس لے کر بولی۔

اس کی بات کا جواب دیے بنا وہ باہر نکل گئیں۔

****

"کدھر گئی تھی تم میں کب سے انتظار کر رہی ہوں" وہ کمرے میں آئی تو دادی کچھ کپڑے بیڈ پہ پھیلائے بیٹھی تھیں۔ وہ مردہ سے قدم اٹھاتی ان کے پاس آئی۔

یہ دیکھ میں ن۔۔۔" ابھی وہ اپنی بات مکمل کرتیں کہ اس نے ان کی گود میں سر رکھا۔

"ارے۔۔! دیکھ تو سہی تیرے لیے کپڑے لائی ہوں میں اور۔۔۔کیا ہوا ہے بالی پتر" اس کی سرخ رنگت اور سرخ آنکھوں کو دیکھ وہ متفکر ہوئیں۔

"دادو مجھ سے نہیں برداشت ہوتا لوگوں کا ایسا رویہ ان کو کیوں لگتا ہے میں۔۔۔کیا میں اتنی گری پڑی ہوں کہ ایسے ہی کسی کو بھی پھانس لوں گی۔۔۔ انہیں باتوں ان نظروں سے بچنے کے لیے تو گئی تھی میں یہاں سے مگر آپ نے نہیں رہنے دیا مجھے وہاں" آنسو ٹوٹ کر ان کی گود میں ہی گر رہے تھے۔ اور یہ تو بچپن سے ہی ہوتا آیا تھا بالی کے آنسو ان کی گود ہی چنتی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے میں یہاں سے بہت دور چلی جاؤں کہیں گم ہو جاؤں سب مجھے بھول جائیں میں بھی سب کو بھول جاؤں کوئی یاد نہ آئے مجھے نہ بابا نہ ماما نہ حیدر نہ تائی جان کوئی

بھی نہ ہو"

"بالی آج کل تم کچھ زیادہ ہی حساس ہو گئی ہو یہ سب تو ایسے ہی تھے تیرے بچپن، لڑکپن، تو نے یہیں تو گزارے ہیں اب کیوں تو اتنا دل چھوٹا کر رہی ہے"

"کیوں کہ یہ دو سال میں اس ماحول سے دور رہی ہوں دادو مجھے اچھا لگتا تھا سب کچھ آزادی تھی، سکون تھا، کم تھا مگر تھا دادو ایسا لگتا تھا سب کی چبھتی نظروں سے ان کے طنز سے میں چھپ گئی ہوں بہت سکون تھا وہاں مگر یہاں آکر تو مجھے خود سے گھن آنے لگتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے میں کوئی۔۔۔۔ جس طرح تائی جان مجھے دیکھ رہی تھیں ایسے لگ رہا تھا میں کوئی طوائف ہوں جس کے پاس سے اگر ان کا بیٹا گزرا تو ناپاک ہو جائے گا"

"بالی۔۔۔!" دادو نے اسے کھینچ کر خود سے الگ کیا۔

"خبردار اگر ایسا لفظ استعمال کیا اپنے لیے مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا اور اس شکراں کی تو خبر میں لیتی ہوں" وہ بیڈ سے اتریں کہ بالی ان سے لپٹی۔

"نہیں دادی" وہ ان سے لپٹی۔

"پیچھے ہٹ تو"

"نہیں دادی جان پلیز پھر سے وہی ہو گا نا میری وجہ سے گھر میں تماشہ پلیز آپ کچھ نہیں کریں گی بس بس مجھے سن لیں تھوڑی دیر پلیز میں کسے سناؤں اپنا حال آپ بتائیں؟" وہ

ان سے لپٹ کر بیٹھی رہی۔

دادی اس کے گرد حصار باندھ گئیں۔ وہ جانتی تھی بالی بہت حساس ہونے کے باوجود بہت حوصلے ہمت والی تھی۔

"تو کیا کرنے گئی تھی اس کے پاس؟"

"فاطر کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی وہ پریشان تھا کل سے کہیں دکھائی نہیں دے رہا میں نے سوچا اس کی طبعیت کا پوچھتی ہوں اور مجھے کچھ کتابیں بھی منگوانی تھیں بس اسی لیے گئی تھی"

"کیا ضرورت تھی مجھے بولتی تم میں منگوا دیتی کتابیں"

"ہمم غلطی ہو گئی بس اور اس کی سزا بھی مل گئی" وہ آنسو صاف کرتی اٹھ بیٹھی۔

"میں ہمیشہ آپ کو پریشان کرتی ہوں"

"نہیں میرا بچہ۔۔۔۔ تو مجھے بالکل بھی تنگ نہیں کرتی بس تو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ یوں دل نہ چھوٹا کیا کر" وہ اس کے گال پہ ہاتھ پھیر کر بولیں۔

"چل وہ بیگ اٹھا تجھے کپڑے دکھاؤں میں" انہوں نے خوبصورت سا سلور فراک نکالا جو کورے اور باریک موتیوں آبگینوں سے سجا ہوا تھا۔

"اوہوو دادو اتنے ہیوی کپڑے۔۔؟" اس کی آواز ابھی تک بھاری تھی۔

"ہاں تو شادی کے کپڑے ہیں ناں میں نے سفیر سے کہا ہے ساری خریداری میں خود

کروں گی یوں تو میں نے تیرے لیے بہت کچھ جوڑ کے رکھا ہے لیکن جو باقی کی چیزیں ہیں سب تجھے ساتھ لے جا کر خریدوں گی ٹھیک ہے نا۔۔۔؟"

"جو آپ کو بہتر لگے دادو"

موبائل پہ آتی غیر شناسا کال پہ وہ موبائل سائیلنٹ کر کے دوبارہ فراک دیکھنے لگی۔

"یہ دیکھ تو یہ میں نے خاص طور پہ تیرے لیے بنوایا ہے بنارسی ہے پہلے میں نے سوچا ساڑھی بنوا دوں پھر سوچا تو پہنے گی ہی نہیں ساڑھی تو فائیدہ اسی لیے پھر شلوار قمیض بنوا دی اب یہ تو پہنے گی نا تو؟"

"ضرور دادو کیوں نہیں پہنوں گی" وہ اس قمیض پہ محبت سے ہاتھ پھیر کر بولی۔ موبائل کی بیل پہ وہ پھر سے بے زار ہوئی۔

"کون ہے سن لے نا"

"دادی ایسے ہی بس" اسے نجانے کیوں یقین سا تھا یہ اظہر ہی ہو گا۔

"سن تو سہی ایسے ہی کوئی نہیں کرتا کسی کو کام ہو گا تبھی تو کر رہا ہے سن لے"

"اچھا" کہہ کر اس نے کال ریسیو کی۔ کچھ دیر مقابل کے بولنے کا انتظار کیا مگر آواز نہ آنے پہ وہ خود ہی بولی۔

"السلام علیکم۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔؛"

"اوہ" مقابل کی آواز سنتے ہی وہ پر سکون ہوئی۔

"کیسی ہو انوشہ" وہ بات کرتے کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اور دادو مسکرا کر کپڑے سمیٹنے لگیں۔

"انوشہ۔۔۔؟ بالی میں شہرام"

"جی مجھے پتہ ہے"

"اچھا تو انوشہ کیوں کہا۔۔۔؟"

"وہ دادی جان کے پاس تھی"

"ہمم تو دادی کے ڈر سے مجھے انوشہ بنا دیا کریں گی آپ۔۔۔؟" وہ محظوظ ہوا۔ شہرام کا انداز گو آج بھی احترام لیے تھا مگر کچھ خاص تھا آج یا پھر بالی نے یہ خاص رنگ پہلی دفعہ محسوس کیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے" وہ دروازہ بند کرتی اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں پہ قابو پانے لگی۔

"ہاہاہا اچھا ٹھیک ہے آپ کہتی ہیں تو مان لیتے ہیں۔۔۔ کیا کر رہی تھیں آپ۔۔۔؟"

"کچھ نہیں بس دادی جان کے پاس تھی"

"ہمم یونی کے بعد آپ نے کبھی کانٹیکٹ ہی نہیں کیا" وہ جانتا تھا وہ نہیں کرے گی مگر پھر بھی وہ شکوہ کر گیا۔ کافی دیر تک جواب نا پانے پہ دوبارہ پھر سے شہرام نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے۔۔۔؟"

"جی"

"آپ خوش ہیں۔۔۔ ؟"

"کس لیے۔۔۔؟"

"ہماری شادی ہونے والی ہے صرف دو ہفتے رہ گئے ہیں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں" اس کی آواز سے ہی وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ خوش ہے۔

"صرف شادی ہو جانے پہ اتنی خوشی۔۔۔؟ مطلب یہ تو نیچرل سی بات ہے شادی تو ہونی ہی تھی پھر اتنی خوشی۔۔۔؟"

"اوہ بالی۔۔۔ شادی تو ہونی ہی تھی مگر اپنے من چاہے محبوب کے ساتھ شادی اس نعمت کا مل جانا کس قدر مسرور کن ہے میں کیسے سمجھاؤں آپ کو" وہ اس کی بات پہ افسوس کرتا یا دکھ مگر اس وقت اسے جو خوشی مل رہی تھی وہ اس سب پہ بھاری تھی۔

"ہمم صحیح"

"کیا صحیح۔۔۔؟"

"یہی جو آپ بتا رہے ہیں آپ کی باتیں سن رہی ہوں"

"صرف سن رہی ہیں۔۔۔؟"

"اب ظاہر سی بات ہے فون پہ سن ہی سکتی ہوں"

"آپ کو میری باتیں محسوس نہیں ہوتیں۔۔۔؟" اس کی آواز میں حسرت تھی۔

"باتیں محسوس۔۔۔۔ ہوتی ہیں" اسے صبح والی تائی جان کی باتیں یاد آئیں۔

"ہاں محسوس ہوتی ہیں باتیں" وہ بے دھیانی میں بولتی گئی۔

"میں بھی تو یہی پوچھ رہا ہوں میری کوئی بات آپ محسوس نہیں کرتیں۔۔۔؟" وہ ایک دفعہ پھر سے گھمبیر لہجے میں بولا مگر جواب ندارد۔

"بالی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔؟ ہاں سن رہی ہوں" وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"آپ خوش ہیں فالحال یہی کافی ہے باقی میری خوشی کی بات جہاں تک ہے تو جب آپ سے کوئی آفیشیلی تعلق جڑے گا تو ہی پتہ چلے گا نا" وہ اس کی بات لوٹا گیا۔

"بالی میں جانتا ہوں آپ مجھ سے محبت نہیں کرتی لیکن۔۔۔۔ کیا میری محبت نے کبھی آپ کے دل کو نہیں چھوا۔۔۔؟"

"دیکھو شہرام مجھے ان سب باتوں کا نہیں پتہ اور آپ نے کال کیوں کی تھی۔۔۔؟ ایم سوری باتوں میں مجھے پوچھنا یاد ہی نہیں رہا"

"آپ سے بات کرنے کے لیے اور رہی بات آفیشیلی تعلق کی تو دو ہفتے کا انتظار ہے پھر آپ آفیشیلی میری ہوں گی اللہ حافظ" وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

بالی نے فون بند کر کے ایک طرف رکھا۔

"آپ کو میری باتیں محسوس نہیں ہوتیں۔۔۔؟"

"اب کیا محسوس کروں میں۔۔۔۔؟" وہ کافی دیر خود کو ٹٹولنے کے بعد بولی۔

"لیکن تائی جان کی باتیں تو محسوس ہوتی ہیں مجھے۔۔۔پھر شہرام کی باتیں کیوں نہیں ہوتیں۔۔۔۔؟ ہاہ۔۔۔!" وہ گہرا سانس لیتی ابھی بیڈ پہ لیٹی ہی تھی کہ فون پھر سے وائبریٹ ہوا۔ غیر شناسا نمبر سے کال ا رہی تھی بالی نے کچھ سوچ کر ریسیو کی۔

"ہائے۔۔۔!"

"جانتی تھی تم ہی ہو سکتے ہو"

"واہ بھئی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کہیں میری محبت نے تمہارے دل می۔۔۔۔"

"شٹ اپ" وہ انتہائی سرد لہجے میں بولی۔

"اوہ جانِ جہاں تمہارے منہ سے تو یہ لفظ بھی شہد جیسے لگتے ہیں خیر تمہاری بہن سے شادی کر چکا ہوں مبارک باد نہیں دو گی سااالی۔۔۔؟" ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ ٹیں کی آواز آئی۔

"تم کال ریکارڈ کر رہی ہو؟"

"مجھے تمہاری منحوس آواز ریکارڈ کرنے کی ضرورت نہیں اب اپنی بکواس بند کرو اور آئیندہ یہاں کال مت کرنا" وہ جان بوجھ کر یہ سب بولی تاکہ وہ بپھرے مگر وہ کال بند کر گیا۔

"ہونہہ اب ہمت ختم ہو گئی بولنے کی گھٹیا انسان" اس کا بس نہیں چلتا تھا کیسے وہ اسے شخص کو سبق سکھائے۔

"یا اللہ تو ہی اسے گمراہی کے راہ سے صراطِ مستقیم پہ لا سکتا ہے تو تو علیٰ کلّ شئ قدیر ہے تو کن کہے گا تو سب ہو جائے گا یا اللہ میری بہن کو دائمی خوشیاں عطا کرنا آمین"

****

وہ سوچوں کی گرداب میں گم بخت کے گھر داخل ہوئی تو سامنے ہی دائم سیاہ ٹراؤزر پہ سفید نیک شرٹ پہنے دروازے کے پاس ہی ملا۔

"انوشہ تم یہاں۔۔۔؟" دائم کی آواز پہ وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"جی بخت سے ملنے آئی تھی، آپ ابھی آئے ہیں۔۔۔؟"

"ہاں میں ناشتہ لینے گیا تھا سوچا آنٹی تھکی ہوئی ہوں گی تو آج ناشتہ میں باہر سے لے جاتا ہوں"

"ہوں" وہ سمجھنے کے انداز نیں سر ہلا کر چل دی۔ وہ دونوں ایک ساتھ لاؤنج میں آئے۔

"السلام علیکم آنٹی دونوں نے ساتھ ہی سلام کیا" انوشہ اس حرکت پہ سر جھکا کر ہنس دی جو دائم نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

"میں نے تو وہی کہا جو اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھا" اظہر کی بات اس کے ذہن میں گونجی۔

"تو کیا انوشہ واقعی۔۔۔؟" وہ حیران ہوا۔

بخت کی شادی کے دوران بھی دائم نے کئی مرتبہ اسے اپنی طرف متوجہ پایا تھا اس کا دائم کو دیکھ کر مسکرانا وہ سب اس کی چنچل طبیعت سمجھ رہا تھا مگر اب واقعی وہ سوچنے پر مجبور تھا۔ کچھ تو تھا اس کی مسکراہٹ میں اس کی آنکھوں میں جو دائم کو الگ لگ رہا تھا۔

"میں بخت سے مل کے آتی ہوں" وہ مسکراتی بخت کے کمرے میں گئی۔

"دائم۔۔۔!" اسے انوشہ کی طرف رخ پھیرتے دیکھ زلیخا نے آواز دی۔

"جی آنٹی میں ناشتہ لے کر آیا ہوں سوچا آپ تھک گئی ہوں گی اور بخت کو یہ کچوریاں اور حلوہ پوری نان حلیم پسند ہے نا"

"ہمم اچھا کیا چلو میں لگاتی ہوں" وہ برتن نکالنے لگیں۔

"کیا بات ہے آنٹی آپ پریشان لگتی ہیں۔۔۔؟" اس نے زلیخا کا اترا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں تو میں کیوں پریشان ہوؤں گی بھلا" وہ زبردستی مسکرائیں۔

"کوئی بھی پریشانی ہو آپ بھلا جھجھک مجھ سے کہہ سکتی ہیں میں آپ کا بیٹا ہوں" اس نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"ہاں ضرور تم سے ہی کہوں گی" وہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر بولیں۔ اس پل وہ انہیں بے ریا مخلص سا لڑکا بے حد عزیز لگا۔

****

"اوئے لڑکی تو ابھی تک سو رہی ہے مجھے تو لگا اپنے سیاں جی کے انتظار میں تیار و یار ہو کے بیٹھی ہوئی ہو گی تو" اس نے کمفرٹر کھینچ کر اس پر سے اتارا تو بخت سستی سے کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"بخت۔۔۔؟ کیا ہوا ہے یار۔۔۔؟ تو رو تی رہی ہے یہاں دیکھ میری طرف" اس نے بخت کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"کچھ نہیں بس سر میں درد ہے"

"نہیں بخت کچھ مسلہ ہے بتا مجھے"

"کیا مسلہ ہو سکتا ہے۔۔۔؟" وہ مسکرا دی۔

"مجھے نہیں پتہ لیکن کچھ تو ہے مجھے نہیں بتانا۔۔۔۔؟"

"ایسی بات نہیں تجھے تو پتہ ہے شادی میں کتنی تھکن ہو جاتی یے سٹیچو بن کے بیٹھنا پڑتا

ہے کئی گھنٹوں" وہ زبردستی مسکرائی۔

"ہمم چلو لیکن اگر کچھ بھی شئیر کرنا ہو ایم آلویز دیئر فاریو" محبت پاش لہجے میں کہتی وہ اس کے گلے لگی۔

"اللہ تمہاری نئی زندگی خوبصورت کرے اور خوشگوار بنائے آمین" نرمی سے اس سے الگ ہوئی۔

"چل آجا آج تیرے لیے سپیشل والا ناشتہ آیا ہے چینج کر پھر ساتھ میں کھاتے ہیں سب" وہ ہنسی۔

"سب۔۔۔؟"

"ہاں دائم بھا۔ئی لے کر آئے ہیں" بھائی کہتے اس کی زبان پہلی دفعہ لڑکھڑائی تھی حالانکہ وہ پہلے بھی اسے بخت اور بالی کی طرح دائم بھائی ہی کہتی تھی۔

"اوکے" کہتی وہ الماری سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"اوہ خدایہ کیا ہو رہا ہے مجھے کیوں وہ شخص دن بدن میرے دماغ پہ سوار ہوتا جا رہا ہے کسی کو بتا بھی تو نہیں سکتی بخت سے شئر کر لیتی مگر وہ خود پریشان لگ رہی ہے۔۔۔ کاش بالی یہاں ہوتی سب ٹھیک کر دیتی وہ" اس کے دل نے جیسے پکارا تھا۔ نم ہوتی آنکھوں کو جلدی سے صاف کر کے وہ موبائل پہ خود کو مصروف کرنے لگی۔

****

دروازے کی دستک پہ وہ زرا سیدھی ہوئی۔

"آجائیں"

"السلام علیکم بجو"

"وا علیکم السلام۔۔۔! تم یہاں۔۔۔؟ اس نے نظریں چرائیں۔

جی آپ آئی تھیں صبح لیکن میں تب سو رہا تھا امی نے بتایا"

"کیا بتایا انھوں نے فاطر۔۔۔؟" فاطر ایک پل کے لیے گڑبڑایا۔

"کہ آپ آئی تھیں مجھے دیکھنے پوچھ رہی تھیں میرا"

"اور یہ کس رنگ میں بتایا گیا تمہیں۔۔۔؟ اور تائی جان کے منع کرنے کے باوجود تم آ گئے یہاں۔۔۔؟ پلیز فاطر دور رہو مجھ سے ورنہ خواہ مخواہ"

"بجو پلیز آپ بہن ہیں میری" وہ سر جھکا کر بولا۔

"طبعیت کیسی ہے اب تمہاری۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں محبت کھو دینے کے بعد بھی زندہ ہوں بجو حیرت ہے" وہ دکھ سے بولا۔

"محبت کھو دینے سے کوئی مر بھی جاتا ہے کیا۔۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں تو کیا محبت کے بعد بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟" اس نے الٹا سوال داغا۔

"اچھا مجھے لگا وہ مودت ہوتی ہے جس کے ختم ہونے پر انسان مر جاتا ہے"

"مودت۔۔۔؟" اس نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں مودت۔۔۔ میری ڈکشنری کے مطابق محبت کے کئی درجے ہوتے ہیں ہمدردی، انسیت، چاہت، پیار محبت کچھ لوگ پسند کو بھی محبت کا نام دے دیتے ہیں اور اس سب کے برعکس ہوتی ہے مودت۔۔۔ مودت میں محبت ہو سکتی ہے مگر ہر محبت مودت نہیں ہوتی" فاطر کے چہرے پہ ابھی بھی نا سمجھی کے تاثرات تھے۔

"عام لفظوں میں کہوں تو addiction ، "لت" نہیں لت چھوڑی جا سکتی ہے یا اس کا کوئی نعم البدل ہو سکتا ہے لیکن مودت کا صحیح مطلب سمجھاؤں تو یوں سمجھ لو جیسے مچھلی اور پانی کا رشتہ ہے یا ہم انسانوں کا آکسیجن کے ساتھ اگر آکسیجن کی کمی ہو تو سانس مشکل ہو جاتی ہے اور اگر مسلسل کچھ دیر تک نہ ملے تو ہم زندہ نہیں رہ پائیں گے"

وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا ہم لوگوں نے محبت کو کیا کیا بنا دیا ہے۔۔۔ ہم خود بھی اپنے جذبات کو سمجھ نہیں پاتے فاطر یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہی نہیں بس ہمارا دل کسی چیز کی خواہش کرتا ہے اور ہم اس پہ لبیک کہتے ہوئے اس کے پیچھے چل دیتے ہیں پھر جب وہ چیز ہمیں مل جاتی ہے تو آہستہ آہستہ اس کی قدر کم کرنے لگتے ہیں جبکہ محبت۔۔۔ یہ تو بڑھتے اور پھلنے پھولنے والا جذبہ ہے، ہماری محبت بس ایک صنف مخالف کے لیے ہی

کیوں ہوتی ہے؟ جبکہ محبت بہت وسیع حال ہے جو لفظوں میں قابلِ بیان نہیں ہے اور لوگوں نے اسے اتنا معمولی اور عجیب سا بنا دیا ہے ہر دوسرے بندے کو یہ خود ساختہ محبت ہو گئی ہوئی ہے ہر تیسرے بندے کو عشق ہو گیا ہوا ہے" وہ سر تاسف سے ہلا گئی۔

"ایک بات پوچھوں بجو۔۔۔؟"

"ہاں پوچھو۔۔۔؟"

"کیا آپ کو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی؟"

"ہاہاہا اس قوم کا کچھ نہیں ہو سکتا" وہ اس کے سوال پہ واقعی دل سے ہنسی۔

"اوہ بھائی انسان پیدا ہونے سے مرنے تک مختلف قسم کی محبتوں میں ہی زندگی گزارتا ہے اور جو تم کہہ رہے ہو ایسا حادثہ کچھ ہی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ہاں کسی کو پسند کیا جا سکتا ہے مگر۔۔۔ میں نے اپنے آپ کو ایسا کوئی اختیار نہیں دیا تھا"

"اختیار۔۔۔؟ کیا جذبات پہ اختیار بھی ہوتا ہے۔۔۔؟ مطلب ایسا کیسے ہو سکتا ہے بجو؟ جذبات تو خود ساختہ ہوتے ہیں نا"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے جذبات خود ساختہ ہوتے ہیں، فطری ہوتے ہیں جیسے ماں سے محبت ہماری جبلت میں ہوتی ہے مگر یہ جو تم محبت کہہ رہے ہو نا فاطر تمہاری پسند ہے پسند شدید بھی ہو سکتی ہے، ہر چیز کے تین درجے ہوتے ہیں کم زیادہ اور درمیانہ پسند بھی ایسے ہی ہے کم درمیانی اور شدید"

"تو آپ میری محبت کو پسند کہہ رہی ہیں؟" وہ دکھی ہوا تھا۔

"ہاں کیوں کہ یہ پسند ہی تھی فاطر، یا شاید چاہت تھی کہ وہ تمہاری شریک حیات بنے مگر شدت نہیں تھی نا۔۔۔۔! کیونکہ اگر شدت ہوتی تو اللہ تمہیں عطا کر دیتا اور اگر عطا نہیں کیا تو کچھ بہترین لکھ رکھا ہے اس نے بلیو می اس پہ یقین ہے نا۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی جیسے یقین ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ ہولے سے مسکرایا۔

"ظاہر سی بات ہے بجو"

"تو بس پھر اس یقین کو یوں ہی کامل بنائے رکھو دیکھنا وہ تمہیں وہ عطا کر دے گا جس کو پا کر تم اتنا خوش ہو جاؤ گے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے اور تمہیں سمجھ نہیں آئے گا تم کیسے شکر ادا کرو" وہ اتنے اچھے طریقے سے سمجھا رہی تھی کہ فاطر کے دل میں سکون اترنے لگا تھا۔

"آپ کمال باتیں کرتی ہیں بجو بہت اچھا لگتا ہے آپ کو یوں سننا" وہ نم آنکھوں سے مسکرایا۔

"یہ بس تمہارا ظرف ہے ورنہ میرے لفظ اتنے معتبر نہیں" وہ مسکرا دی۔

"میں چلتا ہوں فیکٹری میں کچھ نئی مشینیں منگوائی ہیں میرا وہاں ہونا لازمی ہے پھر آؤں گا" وہ کرتا جھاڑتے کھڑا ہوا۔

"ہاں ضرور" وہ اس کو دیکھتے باہر نکل گیا اور پیچھے بالی سر بیڈ کی ٹیک سے لگا گئی۔

****

علی عکاشہ کی آتی کال کو وہ میوٹ کر گیا۔

"انوشہ آپ کچھ پریشان ہیں سب ٹھیک ہے۔۔۔؟" بخت کی شادی کے انتظامات دائم اور انوشہ نے ہی سنبھالے تھے اس دوران وہ پہلے سے زیادہ ایک دوسرے سے بے تکلف ہو چکے تھے۔

"کچھ نہیں آپ کو ایسے ہی لگ رہا ہے میں تو ٹھیک ہوں"

"آپ بتانا نہیں چاہتی یہ الگ بات ہے مگر بات تو ہے کوئی"

"آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"کیونکہ آپ کا چہرہ بیان کر رہا ہے"

"اچھا۔۔۔؟" اس نے اپنی گال پہ انگلیاں رکھیں وہ حقیقتاً پریشان ہوئی۔

دائم اس کی اس ادا پہ مسکرا دیا۔

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔۔؟" اب کہ اس نے سختی سے کہا ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ وہ دائم سے سختی سے بات کرے۔

"نہیں نہیں بالکل بھی نہیں" وہ فوراً صفائی پیش کر گیا۔

"آئی تھنک آئی شڈ لیو" نجانے کیوں وہ اچانک اس قدر برہم ہوئی تھی۔

"انوشہ پلیز میری بات سنو ایسا نہیں ہے" دائم نے اس کی کلائی مضبوطی سے تھامی۔

"پلیز دائم" اس کی آنکھوں میں نمی چھلکی۔

"انو۔۔۔؟" وہ حیران ہوا اتنا روڈ تو وہ کبھی نہیں ہوئی تھی اور کہاں آج آنسو۔۔۔۔

"ہوا کیا ہے بتاؤ مجھے۔۔۔۔؟" اب کے وہ نرمی سے بولا۔

"میری طبیعت خراب ہے بس مجھے گھر جانا ہے میرا ڈرائیور ویسے بھی آ چکا ہے" اپنی حالت پہ قابو پاتی وہ ہاتھ چھڑوا کر باہر نکل گئی۔

****

"انو تم ابھی تیار نہیں ہوئی کب سے کمرے میں یوں ہی پڑی ہو پہلے بھی آئی تھی میں اور تم یوں ہی لیٹی ہوئی تھی کیا بات ہے طبعیت ٹھیک ہے نا تمہاری۔۔۔؟" عشبہ جہانگیر اس کی کلائی پہ ہاتھ کی پشت رکھتے بولیں۔

"تمہیں تو بخار ہو رہا ہے۔۔۔؟ صبح تو بالکل ٹھیک تھی تم کیا ہوا ہے میری جان۔۔۔!" انہیں واقعی فکر ہونے لگی کیونکہ انوشہ کم ہی بیمار پڑتی تھی ہر وقت گھر میں رونق میلا لگائے رکھنے والی ان کی اکلوتی بیٹی آج یوں اچانک بیمار ہوئی تھی۔

"بس اماں سر دکھ رہا ہے"

"میرا بچہ لاؤ میں سر دبا دوں" وہ ساڑھی کا پلو سنبھالتی اس کے تکیے کے ساتھ بیٹھیں تو انوشہ ان کی گود میں سر رکھ گئی۔

انٹر کام پہ ملازمہ کو چائے اور میڈیسن کا بول کر وہ اس کا سر دبانے لگیں۔

"کیا کھایا تھا تم نے جو یوں بیمار پڑ گئیں۔۔۔؟"

"ناشتہ ہی کیا تھا اماں"

"کوئی پریشانی ہے۔۔۔؟" ان کی بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ملازمہ چائے دے کر گئی تو وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا۔۔۔؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں آپ؟"

"کیا بات پریشان کر رہی ہے میری بیٹی کو بتاؤ مجھے تم جانتی ہو انو ہم نے ہمیشہ تمہاری ہر بات کا حل نکالا ہے"

"جانتی ہوں لیکن اس بات کا حل نہیں نکل سکتا اماں اس لیے پلیز مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں میں کوشش کر رہی ہوں اس پریشانی سے نجات پانے کی"

"کیا پریشانی ہے اپنی اماں کو نہیں بتاؤ گی۔۔۔؟"

"بتانے لائق ہوتی تو ضرور بتاتی آپ کو خواہ مخواہ پریشان نہیں کرنا چاہتی اور ویسے بھی ایسی بھی کوئی بڑی پریشانی نہیں ہے اماں ٹھیک ہو جاؤں گی کچھ وقت دیں" وہ مسکرا کر

Urdu Novels Ghar

ان کو گویا تسلی دے گئی۔

"بس ایک ریکوئسٹ ہے آپ سے ابھی یہ رشتہ وغیرہ یہ معاملہ بعد کے لیے رکھ لیں مجھے بس کچھ وقت دیں اور بھروسہ رکھیں اماں میں آپ کی بیٹی ہوں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے آپ لوگ شرمندہ ہوں"

"میں جانتی ہوں لیکن۔۔۔"

"اماں مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں پلیز میرے سر میں بہت درد ہے"

"ٹھیک ہے آرام کرو تم" وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتیں باہر نکل گئیں۔

موبائل پہ آتی کال کو ریسیو کرتے وہ کان سے لگا گئی۔

"شکر ہے تم نے بھی یاد کیا" وہ شکوہ کیے بنا نہ رہ سکی۔

"السلام علیکم۔۔۔۔! تھوڑا بزی تھی یار کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟"

"ہاں بس ٹھیک ہے سب، میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں ملنے کا پلیز آجا یار" اس کی آواز بھیگنے لگی۔

"کیا ہوا انوشہ پریشان ہو۔۔۔؟" بالی نے فکر مندی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں بہت عجیب سا احساس ہے یہ"

"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہم حل نکال لیں گے" اس نے اعتماد سے کہا۔

"کیا حل نکل سکتا ہے اس بات۔۔۔؟" اک آس تھی اس کے لہجے میں۔

"پہلے بتاؤ تو بات ہے کیا۔۔۔۔۔؟"

"پہلے تو وعدہ کرکسی کو بتائے گی نہیں کس کو بھی نہیں"

"افکورس میں بھلا کسے بتاؤں گی۔۔۔؟"

"پکا نا۔۔۔؟"

"ہاں پکا" اس نے تسلی کروائی۔

"دائم کا پتہ ہے نا تمہیں"

"ہاں پتہ ہے کیا ہوا۔۔۔؟"

"مجھے۔۔۔۔مجھے لگتا ہے جیسے مجھے وہ fascinate کر رہا ہے ہر وقت اس کا خیال آتا رہتا ہے اس کی باتیں اس کی شخصیت سب میرے دماغ پہ سوار ہو رہی ہیں لگتا ہے جیسے اگر مزید کچھ دیر اسی طرح رہا تو مجھے کچھ ہو جائے گا پلیز کچھ کرو" وہ بے بسی سے گویا ہوئی۔

"تم پسند کرتی ہو اسے۔۔۔۔؟"

"شاید۔۔۔۔ہاں"

"آنٹی انکل مان جائیں گے شادی کے لیے۔۔۔۔؟"

"کبھی نہیں تم جانتی ہو سٹیٹس ڈفرنس اور بابا کو تو جانتی ہو تم وہ کتنا کانشیس ہیں سٹیٹس کو لے کر وہ میری شادی کبھی بھی ایک مڈل کلاس لڑکے سے نہیں کریں گے"

"ہمم جانتی ہوں کیا دائم بھائی نے بھی تم سے ایسی کوئی بات کی۔۔۔۔؟"

"نہیں اسے تو شاید پتہ بھی نہیں میرے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے اور نہ میں اسے بتا سکتی ہوں"

"کیا وہ انوشہ کے ساتھ سنسئیر ہو گا اس نے تو مجھے بھی پرپوز کیا تھا" ایک خیال اس کے ذہن میں لہر کی طرح گزرا۔

"اب بتاؤ کیا کروں۔۔۔۔؟ پلیز بالی میں اگر مری نہیں تو پاگل ضرور ہو جاؤں اس کے خیالوں سے"

"ریلکس ہو اتنا ہیوی کیوں کر رہی ہے اس احساس کو دھیان کہیں اور لگا لے"

"کہاں اور۔۔۔۔؟ اماں شادی کروا رہی ہیں میری" وہ پھٹ ہی پڑی۔

"اچھا۔۔۔۔!"

"کیا اچھا بالی میں پاگل ہو جاؤں گی" وہ رو دی۔

"انوشہ۔۔۔ ! اوہو یار۔۔۔۔ اچھا سن تو کیا ہو گیا ہے اس طرح رو کیوں رہی ہے۔۔۔؟"

"میں نہیں کرنا چاہتی کسی اور سے شادی پلیز کچھ کرو میں کیسے کر سکتی ہوں اس طرح"

"اچھا ٹھیک ہے پہلے تو تو آیت الکرسی پڑھ شاباش پانی پی تا کہ یہ جو فضول شیطان سوار ہو رہا ہے تجھ پہ اس سے نجات ملے میں بھی پڑھ کر دم کرتی ہوں تجھے ٹھیک ہے۔۔۔۔؟"

انوشہ کی سوں سوں ابھی تک جاری تھی وہ جانتی تھی ابھی وہ خود نہیں پڑھنے والی اس لیے خود ہی پڑھ کر تصور میں اس پہ آیت الکرسی کا حصار کیا۔

"بس اب سکون میں آجاؤ اور خود بھی پڑھنا اور ایک مشورہ دے رہی ہوں آنٹی سے شئیر کرلے وہ اچھا مشورہ دیں گی"

"نہیں۔۔۔۔؟ وہ کیا سوچیں گی یار، میں ایسا نہیں کر سکتی اور جب ایسا ہو ہی نہیں سکتا تو فائیدہ بتانے کا الٹا اپنے نام کے ساتھ ایک ٹیگ لگوا لو کہ۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی۔

"ہمم ٹھیک ہے اللہ سب بہتر کرے گا وہ بس وہی کرے جو تمہارے حق میں بہتر ہو میں دعا کروں گی کہ تیرے دل کو سکون ملے اور دل کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے سمجھ رہی ہے نا۔۔۔۔؟"

"ہمم"

"چل اب بتا بخت کیسی تھی۔۔۔؟" وہ اس کا دھیان بٹانے کو بولی۔

"ٹھیک تھی پریشان لگی مجھے لیکن کہتی نہیں سب ٹھیک ہے میں نے بھی زیادہ انسِسٹ نہیں کیا بتانے کو"

"اچھا اور آنی ان کا موڈ کیسا تھا۔۔۔۔؟"

"نارمل ہی لیکن مجھے لگا جیسے وہ بھی پریشان ہوں یا شاید میں خود پریشان تھی اس لیے

مجھے سب پریشان لگ رہے تھے"

"اچھا۔۔۔!"

"ٹھیک ہے پھر بات ہوگی میرے سر میں درد ہے میڈیسن لی ہے ابھی ریسٹ کروں گی"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے سو جاؤ تھوڑی دیر اللہ حافظ"

****

"ہاں علی تیری کال آ رہی تھی سوری تب بزی تھا خیریت ہے سب۔۔۔؟"

"ہاں سب خیریت لاہور آ رہا ہوں کچھ دن کے لیے کام کے سلسے میں سوچا تو اگر فری ہو تو ائیرپورٹ آجاتا کچھ ٹائم ساتھ گزرتا"

"اچھا چل میں آتا ہوں"

"ارے نہیں اب بس میں آگیا"

"تو جہاں بھی ہے لوکیشن سینڈ کر میں پہنچ رہا ہوں تجھے لینے"

"ارے نہیں میں بس اب ہوٹل پہنچنے والا ہوں"

"ہوٹل کیوں میرا گھر کیا تیرے لائق نہیں۔۔۔۔۔؟"

"ایسی بات نہیں یار"

"جانتا ہوں ایسی ہی بات ہے ورنہ یوں ہوٹل نا جاتا تو"

"یار تو۔۔۔۔"

"بس رہنے دے"

"اچھا ٹھیک ہے بھئی آجاتا ہوں بیس منٹ تک پہنچ جاؤں گا تیرے اپارٹمنٹ پہ"

"ہاں ٹھیک میں پہنچ رہا ہوں گھر بس آجا"

"اللہ حافظ"

وہ بخت آور منزل سے اپارٹمنٹ پہنچا عکاشہ کو باہر کا کھانا سخت نا پسند تھا اسی لیے اس کے لیے وہ کھانے کا بندو بست کرنے لگا۔

لاؤنج میں ٹیبل پہ پڑا موبائل دو دفعہ بپ ہو کر بند ہوا تبھی وہ جلدی سے اسی نمبر پہ بیک کال کرنے لگا۔

"السلام علیکم بالی۔۔۔؟"

"جی وعلیکم السلام کیسے ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک تم ٹھیک ہو؟"

"جی میں بھی ٹھیک الحمدللہ"

"ہم کال کی تم نے خیریت۔۔۔؟"

"جی جی سب خیریت ہے، آپ سے بات کرنا تھی"

"مجھ سے؟" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"آاا انوشہ کو جانتے ہیں نا آپ۔۔۔؟"

"جی" وہ زرا سا چوکنا ہوا۔

"دائم بھائی میں چاہتی ہوں آپ اس کے گھر پرپوزل بھیجیں اس سے شادی کر لیں"

"کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔؟ جبکہ تم جانتی ہو میں تم سے۔۔۔"

"پلیز بھائی اس وقتی اٹریکشن کو کوئی غلط نام نہ دیجئے گا، ہم دونوں کا حال ایک جیسا تھا آپ بھی یتیم اور میرا بھی یہی حال تھا آپ کو مجھ سے ہمدردی تھی یا پھر شاید ترس لیکن کچھ اور نہیں۔۔۔ جب فارغ بیٹھیں تو اپنا آپ ٹٹولیں زرا کیا واقعی آپ کو محبت ہے۔۔۔؟ آپ کو جواب منفی ہی ملے گا اور انوشہ۔۔۔۔ شی از بیسٹ آپشن فار یو"

"یہ سب اس نے تمہیں کہنے کے لیے کہا ہے مجھ سے۔۔۔۔؟"

"نہیں" وہ ایک دم سے گھبرائی۔

"تو پھر۔۔۔؟ بیٹھے بٹھائے تمہیں یہ خیال کیسے آگیا۔۔۔؟"

"اس نے ایسا کچھ نہیں کہا پلیز آپ غلط نہ سمجھیں میری بات کو"

"ٹھیک ہے لیکن ایک بات سچ سچ بتاؤ وہ خود ایسا ہی چاہتی ہے۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟" وہ انجان بنی۔

"کہ میں پروپوزل۔۔۔"

"نہیں نہیں اس نے ایسا کچھ نہیں کہا لیکن۔۔۔" جتنا آسان سمجھا تھا بات کرنا اتنا ہی بری طرح اب پھنس گئی تھی۔

"کیا تھا جو پہلے سوچ سمجھ کے قدم اٹھاتی میں بس اندھا دھند فون ملا لیا" وہ خود کو ملامت کرنے لگی۔

"لیکن۔۔۔؟"

"لیکن یہ کہ بس آپ یہی کریں کہ اس کے گھر پرپوزل بھیجیں کیونکہ یہی ایک اچھا فیصلہ ہو گا اور میں بس اتنا کہوں گی کہ انوشہ اچھی لڑکی ہے اس کی فیملی کو شاید اشو ہو لیکن ایک خودار اور پرکشش لڑکے سے بہتر آپشن نہیں ملنے والا ان کو اور یہ بات آپ کو سمجھانا ہو گی اس کے والدین کو اور میں جانتی ہوں آپ کر سکتے ہو یہ"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔۔۔۔؟"

"اور ہاں میری شادی ہے نیکسٹ فرائیڈے آپ آئیں گے تو اچھا لگے گا" ڈور بیل کی آواز پہ دائم باہر کی جانب بڑھا۔

"اللہ حافظ۔۔۔! میری بات پہ غور کیجیے گا" کہتے ہی اس نے فون بند کیا۔

"ہائے بڈی" دروازہ کھولتے ہی عکاشہ اس کے گلے لگا۔

"ہائے۔۔۔!"

"کیا ہوا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے اس کے کندھے پہ دھپ رسید کرتے اس کے کندھے پہ بازو پھیلایا۔

"کچھ نہیں تو فریش ہو لے یہ روم سیٹ کیا ہے میں نے اور پھر کھانا کھاتے ہیں مجھے پتہ ہے تو نے کھانا نہیں کھایا ہو گا"

"ہاہاہا ٹھیک ہے بیگم" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"اوئے بغیرتے" عکاشہ نے اس کی گال کھینچ کر آنکھ دبائی تو وہ بھڑک اٹھا۔

عکاشہ ہنستے ہوئے کمرے میں گیا اور ڈائم کھانا میز پہ چننے لگا۔

****

"مجھے بخت کے ساتھ یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا مام کے فورس کرنے پہ اگر شادی کر لی تھی تو کم از کم اسے حقیقت بتا دیتا سب وہ اچھی لڑکی ہے معصوم سی سمجھ جاتی میں اسے سنبھال لیتا مگر۔۔۔۔ جو ہوا اچھا نہیں ہوا" وہ موبائل پہ اس کی دلہن کے روپ میں بنی تصویریں دیکھ کر سوچ رہا تھا۔

"لیکن میں ابھی بھی اسے بتا دوں گا سمجھا لوں گا اسے وہ محبت کرتی ہے مجھ سے سمجھ جائے گی" اس کے چہرے پہ انگوٹھا پھیرتے وہ مسکرایا۔

Urdu Novels Ghar

"پریٹی لیڈی" موبائل اپنے سینے پہ رکھتے وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تو مسکراہٹ خود بخود لبوں کو چھو گئی۔

"اگر وہ بالی ہمارے بیچ نہ آتی تو سب ٹھیک ہوتا ہم ہیپی کپلز کی طرح ابھی ہنی مون پلین کر رہے ہوتے۔۔۔ خیر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا" وہ چھلانگ لگا کر کھڑا ہوا۔

آئینے کے سامنے بال سیٹ کرتا آنکھوں میں بدلے کی آگ لیے بولا۔

"بالی کو تو سزا ملے گی۔۔۔ مجھے دھتکارا تھا نا۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں حقارت اور لہجے میں تنفر تھا۔ پھر اگلے ہی پل اس نے آنکھیں موند کر کھولیں اور مسکرایا۔

چل دل میرے چھوڑ یہ پھیرے

یہ دنیا جھوٹی لوگ لوٹیرے

چل دل میرے

پھر چابیاں اٹھا کر وہ گنگناتا ہوا باہر نکل گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ بخت کے گھر کے سامنے تھا۔

"السلام علیکم آنٹی" دروازہ کھلتے ہی وہ اندر آیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔!"

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ اپنے ازلی میٹھے لہجے میں بولا جبکہ زلیخا کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"بخت اپنے کمرے میں ہے کیا۔۔۔؟" وہ چلتا ہوا لاونج تک آیا۔

"ہاں تم۔۔۔" ابھی وہ کچھ سخت سنایتں کہ بخت کی آواز نے انہیں روکا۔

"جی میں اپنے کمرے میں ہی تھی مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔۔؟"

"کیا مطلب کیوں پوچھ رہے ہیں لینے آیا ہوں تمہیں" وہ اس کی جانب بڑھا۔

"وہیں رکیں۔۔۔۔ اور یہاں جس کو آپ لینے آئے ہیں وہ پرسو رات ہی مر چکی ہے جس کی آخری رسومات بھی کل آپ ادا کر چکے ہیں اپنے ولیمہ کی صورت اس لیے اب آپ جا سکتے ہیں" بخت نے باہر کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔

اس کا اٹل انداز دیکھ وہ پریشان ہوا۔

"کیا بول رہی ہو تم تم جانتی ہو۔۔۔؟"

"جی جانتی ہوں اور یقین جانیں بہت اچھے سے جانتی ہوں اس لیے کہہ رہی ہوں شرافت سے چلے جائیں یہاں سے ورنہ اچھا نہیں ہو گا آپ کی عزت کے لیے میں نے ولیمہ کر لیا اب مزید میں ایک پل بھی آپ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اس لیے بہتر ہو گا شکل گم کریں اپنی" وہ جانے کے لیے پلٹی۔

"تم ایسا نہیں کر سکتی یو نو دیٹ آئی لو یو" وہ دبے دبے غصے سے بولا۔

"ہاں ہاں جان چکی ہوں کیسی محبت کرتے ہیں آپ مجھ سے میں آپ کو آخری دفعہ سمجھا رہی ہوں چلے جائیں شرافت سے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا" وہ استہزاہیہ انداز میں بولی آنکھوں میں گویا لہو اتر آیا تھا۔

"میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر" اب کے وہ بے بسی سے بولا۔ بخت نے پاس پڑے کنسول سے شیشے کا واز اٹھا کر دیوار پہ دے مارا اور اس کا ٹوٹا شیشہ اپنے بازو پہ رکھا۔

"امی نکالیں اس کو باہر ورنہ میں خود کو ختم کر لوں گی" وہ چیخ پڑی۔

"بخت۔۔۔ !" ان کی دل خراش چیخ پہ اظہر بھی بوکھلا گیا۔

"بخت کیا کر رہی ہو یہ تم۔۔۔؟"

"میں نے کہا جاؤ" وہ حلق کے بل چلائی۔

"تم جانتی ہو میں حواس میں نہیں تھا مجھے کچھ بھی یاد نہیں اور مدہوشی میں تو انسان کچھ بھی بول جاتا ہے اس کا مطلب یہ تو نہیں اس بات کو لے کر تم ہماری زندگی کو داؤ پہ لگا دو" وہ بہت تیزی سے الٹے جملے ادا کر رہا تھا جیسے رٹے ہوئے تھے۔

"تو آپ ایسے نہیں جائیں گے۔۔۔؟" اس نے کانچ کو بازو پہ زور دیا خون کے کچھ چھینٹے اڑے۔ زلیخا کی جان ہوا ہو رہی تھی۔

"وہیں رہیں آپ لوگ اس کو بولیں جائیں یہاں سے" زلیخا کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ وہ زلیخا پہ چلائی۔

"چلے جاؤ اظہر خدا کے لیے بخش دو میری بیٹی کی جان" وہ ہاتھ جوڑ گئیں اس کے سامنے۔

اظہر ان کی بات نظر انداز کرتے بخت کی جانب بڑھا۔

"آگے مت آنا ورنہ میں اپنی نس کاٹ لوں گی" وہ اٹل انداز میں بولی۔

"اظہر چلے جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ خدا کے لیے میری بچی مر جائے گی" وہ تڑپ اٹھی تھیں۔

"بخت میں محبت کرتا ہوں تم سے اور میں یقین دلائے بغیر نہیں جاؤں گا تمہیں" کہتے ہی وہ اس کے ہاتھ سے وہ کانچ جھپٹ گیا مگر اسے سے پہلے ہی بخت اپنی کلائی پہ پھیر چکی تھی۔

"بخت۔۔۔۔!" اظہر اور زلیخا کی آواز چیخ کی مانند نکلی۔

"اب بھی تو رہنا پڑے گا جب میں مر جاؤں گی اور میری موت کے ذمہ دار آپ ہوں گے سمجھے" وہ خون آلود ہاتھوں سے اسے دھکا دے کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹی۔

"یاد رکھیے گا امی یہ شخص ہو گا میری موت کا ذمہ دار" وہ انگلی اٹھا کر اس کی پیشانی پہ دستک دے گئی جو اسے گرنے سے بچا گیا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے چھوڑ دو ہماری جان میری بچی کو مار دیا تم خدا تمہیں غارت کرے اللہ تمہیں عبرت کا نشان بنائے" وہ دونوں ہاتھوں سے اسے پیٹتیں بددعائیں دیتیں اسے

بخت سے دور کرنے لگیں مگر وہ اس کے بے جان ہوتے وجود کو اٹھا کر باہر نکل گیا۔
"کہاں لے کر جا رہے ہو اب اللہ کرے مر جاؤ تم اظہر تم نے میری معصوم بچی کو اس حالت تک پہنچا دیا" وہ اس کے پیچھے لپکیں مگر وہ اس قدر تیزی سے بخت کو گاڑی میں ڈالتے خود ان کے باہر پہنچنے سے پہلے گاڑی بھگا لے گیا۔

****

"ہاں بھئی اب بتا کیا مسلہ ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیتے استفسار کیا۔
"مجھے تو خود بھی سمجھ نہیں آ رہا میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے ایک طرف میری محبت کسی اور کی ہونے جا رہی ہے اور دوسری طرف ایک نئی محبت میرے انتظار میں ہے" دائم زیر لب مسکرایا۔
"تو جو کسی اور کی ہونے جا رہی ہے اسے ایک طرف رکھ دے اور جو انتظار میں ہے اس کی طرف سفر کر کے انتظار کو ختم کر لے" وہ سکون سے اسے جواب دے گیا۔
"محبت کو ایک طرف رکھنا آسان ہے۔۔۔؟" دائم نے گردن ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا۔
"اتنا مشکل بھی نہیں اگر اس میں اتنی شدت ہوتی تو کسی اور کی نہ ہوتی۔۔۔ اب ایسے

کیا دیکھ رہا ہے۔۔۔؟ جو سچ ہے وہی کہا میں نے تو" عکاشہ نے کندھے اچکائے۔

"یہ سب لوگ سچ مجھے ہی کیوں بتاتے ہیں" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"خیر بتایا نہیں تو نے اسے۔۔۔؟"

"بتایا تھا مگر۔۔۔۔ وہ کہتی ہے یہ سب میری وقتی جذباتیت تھی" اس کے انداز میں واضح دکھ تھا۔

"اور تجھے کیا لگتا ہے۔۔۔؟"

"مجھے نہیں لگتا مجھے وہ اچھی لگتی ہے اس کی ہر عادت اس کی معصومیت اس کی سادہ طبیعت اور مجھے نہیں لگتا میں اسے کبھی بھول سکتا ہوں" وہ مکمل سچائی سے بولا۔

"وہ تجھے اچھی لگتی ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"میں فارسی بول رہا ہوں کیا۔۔۔؟"

"ہمم۔۔۔۔ !" وہ کچھ سوچنے لگا۔

"اور جو تیرے انتظار میں ہے وہ کیا کہتی ہے۔۔۔؟" اس بات پہ دائم کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ ابھری جو عکاشہ کی زیرک نظروں نے فوراً پہچانی تھی۔

"وہ کچھ کہتی ہی تو نہیں" وہ سر جھٹک کر صوفے سے ٹیک لگا گیا۔

"تووو۔۔۔۔ شروعات تو کر لے ویسے بھی لڑکیاں کم ہی پہل کرتی ہیں اور پھر شریف لڑکیاں تو کبھی بھی پہل نہیں کرتیں سوچ لے جانچ لے خود کو"

"کیا جانچوں۔۔۔؟" وہ الجھا۔

"یہی کہ وہ تجھے اچھی لگتی ہے مگر کوئی تجھ سے محبت کرتی ہے دو الگ چیزیں ہیں ہو سکتا ہے تمہاری پسند وہیں رہے اور محبت ہو جائے"

دائم نے سوچنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"پہلی بات آنٹی میرے ساتھ مشکل ہی چلیں گی اور اکیلے رشتہ مانگنے جانے سے تو رہا میں، ناں ہی اس طرح چھڑے مچھڑے کو کوئی اپنی بیٹی پکڑا دیتا ہے اور دوسری بات اس کے ماں باپ کبھی نہیں مانیں گے۔۔۔ سٹیٹس ڈفرنس"

"ہمم یہ سب تو مجھ پہ چھوڑ دے میں خود سنبھال لوں گا" عکاشہ نے پلکیں جھپکا کر اس کی تسلی کروائی۔

"کیسے۔۔۔۔؟" دائم کے چہرے پہ خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"ویسے مجھے لگتا ہے تیری پسند صحیح کہتی ہے وہ سب وقتی تھا"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"جس طرح سے تو خوش ہو رہا ہے مجھے اس لڑکی کی بات بالکل صحیح لگ رہی ہے"

"اچھا اب بکواس نہ کر اور بتا کیا کرے گا تو۔۔۔؟"

"میں نے کہا نا پہلے خود کو جانچ لے" عکاشہ نے پیر پسار کر سکون سے موبائل نکالا۔

"اب بکواس کرتا رہے گا یا کچھ بتائے گا بھی۔۔۔؟" فون کی رنگ ٹون پہ وہ اس طرف

متوجہ ہوا۔

"اظہر۔۔۔!" دائم نے عکاشہ کو بتایا اور کال ریسیو کی۔

"السلام علیکم۔۔۔۔!کیسے ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک ہوں تو کیسا ہے۔۔۔؟" سپیکر پہ کال سیٹ کرتے وہ عکاشہ کے تاثرات بھی دیکھ رہا تھا۔

"میں بھی ٹھیک"

"کام کا کیا سوچا پھر۔۔۔۔؟"

"میں نے آپ سے کہا تھا جب آپ کہیں گے کر لیں گے

ٹھیک ہے پکچر بھیج رہا ہوں تمہیں دیکھ لو اور کام ہونا چاہیے ایڈوانس پے منٹ کی ہے

میں نے اور باقی کی کام ہوتے ہی"

عکاشہ کے اشارے پہ وہ "ہاں ٹھیک ہے" بولا۔

اگلے ہی منٹ میں اسے واٹس ایپ پہ تصویر موصول ہوئی۔

"وہاٹ۔۔۔؟" سامنے بالی کی تصویر دیکھتے جہاں عکاشہ کی حالت غیر ہوئی تھی وہی دائم کا خون کھول اٹھا۔

"یہ گھٹیا انسان اس کو تو میں۔۔۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر اٹھا۔

"ریلیکس" عکاشہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑا اور تصویر اپنے موبائل پہ فارورڈ کی۔

Urdu Novels Ghar

"اس کو تو میں چھوڑوں گا نہیں ہمارے گھر کی عزت پہ ہی نظر رکھے بیٹھا تھا یہ اور میں۔۔۔ میں کیسے چند چیزوں کے پیچھے" ایک پل کے لیے اسے اپنے آپ سے کراہیت محسوس ہوئی۔

"اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے تجھے اب۔۔۔؟ پہلے بھی تو جس کو کڈنیپ کرنا تھا وہ کسی کے گھر کی عزت ہونی تھی" عکاشہ کا سلگتا لہجہ اسے مزید ذلیل و شرمندہ کر گیا۔

"بیٹھ جا سکون سے اس کو مزہ چکھائیں گے، اور ایسا چکھائیں گے کہ اس کی سات پشتیں یاد رکھیں گی" عکاشہ کا لہجہ خطرناک حد تک سرد تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"وہی مطلب جو پہلے کر رہے تھے وہی کریں گے"

"لیکن اس کی شادی ہے اس جمعہ کو" عکاشہ کے جسم سے جیسے ایک پل کے لیے کسی نے روح کھینچ لی۔ نجانے کیوں یہ بات ہی اس کو اس قدر تکلیف دے گئی تھی۔

"پلین پہ فوکس کرو" اس کے کندھے پہ بھاری ہاتھ مارتے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور پیچھے دائم خاموش سا اپنے پیروں پہ نظریں جما کر بیٹھا رہ گیا۔

****

"کیا کروں۔۔۔؟ کیسے بتاؤں دادی جان کو شہرام کے بارے میں کیا وہ یقین کریں گی کیا پتہ وہ مجھے زری پھپھو کی طرح ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیں یا پھر شاید شاید اس سے بھی کچھ برا تجویز کریں میرے لیے نہیں مجھے خاموش رہنا چاہیے ہمم یہی بہتر ہے" دل نے جذباتی مشورہ دیا۔

"یہ صرف وقتی بہتری ہے حقیقت کبھی نہیں چھپتی کبھی نا کبھی سامنے آجائے گی تب۔۔۔؟ تب کیا کرو گی وہ مزید بدگمان ہوں گی کہ کیوں حقیقت چھپائی۔۔۔؟" دماغ نے سچ جتلایا۔

"اور اگر وہ نا سمجھیں تو میں کھو دوں گی انہیں میرے پاس ان کے سوا کچھ نہیں ہے میں کھونا نہیں چاہتی انہیں" دل نے دلیل دی۔

"تم سمجھاؤ گی انہیں تو سمجھ جائیں گی آج انہیں سچ بتا کر ان کا بھروسہ جیتنا بہتر ہے یا کل کو کسی اور کے منہ سے کچھ الٹا سیدھا سن کر انہیں بدگمان کرنا بہتر ہے۔۔۔۔؟" دماغ نے سوال داغا۔

تائی جان کی بات سن کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے اور ان سے کچھ بعید نہیں تھا وہ دو کی چار لگا کر بات کرتیں۔

وہ دعا کے لیے پھیلے ہاتھوں پہ نظریں ٹکائے دل و دماغ کی جنگ میں گم دادی کے کلمے کی آواز پہ ہاتھ چہرے پہ پھیر کر ان کی طرف مڑی۔

"دادی جان۔۔۔!" دادی نے مسکرا کر اس کے چہرے پہ پھونک ماری۔

"اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔۔۔!"

"آمین۔۔۔۔دادو" وہ بے صبری سے بولی۔

"کیا بات ہے۔۔۔؟"

"آپ وہ۔۔۔مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے"

"کیا بتانا ہے۔۔۔؟"

"پوچھنا ہے"

"لو کبھی پوچھنا ہے کبھی بتانا ہے اب بول بھی تو سہی کچھ"

"دادو آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے۔۔۔۔؟"

"ہاں ہے" وہ اس کی گال پہ ہاتھ پھیر کر بولیں تو بالی نے ان کا ہاتھ تھاما۔

"دادو آپ زری پھپھو سے بھی پیار کرتی ہوں گی نا جیسے مجھ سے کرتی ہیں۔۔۔۔؟" اس نے آس سے ان کو دیکھا جن کے چہرے پہ یک دم سفیدی نمودار ہوئی۔

"کیا بات الجھا رہی ہے تجھے۔۔۔۔؟" ان کا سپاٹ لہجہ ہوا۔

"دادو وہ جو لڑکے والے آئے تھے۔۔۔؟" وہ حلق تر کرنے لگی۔

"وہ لڑکا میری یونیورسٹی میں پڑھتا تھا"

"کیا۔۔۔؟کون سی یونیورسٹی۔۔۔؟"

"لاہور میں ہی ساتھ، ایک کلاس میں تھا۔۔۔ دادو وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا میں نے اسے بہت سمجھایا یہ بھی کہا ہمارے ہاں ذات سے باہر شادی نہیں کرتے مگر۔۔۔ مجھے پتہ نہیں تھا وہ پہلے بھی اپنی ماں کو یہاں بھیج چکا ہے" ان کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر وہ پریشان ہونے لگی۔

"دادو آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے نا میں کبھی ایسا کچھ نہیں کر سکتی کہ آپ دکھی ہوں میرے لیے آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہے" وہ رو دی۔

"کچھ تو کہیں پلیز" وہ مسلسل انہیں خاموش اور شاکی دیکھ ان کے گھٹنے پہ سر رکھ کر رونے لگی۔ ان کی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ وہ کس پاتال میں گری تھی یہ اس وقت صرف وہی جانتی تھی۔

"رات کافی ہو گئی ہے بتیاں بند کر کے سو جا" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر زمین سے اٹھنے لگیں تو بالی اپنے آنسو صاف کرتی ان کو سہارا دے کر بیڈ تک لائی۔

"میرے پیروں پہ کھیس ڈال دے زرا" ان کا لہجہ ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا۔

"جی دادو" وہ سعادت مندی سے ان کے پیروں پہ کمفرٹر ڈال کر وہ لائیٹس آف کرتی خود بھی ان کے برابر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

****

ایک انجانا سا خوف محسوس ہو رہا تھا اسے بخت کی حالت سے اس کی جنونیت دیکھ اس کا دل پہلی دفعہ کسی انجانی لے پہ دھڑکا تھا۔ اسے کھونے کا ڈر دھیرے دھیرے اس کی رگ و پہ میں پیوست ہو رہا تھا۔

ہسپتال آتے ہی اس نے دائم کو کال کی اور اپنے منصوبے کو مکمل کرنے کا سوچتے وہ دوبارہ آئی سی یو کے سامنے آکھڑا ہوا۔

پچھلے پندرہ منٹ سے وہ آئی سی یو کے سامنے کھڑا تھا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر فرحت سے جان پہچان کے بل بوتے انہوں نے پولیس کیس دبا دیا تھا۔ لیکن اسے اگر پرواہ تھی تو صرف بخت کی زندگی کی۔ ایک ایک لمحہ اسے کئی پہروں سے زیادہ بھاری محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے بخت۔۔۔؟" وہ سر آئی سی یو کے دروازے سے ٹکا گیا۔

صرف پندرہ منٹ میں وہ تھکن سے چور ہو گیا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ کتنے میلوں کی مسافت پیدل طے کر کے آیا ہو یہاں۔ ایک دفعہ پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ڈاکٹر فرحت باہر آرہی تھیں۔

"کیسی ہے اب بخت۔۔۔؟" وہ بے کلی سے آگے بڑھا۔

"تم جیسا شخص اس کی محبت کو ڈیزرو ہی نہیں کرتا اس معصوم سی کلی کو تم نے اس

قدر۔۔۔۔۔"

"پلیز فری میں لیکچر کے موڈ میں نہیں یہ بتاؤ میری بخت ٹھیک ہے۔۔۔؟" وہ رعب و غصے سے بولا۔

"ابھی جنرل وارڈ میں شفٹ کر دیں گے تو مل لینا لیکن۔۔۔ ایک بات یاد رکھنا اب اگر اسے کوئی تکلیف ہوئی تو میں خود تمہیں پولیس کے حوالے کروں گی اور تم جانتے ہو میں یہ کر سکتی ہوں" فرحت نے ابرو اچکا کر اسے کچھ یاد دلایا۔

"فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں" وہ حقارت سے کہتا بخت کی طرف بڑھا جسے اب وارڈ کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔

نرس کے جاتے ہی وہ اس کے قریب آ بیٹھا۔ سفید رنگت زرد ہو چکی تھی۔ اس کی سیاہ گھنی پلکوں پہ نمی تھی۔ چھوٹی سی تیکھی ناک ابھی بھی سرخ تھی شنگرفی ملائم ہونٹ خشک ہو کر آپس میں یوں پیوست تھے جیسے کبھی کھلے ہی نہ ہوں۔ اس کے وجود سے اٹھتی بھینی خوشبو اظہر کے حواس کو عجیب سے سحر میں جکڑ رہی تھی۔ وہ وارفتہ نظروں سے اسے دیکھے گیا۔

"فتور نظریں گماش عادت سحاب نیناں رقیب قربت"

"حسین چہرہ نگین رنگت سبین خوشبو نصیب قربت"

"یہ سب تمہاری بہن کی وجہ سے ہوا ہے بخت سب کچھ، تمہاری حالت کی ذمہ دار وہی ہے اور میرا وعدہ ہے تم سے اسے تو میں چھوڑوں گا نہیں" وہ اس پہ جھکا ہولے ہولے بول رہا تھا پھر اس کے چہرے کے گرد آتی بالوں کی لٹوں کو پرے کیا۔ وہ دیوانوں کی طرح اس کے چہرے کو تکتے اس کی گال کو انگوٹھے سے سہلانے لگا۔ تبھی فون پہ آتی کال نے اسے ہوش کی دنیا میں پٹخا۔ ماتھے پہ آئے بل اس کی بے زاری کو صاف ظاہر کر رہے تھے۔

"جی ماں۔۔۔؟" وہ بے زاری سے بولا۔

"کہاں ہو تم اب کیا کر دیا ہے تم نے کچھ احساس کرو مجھ بیوہ کا کب تک میں تمہاری شکایات کا ٹوکرہ سرپہ لیے سب صحیح ہے کا سیٹ اپ لگائے رکھوں اظہر۔۔۔؟" وہ پھٹ ہی پڑیں۔

"اب کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟" وہ آرام سے بولا جیسے معمول کا کام ہو۔

"اب کیا ہوا۔۔۔؟ یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔۔۔؟"

"مام پلیز اس وقت مجھے ڈسٹرب نہ کریں میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں"

"تم اپ سیٹ ہو۔۔۔؟ تم صرف مجھے اپ سیٹ کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہو۔۔۔ کہاں لے گئے ہو بخت کو" وہ مسلسل اس پہ چیختی چلاتی بولیں۔

"ہاسپٹل ہوں اور بالکل ٹھیک ہے اب بخت پریشانی کی بات نہیں"

"ایسے کیسے پریشانی کی بات نہیں خودکشی کی ہے اس نے پولیس کیس ہے یہ"

"مام آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں۔۔۔۔؟ کچھ کانٹیکٹ تو میرے بھی ہیں کچھ نہیں ہوگا بے فکر ہو جائیں"

"کس ہسپتال ہو۔۔۔؟" وہ تھک کر بولیں۔

"ایک دو گھنٹوں میں آجائیں گے گھر" کہتے ہی اس نے کال ڈسکنیکٹ کی۔

مسلسل بھاری آواز کانوں میں پڑنے سے بخت کا دماغ جاگنے لگا تھا۔ بند آنکھوں میں چھائے گھپ اندھیرے میں اسے احساس ہونے لگا جیسے وہ آنکھیں کھولے گی تو ہر طرف روشنی ہوگی مگر وہ تو اس روشنی کی امید ختم کر چکی تھی تو پھر کیسے۔۔۔۔؟

پھر اپنی پیشانی پہ ہونٹوں کا لمس محسوس کرتے اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر آنکھیں اس قدر وزنی ہو چکی تھیں کہ کچھ دیر کوشش کے بعد اس نے بے بسی سے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

اظہر اس کے چہرے کے تاثرات اور جسم میں حرکت دیکھ خوش ہوا تھا۔

"بخت۔۔۔؟ بخت تم ٹھیک ہو آنکھیں کھولو پلیز۔۔۔!" بخت کی آنکھیں میکانکی انداز میں کھلیں۔

"بخت۔۔۔ تم۔۔۔۔ ٹھیک ہونا تم" اسے لفظ نہیں مل رہے تھے کیا کہے جہاں اس

کے زندگی میں لوٹ آنے کی خوشی تھی وہیں اس کی نظریں اسے ندامت کا احساس دلا گئی تھیں۔

بخت خاموشی سے اسے دیکھے گئی کوئی بات نہیں تھی کہنے کو نہ کوئی جملہ نہ لفظ وہ بس اسے سرخ سوزش زدہ آنکھوں سے دیکھے گئی۔

"کچھ تو کہو پلیز۔۔۔۔!" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بے بسی سے بولا۔

اس شخص کی حالت کچھ دیر پہلے جیسی تو نہیں تھی مغرور لاپرواہ۔یہ تو کوئی اور ہی اظہر تھا کوئی ہارا ہوا شخص تھا، ایسے تو وہ تب بھی نہیں ہوتا تھا جب وہ بخت کی ناراضگی کو لے کر بے بس ہو جاتا تھا وہ تو شاید بے بسی تھی ہی نہیں بے بسی تو یہ تھی۔

"ہاں یہی تو بے بسی ہوتی ہے اور میں سمجھ ہی نہیں سکی اس شخص کے دھوکے کو" وہ خاموش نظروں سے دیکھتے سوچنے لگی۔پھر اس کی نظریں خود پہ محسوس کرتے شرمندہ ہوتے آہستہ سے تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتے زرا سیدھی ہونے لگی اظہر نے اس کا ایک ہاتھ تھاما اور دوسرے بازو سے پکڑ کر اسے بیٹھنے میں مدد دی تو اس نے بیٹھتے ہی اظہر کے ہاتھ جھٹکے۔

"تم جو سزا دو گی مجھے قبول ہے لیکن پلیز خود کو آئندہ کبھی تکلیف نہ دینا ورنہ میں خود تمہیں گولی مار دوں گا اور خود کو بھی مار لوں گا" آخر میں وہ پھر سے برہمی اور رعب سے بولا۔

"ہونہہ یہی تو آتا ہے تمہیں دوسروں کی عزت اچھالنا جیتے جی جان لے لینا انسان کو

انسان سمجھتے ہی کب ہو تم کسی کے جذبات کی پرواہ تمہاری خصلت میں ہے ہی نہیں"
وہ لرزتی آواز میں بولتی گئی اور اظہر خاموشی سے سنتا گیا۔
"میں جانتا ہوں جو ہوا غلط ہوا نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کا حل یہ تو ہرگز بھی نہیں تھا نا کہ تم اپنے آپ کو تکلیف پہنچاؤ"
"اپنی یہ جھوٹی فکر مندی اور ہمدردی اپنے پاس ہی رکھو اور جاؤ یہاں سے مجھے تمہاری صورت سے ہی گھن آرہی ہے کجا کہ تمہاری یہ قربت" وہ نفرت سے منہ موڑ گئی۔

"فریب باتیں عیار فطرت کمین عادت لعین خصلت" "غرور پرور، نگاہ برتر، ضمیر کم تر، صلیب قربت"

"تمہاری محبت اتنی کمزور تھی بخت۔۔۔؟" بخت نے اس کی سرخ آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھیں۔
"بولو۔۔؟ کہاں تم بالی کے منہ سے میرے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی تھی کہ کہیں تم اپنی محبت کو کھو نہ دو اور اب۔۔۔؟"
"ہاں نہیں کھونا چاہتی تھی میں تمہیں نہیں کھو سکتی تھی اسی لیے جا رہی تھی نا تم سے دور تمہارے دیے دھوکے سے جو دن رات مجھے موت سے بدتر تکلیف مل رہی تھی اس

سے دور مگر تم نے تو یہاں بھی مجھے دھوکہ دیا اظہر زندگی میں زہر گھول کر اب کہتے ہو وہ پینا بھی ہے اور جینا بھی ہے" اس کی آواز میں دکھ تکلیف کرب اظہر کو اپنے سینے میں کسی کند چھری کی طرح لگے تھے۔

"محبت کرنے والوں کے دلوں میں تو بہت گنجائش ہوا کرتی ہے اور تم مجھے میری ایک غلطی سدھارنے کا موقع نہیں دے سکتی۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

چہرہ ضبط سے سرخ تھا اور آنکھوں میں آس تھی۔

بخت کا دل پگھلا تھا وہ ہار رہی تھی اس شخص کے سامنے وہ کیسے اس شخص کی آس توڑ سکتی تھی مگر اس کے بعد کیا وہ خود سلامت رہے گی وہ الجھی۔

"بولو۔۔۔؟ بس یہی تھی تمہاری محبت کہ ایک عیب دیکھتے تم پیچھے ہٹ گئی دستبردار ہو گئی اپنی محبت سے۔۔۔۔؟" وہ لفظوں کا جال پھینکتا گیا۔

"نہیں اب میں تمہاری ان چال بازیوں میں نہیں آنے والی سمجھے تم جاؤ یہاں سے" وہ اسے دھکا دیتے چیخ اٹھی۔

"نہیں جاؤں گا" اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھام کر ایک جھٹکا دیتے وہ بھی دھاڑا تھا۔

" سمجھی تم کہیں نہیں جا رہا میں نہ تمہیں جانے دوں گا بس بہت برداشت کر لیا محبت سے بات کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں میں ڈرتا ہوں تم سے" اس کی انا کو کہاں

گوارا تھا یہ چھوٹی سی لڑکی یوں اس کو دھتکارتی۔

"ڈرتے تو تم اپنے خدا سے بھی نہیں تو مجھ سے۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتی اظہر کی انگلی نے اس کی چلتی زبان بند کروائی۔

"چپ" اس کے لبوں پہ شہادت کی انگلی رکھتے وہ اسے خاموش ہونے پہ مجبور کر گیا۔ مگر اگلے لمحے بخت نے پورے زور سے اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکا۔

"ہاتھ مت لگانا مجھے ورنہ۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔؟" وہ اس کا بازو تھام کر اسے اپنے قریب کرتے بولا۔ بخت جو اسے بڑے بڑے لفظ سنانے والی تھی ایک پل لگا تھا اسے اپنی کمزوری سمجھنے میں۔

اظہر اس کی آنکھوں کو دیکھتا تو کبھی ناک، کبھی گال تو کبھی ہونٹ۔ اس کی وارفتہ نظروں سے گھبراتے بخت نے اسے پیچھے دھکیلا اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ تکیے سے ٹیک لگاتے اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔

اظہر کے لبوں پہ گہری مسکراہٹ در آئی وہی ازلی دل فریب مسکراہٹ۔ بخت نے نخوت سے سر جھٹکتے رخ موڑا۔

"مجھے گھر جانا ہے" اپنا بازو سہلاتے وہ سختی سے بولی۔

"چلتے ہیں ڈاکٹر فرحت ایک دفعہ چیک اپ کر لیں" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

بخت کا دل چاہا اس کی مسکراہٹ کو نوچ کر پھینک دے مگر وہ جان چکی تھی فلحال وہ

ایسی صورت حال میں نہیں ہے اسی لیے سرخ چہرہ لیے دوسری جانب دیکھنے لگی۔

"میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں تمہارے لیے" کہتا وہ روم سے نکل گیا۔ بخت اسے منع کرنا چاہتی تھی مگر پھر کچھ دیر کے لیے ہی سہی اس کے دور جانے پہ سکون کا سانس لیتے وہ بیڈ پہ نیم دراز ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو تو جیسے اب ختم ہو چکے تھے بس جلن ہی جلن تھی ہر طرف آنکھوں میں دل میں جو روح کو بھی جلا رہی تھی وہ نازوں پلی، کلی جیسی تھی کہاں سوچا تھا اتنا بڑا مرض اسے لاحق ہو جائے گا جس کے علاج کا متمنی تو خود مریض بھی نہیں ہوتا۔

****

"مجھے میرے گھر چھوڑ دو اور اگر نہیں چھوڑ سکتے تو یہیں اتار دو میں خود چلی جاؤں گی"

"چپ چاپ بیٹھی رہو" اس کے ہر انداز سے اس کی مغروریت ظاہر ہوتی تھی جو بخت کو اندر تک جلا گئی تھی۔

"اگر تم نے گاڑی نہیں روکی تو میں چلتی گاڑی سے کود جاؤں گی" وہ اونچی آواز میں دھمکی دے گئی جس کا کوئی خاطر خواہ اثر ہوتا محسوس نہیں ہوا تھا۔

بخت نے مٹھیاں بھینچ کر اسے دیکھا اور پھر دروازہ کھولنے لگی تو کلک کی آواز سے وہ

لاک ہوا، یقیناً اظہر نے دروازہ آٹو لاک کیا تھا۔

بخت نے لاک کھولا اور پھر سے کوشش کی مگر لاک کھلتے ہی دوبارہ بند ہو گیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔؟" اسے مسلسل اسی کوشش میں لگے دیکھ وہ اس کا ہاتھ تھام کر غصے سے دھاڑا۔

"چھوڑو مجھے"

"تمیز کے ساتھ بیٹھی رہو جاہل عورت میں بالکل بھی تحمل مزاج آدمی نہیں ہوں سمجھی" وہ سرد آواز میں بولا تو بخت خونخوار نظروں سے دیکھتے اپنے ہاتھ چھڑانے لگی مگر کامیاب نہ ہوتے اس نے اظہر کے سفید و گلابی ہاتھ پہ دانت گاڑھے مگر اظہر کی گرفت مزید سخت ہوئی۔

"سس" کافی دیر تک بخت کے نوکیلے دانتوں کا زور برداشت کرتے اس نے جھٹکے سے ہاتھ واپس کھینچا۔

"بدتمیز جاہل گنوار" وہ اپنے ہاتھ کی پشت کو سٹیرنگ پہ سہلاتے ہوئے درد سے دہرا ہوتا بولتا گیا۔

"آئندہ اگر مجھے ہاتھ لگایا تو اس سے برا کروں گی" وہ اپنی ناک کو شہادت کی انگلی سے چھو کر بولی۔

اظہر کو اس کی ادا پہ ہنسی آئی جو اس نے ابرو اچکا کر مسکراہٹ دبائی۔

"کیڑی جتنی جان ہے تمہاری اور چیلنج مجھے کر رہی ہو۔۔۔؟"

"شٹ اپ یہ کیڑی کسے بول رہے ہو" وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔

"ریلکس اب کیڑی کو کیڑی نہیں کہوں گا تو کیا ہتھنی کہوں گا"

"خود جو اتنے بڑے دریائی گینڈے ہو اسی لیے تمہیں دوسرے لوگ کیڑے مکوڑے نظر آتے ہیں" وہ ٹکا کر جواب دے کر سکون سے بیٹھی۔

"انسان کو اپنی اصلیت ہضم کرنے کی عادت ہونی چاہیئے" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"اصلیت کی بات تم تو نہ ہی کرو تو بہتر ہے میں نے تمہیں تمہاری اصلیت بتائی تو۔۔۔۔"

"اچھا بس" وہ سختی سے ٹوک گیا۔ نجانے کیا طاقت تھی اس شخص کی ہر بات میں وہ عام لہجے میں بھی کچھ کہتا تو بخت کو اس کا انداز مغروریت بھرا ہی لگتا۔

"بہت اکڑ ہے ناں تمہیں اللہ تمہارا یہ غرور ضرور توڑے گا ان شاء اللہ"

گاڑی اظہر کے گھر کے پورچ میں رکی تو زلیخا انٹری گیٹ سے بھاگ کر بخت کی جانب آئیں۔

"بخت میری بچی میری جان کیسی ہو درد تو نہیں ہو رہا" وہ اسے گلے لگا کر پیار کرتیں بولیں۔

"آنٹی اندر چلیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں" اظہر نے کافی سعادت مندی سے کہا۔

"ہاں زلیخا اندر چلیں پلیز اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں" بشریٰ نے بھی تائید کی۔ زلیخا بخت کے ساتھ لاؤنج میں آئیں تو اظہر اور بشریٰ ان کے سامنے بیٹھے۔

"صبیحہ جوس لے کر آؤ بی بی کے لیے" اس نے صفائی کرتی ملازمہ کو آواز دے کر کہا۔

"دیکھو بشریٰ میں اپنی بیٹی کو اب ایک لمحے کے لیے بھی مزید یہاں نہیں چھوڑنے والی ہمیں اجازت دو" بخت کا ہاتھ پکڑتے وہ اٹھنے لگیں۔

"میری بات سنیں آنٹی، یہ بیوی ہے میری اور مجھ سے کوئی طاقت اسے دور نہیں کر سکتی جب تک میں خود نا چاہوں" وہ قطعی انداز میں بولا تو زلیخا نے پر شکوہ نظر بشریٰ پہ ڈالی۔

"یہ کیا طریقہ ہے اظہر بات کرنے کا۔۔۔؟"

"ان کو یہی طریقہ سمجھ آنے والا ہے۔۔۔ اور تم اٹھو مل لیا نہ ماں سے اب روم میں پہنچو تمہارا کھانا وہیں پہنچ جائے گا" وہ بخت کو انگلی سے اٹھنے کا اشارہ کرتے بولا۔

"امی آپ میری فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہو گا آپ کی بیٹی اتنی کمزور نہیں کہ کوئی بھی ایرہ غیرہ اس کو دبا لے آپ پر سکون ہو کے گھر جائیں اور بس میرے لیے دعا کریں" اس نے اظہر کو سخت نظروں سے دیکھتے کہا۔

"لیکن وہ۔۔۔"

"امی۔۔۔! بھروسہ ہے نا آپ کو مجھ پہ۔۔۔۔؟ اس شخص نے جیسے میرے ساتھ کیا ہے اگر اس کو سبق نہ سکھایا تو میرا نام بھی بخت آور نہیں بس آپ میری طرف سے

بے فکر ہو جائیں" وہ پر اعتماد طریقے سے بولی تو زلیخا نے اسے اپنے ساتھ لگا کر خوب پیار کیا۔

"مجھے معاف کر دو" نجانے ان کے لہجے میں اتنی شرمندگی تھی یا بخت کو محسوس ہوئی تھی۔

"پلیز ایسا کہہ کہ مجھے شرمندہ نہ کریں" بخت ان کے گلے لگی۔

اظہر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیزاریت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا جبکہ بشریٰ اسے غصیلی نظروں سے گھور رہی تھیں جس کا اس پہ کوئی اثر نہیں تھا۔

****

"Hey seiri look at her.... Get up move on"

"ہیے سری اس کی طرف دیکھو۔۔۔ اٹھو چلو" وہ خوبصورت چوبیس پچیس سالہ سنہری سحر انگیز آنکھوں والا لڑکا سری کو کھینچتا ہوا آگے بڑھا۔

وہ امپوریم مال کے کیفے ٹیریا میں بیٹھے تھے جب دو تین خواتین ان کے سامنے سے گزریں۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ تو۔۔۔؟" سری جھنجھلایا۔

"Just shut your mouth and follow me"

"اپنا منہ بند رکھو اور میرے پیچھے چلو" وہ درشتی سے کہتا کچھ فاصلے سے ان خواتین کا تعاقب کرنے لگے اور یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا سری سر جھٹک کر اس کے پیچھے چل دیا۔

قریباً دو گھنٹے ان کا تعاقب کرنے کے بعد وہ اب پارکنگ ایریا کی طرف آئے اور ان کی گاڑی کا تعاقب کرنے لگے۔

"یار اب کیا تو ان کے گھر جائے گا۔۔۔؟"

"ہاں"

"لیکن کیوں۔۔۔۔؟"

"کیونکہ یہی وہ لڑکی ہے جس نے میری نیند چین سب ختم کیا ہوا ہے" وہ پر اسرار مسکراہٹ چہرے پہ سجائے بولا۔

"کون وہی جو۔۔۔"

"ہاں وہی اب لوکیشن آن کر اور اس کو۔۔۔" ابھی وہ کچھ کہتا کہ گاڑی کو انجان راہ پہ مڑتے دیکھ وہ آنکھیں سکیڑ کر دیکھنے لگا۔

"یہ کیا آؤٹ آف سٹی جا رہے ہیں۔۔۔؟" سری نے لوکیشن نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"لگ تو یہی رہا ہے"

ٹھیک ایک گھنٹے میں وہ لوگ ان خواتین کے پیچھے گھر تک پہنچ چکے تھے۔

"اوہ تو یہ کنول یہاں رہتی ہے" وہ خباثت سے مسکرایا۔ سری بھی اس کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"اب کیا کرنا ہے۔۔۔؟" سری نے اگلی کاروائی پوچھی۔

"کرنا کیا ہے ہاہاہاہاہاہ" وہ ہنستے ہوئے سری کے گال پہ بوسہ دے گیا۔ اس کی ہنسی میں عجیب پاگل پن تھا۔

"ہاہاہاہاہاہا" وہ مسلسل ہنس رہا تھا اور سری کو اس کی اس ہنسی سے سخت کوفت ہوتی تھی۔

"اتر۔۔۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔

"کیا مطلب ہے تو جانتا ہے یہاں سب مسلم ہیں میں یہاں کہاں رہوں گا۔۔۔۔؟" وہ چیخ اٹھا۔

"جو بھی کرنا ہے یہ اب تیرا مسلہ ہے مگر یاد رکھنا وہ صرف میری ہے ایک ایک پل کی خبر رکھنی ہے تجھے"

"دیکھ یہ تو اچھا نہیں کر رہا" سری نے اپنے تیئں دھمکایا۔ سری اس کا دوست تھا لیکن جب سے وہ پاور میں آیا تھا سری اس ک صرف اسسٹنٹ بن کر رہ گیا تھا۔

"پانچ لاکھ" اس نے ہاتھ پھیلایا اس کے سامنے تو سری کچھ سوچ کر اس کے پھیلائے ہاتھ کو تھام گیا۔

" گڈ۔۔۔ ! "

"اور تو۔۔۔۔؟"

"مجھے کچھ ارینجمنٹ کرنے دے" وہ اگینشن میں چابی گھما کر بولا۔

"اوکے میں اپ ڈیٹ کرتا رہوں گا" سری گاڑی سے اتر کر ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پیچھے وہ گاڑی زن سے بھگاتا اپنی منزلوں کی جانب رواں ہوا۔

****

"یہ سوپ ابھی تک یوں ہی پڑا ہے؟" وہ اندر آتے ہی بخت کے سامنے پڑے باؤل کو دیکھ کر بولا۔ بخت نے اس کے آتے ہی موبائل پر کوکنگ کریز کھیلنا شروع کر دیا۔

"بخت یہ پی لو پہلے، یہ سب بعد میں ہو سکتا ہے" وہ کافی نرمی سے بولا تھا۔ بخت کا دل زور سے دھڑکا مگر اگلے پل میں بالکل معمول پہ آگیا۔

"بخت۔۔۔ ! " وہی میٹھا گھمبیر لہجہ۔

"یار پلیز پی لو تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ڈاکٹر کو سنا تھا نا کیا کہا تھا انہوں نے کہ پراپر

ڈائٹ لینی ہے تمہیں اور۔۔۔" وہ اس کے سامنے بیٹھا اور باؤل اٹھا چمچ سے ہلانے لگا۔

"تمہیں پتہ ہے نا خون کتنا بہہ چکا ہے اس سب کے بعد فالحال اپنا بہت سارا خیال رکھنا ہے تمہیں۔۔۔ ہوں؟" وہ سوپ کا بھرا چمچ اس کے منہ کے پاس لے جا کر بولا۔

"چلوپیئو شاباش" وہ پچکارتے ہوئے بولا۔ بخت ہنوز موبائل پہ مصروف تھی جیسے اس کے علاوہ وہاں کوئی موجود نہ ہو۔

"بخت۔۔۔!" اب کے وہ خود پہ ضبط کرتے بولا۔ وہ غصے کا تیز تھا مگر ابھی وہ کافی ضبط سے کام لے رہا تھا۔ اس نے موبائل لینا چاہا تو بخت نے اپنی طرف کھینچا۔

"پہلے سوپ پی لو بعد میں جو دل ہو کرتی رہنا" اب کے وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"مجھے نہیں پینا" تین لفظی ٹکا سا جواب دیتے وہ اٹھنے لگی کہ اظہر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھایا۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں مجھے یہ نخرے دیکھنے کی عادت نہیں ہے، تمہارے برداشت کر رہا ہوں نہیں جانتا کیوں مگر اب بس تم کافی ضبط آزما چکی ہو میرا سکون سے بیٹھو اور ختم کرو اسے" اس نے باؤل اس کی جانب کھسکا کر کہا۔

بخت کچھ پل اس کی بے تاثر آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر باؤل کو اٹھا گئی۔ اظہر کے چہرے پہ جہاں سکون اترا وہیں اگلے پل تمام سکون

غارت ہوا جب بخت نے باؤل زمین پہ پٹخا۔

"میں کچھ کھاؤں یا نہیں جیوں یا مروں تم اس سب سے دور رہو" وہ ایک ایک لفظ اس کے دل و دماغ میں اتارتی سکون سے واشروم کی جانب بڑھی۔

اظہر سرخ چہرے کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔ پھر سرد آہ خارج کرتے انٹرکام پہ ہاتھ رکھا۔ ٹھیک ایک منٹ بعد ملازمہ کمرے میں تھی۔

"یہ صاف کرو"

"جی صاحب" کچھ ہی دیر میں ملازمہ واپس آئی تبھی بخت واشروم سے باہر آئی۔

"یہ یہیں پہ چھوڑو اور پہلے میرے لیے ایک کافی لے کر آؤ"

"جی صاحب" ملازمہ ادب سے کہتی وہاں سے نکل گئی۔

"صاف کرو یہ سب" اظہر نے موبائل پکڑتے پیر سیدھے کیے اور حکمیہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے باپ کی نوکر نہیں" وہ بھی اسی سکون سے جواب دے گئی۔

"مجھے بدزبان عورتیں بالکل پسند نہیں"

"جیسے مرد کو بدزبان عورت نہیں بھاتی ایسے ہی ایک بدلحاظ مرد عورت کو نہیں بھاتا" وہ اسے لاجواب کرتی خود سکون سے کاؤچ پہ جا بیٹھی۔ اظہر کو کہاں عادت تھی کسی کی یوں سننے کی۔

"اٹھو یہاں سے" وہ اس کے سر پہ جا پہنچا۔

"کیوں۔۔۔؟ میری ماں کا دیا کاؤچ ہے تمہیں کیا مسلہ ہے۔۔۔؟"

"کاؤچ تمہاری ماں کا دیا ہے لیکن یہ گھر میرا ذاتی ہے" وہ اس کا بازو دبوچ کر سائیڈ ٹیبل پہ پڑی چابیاں اٹھا کر وارڈروب کی طرف آیا، دروازہ کھولا اور بخت کو اس میں دھکیلا۔

"کیا کر رہے ہو چھوڑو مجھے، چھوڑو کیا کر رہے ہو تم دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔۔؟ مارنا ہے تو ایک ہی دفعہ میں گلا دبا دو لیکن۔۔۔! کیکا کیا؟ اظہر۔۔۔!" اس کی غراہٹ ہکلانے میں بدلی تو اظہر نے اس کی آنکھوں میں استہزاہیہ مسکراہٹ سے دیکھا۔

"میں مر جاؤں گی" بخت کو نیکٹو فوبیا تھا اسی خوف سے آنکھوں میں آنسو آئے جنہیں وہ آنکھیں میچ کر جھٹلانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ تو اس شخص کو سبق سکھانے کا ارادہ رکھتی تھی اور کہاں پہلے قدم پر ہی اس کی کمزوری نے اس پہ وار کیا تھا۔

" گڈ گرل اب جیسے میں تمہارے آنسو صاف کر رہا ہوں" انداز واضح جتانے والا تھا۔

"ایسے ہی تم اب یہ کمرہ صاف کرو گی کیونکہ مجھے اس سمیل سے کوفت ہو رہی ہے ہمم۔۔۔؟" وہ بہت محبت اور لگاوٹ سے بولا۔ بخت ہنوز آنکھوں سختی سے بند کیے کھڑی تھی۔

"تم انسان کہلانے کے قابل ہی نہیں" صرف اس کی آواز ہی نہیں اظہر نے محسوس کیا تھا اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

"اب اس بات کی سزا الگ ملے گی لیکن پہلے یہ صاف کرو" اس نے اس کے گرفت میں

لیے بازو سے پکڑ کر واپس وہیں لا کھڑا کیا جہاں سوپ اور باؤل کی ٹکرے بکھرے پڑے تھے۔ کچھ دیر اس کا غصے سے تپا چہرہ دیکھنے کے بعد اظہر نے اس کی گال پہ آتی لٹ کو پرے کرنے کو ہاتھ بڑھایا تو بخت نے پھر اسے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"ہاف۔۔۔! اتنا غصہ۔۔۔۔؟" وہ محظوظ ہوا۔

بخت نے اپنی نرم ملائم سے انگلیوں سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا جسے اظہر نے چھوڑ بھی دیا۔

"اپنی صحت کے لحاظ سے غصہ کیا کرو" اس کی سرخ ننھی سی تیکھی ناک کو دبا کر وہ واپس بیڈ پہ جا بیٹھا۔

پہلی دفعہ اپنی ضد ٹوٹنے پہ آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتی وہ صفائی کرنے لگی ٹھیک پانچ منٹ میں وہ کمرہ صاف کر کے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑا ائیر فریشر چھڑک کر کاؤچ کی جانب بڑھی۔

"وہاں کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" اظہر جیسے دل ہی دل میں اس کی حالت پہ ترس آ رہا تھا بظاہر سختی سے بولا۔

"اب کیا سزا باقی ہے۔۔۔؟" اس کی سپاٹ آواز پہ اظہر نے لب بھینچے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھے گیا۔

"یہ سزا کم تھی کہ اب ساری زندگی تمہارے ساتھ گزارنی ہے۔۔۔؟" ابھی وہ مزید کچھ

Urdu Novels Ghar

بولتی کہ اظہر کو اپنی جانب آتے دیکھ خاموش ہوئی۔

"اگر ارادہ کر ہی چکی ہو زندگی ساتھ گزارنے کا تو مجھے کچھ آداب بھی سکھانے دو" وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"لیکن اس سے پہلے کھانا کھا لو سٹیمینا نہیں ہو گا تو۔۔۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑتا اس کو بیڈ پہ بٹھاتا کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھ کر نوالہ توڑنے لگا۔

"مجھے نہیں کھانا" وہ تکیہ گود میں رکھ کر گھٹنے زرا اٹھا کر اس پہ سر رکھ گئی۔

"پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو پلیز۔۔۔!" وہ منت کرنے لگی۔

"بخت تمہیں پیار کی زبان سمجھ نہیں آتی۔۔۔؟" وہ گھرک کر بولا۔

"خدا کے کیے اظہر کچھ تو رحم کرو خدا کے لیے" درد سے اس کی آواز پھٹ پڑی۔

"ٹھیک ہے جتنی جلدی کھانا کھا کر میڈیسن لو گی اتنی جلدی جان بخشی ہو گی" وہ ازلی بے نیازی سے بولا جیسے بڑا احسان کر رہا ہو۔

"تم جاؤ میں کھا لوں گی" وہ آنسو صاف کرتے سیدھی ہو بیٹھی۔

"پہلے کھاؤ" وہ نوالہ اس کے سامنے کر گیا۔ بخت نے جان چھٹنے کی بات کو ہی نوید جانتے نوالہ کھایا۔

"میں خود کھا سکتی ہوں" اسے دوسرا نوالہ توڑتے دیکھ وہ پالتی مار کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"ہاں تو میں کون سا تمہارے لیے بنا رہا تھا" وہ سکون سے خود کھانے لگا۔

بخت نے کٹیلی نظر اس پہ ڈالی اور کھانا کھانے لگی۔ ابھی اس نے دو چار نوالے ہی کھائے تھے کہ اظہر دو چپاتیاں کھا کر ڈکار لے چکا تھا بخت بظاہر نظریں جھکائے لاپرواہ بنی بیٹھی تھی مگر اس سے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ اظہر نے ایک ساتھ دو چپاتیاں اور وہ بھی اتنی جلدی کھا لیں۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ضرور اس پہ حیرت کا اظہار کرتی اس کا مذاق اڑاتی مگر اب۔۔۔

"جلدی جلدی کھاؤ ابھی تک آدھی چپاتی نہیں کھا سکی تم۔۔۔ تم سے زیادہ سپیڈ تو کیڑی کی ہوگی" وہ جان چکا تھا اسے کیڑی کہنے پہ وہ سخت خفا ہوتی تھی۔

"میں گینڈوں کی طرح ایک ہی وقت میں آٹھ روٹیاں نہیں ڈکارتی" وہ صاف طنز کر رہی تھی۔

"میرے کھانے پہ نظر نہ رکھو اچھا میں جم بھی اتنا ہی ہارڈ کرتا ہوں" وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر مغرور لہجے میں بولا تو بخت نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"جلدی جلدی کھاؤ"

بخت نے مزید تین چار نوالے کھا کر کراؤن سے ٹیک لگائی۔ اظہر نے بھی مزید کوئی بحث کے بغیر اس کے سامنے میڈیسن اور پانی رکھا جسے بخت نے بلا چوں چراں کھا لیا۔ اظہر برتن اٹھاتا اپنی ٹھنڈی کافی ٹرے میں رکھے باہر نکل گیا جانتا تھا اس کی موجودگی میں وہ آرام نہیں کر سکے گی۔

****

وہ کمرے میں آیا تو بخت سو چکی تھی۔ اظہر کو بیڈ کی بائیں جانب سونے کی عادت تھی مگر آج بخت کو وہاں سوتے دیکھ لائیٹس آف کرتے دوسری جانب آلیٹا اب صرف لیمپ کی روشنی کمرے کو روشن کر رہی تھی۔

نجانے کیوں وہ لڑکی اس کے دل میں دھڑک رہی تھی اس نے زرا سا رخ موڑ کر بخت کو دیکھا جو پٹی میں جکڑی کلائی والا ہاتھ ٹھوڑی تلے رکھے سو رہی تھی۔ وہ معصوم تھی وہ جانتا تھا مگر اس قدر غصیلی اور ہٹ دھرم ہوگی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

دھیمی سی پر سکون مسکراہٹ اس کے لبوں کا احاطہ کر گئی۔ وہ قہقے لگانے کا عادی تھا مگر جب سے یہ لڑکی اس کی زندگی میں آئی تھی وہ مسکرانا جان گیا تھا۔ اور پھر یہ پر سکون روح کو گد گداتی مسکراہٹ وہ اس سے تو کبھی واقف نہیں تھا۔ وہ صرف سوچ رہا تھا۔

"تم میری دسترس میں ہو مگر۔۔۔۔ اب میں تمہیں یوں پانا نہیں چاہتا میں تمہارے دل سے روح تک کا سفر چاہتا ہوں اور میرا وعدہ ہے۔۔۔ ! تم اپنے دل میں میرے لیے نفرت کو کبھی جگہ نہیں دوگی" وہ اس کے الجھے بکھرے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے

دھیرے دھیرے اس کی کان میں سرگوشی کرتے بولا۔

"یقین جانو میں اتنا برا نہیں جتنا تم نے سمجھا ہے مگر میں تم پہ یہ ثابت نہیں کروں گا، نہ مجھے اچھا بننے کا شوق ہے، یہ دنیا بے حس لوگوں کی ہی ہے میری جان اور مجھے ایسا ہی رہنا ہے اسی لیے۔۔۔ تم مجھے بدلنے پہ مجبور نہیں کر سکتی اور اگر یہ سوچو کہ مجھ سے دور جاؤ گی تو یہ اپنے اس ننھے سے لڑاکو دماغ سے نکال دو" بخت یقیناً جاگ چکی تھی اس کی لرزتی پلکیں اس کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں ہونٹوں کی کپکپاہٹ اس کی دھڑکنوں سے الجھتی دھڑکنیں سب ہی تو گواہی دے رہے تھے اس کے جاگ جانے کی وہ سن رہی تھی اسے، اس کی حالت پہ غور کرتے وہ مسکرایا۔

"تم میری کیڑی ہو صرف۔۔۔ میری۔۔۔ کیڑی۔۔۔!" وہ اس کی سرخ ہوتی ناک کی نوک چھو کر پیچھے ہٹا۔

اب وہ اپنی دھڑکن کے شور سے بیزار ہونے لگا تھا مزید کچھ دیر اس کے قریب رہتا تو یقیناً اپنے عہد سے مکر جاتا۔

خود پہ قابو پاتے وہ دھیرے سے بیڈ سے اترتا کمرے سے نکل گیا پیچھے وہ آنکھیں کھول کر گہرے سانس لینے لگی۔ کھلی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر کنپٹی پہ گرنے لگے تھے۔

وہ باہر آکر سینہ مسلنے لگا ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی لڑکی کی قربت چاہتا اور اسے خود پہ جبر کرنا پڑتا کچھ دیر یوں ہی بلاجواز یہاں وہاں لاؤنج میں بنے کارنر ریکس میں چھیڑ

چھاڑ کرتا رہا۔

فون پہ آتے مسلسل میسجز کو چیک کیا تو چونک گیا، پھر کی سٹینڈ سے چابیاں اتارتے وہاں سے باہر نکل گیا۔

****

"علی۔۔۔! مجھے تجھ سے کچھ بات کرنی ہے"

"ہاں بول نا" وہ کلائی میں Hublot premeir باندھتے اس کی طرف مڑا۔

"میں اظہر کی گاڑی واپس کر رہا ہوں اور مجھے اس کا دیا گھر بھی نہیں چاہیئے میں۔۔۔۔ میں اس کا کام نہیں کر سکتا یار اور تو بھی پلیز یہ گیم کلوز کر" وہ گزارش کرنے لگا۔

"تو جانتا ہے ہمارے رولز، شروعات ہم نہیں کرتے مگر انجام تک ہم ہی لے کر جاتے ہیں" وہ سنجیدگی سے بولا اس کے لہجے میں نرمی کوئی کی گنجائش نہیں تھی۔

"مسٹر علی عکاشہ یہ گیم نہیں ہے کسی کی عزت کا مسلہ ہے اس کی پوری زندگی کا معاملہ ہے سمجھ کیوں نہیں رہا تو" اب کے دائم غصے سے بولا۔

"میری بات سن دائم اگر تجھے اس کی عزت کی فکر ہے تو مجھے تجھ سے بھی زیادہ ہے اور اس کی زندگی کو میں کچھ نہیں ہونے دوں گا ابھی میٹنگ ہے میری اس لیے۔۔۔ میری

چھنو آیت الکرسی پڑھ کر پھونک مجھ پہ" وہ اس کی گال پہ ہاتھ رکھتے رومانوی انداز میں بولا۔

"دفع مر بغیرت" دائم نے چڑ کر اس کے ہاتھ جھٹکے۔

"او کے ڈارلنگ پھر شام میں ملاقات ہو گی" وہ اسے ہوائی بوسہ دیتا ہنستے ہوئے کمرے سے نکلا اور دائم اسے مارنے کو کچھ ڈھونڈتا رہ گیا۔ پھر سر جھٹک کر خود بھی آفس کے لیے تیار ہونے چلا گیا۔

"ہاں جوزف۔۔۔۔ ! کیا آپ ڈیٹ ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی بلو ٹوتھ آن کیا۔

"سر میں نے سری کو ہائیر کیا ہے لیکن ایک بات ہے اور ایک مسلہ بھی ہے آپ جانیں گے تو آپ کو شاک لگے شاید"

"ایسی کیا بات ہے۔۔۔۔؟" عکاشہ کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔

"سر وہ لڑکی واقعی ذینب ہاؤس کی مکین ہے اور سری کو مجھ سے پہلے شیگی ہائر کر چکا ہے ایگزیکٹ اسی کام کے لیے" عکاشہ نے بریک پہ پیر رکھا اور چڑررڑ کی آواز سے گاڑی رکی۔ پیچھے کئی گاڑیاں یوں ہی یک دم رکیں، ڈرائیور ہارن بجاتے ہوئے اسے گالیوں سے نواز رہی تھے۔

"ٹھیک ہے تم میٹنگ میں پہنچو ہم اس کے بعد مزید ڈسکس کرتے ہیں" وہ اس کی بات

سن کرتنے نقوش کے ساتھ بولا۔

"بائے۔۔۔!"

****

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو دادی کو کسی سے فون پہ بات کرتے دیکھ آہستہ سے ان کے پاس آبیٹھی۔

"ٹھیک ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے اس میں بھی بلکہ اس طرح ایک تو فکر ختم ہو جاتی ہے پھر رخصتی کے دن سکون سے رخصتی کا ہی ہو گا۔۔۔۔ ہمم ٹھیک ہے پھر ہم یوں ہی کرلیتے ہیں۔۔۔۔ ٹھیک خدا کے حوالے اللہ سلامتی کی گھڑیاں لائے۔۔۔۔ ثم آمین"

"کیا ہوا ایسے کیوں منہ لٹکا رکھا ہے۔۔۔؟"

"آپ کیا بات کر رہی تھیں۔۔۔؟"

"شازیہ چاہتی ہے مایوں کے ساتھ ہی نکاح بھی ہو جائے"

"تو آپ نے کیا کہا۔۔۔؟"

"میں نے کہا ٹھیک ہے" ان کی بات سنتے وہ سر جھکا گئی۔

"کیا بات ہے اتنی چپ چپ کیوں ہے پریشان لگ رہی ہے تو مجھے"

"نہیں دادو میں پریشان کیوں ہوں گی۔۔۔؟"

"اب یہ تو تجھے ہی پتہ ہے بتا نا کیا مسلہ ہے۔۔۔؟"

"مجھے خود نہیں پتہ بس عجیب سی الجھن ہے ایسے لگتا ہے جیسے کوئی تاک میں بیٹھا ہے میری جیسے کچھ برا ہونے والا ہو"

"اللہ نہ کرے ایسی باتیں نہیں کرتے یہ دن ایسے ہی ہوتے ہیں لڑکیوں پہ بھاری آیت الکرسی پڑھ کر دم کیا تھا صبح۔۔۔؟""

"جی کیا تھا"

"ادھر آ میرے پاس میں اپنی بچی کو خود دم کرتی ہوں" انہوں نے بانہیں پھیلائی تو وہ کھسک کر ان کی گود میں سر رکھ گئی۔

کچھ دیر میں ہی وہ آیات پڑھ کر اس پہ پھونک مار کر بولیں۔

"بس میری گود میں سر رکھتے ہی تم سو جاتی ہو اٹھو کچھ چیزیں دکھانی ہیں میں نے تمہیں" وہ مسکاتے لہجے میں بولیں جیسے خود بھی اس کی یہ ادا انہیں پسند تھی۔

"بعد میں پلیز ابھی سونے دیں میں تھک گئی ہوں کل سے جاگ کر اب تو سر میں درد ہو رہا ہے"

"اچھا بھئی سو جاؤ یہاں لیٹو شاباش" انہوں نے اس کا سر تکیے پہ رکھتے کہا۔

"سو جاؤ" وہ اس کا سر دبانے لگیں۔

****

کمرے میں ہوتی کھٹ پٹ پہ بخت کی آنکھ کھلی تو سامنے ہی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اسی کو دیکھ رہا تھا بخت کی نظر پڑنے پہ مسکرا کر بال برش کرنے لگا۔

"ہونہہ جان بوجھ کے شور کر رہا تھا تا کہ اٹھ جاؤں میں بے حس کہیں کا یہ بھی نہیں سوچا میں سوئی بھی ہوں یا نہیں" دل ہی دل میں سوچتی وہ کروٹ بدل گئی۔

"سنو مجھے کچھ کام سے جانا ہے اس کے بعد آفس چلا جاؤں گا تم مام کے ساتھ ناشتہ کر لینا" اظہر نے اسے یوں بیگانہ بنتے دیکھ جلدی سے کہا۔ پھر کچھ دیر تک جواب نہ پانے پہ اس کے پاس جا بیٹھا۔

"یار نئی نئی شادی ہوئی ہے ہماری، کچھ ارمان ہوتے ہیں شوہر کے کہ بیوی صبح سویرے اٹھے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ بنائے انسسٹ کرے تم میرے ساتھ ناشتہ کرو اور میں کہوں مجھے لیٹ ہو رہا ہے پھر تم ناراض ہو جاؤ اور میں تمہیں منانے کے لیے شام میں پھول لے کر آؤں پھر تم مسکرا کر میرے پھول وصول کرو اور سارا غصہ بھول کر واپس مجھ سے محبت کرنے لگو" بخت آنکھوں پہ بازو رکھے اس کی بات بہت غور سے سن رہی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔؟" وہ اس کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھ کر آس سے پوچھ گیا۔

بخت کمبل خود سے ہٹاتی کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھی اس کی آنکھیں ابھی بھی بھیگی تھیں۔

"ہو سکتا ہے میں سب بھولنے کو تیار ہوں مگر محبت کا نہیں جانتی دوبارہ کبھی کر پاؤں یا نہیں" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"جب تم مجھے جان جاؤ گی دوبارہ ہو جائے گی محبت اور پہلے سے بڑھ کر ہو گی دیکھ لینا" اس کی آنکھوں میں واضح للکار تھی۔

"ٹھیک ہے میں آزمانہ چاہتی ہوں تمہیں۔۔۔ ایک دفع پھر سے۔۔۔ مگر اس دفعہ میں ہر طرح سے تیار ہوں ٹوٹنے کے لیے" وہ اعتماد سے بولی۔

"اور میں زیادہ دعوے نہیں کرنے والا اس دفعہ" وہ اس کا ہاتھ زرا کھینچ کر اسے خود کے قریب کر گیا اس سے پہلے کے بخت سنبھلتی اس کی پیشانی پہ اپنا لمس چھوڑتا وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔

"لیٹ ہو جاؤں گا اب اگر ایک منٹ بھی یہاں رہا تو۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔!" وہ موبائل اٹھاتا اس پہ ایک بھی نظر ڈالے بنا باہر نکل گیا۔ پیچھے وہ اس کے پہلے لمس پہ سرخ تپتے چہرے پہ ہاتھ رکھ گئی پھر دل پہ ہاتھ رکھا۔

****

"ریان میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی" وہ دبے دبے غصے سے چلائی۔

"ہاہاہاہاہاہاہا" فاطر ریان اور حرا کے جناتی قہقے بلند ہوئے۔

"بجو آپ تو انیسویں صدی کی لڑکیوں کی طرح شرما رہی ہیں ہاہاہاہ" فاطر نے مذاق اُڑایا۔

"دادووووو" وہ زچ ہو کر آخر دادو کو پکارنے لگی۔

دوپہر سے حرا مایوں میں شرکت کے لیے آچکی تھی اور ریان بھی چھٹی لے کر آچکا تھا۔ اب فاطر بھی ان کے ساتھ ٹیم بنا کر پچھلے ایک گھنٹے سے اس کے سر پہ سوار کبھی ڈھولک بجا بجا کر اوٹ پٹانک گانے گاتے تو کبھی کسی حوالے سے اس پہ جملے اچھالتے اس کی سرخ رنگت اور حیا بار نظروں سے محظوظ ہوتے بھرپور شغل لگا رہے تھے۔

"ہاں نا بالی صحیح تو کہہ رہا ہے فاطر، ایک بات ہی تو پوچھی ہے ریان نے کہ اپنے سیاں جی کو کیسے پکاریں گی آپ۔۔۔؟" وہ آنکھیں مٹکا مٹکا کر بولی۔

"دادووو" وہ حلق کے بل چلائی اب کی بار۔

"ہاہاہاہ" ان سب کا قہقہ پھر سے بلند ہوا۔

"کیا ہے کیوں تنگ کر رہے ہو میری بچی کو۔۔۔؟" دادو نے آتے ہی ان سب کو گھرکا۔

"دادو باہر نکالیں اس ریان کو یہ سب کو سکھاتا ہے" وہ فوراً شکایت کر گئی۔

"میں نے کیا کیا۔۔۔؟" وہ حیران ہونے کی بھرپور اداکاری کرتے بولا۔ انداز معصوم سا تھا۔

"ہاں ہاں پوچھیں نا دادی کیا کیا ہے ریان نے۔۔۔؟" فاطر اور حرا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

"دادو میں اس کا سر پھاڑ دوں گی" وہ دادی کی پہلو میں چھپتی ان پہ غرائی۔

"تم بتاؤ مجھے کیا کیا ہے اس نے پھر خبر لیتی ہوں اس کی" دادو نے کڑے تیوروں سے ریان کو دیکھتے کہا۔ جبکہ ان سب کی مسکراہٹ دیکھ بالی کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ان سب کو وہاں سے غائب کر دے۔

"آپ کو میں نے ان سب کو سبق سکھانے بلایا تھا اور آپ مجھ سے تفشیش کرنے بیٹھ گئیں" وہ روہانسی ہوئی۔

"اچھا بھئی اب بس کوئی تنگ نہ کرے میری بچی کو اور تم لوگ کب سے بے سرے بے تالے بیٹھے بس شور کر رہے ہو کچھ ڈھنگ کا گاؤ یہاں مجھے دو ڈھولک" انہوں نے ریان سے ڈھولک لے کر تخت پہ بیٹھے بیٹھے بجانا شروع کی۔

"چلو وہ والا گاؤ میرے ساتھ بنو ری بنو" انہوں نے ڈھولک بجاتے ہوئے ہدایت دی۔

بنو ری بنو میری چلی سسرال کو

اکھیوں میں پانی دے گئی
شگن پہ میٹھی گڑ خانی لے گئی
ہائے ئے ئے
شگن پہ میٹھی گڑ خانی لے گئی

بالی ان کے ساتھ چپک کر بیٹھ گئی تھی البتہ آنکھوں میں اب نمی چمکنے لگی۔ کچھ دیر مزید وہ روایتی گانے گا گا کر تھکیں تو حنان کو اسے پارلر لے جانے کی تاکید کرتیں سفیر صاحب کو بلانے کا کہہ گئیں۔

"ارے بھئی تم ابھی تک یہیں ہو شازیہ لوگ نکل گئی ہیں گھر سے یہاں آنے کے لیے اٹھو اور تمہیں حرا میں نے اس کی ہیلپ کے لیے بلایا تھا اور تم الٹا لڑکوں کے ساتھ فراغت سے بیٹھی ہو" فرخندہ بیگم لاؤنج میں آتے اسے خفگی سے کہنے لگیں۔

"ہاں بس بھیج رہی ہوں۔۔۔ تمہیں کہا بھی تھا بیوٹیشن کو گھر بلا لو ان دِنوں لڑکیوں کو باہر نہیں نکالتے پتہ ہے کچھ کتنے بھاری دن ہوتے ہیں نہیں بھئی کسی کی بات سمجھ آئے تب نا" وہ خفگی سے بولیں۔

"خالہ جان آپ کے سامنے ہی تو اپائنٹمنٹ لی تھی اس نے بولا تھا وہ نہیں آسکتی گھر اور پھر آپ نے ہی تو بولا تھا شہر کی سب سے ٹاپ میک آرٹسٹ سے میک کروانا ہے اگر

اب۔۔۔"

"اچھا اچھا اب بس کرو بہانے اور یہ سفیر کہاں رہ گیا۔۔۔؟ میں نے بلایا تھا اسے" ابھی وج مزید غصہ کرتیں کہ سفیر صاحب ان کے پاس آبیٹھے۔

"جی اماں جی بلایا آپ نے۔۔۔؟"

"ہاں بیٹھو۔۔۔ میں کہہ رہی تھی کہ یہ گھر بالی کا ہے تو اس کے کاغذات بھی اس کے حوالے کر دو اور تم لوگوں نے تو ویسے بھی لاہور جانے کا فیصلہ کر لیا ہے حیدر بھی سوسائٹی میں گھر لے چکا ہے اور پھر اچھا ہے یہ امانت ابھی اس کے حوالے کر دو" ان کے بات پہ جہاں سفیر اور فرخندہ کے رنگ فق ہوئے تھے وہیں بالی کی آنکھوں میں نمی چھلکی۔

"نہیں دادو میں یہ گھر نہیں لینا چاہتی اور میں تو بلکہ بابا سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے سوائے ان کی دعاؤں کے" اس نے بڑی خوبصورتی سے بات سنبھالی۔

"تم چپ رہو پاگل یہ تمہارا ہی ہے اور وہ کون سا خود سے کوئی تحفہ دے رہا ہے یہی تحفے کے طور پہ دے دے بھئی لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ سفیر نے ہی دیا ہے" وہ اپنے تئیں بڑے رازدارانہ انداز میں بولی۔

"دادو میں نے کہا نا مجھے یہ مادی چیزیں نہیں چاہیے میرے لیے آپ لوگوں کی دعائیں کافی ہیں اور اگر آپ میری خوشی چاہتی ہیں تو بس آئندہ یہ بات نہ کریئے گا پلیز مجھے دکھ ہو گا" دو

ٹوک لہجے میں کہتی وہ گویا ان کی گویائی ہی بند کر گئی۔

سفیر صاحب شرمندہ سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے باہر نکل گئے اور پیچھے فرخندہ بیگم اس پہ تشکر بھری نظر ڈالتیں کمرے سے نکل گئیں۔

****

"ہاں یار گھر سے نکلی ہے ابھی میں اس کے پیچھے ہی ہوں"

"مجھے کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں چاہیے سری میں وارن کر رہا ہوں تجھے" بارعب آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اوکے" وہ یک لفظی جواب دیتا کال بند کر گیا۔

سامنے والی گاڑی سیلون کے سامنے رکی دو لڑکیاں اتر کر اندر بڑھ گئیں جبکہ گاڑی واپس جا چکی تھی۔

ٹھیک دو منٹ بعد وہ گاڑی سے اترا اور آگے بڑھا۔

"جی سر۔۔۔؟" سیلون کے سامنے کھڑے گارڈ نے استفادہ کیا۔

"ابھی وہ جو لڑکی بالی اندر گئی ہے مجھے ان کو کچھ سامان دینا ہے ان کے گھر سے آیا ہوں" چوکیدار نے اس کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بیگز کو دیکھا۔

"یہ مجھے دے دیں میں پاس کر دیتا ہوں اندر"

"نہیں مجھے کچھ پیغام بھی دینا ہے انہیں، آپ انہیں بلا دیں"

"نام کیا ہے آپ کا۔۔۔؟"

"حی حیدر"

"جی۔۔۔۔۔؟" گارڈ نے اس کا فق ہوتا رنگ بخوبی دیکھا تھا۔

"حیدر ہے اندر جا کے بتاؤ گے تو پتہ چل جائے گا" وہ اب کے رعب سے بولا۔

"او کے۔۔۔!" چوکیدار سر ہلاتا اندر گیا۔

****

"مجھے کیوں بلا رہا ہے حیدر شاید تمہیں بلا رہا ہو گا" بالی ریسیپشن پہ اپنا نام سن کر حیرانی سے حرا کی جانب مڑی۔

"لیکن انہوں نے نام تو بالی ہی بتایا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ غلطی سے حرا کی بجائے بالی بول دیں" حرا نے طنزیہ سے لہجے میں کہا۔

"لیکن جو بھی بات ہے تم چلی جاؤ اور پھر جو بات ہو گی مجھے بتا دینا"

حرا کچھ دیر سوچنے کے بعد باہر گئی اور ایک ہی منٹ میں واپس آ گئی۔

"کیا کہا۔۔۔؟" بالی نے اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھتے پوچھا۔

"مجھے تو حیدر کہیں نظر نہیں آیا" حرا حیران ہوئی۔

"اچھا۔۔۔؟" کال کر لو بالی نے مشورہ دیا۔

"ہمم" وہ موبائل نکال کر کال کرنے لگی مگر دو دفعہ کال کے بعد بھی وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

"میم آپ میں سے بالی کون ہیں؟" استقبالیہ لڑکی نے دوبارہ پوچھا۔

"میں ہوں"

"میم آپ کو باہر بلایا جا رہا ہے اور آپ کا نیکسٹ اپائنٹمنٹ بھی ہے پلیز جلدی بات سن آئیں تا کہ باقی لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو" وہ پیشہ وارانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"چلو آؤ ہم دیکھتے ہیں باہر" بالی حرا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلی۔

سری نے جیسے ہی بالی کو دیکھا آگے بڑھا مگر ساتھ کچھ دیر پہلے باہر آنے والی لڑکی کو دیکھ وہیں رکا۔

"اوہ گاڈ اب کیا کروں۔۔۔؟" وہ اپنی داڑھی کھجا کر نظریں جھکا گیا۔

وہ لوگ پارکنگ کی جانب کو ہوئیں تو سری بالی کی جانب بڑھا ابھی وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پہ رومال رکھتا کے بالی فوراً پیچھے مڑی۔

"جی کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔۔؟" وہ اس قدر رعب سے بولی کہ سری گھبرا کر چند

قدم پیچھے ہٹا۔

بالی اس کے حلیے کو دیکھتی اس کے ہاتھ میں پکڑے رومال کو دیکھنے لگی تبھی پیچھے سے نکلتی گاڑی کے ہارن پہ حرا اچھل کر بالی سے ٹکرائی۔ اس عمل سے بالی اور سری کے درمیان فاصلہ کم ہوا نتیجتاً سری موقع کا فائدہ اٹھاتے بالی کے منہ پہ اپنے مضبوط ہاتھ سے وہ رومال رکھ گیا۔ بالی کی سخت مزاحمت کے باوجود وہ اسے گھسیٹتے وہاں موجود hilux revo میں ڈالنے کی کوشش کی جس میں بالی نے کافی مزاحمت کی۔ حرا اس دوران خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ کئی گزرتے لوگوں نے یہ کاروائی دیکھی مگر وہ خاموشی سے یہ سب کسی فلم کے منظر کی طرح دیکھتے گزر جاتے۔ تین منٹ کی سخت کوشش کے بعد وہ دو لوگوں کی مدد سے آخر کار اسے گاڑی میں ڈالنے میں کامیاب ہوا اور اگلے لمحے گاڑی ہوا سے باتیں کرتی وہاں سے نکل گئی۔

سری کے لیے آج تک کے ہر ہدف میں سے یہ لڑکی مشکل ترین ہدف رہی تھی اور ابھی تو اس سفر میں کئی موڑ طے کرنے تھے اسے۔

حرا نے گاڑی کو پارکنگ سے نکلتے دیکھ بدحواسی میں پارلر کی جانب قدم بڑھائے۔

****

"ایسے کیسے لے گیا کوئی بھی تم کہاں تھی کیسے جانے دیا میری بچی کو حنان کہاں تھا اس وقت اسے کیوں نہیں بتایا تم نے" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کیسے وہ بالی کو ایک جست میں واپس لے آئیں۔ سفیر فاطر حیدر ریان سبھی بالی کو ڈھونڈنے کے لیے نکل چکے تھے مگر دادو کا بس نہیں چل رہا تھا کیسے وہ یہ گھڑیاں ختم کر دیں اور بالی ان کے سامنے آ کھڑی ہو۔

"دادو وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا تھا اور میں بھلا کیا کر سکتی تھی اس سب میں" حرا جو پہلے ہی حیدر کی اس قدر فکر دیکھ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی دادی کی بات پہ وہ بھنا کر بولی۔

"سفیر کو فون ملا فرخندہ" وہ ڈھے سی گئیں۔

"خالہ جان آپ خود کو یوں اذیت نہ دیں سب گئے ہیں نا ان شاء اللہ اچھی خبر ہی ملے گی بالی گھر آ جائے گی"

"شازیہ لوگ آنے والے ہوں گے نکاح ہے آج لڑکی کا کیا جواب دیں گے بھئی لوگوں کو؟" شکراں نے دادی کو نظروں کے حصار میں لے کر کہا۔

"آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہم دے لیں گے جواب لوگوں کو" فرخندہ نے لوگوں پہ زور دے کر کہا۔ تو وہ تن فن کرتیں کمرے سے نکل گئی، حرا بھی ان کے پیچھے ہو لی۔

"ہونہہ جلتی پہ تیل چھڑکنا ان سے سیکھے کوئی، آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ آ جائے

گی بالی سفیر کی پہنچ بڑی دور تک ہے وہ کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے اللہ کوئی سبیل بنائے گا"

"اللہ۔۔۔!" بے بسی سے ان کے آنسو بہہ نکلے۔

"میری بچی کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا" وہ اندر ہی اندر سسک اٹھیں۔

"میں نے تجھے خود سے دور کیا زری اور دیکھ اللہ نے مجھ سے میرے جگر کا ٹکرا دور کر دیا" وہ دل ہی دل میں سوچتی سسکتی کروٹ بدل گئیں۔ انہیں کل رات بالی سے ہوئی گفتگو یاد آنے لگی۔

"اماں جان آپ سمجھائیں بابا جان کو آخر برائی ہی کیا ہے اس میں وہ مجھے چاہتا ہے اور میں اسے" اس کی آواز دبی دبی تھی مگر پوری چھت جیسے ان کے سر پہ آگری۔

"وہ جس بے باکی سے گویا ہوئی تھی میری تربیت کے منہ پہ جیسے کسی نے زوردار تمانچہ دے مارا تھا" دادو کی آواز میں پنہاں درد بالی بخوبی جانچ سکتی تھی۔

"تو جانتی ہے تیرا رشتہ تیرے تایا زاد سے طہ پایا تھا اس کے باوجود تو نے خاندان کے خلاف جانے کی کوشش کی ہے میں اب تیری مدد نہیں کر سکتی" عرشاں کی دو ٹوک جواب پہ وہ ان کے قدموں میں بیٹھی۔

"اماں جان آپ کیا چاہتی ہیں میں اس ذولفی سے شادی کروں۔۔۔؟ جس کو دیکھ کر ہی میں کراہیت سے منہ پھیر لیتی ہوں ساری زندگی کیسے دہ پاؤں گی اس کے ساتھ۔۔۔؟

آپ تو ماں ہیں میری آپ تو سمجھیں مجھے" اس کی آواز میں بے بسی تھی عرشاں کا دل موم ہونے لگا۔

"تمہارے بابا کبھی نہیں مانیں گے"

"اسی لیے تو آپ سے کہہ رہی ہیں آپ سمجھائیں منائیں انہیں ورنہ۔۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔۔؟" جلال صاحب کی بارعب آواز پہ وہ اچھل کر کھڑی ہوئی آنکھیں خود سے مکمل وا ہو چکی تھیں مگر رخ موڑنے کی ہمت اس میں جیسے ختم ہو گئی تھی۔

"ورنہ کیا۔۔۔؟"

"جلال بچی ہے میں سمجھاؤں گی اسے تو۔۔۔۔"

"نہیں عرشاں اب بچی نہیں رہی ہے یہ اور سمجھانا اب تجھے نہیں ہے اسے ہے مجھے کہ اگر ہم اس کا بیاہ ذولفی سے کر دیں تو کیا کرے گی یہ۔۔۔؟" ان کی آنکھو میں خون اترا۔

"بابا جان پلیز میں کبھی بھی اس سے شادی نہیں کروں گی گل ظفر کے سوا کسی سے نہیں کروں گی" اپنی بات مکمل کرتی وہ فوراً بھاگ کر کمرے سے نکل گئی۔

پیچھے جلال اور عرشاں زلزلوں کی زد میں رہ گئے تھے۔

اس کو گل ظفر کی محبت معتبر کر گئی تھی کہ وہ باپ کے سامنے یوں بولنے کی ہمت کر گئی یا شاید محبت ایسی ہی اندھی ہوا کرتی ہو گی جو باپ کے مان بھرے فیصلے کو رد کرنے ماں کی تربیت پہ آنے والے حرف کو برداشت کرنے کا حوصلہ بخش دیتی ہے۔

Urdu Novels Ghar

"بلاؤ اس لڑکے کو میں اسی ہفتے کے اندر اندر اس کا فرض ادا کر دینا چاہتا ہوں" جلال صاحب کی آواز کسی کھائی سے آئی تھی۔

"بس پھر اس ہفتے میں ہی زری کو دھوں دھام سے گل ظفر کے امان میں اس گھر سے رخصت کر دیا گیا۔۔۔ جب اس کے تایا کو پتہ چلا تو انہوں نے طوفان کھڑا کر دیا تھا ہم اپنے ہی گھر سے بے گھر ہو گئے زمینوں پہ پہلے ہی ان کا قبضہ تھا ہمارا حق وہ کسی صورت دینے کو تیار نہ تھے" دادو کی آواز بھیگتی چلی گئی۔

"اس کی بغاوت کی سرد آگ اس کے باپ کو بھی جلا کر سرد کر گئی" وہ سسکیں۔

"میرے سر کا سائیں مجھے میری بہن کے گھر چھوڑ ہمیشہ کے لیے اس جہان چل گیا جہاں واپسی کا کوئی راہ نہیں ہے۔۔۔۔ تمہارے نانا بھی کچھ ہی دنوں بعد فوت ہو گئے تھے پھر سفیر نے ہی سب سنبھالا تھا میں نے زلیخا کی شادی کر دی وہ ظہیر کو پسند کرتی تھی لیکن ظہیر شکراں کو اس کی ضد پوری ہو گئی اور زلیخا کی ادھوری۔۔۔۔ جب ذینب کی شادی میں نے زبردستی سفیر سے کروائی تو وہ ہم دونوں سے ہی بدظن ہو گئی"

"آپ نے دوبارہ ان سے ملنے کی کوشش نہیں کی اور انہیں دادا جان کے انتقال کا پتہ نہیں چلا۔۔؟" اس نے تجسس سے پوچھا۔

"چلا تھا پتہ آئی تھی مگر میں اس کو معاف نہیں کر سکی"

"آپ ماں ہیں دادو پلیز ایسا نہ کریں انہیں معاف کر دیں"
ان کے چہرے پہ رقم تکلیف حد سے سوا ہونے لگی تو بالی نے انہیں اپنے حصار میں لیا۔

****

"سری یہ ہوش میں آ رہی ہے" ایک سیاہ ماسک والا شخص بولا۔
"(*) کو اتنا ہیوی ڈوز دیا ہے پھر بھی یہ بے ہوش نہیں ہو رہی" ڈرائیور نے گالی بکتے کہا۔
"تمیز سے آئندہ ان کے بارے میں منہ سنبھال کے بات کرنا" سری نے کرخت لہجے میں گھر کا۔
سری نے اس کے منہ پہ سپرے کیا۔
"یہ نقصان دہ بھی ہے صحت کے لیے۔۔۔؟" جوزف نے تصدیق چاہی۔
"Offcors excess of anything is bad"
(ظاہر کے کسی بھی چیز کی ذیادتی بری ہوتی ہے) وہ کندھے اچکا کر بولا۔
"تمہیں یقین ہے وہ دیکھے بنا پیسے دے دے گا۔۔۔۔؟" سری نے خدشہ ظاہر کیا۔
"99 پرسنٹ تو یہی امید ہے"

"اور اگر باقی کا 1 پرسنٹ 99 پہ بھاری ہو گیا تو۔۔۔۔؟"

"اچھے کی امید رکھو" جوزف کافی پر اعتماد نظر آتا تھا۔

کچھ ہی دیر میں گاڑی ایک خوبصورت گھر کے سامنے رکی۔

"ہائے شیگی۔۔۔۔!" وہ مسکراتے ہوئے وکٹری کا نشان بنائے مقابل کی جانب بڑھا۔

"شاباش میرے شیر وہ اسے گلے لگا گیا"

"میرے پیسے۔۔۔؟" سری نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ہاہاہاہاہاہاہا یہ لے" وہ ایک چیک اس کی جانب بڑھا گیا۔

"اوہ تھینکیو۔۔۔!" سری نے خوش ہوتے کہا۔

وہ گھر کی طرف بڑھا جبکہ شیگی گاڑی کی جانب ابھی وہ گاڑی کے پاس پہنچا ہی تھا کہ گاڑی زن سے آگے بڑھی اور کچھ فاصلے پہ جا رکی۔

شیگی نے فوراً گاڑی کی جانب دوڑ لگائی اور گاڑی کے رکنے پہ پیچھے مڑ کر سری کو دیکھا جو سرے سے غائب تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟" وہ وسوسوں واہموں کو جھٹکتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھا اب کی دفع وہ گاڑی کی جانب بڑھا تو گاڑی دوبارہ آگے بڑھ گئی البتہ ایک کارڈ کسی نے باہر اچھال دیا تھا۔

"عکاشہ ٹیکسٹائلز" کارڈ پڑھتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

"سری۔۔۔۔۔!" وہ اس قدر زور سے دھاڑا کے آس پاس کے لوگ اسے کوئی جنونی سمجھ کر دور ہٹنے لگے۔

****

بالی کا دماغ جاگنے لگا تھا مگر اب کی بار اس نے ہلنے جلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سڑک پہ ہے ٹریفک کا شور سیگریٹ کے دھویں سے اس کا دم گھٹ رہا تھا مگر وہ جانتی تھی اگر سانس کی رفتار بھی بدلی تو اسے دوبارہ بیہوش کر دیا جائے گا۔ وہ نہیں جانتی تھی کتنے منٹوں یا گھنٹوں سے گھر سے دور تھی۔
"شہرام آچکا ہو گا نکاح کا وقت۔۔۔۔ ابھی کیا وقت ہوا ہو گا۔۔۔۔ دادی جان کو پتہ چلا تو کتنی پریشان ہوں گی۔۔۔ کیا کوئی میرے پیچھے آیا ہو گا۔۔۔؟ کسی کو پتہ بھی چلا ہو گا یا نہیں۔۔۔۔ حرا۔۔۔ہاں حرا نے بتایا تو ہو گا۔۔۔ مگر۔۔۔"
اسے یاد آیا جب وہ لڑکا اسے کھینچ رہا تھا اس نے حرا کا ہاتھ پکڑا مگر حرا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ دکھ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"اتنی نفرت۔۔۔؟ کیوں۔۔۔؟" وہ رو دی۔
"اب یہاں سے کیسے نکلنا ہے یہ سوچ بالی رو بعد میں لینا" وہ خود ہی اپنے عمل کی سرزنش

کرتے سوچنے لگی۔

کچھ دیر میں ہی گاڑی ایک جگہ رکی اور جوزف کسی نئے بندے کو ہدایات دینے لگا۔

"باس کی امانت ہے اگر اس پہ زرا سی بھی خراش آئی تو اچھا نہیں ہو گا اپنے انجام کا خیال رکھنا مجھے اگر ضروری کام نہ ہوتا تو کبھی یوں نہ جاتا"

"بے فکر رہیں سر ہم سنبھال لیں گے" وہ لمبا تڑنگا آدمی اعتماد سے بولا۔

"شاباش" وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر آگے بڑھ گیا۔

"سر میں ائیرپورٹ کے لیے نکل چکا ہوں آپ بے فکر ہو جائیں میں ٹھیک آدھے گھنٹے میں میم کو لے کر گھر پہنچ جاؤں گا" جوزف نے کان میں لگے بلوٹوتھ انگلی رکھتے اگلے ہی لمحے بولا۔

"جی۔۔۔ اوکے"

****

"مجھے سمجھ میں نہیں آتا یہ کہہ کیا رہے ہو تم اور کہاں تم میری منتوں سماجتوں پہ راضی نہیں تھے اور کہاں یوں اچانک ہمیں راتوں رات نکاح کی تیاری۔۔۔؟" وہ جس قدر حیران تھیں عکاشہ اسی قدر پر سکون تھا سمندر جیسا سکوت تھا اس کے چہرے پہ۔

"اماں جان کیا آپ کو بھروسہ نہیں مجھ پہ"

"عکاشہ بیٹے بات بھروسے کی نہیں ہے تم جانتے ہو خاندان سے باہر شادی..."

"اماں جان جب بات بھروسے کی ہے تو پھر یہ سب سوالات کیوں۔۔۔؟"

"ٹھیک ہے اب بتاؤ کر کیا رہے ہو تم؟"

"فالحال آرام کریں اور صبح کے لیے خود کو تیار کریں آٹھ بجے تک نکاح میں شامل ہونا ہے آپ کو شب بخیر"

"اب کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟"

"کچھ کام ہے"

"نہ جاؤ اس وقت"

"اماں جان آپ مجھ پہ بھروسہ کرتی بھی ہیں یا نہیں۔۔۔؟" اب کے اس نے غصہ چھپانے کو منہ موڑا۔

"پلیز بیٹے اس وقت نہیں جاؤ۔۔۔ اور فرہاد حنا کب سے تمہارے انتظار میں ہیں تم ایک دفع بھی نہیں ملے ان سے"

"جوزف کو گھر بھیج دیا ہے میں نے میرا جانا ضروری ہے اگر پتہ ہوتا آپ اس طرح منع کریں گی تو اسے گھر ہی نہ بھیجتا"

"ایسا کیا کام ہے۔۔۔؟" ان کے متجسس انداز پہ وہ گھبرایا۔

اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ ان کی بھتیجی کو اغواء کر چکا ہے سر کھجا کر ان کے سامنے آیا۔

"آپ منع کر رہی ہیں ٹھیک ہے نہیں جاتا خوش۔۔۔؟"

"تھکے ہوئے لگتے ہو آرام کرو تم بھی جاؤ شاباش" وہ اس کے سر میں ہاتھ پھیر کر بولیں۔

"جی آپ بھی اب آرام کریں" وہ ان کے ہاتھ پہ بوسہ دیتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرے میں آتے ہی جوزف کو فون ملایا مگر کال ریسیو نہیں کی گئی۔

"یا اللہ" وہ آنکھیں میچ کر کھولتا دوسرا نمبر ملا گیا۔

"جی سلام صاحب۔۔۔؟"

"وا علیکم السلام کہاں ہو تم لوگ؟"

"سر ہم فلیٹ پہ پہنچ چکے ہیں میڈم کو روم میں ڈال دیا ہے قابو نہیں آرہی تھیں مگر آپ بے فکر رہیں ہم نے سنبھال لیا"

"اسے کچھ ہونا نہیں چاہیے اور اس روم کے سی سی ٹی وی آن کرو"

"جی سر آپ بے فکر رہیں میں کیمرے آن کرواتا ہوں"

"جلدی"

وہ مضطرب سا بالوں میں ہاتھ پھیرتا تو کبھی سر اٹھا کر چھت کی جانب دیکھتا۔

"جب اسے پتہ چلے گا کیا سوچے گی وہ۔۔۔؟ کیا وہ مجھے قبول کرے گی بھی۔۔۔۔؟ اسے کرنا ہی ہوگا اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہوگا لیکن کیا یہ اس کے ساتھ

زیادتی نہیں۔۔۔؟"

"نہیں میں اسے بتاؤں گا میں محبت کرتا ہوں، میں اسے اتنا چاہوں گا کہ وہ سب بھول جائے گی اسے یقین دلاؤں گا جب وہ جان جائے گی تو سمجھ جائے گی"

"اور۔۔۔ اگر نہ سمجھی۔۔۔؟"

بس یہیں آکر اس کا دماغ سب سوچنا چھوڑ دیتا۔ تھک کر صوفے پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھا۔ پھر صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے آنکھیں موند گیا کچھ دیر بعد مسجد سے کلمے کی ابھرتی آواز پہ اس کی آنکھیں خود بخود کھلیں۔

نظر وال کلاک پر گئی تو سوا پانچ ہو چکے تھے۔

"جو دم غافل۔۔۔ اوہ دم کافر" عکاشہ کے دل میں یہ لفظ کہیں گہرائی تک اترے۔۔۔

"اللہ کے بندو اللہ کا ذکر کرو یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور ہم مسافروں کو اپنی منزل کی جانب جانا ہے اس دنیا کے جھمیلوں میں الجھ کر اپنے اصل سے غافل نہ ہو جانا اللہ کا ذکر کرتے رہنا، بے شک اسی کا ذکر ہے جو دلوں کو شاد و مسرور رکھنے والا ہے" کہنے والا ابھی کچھ اور بھی کہہ رہا تھا مگر عکاشہ کا ذہن یہیں رک گیا۔

"اللہ کا ذکر کرتے رہنا بے شک اسی کا ذکر ہے جو دلوں کو شاد و مسرور رکھنے والا ہے"

"بے شک اسی کا ذکر ہے جو دلوں کو شاد و مسرور رکھنے والا ہے" وہ زیرِ لب دہرا گیا۔

قریبی مسجد سے آتی آواز نے جیسے اس کے بے چین دل پہ ٹھنڈی پھوار برسا دی تھی۔

وہ سرد آہ ہوا کے سپرد کرتا باتھ روم میں جا گھسا، غسل کر کے وہ جائے نماز بچھا کر نوافل ادا کرنے لگا۔

"یا اللہ۔۔۔ ! میں تیرا ادنیٰ سا بندہ ہوں مجھے تجھ سے مانگنا نہیں آتا مگر تو تو میرے ظاہر باطن سے واقف ہے یا الٰہی تو تو جانتا ہے میں تیری بارگاہ سے کیا مانگتا رہا ہوں مجھے شاید مانگنے کا طریقہ نہیں آتا مگر تو علیم الحکیم ہے یا اللہ مجھے وہ عطا کر دے اے اللہ مجھے وہ با عزت اور با وقار طریقے سے عطا کر دے آمین"

اپنے دل میں اترتا سکون محسوس کرتے وہ دوبارہ سجدہ ریز ہوا اور کافی دیر یوں ہی سجدے کی حالت میں رہا پھر جائے نماز تہہ کر کے رکھتے وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتا باہر نکل گیا۔

****

دروازے کی مسلسل دستک پہ دائم ہڑبڑا کر اٹھا موبائل پہ وقت دیکھا تو ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔۔۔۔ رک جا او بھائی آ رہا ہوں" وہ جوتے پہنتے جلدی سے باہر نکلا۔ دروازہ کھولتے ہی اس کے ہوش صحیح معنوں میں ٹھکانے لگے تھے۔

"آپ اس وقت۔۔۔؟"

"تم نے کہا بالی۔۔۔!"

"میں نے کہا تھا صبح تک"

"تم اسے لا چکے ہو۔۔۔ میرے ساتھ چالاکی کرنے کی ضرورت نہیں" وہ ابرو اچکا کر اسے تنبیہہ کر گیا۔

"دیکھیں بھائی فالحال وہ یہاں نہیں ہے اور۔۔۔۔"

"کیا مطلب ہے یہاں نہیں ہے۔۔۔؟" وہ غرایا۔

" صبح نو بجے کا تک میرا قابلِ اعتماد دوست اسے لاہور لے آئے گا اور ابھی تو وہ خود بھی شاید اس تک نہیں پہنچ سکا"

"تم۔۔۔"

"میرا یقین کریں کیونکہ اس وقت آپ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں" اظہر اس کی بات سن خاموش نظر پورے اپارٹمنٹ پہ ڈالتے باہر نکل گیا۔

****

اس کے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے ہوئے تھے اور منہ پہ ٹیپ لگی تھی۔پنڈلیوں کو رسی سے اس قدر مضبوطی سے باندھا گیا تھا کہ اب پیر تک نیلے پڑ رہے تھے۔ اندھیرے کمرے میں

وہ آنکھیں کھول کھول کر اردگرد دیکھ رہی تھی کہ کوئی سراغ ملے۔ جو اس کو کہیں مل نہیں رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور روشنی میں ایک اونچا لمبا ہیولا اسے نظر آیا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے پاس آرہا تھا۔ دروازہ بند ہوا تو کمرے میں مدھم سی دودھیا روشنی ہوئی۔ وہ ایک گھٹنا موڑ کر زمین پہ بیٹھا اور دوسرے گھٹنے پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

ایک جست میں اس نے اس کے منہ سے ٹیپ ہٹائی تو وہ درد کی وجہ سے ہونٹ بھینچ کر آنکھیں بند کر گئی۔

"عکاشہ۔۔۔؟" آنکھیں کھولتے ہی ہونٹوں کو جنبش دی تو اس کی ہیزل براؤن آنکھیں دیکھیں اس کی آنکھوں میں ہلکی سی لالی تھی۔ اپنا نام اس کے لبوں سے سن کر وہ مسکرایا تھا اور آج اس کی مسکراہٹ بہت پر سکون اور گہری تھی۔

پھر وہ اس کے پاس زمین پہ ہی پالتی مار کر بیٹھا ہاتھ اس کی پنڈلیوں کی رسی کی طرف گئے تو وہ فوراً سے پہلے بے جان ہوتے پیروں کو پیچھے کھینچ کر مزید تھوڑی کے ساتھ لگا گئی۔

"بلڈ سرکولیشن رک کر تمہاری ٹانگیں پیرالائیزڈ ہو سکتی ہیں" سنجیدگی سے کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی رسی اس طرح کھولی کہ ایک انگلی بھی اس کے جسم کو چھوئی نہیں تھی۔

وہ اسے اپنی چمکتی کالی آنکھوں سے غور سے دیکھ رہی تھی۔ شاید اس کے نقوش حفظ کر

رہی تھی۔

"کہا تھا نا مجھ سے جتنا بھاگو گی میں اتنا ہی تمہیں تمہارے قریب ملوں گا" وہ اپنی نشیلی آنکھیں اس کے چہرے پہ جما کر بولا۔

وہ خاموش تھی نہ ڈر نہ سوال نہ کوئی مزاحمت بے تاثر سی وہ اس کا چہرہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس کام کے لیے ہی اسے یہاں لایا گیا تھا۔

"تم ڈرگز لیتے ہو؟" اس سارے میں وہ پہلی دفعہ بولی تھی۔ اس کی آواز بے حد خوبصورت تھی میٹھی شہد جیسی۔ عنابی متبسم ہونٹ جو اس وقت سپاٹ تھے بولتے ہوئے بے حد خوبصورت لگتے تھے۔

وہ اپنی بتیس سالہ زندگی میں بے پناہ حسن دیکھ چکا تھا ایشیا کے بے شمار ملکوں کی سیر کے دوران یورپ میں پڑھائی کے لیے کئی ملکوں میں پھرا تھا۔ اس کی فیس بک فرینڈز میں سے کئی لاکھ تو فیمیل تھیں۔ وہ تقریباً ہر گھاٹ کا پانی پی چکا تھا مگر جو کمال اس لڑکی میں تھا وہ اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا یا شاید وہ لمحہ ہی کچھ ایسا تھا جب وہ اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت اس کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

"تمہارا دیدار کسی ڈگیلا کے شاٹ سے کم ہے کیا؟" وہ محظوظ ہو کر بولا۔ اب اسے کیا بتاتا پچھلے نجانے کتنے ہی دنوں سے وہ نیند سے بیگانہ تھا اور رہتی کسر تو گزری رات نے پوری کی تھی۔

وہ اپنے بارے میں ایسے الفاظ سن کر اندر تک سلگ گئی تھی مگر پھر بھی وہ اس شخص کے لیے اپنے دل میں نفرت محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ اسے اغواء کر چکا تھا۔ کل رات جب اس کا نکاح ہونے والا تھا وہ اب سارے زمانے کے سامنے رسوا ہونے والی تھی۔ مگر وہ اس کو بدعائیں نہیں دے پا رہی تھی وہ نہیں پوچھ پا رہی تھی اس نے کیوں کیا ایسا، اس نے کیا بگاڑا تھا اس کا، وہ بس خاموش تھی۔

عکاشہ کو وہ ہمیشہ کی طرح پر اسرار لگی تھی۔

"کچھ پوچھو گی نہیں؟" عکاشہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ کہوں گی نہیں؟ کل سے تم خاموش ہو ایک لفظ تک نہیں کہا تم نے، تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو رو رو کر گڑگڑاتی، مدد مانگتی، پوچھتی مجھ سے اپنا قصور، تم تو یوں خاموش ہو جیسے یہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے" وہ بغور اس کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر مزید بولا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ اس کے سوال پہ وہ کھل کر مسکرایا۔

"تم کافی سمجھدار ہو یہ تو سمجھ چکی ہو گی اب تک کہ تمہارا وہ منگیتر اب تمہیں قبول نہیں کرے گا سووو۔۔۔! نکاح۔۔۔کر لو مجھ سے، تمہیں اچھا مقام دوں گا اپنی زندگی میں بھی اور معاشرے میں بھی، محافظ بنوں گا تمہارا" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"ہونہہ محافظ۔۔۔!" اس نے سر جھٹکا انداز ایسا تھا کہ عکاشہ کو اندر تک جلا گیا تھا مگر بظاہر پر سکون ہی نظر آ رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"اور نہ کروں تو۔۔۔۔؟" اب کے وہ سرد لہجے میں ہی بولی۔

"اس میں تمہارا بھی فائیدہ ہے سوچ لو" وہ اسے کچھ یاد دلا کر بولا۔

"جانتی ہوں رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تم نے، لیکن میں نے پوچھا اگر نہ کروں تو؟" وہ بارعب آواز میں بولی تو عکاشہ کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

"تو۔۔۔۔۔!" اپنے کپڑوں پہ لگی نا معلوم گرد جھاڑ کر سینے پہ بازو باندھ کر کھڑا ہوا۔

"تو۔۔۔۔ تو مجبوراً مجھے۔۔۔۔ تمہیں اس بھیڑیے کے سامنے ڈالنا پڑے گا" وہ سرد آہ ہوا کے سپرد کرتا بولا۔

"کون۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں خوف کی لہر دوڑی۔

"تو کیا ابھی مزید بھی کوئی آزمائش منتظر ہے۔۔۔؟" سوچتے ہی درد کی لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

"اچھا سوال ہے اور جواب تمہیں بہت جلد ملنے والا ہے مگر۔۔۔۔ اس وقت سے پہلے خود کو سیو کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جواب دو بالی وقت کم ہے کرنا چاہتی ہو خود کو سیو۔۔۔؟" اب کے وہ گھٹنہ ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھا۔

"اور کیا گارنٹی ہے تم سے نکاح کے بعد میں سیو رہوں گی" سپاٹ سی نظروں سے اسے

دیکھتے وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔

"کیا یہ بات تمہیں ثبوت نہیں دیتی کے کل رات سے میری جاہِ پناہ میں ہوتے ہوئے بھی تم محفوظ ہو اور ابھی بھی میں تمہیں پاکیزہ رشتے میں باندھ کر اس غلاظت سے بچانا چاہتا ہوں جس میں تم گرنے والی ہو۔۔۔؟" وہ سرد لہجے میں گویا ہوا۔

"پاکیزگی اور غلاظت سے نوازنے کا حق صرف اللہ کے پاس ہے تم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے" وہ اس سے نظریں چرا کر بولی۔

"تو کیا چاہتی ہو۔۔۔۔۔؟"

ایک لمبا سانس خارج کرتے وہ سر میں اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرتی بولی۔

"ایک عدد وکیل تمہاری کمپنی کے ففٹی پرسنٹ شئیرز کے لیگل پیپرز۔۔۔۔۔ حق مہر" اس کی آنکھوں میں حیرت دیکھ آخر میں وہ سمجھانے کو بولی۔

"تم لڑکیوں کو سیفٹی کے نام پہ پراپرٹی بینک بیلنس اور پیسہ ہی کیوں چاہیئے ہوتا ہے؟" وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"کیونکہ مرد کو یہی ایک چیز اپنی زندگی میں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے" وہ بلا کے یقین سے بولی تھی۔

"نہیں۔۔۔۔ قطعی غلط۔۔۔۔ ! اس سب سے بڑھ کر بھی کچھ ہوتا ہے۔۔۔۔ جو ایک مرد کو اپنی زندگی سے بھی ذیادہ عزیز ہوتا ہے۔۔۔۔ ویسے بہت سطحی سوچ ہے

تمہاری" وہ تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ کر بولا۔

"کیا۔۔۔۔؟" اس کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔

"سوال جواب کا وقت نہیں ہے یہ، میں وکیل کو کال کرتا ہوں" فون اٹھا کر وہ ایک طرف بڑھ گیا۔ اور پیچھے وہ سوچتی رہ گئی۔

"کیا اس کے علاوہ کچھ ہو سکتا ہے جو کسی مرد کو اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہے۔۔۔؟ لیکن کیا۔۔۔؟" وہ اس کی چوڑی پشت کو دیکھتے سوچنے لگی مگر جواب ندارد۔

****

"کہا تھا نہ تم لوگوں سے کھروچ بھی نہ آئے اسے ہمم۔۔۔؟ کہا تھا نہ؟" وہ قطار میں کھڑے چھ مردوں پہ دھاڑتا بولا اور پھر مڑ کر ایک کا ہاتھ اس قدر زور سے موڑا کہ اس کی کلائی ٹوٹنے پہ وہ شخص چیخنے کے ساتھ زمین پہ اوندھے منہ گرا۔

"تم لوگوں کو ایک دفعہ کی سمجھائی بات سمجھ نہیں آتی؟" اب وہ اس سے اگلے کے پاس پہنچا۔

"سس سر وہ میم کسی طرح ہم سے سنبھالی نہیں جا رہی تھیں اوو۔۔۔۔وورر کلوروفارم کا اثر بھی سسساڑھے تین منٹ میں ان پر سے ختختختم ہو گیا تھا جبکہ یییہی کلوروفارم کسی

بھی نارمل ششش شخص پہ کلک کم ازکم ایک گھنٹہ تو لللازمی اثر کرتا ہے" گھبراہٹ میں تیز بولنے کی وجہ سے وہ شخص ہکلا ہکلا کر وضاحت دینے لگا۔

"ساری رات اسے رسیوں سے باندھ کر رکھا تھا۔۔۔ بکواس کرتے ہو" عکاشہ نے کہنی سے اس کے جبڑے پہ وار کیا اور بھی ایک طرف کو لڑھک کر گرا۔

"معاف کردو صاحب ہمیں نہیں پتہ تھا ہمیں تو بس" وہ سب اس کے پیروں میں گر کر معافیاں مانگنے لگے تو وہ سب کو ٹھوکریں مارتا وہاں سے باہر نکل گیا۔

****

"فکر کی تلخیوں میں گم ہو کر"

"آدمی بے سبب بھی ہنستا ہے"

کراچی کی نسبت لاہور کا موسم کافی خوشگوار تھا۔ سکول جاتی بسوں ویگنوں اور رکشوں پہ سوار جہاں کچھ بچے روتے دھوتے بیزار تھے وہیں کچھ شرارتیں کرتے ہنستے مسکراتے زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں بکھیرتے اس بات سے انجان کہ ان کی پاکیزہ مسکراہٹیں کئی افسردہ دل، فکر و سوچ کی تلخیوں میں گم باشعور لوگوں کے چہروں پہ خود بخود مسکراہٹ

بکھیر رہی تھی۔

فون رنگ پہ وہ جیسے ہوش میں آئیں مسکراہٹ ان کے لبوں سے لمحے بھر میں غائب ہوئی۔

"بس آرہے ہیں ٹریفک جام ہے" وہ کال ریسیو کرتے بولیں۔

"اوکے"

کچھ ہی دیر میں وہ گاڑی ایک فارم ہاؤس کے سامنے رکی۔ وہ عکاشہ کو اپنی طرف آتے دیکھ گاڑی سے اتریں۔

السلام علیکم اماں جان عکاشہ نے سر جھکایا تو وہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیر گئیں۔

واعلیکم۔۔۔! وہ جذبذ سی کیفیت میں تھیں۔ عکاشہ ان کی حالت کو سمجھ رہا تھا مگر جو اس نے مستقبل کے لیے سوچ رکھا تھا اسے فلحال خاموش رہنا ہی مناسب لگا۔

آئیں وہ ان کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

یہ ہال نما جگہ تھی جہاں ڈائمنڈ صوفے کے گرد بڑے بڑے نفیس صوفے لگے تھے۔

ایک صوفے پہ دائم وکیل اور مولوی کے ساتھ کھڑا انہیں کچھ سمجھا رہا تھا۔

"یہ کیسا حق مہر ہے مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آرہی آپ کی بات"

"مولوی صاحب آپ کو کوئی اعتراض ہے کیا۔۔۔؟ جس کی جو استطاعت ہوتی ہے وہ اس کے مطابق حق مہر رکھتا ہے" وکیل نے تحمل مزاجی سے پوچھا۔

"جی نہیں مجھے بھلا اعتراض کیا ہو گا بس مجھے زرا صحیح سے سمجھا دیں"

"کتنا حق مہر رکھا ہے۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے سوالیہ نظروں سے وکیل اور پھر عکاشہ سے پوچھا۔

"اماں جان یہ سب صرف وقتی ہے اصل میں۔۔۔"

"کیا مطلب وقتی؟"

"اماں جان وقت کم ہے آپ اس روم میں جا کر اس لڑکی سے مل لیں اور۔۔۔ اسے اعتماد میں بھی لے لیں۔۔۔ اگر آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے تو" وہ ان کے ہاتھ عقیدت سے تھام کر بولا۔

زرتاج گل کو آج سمجھ آیا تھا ماں باپ کس قدر مجبور ہو جاتے ہیں اپنی اولاد کی خواہش اور ضد کے سامنے۔ بے شک وہ ان کا سمجھدار بیٹا تھا مگر یہ صورتحال۔۔۔

وہ خاموشی سے کمرے میں گئیں جہاں کوئی وجود سفید چادر میں لپٹا گھٹنوں پہ سر رکھے سسک رہا تھا۔ اس کو یوں زمین پہ بیٹھے دیکھ وہ خود بخود اس کی جانب بڑھیں۔ اس لڑکی کے پیر جوتوں سے آزاد تھے جگہ جگہ لگی چوٹوں سے رستہ خون اس بات کی گواہی تھا کہ یقیناً وہ کافی دیر پیدل بھاگتی رہی تھی۔

وہ اپنا وینٹی بیگ وہاں موجود بیڈ پہ رکھتے اس کے پاس آگئیں۔ وہ اب پر سکون ہو چکی تھی۔

"بالی۔۔۔؟" وہ اس کے پیروں کے بعد ہاتھوں کو قریب سے دیکھتے بولیں۔

"بالی یہ تم ہو۔۔۔؟" وہ اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر بولیں۔

بالی نے سر اٹھا کر حیرت سے انہیں دیکھا۔

"آپ۔۔۔؟ آپ یہاں کیسے۔۔۔۔؟ کون ہیں آپ؟" اس کا آخری سوال ان کا چہرہ تاریک کر گیا۔

وہ اسے کیسے بتاتیں وہ اس کی پھپھی تھیں اس کے باپ کی بہن اس کی دادی کی زری وہ دادی جن کا ذکر کرتے وہ اس قدر عقیدت لہجے میں سمو لیتی جیسے کسی پاک ہستی کا ذکر کر رہی ہو وہ کیسے بتاتیں کہ وہ ذینب کی سہیلی اس کی ہم راز تھی جس کی یوں اچانک موت انہیں حیران غمگین کر گئی تھی۔

"آنٹی پلیز مجھے میرے گھر پہنچا دیں" وہ جانتی تھی اب یہ سب شاید بے کار تھا مگر پھر بھی وہ جانا چاہتی تھی اپنی دادی کی خاطر، وہ جانتی تھی شاید اب اسے قبول نہیں کیا جائے گا مگر پھر بھی وہ ایک دفعہ دادی کو بتانا چاہتی تھی یہ سب حادثہ تھا اسے یقین تھا دادی اسے ضرور ایک موقع دیں گی۔

"تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے بیٹا۔۔۔؟" وہ ایک آس سے بولیں۔

"سب ہمیشہ مجھ سے ہی آس کیوں لگاتے ہیں آنٹی" اس کی بات پہ عکاشہ کے اندر کی جانب بڑھتے قدم دروازے پہ ہی رکے۔

"کیونکہ اللہ نے یہ خاص فیچر صرف تم میں ہی رکھا ہے کہ تمہیں دیکھتے تم سے اچھی امید لگائی جائے شاید اس لیے" وہ پھیکا سا مسکرا دیں۔ پھر اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ اس کی گال سہلانے لگیں۔

بالی پہلے دن سے ہی ان کا انداز اپنے لیے کچھ خاص محسوس کر رہی تھی مگر آج۔۔۔ کچھ تو الگ تھا جو آج ان کی آنکھوں میں تھا۔

"کیا چاہتی ہیں آپ۔۔۔۔؟"

"مانو گی میری بات۔۔۔؟"

"اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور مگر پھر کیا آپ مجھے میری دادی کے پاس لے جائیں گی بس ایک دفعہ" اس کا گلہ خراب ہو چکا تھا مگر درد کے باوجود وہ بول رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں ضرور تمہاری بات مانوں گی تم میری مان لو یہ نکاح کر لو پلیز" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے ہاتھوں میں لے کر جوڑ گئیں جیسے اپنے اس عمل کی معافی مانگ رہی ہوں۔

"آپ جانتی ہیں اس شخص کو۔۔۔؟"

"اماں جان۔۔۔! باہر انتظار کر رہے ہیں سب" وہ ایک نظر بالی پہ ڈال کر ان کی طرف متوجہ ہوا جن کی پشت عکاشہ کی طرف تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے اس کا جھکا سر دیکھ کر دوبارہ پوچھا۔

"آپ خود بھی سمجھ سکتی ہیں میرا جواب پھر بھی۔۔۔؟"

"ہاں پھر بھی میں چاہتی ہوں کیوں کہ اللہ نے یہ موقع مجھے دیا ہے تمہیں میرے پاس لا کر، کیا مجھ پہ بھروسہ کر کے تم یہ نکاح نہیں کر سکتی؟"

"اگر اللہ کی یہی رضا ہے تو..." گلے میں تکلیف اس قدر زیادہ ہو چکی تھی کہ اس سے آگے بولا ہی نہیں گیا۔

زرتاج بیگم نے اسے گلے لگایا پھر اس کے بہتے آنسو اپنے پوروں پہ چن کر اس کا ماتھا چوما۔ عکاشہ حیرت سے انہیں دیکھے گیا۔

"چلو۔۔۔!" وہ عکاشہ سے بولتیں اس کو سہارا دے کر کھڑا ہونے میں مدد کرنے لگیں۔ وہ اپنے بیگ میں سے سرخ چنری نکال کر اس کی سفید چادر اتار کر اس کے سر پہ ڈال گئیں۔

وہ باہر آئیں تو دائم کی نظر بالی پہ پڑی اگلے لمحے ہی وہ نظریں چرا گیا۔ مولوی اور وکیل نے اس کی حالت بغور دیکھی تھی وہ اسے شاید مظلوم سمجھ رہے تھے یا کچھ اور، مگر وہ سب سے بے خبر زمین کو دیکھتی کب عکاشہ کے پہلو میں بیٹھی اسے علم ہی نہیں تھا۔

"شروع کریں مولوی صاحب" زرتاج بیگم کی بارعب آواز پہ وہ کلمات شروع کر گئے۔

"بالی مریم بنت سفیر حسن آپ کا نکاح علی عکاشہ ابن گل ظفر سے آپ کے مقرر کردہ حق مہر سے طے پایہ ہے کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟" بالی نے ایک لمحے کو سوچا اگر وہ حق مہر

کو یوں سادہ الفاظ میں ادا نہ کیا جاتا تو کیا وہ اپنی نظروں میں کبھی اس قابل ہو پاتی کہ اس شخص کو سر اٹھا کر دیکھ پاتی۔

"حق مہر شریعتِ محمدی رکھا جائے" وہ بہت زور لگا کر مشکل سے بولی مگر عکاشہ کے سوا شاید کوئی بھی اس کی بات واضح نہیں سن پایا تھا۔

"جی۔۔۔۔؟"

"حق مہر شریعتِ محمدی رکھیں" وہ بمشکل بولی۔

"لیکن اب یوں ارادہ بدلنا۔۔۔؟ کیا تمہیں۔۔۔"

"عکاشہ۔۔۔ !" زرتاج گل کی تنبیہی آواز پہ وہ چونکا۔

"آپ مولوی صاحب ایک کروڑ حق مہر رکھیں" مولوی کے تو ہوش اڑ گئے تھے ایک کروڑ کا لفظ سنتے۔

"جی۔۔۔؟" وہ حیرانی سے بولے۔

"مولوی صاحب۔۔۔۔ ایک۔۔۔ کروڑ حق مہر لکھیں" دائم نے چبا چبا کر کہا تو وہ کٹیلی نظروں سے دیکھتے نکاح دوبارہ شروع کر گئے۔

"نہیں آنٹی میں نے آپ کی بات مانی ہے اور اللہ پہ کامل یقین رکھتے یہ قدم اٹھایا ہے پلیز میرا یہ قدم اسی کے رضا کے لیے رہنے دیں حق مہر شریعتِ محمدی ہی رہنے دیں" وہ بمشکل ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"بالی مریم بنت سفیر حسن آپ کا نکاح علی عکاشہ ابن گل ظفر سے حق مہر شریعتِ محمدی طے پایہ ہے کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟"

"قبول ہے۔۔۔!"

"کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟"

"قبول ہے۔۔۔۔۔!"

"کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔۔؟"

"قبول ہے۔۔۔۔!"

پھر کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پہ دستخط کرتے وہ اپنے تمام جملہ حقوق اس شخص کے نام کر گئی جس کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

ایجاب و قبول کی کے بعد زرتاج بیگم نے اس کافی دیر اپنے گلے سے لگائے رکھا وہ دونوں ہی خوب روئی تھیں۔ ایک کچھ پانے کی خواہش کو پورا ہونے امید ملنے پہ تو دوسری ساری امیدیں کھو دینے پر۔

عکاشہ کو نجانے کیوں یہ منظر عجیب لگا تھا کچھ تو تھا جس سے وہ واقف نہیں تھا مگر فالحال اسے آنے والے وقت کے لیے کچھ کرنا تھا۔

****

پولیس کے سائرن پہ زرتاج گل بالی سے جدا ہوئیں اور عکاشہ کی جانب دیکھا جو اب جوزف کو کچھ سمجھا رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے۔۔۔؟" زرتاج بیگم ہراساں ہو کر عکاشہ کو دیکھنے لگیں۔

"آپ بے فکر رہیں کچھ نہیں ہو گا آپ مریم کو لے کر روم میں جائیں پلیز" وہ انہیں آنکھوں ہی آنکھیں میں پر سکون رہنے کا اشارہ کر گیا۔

کچھ دیر میں پولیس نفری ہال میں داخل ہوئی۔

"علی عکاشہ کون ہیں آپ میں سے؟" اونچا لمبا آدمی بھاری آواز میں بولا عکاشہ کی نظر اس کے نیم پلیٹ پر گئی۔

"میں ہوں"

"آپ پہ لڑکی اغواء کرنے کے چارجز ہیں اریسٹ ہم" ایس ایچ او کے حکم پر فوراً دو سپاہی اس کی جانب بڑھے۔

"ایک منٹ میں خود چلتا ہوں آپ کے ساتھ مگر اس سے پہلے مجھے بتایا جائے کے یہ رپورٹ کس نے کروائی ہے۔۔۔؟" اس نے ہاتھ سے اپنی طرف بڑھتے آفیسر کو رکنے کا اشارہ کیا تو وہ ایس ایچ او کی طرف دیکھنے لگا جو خود بھی اس کی شخصیت سے مرعوب تھا۔

Urdu Novels Ghar

"سفیر حسن اور ظہیر حسن بھٹی نے" انہوں نے سفیر صاحب کی جانب اشارہ کیا۔ جن کی دائیں جانب ظہیر اور قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتا شہرام کھڑا تھا۔ ایس ایچ او عکاشہ کی شخصیت سے زرا مرعوب ہوا۔

"کیا آپ ایک دفعہ بیٹھ کر بات کرنا چاہیں گے ہو سکتا ہے میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں" اس نے کافی تحمل سے پوچھا۔

"اور کیا مدد کرو گے تم۔۔۔۔؟" ظہیر صاحب نے خاصے رعب سے کہا۔

"اگر آپ اپنی عزت کچہریوں میں لے جانا نہیں چاہتے تو میرے ساتھ آئیں ہم بیٹھ کے بات کر لیتے ہیں۔۔۔۔جوزف۔۔۔!" وہ اسے کچھ سمجھانے والا اشارہ کرتا سفیر اور ظہیر صاحب کو وہاں موجود ماسٹر بیڈ روم کی طرف لے گیا جہاں بالی زرتاج بیگم کے کندھے پہ سر رکھے بیٹھی تھی۔

"بالی۔۔۔؟" ظہیر صاحب کی آواز میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"بابا۔۔۔!" بالی کی نظر سفیر پہ پڑی تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر وہ تو زرتاج کی جانب ہی دیکھے جا رہے تھے۔

"بیٹھ جائیں آپ لوگ پلیز۔۔۔!"

زرتاج بیگم بھی اٹھ کر ان کی جانب بڑھیں سفیر صاحب تو کھوئے کھوئے سے اس کو دیکھے گئے۔

"اوہ تو یہ سب تم نے کروایا ہے۔۔۔؟" زرتاج بیگم کے بڑھتے قدم وہیں رکے۔

سفیر صاحب کی آواز پہ بالی نے ایک نظر زرتاج بیگم پہ ڈالی جو مسلسل بہتے آنسو صاف کرتیں ان دونوں مردوں کو دیکھے جا رہی تھیں۔

"کچھ بھی بولنے سے پہلے حقیقت جان لیں اور اگر آپ لوگ مجھے جیل کروانا چاہتے ہیں تو شوق سے کروائیں مگر اس کا فائیدہ نہیں کیونکہ میرے پاس ثبوت ہیں کہ نہ صرف میں نے آپ کی بیٹی کو شیگی جیسے کرمنل کے چنگل سے بچایا بلکہ مریم کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے فلحال نکاح بھی کیا ہے" وہاں موجود چاروں نفوس پہ یہ راز کسی آسمان کی طرح گرا تھا۔ اور شہرام کے تو گویا پیروں تلے زمین نکل گئی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس شخص کو زمین میں زندہ گاڑھ دے۔

"فالحال۔۔۔؟" بالی کو لگا اس کی روح پہ کسی نے تازیانہ دے مارا تھا۔ اس سے آگے وہ کچھ سن پائی نہ سمجھ۔

"تو کیا وہ جھوٹ بول رہا تھا" شہرام نے سختی سے کہا جیسے اس کو جھوٹا کہہ رہا تھا۔

"جی بالکل اور میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں" وہ سینے پہ ہاتھ باندھے ابرو اچکا کر بولا۔

"ہم وہ ثبوت دیکھنا چاہتے ہیں" شہرام نے اسے للکارا۔ عکاشہ نے استہزاہیہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی پھر جیب سے فون نکال کر کچھ میسجز بھیجے اور اگلے دو منٹ میں سری دروازے پہ دستک دے کر اندر داخل ہوا۔

"یہ سری ہے شیگی کا دوست کم اسسٹنٹ۔۔۔جس کے ذریعے مریم کو کڈنیپ کیا گیا تھا۔۔۔آپ لوگ چاہیں تو مریم سے کنفرم کر لیں" اس نے ہاتھ سے بالی کی جانب اشارہ کیا۔

"تمہاری یہ جرت" شہرام اس کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو عکاشہ نے اس کے سینے پہ زور ڈال کر ایک جھٹکے سے اسے پیچھے پھینکا مگر وہ بھی کافی مضبوط تھا صرف دو قدم ہی بمشکل دور ہٹ پایا تھا۔

"میرے گھر میں کھڑے ہو اور میرے مہمان سے بات کر رہے ہو سووووو۔۔۔۔تمیز سے کھڑے رہو" وہ اس کی جلتی آنکھوں میں اپنی وحشت زدہ آنکھیں گاڑھ کر بولا۔

"سری بتاؤ سب سچ۔۔۔؟"

"سر ٹھیک کہہ رہے ہیں شیگی نے ہی مجھے انہیں کڈنیپ کرنے کے لیے پانچ لاکھ روپے دیے تھے اور وہ چیک فالحال پولیس کے پاس ثبوت کے طور پر دے کر آیا ہوں اور باقی کے ثبوت جو کال ریکارڈنگ وغیرہ بھی جو کہ عکاشہ سر کو میں سینڈ کر چکا ہوں"

عکاشہ نے کچھ وائس نوٹ آن کیے جن میں شیگی اور سری کی باتیں خاصی واضح سنائی دے رہی تھیں۔ زرتاج بیگم نے ایک شکوہ کناں نظر سفیر صاحب پہ ڈالی تو ان کا سر ندامت سے جھکا تھا۔

"ٹھیک ہے مان لیا کہ تم نے ماہان بن کے ہماری عزت کو بچا لیا اب بس طلاق دو میری

Urdu Novels Ghar

منگیتر کو اور یہ معاملہ یہیں ختم کرو" شہرام نے جیسے مسلے ک حل پیش کیا۔

"اپنی حد میں رہو تو بہتر ہو گا" عکاشہ نے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا تو وہ دونوں بپھرے ہوئے شیر لگ رہے تھے جو کسی بھی وقت ایک دوسرے پہ پل پڑتے۔

"عکاشہ۔۔۔۔!" زرتاج گل کی تنبیہی آواز پہ بھی عکاشہ ٹس سے مس نہ ہوا تو سفیر صاحب نے شہرام کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"بیٹا ہم بڑے بات کر رہے ہیں نا"

"لیکن وہ ٹھیک کہہ رہا ہے سفیر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا اس سے کہیں یہ بالی کو۔۔۔۔"

"بس بھائی اس سے آگے کچھ مت کہیے گا یہ سب کوئی مذاق نہیں میرا بیٹا بالی کو طلاق نہیں دے گا میں اماں جان سے خود بات کر لوں گی" زرتاج بیگم نے ظہیر کو ٹوکا۔

"ایسے کیسے نہیں دے گا طلاق میری ہونے والی بیوی ہے وہ" ان کی جانب مڑا تو عکاشہ نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو کھینچ کر اسے اپنے سامنے کیا۔

"اور میرے نکاح میں وہ" وہ جیسے برداشت ہی نہیں کر پا رہا تھا شہرام کے منہ سے بالی کا نام۔

بالی اس ساری صورتحال کو دیکھتے اپنے حواس کھو جانے کی ہی دعا کر سکی مگر یہ بھی شاید قبولیت کی گھڑی نہیں تھی۔ لرزتی ٹانگوں پہ مزید کھڑی نہ ہو پائی تو ہولے سے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"تم ٹھیک ہو بیٹا۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے اس کا پیچھے ہٹنا محسوس کرتے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"مجھے یہاں سے لے جائیں پلیز" اس کی آواز بیٹھ گئی تھی مگر وہ ان سے گزارش کر گئی۔

"امید ہے آپ سب لوگ حقیقت جان چکے ہیں" عکاشہ نے تنقیدی نظر سب پہ ڈالی۔

"سر میں جاؤں۔۔۔؟" سری اس سب میں خود کو غیر اہم جانتے بولا۔

"چلو۔۔۔!" وہ خود بھی اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

****

"سوری سر ہم نے آپ کا وقت برباد کیا یہ سب شاید غلط فہمی تھی مگر ہمیں بھی اپنی ڈیوٹی انجام دینا ہوتی ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ لڑکی کا معاملہ تھا" ایس ایچ او مسکراہٹ لیے بولا۔

"اٹس اوکے آئی تھنک اب سب کلئیر ہو چکا ہے۔۔۔؟" وہ بھی مسکرا کر بولا۔

"جی سر"

"چائے پلائی سب کو۔۔۔۔۔؟" اس نے جوزف سے استفادہ کیا۔

"جی سر" جوزف نے سر کو خم دیا۔

"بہت شکریہ آپ کا ہمیں اب چلنا ہو گا آپ کے معاملااات۔۔۔؟"

"جی آپ بے فکر ہو جائیں سب سیٹ ہے آپ جا سکتے ہیں" وہ مسکرا دیا۔

"سوری اگین فار ڈسٹربنگ یو"

"ناٹ آبگ ڈیل" وہ مصافہ کرتے مسکرا دیا۔

"سر شیگی کو آگ لگی ہوئی ہے ابھی وہ الٹی سیدھی حرکتیں کرے گا لیکن میں سنبھالوں گا باقی سب سیٹ ہے" عکاشہ جوزف کی طرف مڑا تو وہ جلدی سے وضاحت دے گیا۔

" گڈ سری کو بھی سری پائے کھلاؤ" وہ سری کے کندھے پہ ہاتھ مار کر بولا پھر اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔

"جی سر" جوزف نے مسکرا کر سعادت مندی سے سر ہلایا۔

"یہ لو تمہاری شاباشی" جوزف نے سات لاکھ کا چیک اس کی جانب بڑھایا تو سری سر ہلاتے مسکرایا۔

"شکریہ مجھے اب ہسپتال جانا ہو گا پھر ملاقات ہو گی"

"میں ڈرائیور سے کہتا ہوں تمہیں چھوڑ دے اور فکر مت کرو تمہاری بیٹی بالکل ٹھیک ہو جائے گی" آخر میں وہ اسے تسلی دیتے بولا۔

"مجھے امید ہے مگر شیگی۔۔۔"

ا"س کی فکر نہ کرو تم اب ہماری پروٹیکشن میں رہو گے" جوزف نے اسے کندھے پہ تھپکی

لگا کر گویا حوصلہ دیا۔

"شکریہ خداوند تمہیں اس کا اجر دے" وہ اس کے گلے لگا اور اگلے پل باہر کو چل دیا پیچھے جوزف بے بسی سے ہونٹوں کو جنبش دے کر آنکھوں میں آئی نمی پیچھے دھکیلتے میز پہ پڑے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوا۔

****

"سب ٹھیک ہو جائے گا تم پریشان نہ ہو، میں تمہیں خود اماں جان کے پاس لے کر جاؤں گی وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں نا ہینا؟ وہ سب سمجھ جائیں گی" زرتاج بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

"آپ سب لوگ باہر جا کر انتظار کریں مجھے اپنی بیوی اور اماں جان سے کچھ بات کرنی ہے" عکاشہ نے شہرام پہ جتاتی نظر ڈال کر بیوی لفظ ادا کیا تھا جو شہرام کے تن بدن میں چنگاریاں لگا گیا تھا۔

وہ قہر آلود نظر اس پہ ڈالتے سب کے پیچھے چل دیا۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں جو کچھ ہوا۔۔۔۔"

"زری پھپھو اسے کہیں یہاں سے چلا جائے پلیز" وہ گھٹی گھٹی آواز سے بولی۔

زرتاج بیگم تو اس کے منہ سے زری پھپھو سن کر خوش و حیران ہوتیں عکاشہ کی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ اس کا چہرہ تھام کر اپنے سامنے کر گئیں۔

"اسے کہیں جائے" وہ نظروں کو زرا سا پھیر کر بولی مگر مکمل اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"نہیں تم نے مجھے زری پھپھو کہا۔۔۔؟ تم نے سنا عکاشہ۔۔۔۔؟ تو کیا تم جانتی تھی۔۔۔۔؟ لیکن کیسے میں نے تو" ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ بالی نے سر زور زور سے نہ میں سر ہلایا۔

"اب جان گئی ہوں مگر دکھ ہوا جان کر آپ۔۔۔۔ سب کچھ جانتی تھیں۔۔۔۔ مگر مجھے نہیں بتایا" اس کی بات پہ زرتاج گل کی چہرے پہ آئی رونق پل بھر میں معدوم ہوئی۔

"اماں جان مجھے بات کرنی ہے آپ لوگوں سے" عکاشہ بے قراری سے بولا۔

"دیکھو مریم۔۔۔۔!"

"مجھے نہیں سننی کوئی بھی بات آپ اسے کہیں چلا جائے یہاں سے پلیز" وہ زرتاج بیگم کے کندھے کے پیچھے چھپنے کی سعی کرنے لگی۔

عکاشہ نے اس کی یہ حرکت بغور دیکھی۔

وہ کیا سوچ رہی تھی کیوں چھپ رہی تھی ایسا کیا تھا جس کا سامنہ کرنا نہیں چاہتی تھی

وہ۔۔۔۔

"عکاشہ فالحال تم اسے چھوڑ دو اور ڈاکٹر کو بلاؤ بالی کا گلہ خراب ہے اور بخار بھی بہت ہو رہا ہے"

"جی میں کھانا بھیجتا ہوں اور ڈاکٹر بھی آ رہا ہے لیکن میں بس اسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ طلاق (اس نے بالی کی جانب دیکھا)) کا حق میں نے مریم کو دے دیا ہے اگر وہ چاہے گی، جب چاہے گی میں طلاق دے دوں گا"

"تم نے سمجھ کیا رکھا ہے اس رشتے کو کبھی نکاح کر لیا اور اگلے پل طلاق کی باتیں کرنے لگے" زرتاج بیگم خاصا غصہ کر گئیں۔

"اماں جان۔۔۔!"

"بس۔۔۔ تم نے جو کرنا تھا کر لیا اب مجھے جو کرنا ہے مجھ کرنے دو اب جاؤ تم نو کہا کے وہ کرو"

"اماں جان میں بس اسے اس کے حقوق بتانے آیا تھا اگر اس کی فیملی پریشرائز کرتی ہے یا وہ خود الگ ہونا چاہتی ہے تو وہ اپنا حق استعمال کر سکتی ہے باقی نکاح نامے کی ایک کاپی وہ سامنے ٹیبل پر رکھی ہے چاہے تو خود بھی پڑھ لے"

وہ کیا سوچ رہی تھی اس شخص کے بارے مگر یہ تو کچھ اور ہی تھا۔ اس کا ڈر ہراس ختم کرتے وہ کمرے سے نکل گیا پھر کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا۔

"ٹانسلز۔۔۔!" ڈاکٹر نے مکمل معائنہ کرنے کے بعد کہا۔

"فالحال آپ انہیں گرم پانی میں شہد دیں اور نرم غذا استعمال کریں سویلنگ ہے ٹھیک ہو جائے گی بخار بھی اسی وجہ سے ہو رہا ہےپیناڈول دیں دن میں دو دفعہ ان شاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا بخار"

"جی بہتر۔۔۔ آئیں میرا ڈرائیور آپ کو کلینک چھوڑ دے گا" عکاشہ نے کٹیلی نظر اس پی ڈالتے کہا وہ جس طرح بالی کو دیکھ رہا تھا عکاشہ کا خون کھول اٹھا تھا مگر فالحال وہ مزید کوئی ہنگامہ برپا نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لیے تحمل سے کام لیتے بولا۔

"پہلے تم یہ لو نہ چاول کھا لو تھوڑے پھر میڈیسن لینا ہمم۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے اس کے بال سنوار کر کہا۔

"چلو میں خود اپنی بچی کو کھلاتی ہوں اپنے ہاتھوں سے" اسے یوں ہی گم بیٹھے دیکھ وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھلانے لگیں بالی بھی دو دن سے بھوکی تھی بلا چوں چراں کیے کھانے لگی۔

"آپ مجھے کب لے کر جائیں گی دادو کے پاس وہ مجھ سے خفا ہو گئی ہوں گی۔۔۔ شاید"

"نہیں وہ تم سے خفا نہیں ہوں گی بہت محبت کرتی ہیں وہ تم سے" وہ پھیکا سا مسکرائیں ان کی مسکراہٹ میں دکھ تھا جو بالی کو واضح محسوس ہوا تھا۔

"آپ سے بھی تو محبت کرتی ہیں مگر ہو گئی تھیں نا" اس نے جیسے یاد دلایا۔ زرتاج بیگم کا

سر جھک گیا۔

"تم جانتی ہو مجھے۔۔۔؟ کیا اماں جان میرا ذکر کرتی تھیں۔۔۔۔؟"

"جی لیکن چھپ کر صرف مجھ سے وہ آپ کو یاد کرتی ہیں مگر وہ آپ سے ناراض ہیں کیونکہ آپ نے ان کا مان نہیں رکھا تھا" آنسو ٹوٹ کر ان کے گال پہ بہنے لگے۔

"آپ ان سے ملیں گی تو وہ آپ کو معاف کر دیں گی" اس نے ان کے آنسو صاف کرتے بہت یقین سے کہا۔

"چلو یہ کھاؤ پھر دوا لو ہم آج ہی چلیں گے ان کے پاس۔۔۔۔ میں نہیں جانتی وہ مجھے معاف کریں گی یا نہیں مگر مجھے یقین ہے وہ تم سے ملنے کو بے قرار ہوں گی"

"اور مجھے یقین ہے وہ آپ کو گلے لگا کر بہت روئیں گی اور آپ کو معاف بھی کر دیں گی"

وہ ان کا بڑھایا چمچ واپس ان کو ہی کھلا گئی تو وہ روتے روتے مسکرا دیں۔

****

"انکل آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے وہ شخص موقع کا فائیدہ اٹھا رہا ہے ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا آپ لوگ اسے کہیں وہ بالی کو طلاق دے میں بالی سے شادی کرنے کو تیار ہوں" وہ سفیر صاحب کو اعتماد دلانے لگا۔

"اگر تم یہ احسان نہیں کرنا چاہتے۔۔۔ تب بھی اٹس اوکے مجھے یہ نکاح دائمی بنانے میں بھی مسلہ نہیں" وہ نجانے کیوں اپنے سے دس سال چھوٹے اس شریف سے لڑکے سے حسد محسوس کرنے لگا تھا۔

"کیا وہ اس قدر چاہتا ہے بالی کو۔۔۔؟ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو۔۔۔؟ تو بھی کیا وہ اتنی آسانی سے ہی ایک اغواء شدہ لڑکی سے شادی کرنے کو تیار ہوتا شاید نہیں۔۔۔۔ مگر مقابل بھی تو بالی تھی شاید وہ اتنا ہی چاہے جانے کے قابل تھی" وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے سوچ رہا تھا۔

"تمہارے اس احسان کا بہت شکریہ مگر ہم اپنی بیٹی کو لے جانا چاہتے ہیں فالحال، پھر جو بھی فیصلہ ہمیں کرنا ہو گا ہم تمہیں اطلاع کر دیں گے"

"ہمم صحیح (اس نے کندھے اچکائے) مگر فالحال وہ اپنی پھپھو کے ساتھ ہے" وہ سفیر اور ظہیر صاحب کی جانب گہری نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"مجھے ملنا ہے ان دونوں سے" سفیر صاحب دو قدم اس کی جانب بڑھے۔

"جی ضرور" وہ سامنے سے ہٹ کر انہیں گزرنے کا راستہ دے گیا۔

دروازے پہ دستک دے کر وہ اندر آئے۔

بالی نے بغور اپنے باپ کے تاثرات دیکھے جہاں کچھ بھی نہیں تھا اس کے لیے وہ تو صرف زرتاج کی طرف دیکھ رہے تھے۔ نجانے کیوں دل کے کسی کونے میں ہوک اٹھی

تھی کاش وہ اس کا حال پوچھتے بس ایک دفعہ کہتے میری بیٹی ٹھیک تو ہے یہ سب نہیں کہہ سکتے تھے نا کہتے مگر کچھ تو کہتے وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھے گئی۔

زرتاج بیگم نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھاما تو وہ اسے اپنے ساتھ لگا گئے۔

"ٹھیک ہو تم۔۔۔؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ اماں جان کیسی ہیں زینب کی موت کا سنا تو یقین جانیں بہت دکھ ہوا زندگی کتنا کچھ چھین لیتی ہے اور ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کبھی سوچا بھی نہیں تھا زینب یوں چھوڑ جائے گی" سفیر صاحب نے ندامت سے سر جھکایا جو بالی بہت دھیان سے دیکھ رہی تھی۔

"بس ایسا ہی ہے ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا ساتھ یوں بھی چھوٹ سکتا ہے کہ کبھی جڑ ہی نہیں پائے گا اور پھر معافی تلافی کی راہ کا اختتام قبرستان پہ ہو گا جہاں صرف سناٹا ملے گا سننے کو" وہ کرب سے بولے۔

"کیا وہ شرمندہ تھے اپنے کیے پہ۔۔۔؟ کیا واقعی وہ ماما سے معافی مانگتے ہوں گے۔۔۔؟"

بالی نے آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھا۔

"تم بتاؤ اتنے سالوں بعد کبھی سوچا بھی نہیں تھا یوں ملاقات ہو گی۔۔۔۔ عکاشہ تمہارا بیٹا ہے۔۔۔؟"

"جی میرا بیٹا ہے علی عکاشہ، آپ کو یاد ہے میں اسے لے کر آئی تھی گھر مگر۔۔۔ مگر اب

شکر ہے قسمت نے ہمیں یوں ملا دیا اور میری آپ سے گزارش ہے پلیز بالی مجھے دے دیں اگر اللہ نے ہمیں پھر سے ملایا ہے تو ماضی کو بھول کر اپنے بچوں کے ذریعے ہم اپنا تعلق استوار کر لیتے ہیں" وہ ان کا ہاتھ تھام کر التجا کرنے لگیں۔

"اماں جان نے بالی کے لیے بہت کچھ سوچ رکھا تھا اور پھر شہرام کے ساتھ بھی زیادتی ہے تم سے گزارش کرنے آیا تھا تم عکاشہ کو سمجھاؤ ابھی بھی ہماری عزت رہ جائے گی کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا شام تک مہمان آنے لگیں گے آج مہندی ہے گھر پہ کل رخصتی ہو جائے گی یہ بات یہیں دفن ہو جائے گی"

"اور اگر طلاق دیے بنا بھی عزت رہ جائے کسی کو پتہ ہی نہ چلے تو۔۔۔؟"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ عکاشہ سے رخصتی کر دیں آپ بالی کی"

"مگر۔۔۔!"

"پلیز سفیر پلیز اس بار مجھے نا امید نہ کرو اس دفعہ تو سب تمہارے اختیار میں ہے۔۔۔ تمہیں یاد ہے جب میں آخری دفعہ گھر آئی تھی ظہیر بھائی نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکالا تھا تو تم شرمندہ سے ہو کر مجھے دلاسہ دینے لگے تھے کہ تمہارے اختیار میں کچھ ہوتا تو تم ضرور کرتے میرے لیے اس دن مجھے یاد آیا تھا ہر ایک پل جب جب تم میرے لیے سٹینڈ لیتے تھے بچپن سے لے یونی جانے کے لیے امی ابو کو کنوینس کرنے تک ہر ایک بات

یاد آئی تھی۔۔۔ تم نے کہا تھا زندگی نے اگر تمہیں موقع دیا تو تم میرے لیے کچھ کرو گے اب دیکھو زندگی تمہیں اب موقع دے رہی ہے" وہ امید کے جگنو آنکھوں میں سجائے ان کی طرف دیکھے گئی۔

ان کے یاد کروانے پہ سفیر صاحب کو اپنی کہی بات بخوبی یاد تھی مگر بعد ازاں وہ اپنی زندگی میں اس قدر مگن ہوئے کہ زرتاج گل کہیں پس پشت ہی رہ گئیں۔

"میں اماں جان کے قدموں میں گر جاؤں گی میں بالی کو مانگ لوں گی ان سے مگر آپ کو میری مدد کرنا ہوگی آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا" ان کو یوں التجائیں کرتے دیکھ بالی کو حیرت ہوئی۔

"کیا میں کسی کے لیے اتنی اہم بھی ہو سکتی ہوں۔۔۔؟" وہ کبھی زرتاج بیگم کو دیکھتی تو کبھی سفیر صاحب کو۔

****

"ایم سوری میں نہیں کر سکا آپ کا کام۔۔۔ آپ یہ چابی اور کاغذات واپس لے لیں" دائم صوفے پہ سر جھکائے بول رہا تھا اور اظہر خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھا تھا۔

"تم جیسے شخص کو ہائیر کرنا ہی میری بیوقوفی تھی" وہ آرام سے اپنا قصور مان گیا۔

"خیر یہ سب تمہارا ہے اور تمہارا ہی رہے گا مجھے سب پتہ ہے جو تم نے کیا ہے"

"کک کیا۔۔۔؟"

"تم جو اس کے نکاح میں گواہ بنے ہو۔۔۔ میرا مقصد جو تھا وہ تو پورا ہو گیا نا"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"مطلب اسے ذلیل کرنا" وہ کندھے اچکا کر کھڑا ہوا۔

"اور اس سب میں کہیں نہ کہیں تو تم بھی شریک تھے اس لیے"

"میں شریک تھا مگر میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا"

"شراب کا ایک گھونٹ چکھ کر انسان کہے کہ میں مزید پی کر اپنا ہوش نہیں گنوانا چاہتا تو تمہیں کیا لگتا ہے وہ گھونٹ پاک ہو گا۔۔۔؟ خیر یہ تمہارا انعام چاہو تو خود رکھو چاہو تو بیچ دو نیا لے لو جو مرضی ہو'

"لیکن میں یہ نہیں رکھنا چاہتا" وہ اسے دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ فوراً بولا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں تم یہ ضرور رکھو کیونکہ یہ تمہارا حق ہے" وہ بنا پلٹے کہتے دروازے سے باہر نکل گیا اور دائم حیران سا وہیں بند دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔

"شراب کا ایک گھونٹ چکھ کر انسان کہے کہ میں مزید پی کر اپنا ہوش نہیں گنوانا چاہتا تو تمہیں کیا لگتا ہے وہ گھونٹ پاک ہو گا۔۔۔؟"

"تو کیا میں۔۔۔؟"

'لیکن میں نے تو یہ سب اسی کے ورغلانے پہ کیا تھا اب وہ۔۔۔ کیسے اتنی آسانی سے مجھ پہ سارا الزام دھر سکتا ہے"

"لیکن تم بچے تو نہیں تھے۔۔۔ یا اپنی نفسانی خواہشات کو پانے کے لیے تم نے بھی غلط اور صحیح کی تفریق کو بھلا دیا تھا"

"نہیں اگر میری نفسانی خواہشات اتنی کمزور ہوتیں تو میں سب سے پہلے اپنا حق چھین لیتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں نے ہمیشہ بخت کو فوقیت دی اہنی خواہشات پہ اور پھر میں عکاشہ کے سامنے بالی سے نکاح کی خواہش کر سکتا تھا مگر یہ جان کر کہ وہ اسے پسند کرتا ہے اور یہ سوچ کر کہ بالی عکاشہ جیسا پارٹنر ڈیزرو کرتی ہے میں خاموش رہا تو پھر۔۔۔۔"

فون کی تیز ٹیون پہ وہ کال ریسیو کرتا کان سے لگا گیا۔

"ہیلو۔۔۔؟"

"دائم میں انوشہ آپ کہاں ہیں۔۔۔؟"

"گھر ہی ہوں کیوں۔۔۔؟ سب خیریت ہے نا پریشان لگ رہی ہو"

"آنٹی کی طبعیت ٹھیک نہیں آپ پلیز گھر آسکتے ہیں؟ یوں تو ڈاکٹر چیک اپ کر گیا ہے کھانا بھی میں نے منگوا لیا ہے، مگر آپ ان کے پاس آجائیں گے تو شاید وہ بہتر محسوس کریں

میں نے بخت کو بھی کال کی لیکن اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا ہے" وہ آخر میں دھیمی سی آواز میں بولی۔

"اوہ میں بس دس منٹ میں آیا آپ ویٹ کیجیئے میرا"

"ٹھیک ہے اللہ حافظ"

پھر اگلے دس منٹ میں وہ بخت ہاؤس کے دروازے پہ تھا جہاں ڈلیوری بوائے دستک دینے ہی والا تھا۔

"جی۔۔۔؟"

"سر کھانا آرڈر کیا ہے یہاں"

"بل لائیں" وہ بل ادا کرتا اندر بڑھ گیا۔

دائم زلیخا کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ سمانے ہی زلیخا کا سر دبا رہی تھی۔ دروازے پہ ہلکی سے دستک دیتے وہ آگے بڑھا۔

"السلام علیکم۔۔۔۔!"

"واعلیکم السلام" زلیخا نے انوشہ کا ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ کر دائم کے جھکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک"

"تم کیسے ہو کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" انوشہ نے فوراً سر نفی میں ہلایا جسے دائم نے نظر انداز کیا

"انوشہ نے کال کی تھی"

"میں نے منع کیا تھا نا۔۔۔؟"

"ایم سوری آنٹی میں ڈر گئی تھی مجھے لگا میں اکیلے کیسے سنبھالوں گی آپ کو"

"میں ٹھیک ہوں اب"

"میں کھانا لگاتا ہوں آپ پہلے کھانا لیں پھر میڈیسن لیں ان شاء اللہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی"

"آپ نے پک کر لیا کھانا مطلب میں نے آرڈر کیا تھا" تو۔۔۔" وہ شرمندہ ہوئی۔

"اٹس اوکے"

"میں۔۔۔۔ لگاتی ہوں آپ لوگ بیٹھیں" اسے باہر جاتے دیکھ وہ جلدی سے بیڈ سے اتری۔

"بیٹا تمہیں کہاں پتہ ہو گا چیزوں کا دائم کر لے گا"

"اوکے میں ہیلپ کر دیتی ہوں آپ کی" وہ سر ہلا کر بولی جانتی تھی زلیخا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔

"ایز یو وش" وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

"کچھ ہوا ہے کیا۔۔۔؟" اس کے مسلسل جھکے سر کو دیکھتے آخر دائم نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا۔۔۔۔؟"

"اتنی خاموش کیوں ہو۔۔۔؟" اس کی بات پہ انوشہ نے سمجھنے والی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں یہ ٹیبل پہ رکھ کر آنٹی کو بلاتی ہوں" وہ سالن کا دونگا اٹھا کر میز پہ رکھ کر زلیخا کو لینے چلی گئی جبکہ دائم پہلی مرتبہ اس کی بے تاثر آنکھوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیا ہے یہ سب۔۔۔؟ کس سراب میں پھنس گیا ہوں میں جو اب دکھ رہا ہے وہ حقیقت ہے یا جو پہلے تھا وہ سچ تھا۔۔۔؟" وہ کشمکش میں کھڑا تھا جب وہ دونوں میز پہ آئیں۔

"آجاؤ دائم۔۔۔!" زلیخا کی آواز پہ سوچوں کی دلدل سے نکلا۔

"جی آنٹی"

انوشہ زلیخا کو کھانا سرو کر کے خود سر جھکائے آس پاس سے بے نیاز بیٹھی کھا رہی تھی۔

"اپارٹمنٹ میں کسی قسم کا مسلہ تو نہیں؟ صحیح گزارا ہو رہا ہے تمہارا۔۔۔؟"

"جی آنٹی"

"شادی کا کیا سوچا ہے پھر۔۔۔؟"

"سوچا تو ہے دعا کریے گا بس" وہ انوشہ کا چہرہ نظروں کے حصار میں لیتے بولا۔

"کوئی ہے نظر میں۔۔۔۔؟" ان کے سوال پہ انوشہ نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جی ہے تو سہی" اب کے وہ نوالہ توڑتے مسکرایا۔

"کون۔۔۔؟ بالی۔۔۔۔؟ لیکن میں نے شاید تمہیں بتایا نہیں اس کی تو شادی ہو رہی ہے" انہوں نے جیسے انوشہ پہ حقیقت کا آسمان گرایا تھا۔ منہ میں رکھا نوالہ نہ اس سے آگے نگلا جا رہا تھا اور نہ اگل سکتی تھی۔

"آپ سے کس نے کہا میں بالی کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔؟" اس کی آواز میں آج پہلی مرتبہ سختی آئی تھی جو زلیخا کو بری طرح کھٹکی ان کی نظر فوراً انوشہ پہ جا ٹھہری۔

"آئی تھنک مجھے اب چلنا چاہیے، آنٹی اپنی میڈیسن ضرور لیجیے گا میں کل پھر چکر لگاؤں گی" پانی کا آدھا گلاس ایک سانس میں ختم کرتے وہ اپنا موبائل اٹھا کر کھڑی ہوئی اور پھر ان کو کوئی بھی بات کہنے کا موقع دیے بنا باہر نکل گئی۔

کافی دیر یوں ہی تناؤ بھری خاموشی رہی پھر زلیخا کی آواز پہ تناؤ ٹوٹا۔

"تمہارا کمرہ آج بھی ویسا ہی پڑا ہے"

"جانتا ہوں مگر میں آپ سے کہہ چکا ہوں آپ جو چاہیں کریں اگر فرنیچر وغیرہ یوز کرنا چاہتی ہیں کر لیں کرائے پہ دینا چاہیں واٹ ایور"

"میں بھلا فرنیچر کا کیا کروں گی۔۔۔؟ سوچا تھا بخت کی شادی کر کے اسے اپنے پاس ہی رکھ لوں گی مگر اظہر نے صاف منع کر دیا"

"ہمم۔۔۔!" وہ بس ہنکارا ہی بھر سکا۔

"میں چاہتی ہوں اگر تمہیں مسئلہ نہ ہو تو۔۔۔۔یہیں آجاؤ واپس، مطلب میں تمہاری

Urdu Novels Ghar

شادی کروں گی تمہاری دلہن بھی آجائے گی تمہاری زندگی بھی مکمل ہو جائے گی اور۔۔۔۔"

"اور آپ کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی" وہ ان کی جھکی نظریں دیکھتے بولا۔

"شاید سب اتنے ہی خود غرض ہوتے ہیں آنٹی مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں" وہ ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ گیا۔

"ہم سبھی اپنی زندگیوں میں کہیں نہ کہیں یوں ہی خود غرض ہو جاتے ہیں، جب بابا کو میرا سوچنا چاہیے تھا وہ اپنی ذندگی بنانے میں مگن تھے مجھے گلہ نہیں کہ انہوں نے خود شادی کیوں کی بس گلہ یہ ہے کہ مجھ پہ توجہ نہیں دی کبھی سوچا ہی نہیں انہوں نے کہ جیسے بخت کو پروٹیکشن کی ضرورت تھی مجھے بھی تھی میں بڑا تھا بخت سے مگر ان کا تو بچہ ہی تھا میرا بھی دل چاہتا تھا وہ میرے ساتھ بھی وقت گزاریں مجھے بھی یوں باہر لے کر جائیں میں بھی تو گیارہ بارہ سال کا ہی تھا تب مگر۔۔۔ خیر آپ سے تو کوئی گلہ بنتا ہی نہیں"

"بخت نے تمہارا حصہ۔۔۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں آنٹی۔۔۔ میرے لیے آپ کا کہہ دینا ہی کافی ہے۔۔۔مگر اب میں اپنے اپارٹمنٹ میں ہی ٹھیک ہوں آپ اپنا ضرورت کا سامان پیک کر لیں میں آپ کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا اور رہی بات شادی کی تو جب قسمت میں ہوگی ہو جائے گی" وہ سکون سے بولتا کھانا کھانے لگا۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔۔۔؟"

"جی۔۔۔!"

"تم تو بالی کو پسند کرتے تھے تو۔۔۔"

"تو وہ میری قسمت میں نہیں تھی یہ بات اس نے سمجھا دی مجھے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ انوشہ میرے لیے بہترین آپشن ہے۔۔۔ لیکن مجھے ابھی تک کچھ سمجھ نہیں آرہا"

"انوشہ کے والدین مان جائیں گے۔۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"پتہ نہیں بالی کہتی ہے انہیں مجھ سے بہتر آپشن نہیں ملے گا"

"میں نے بہت غلط کیا انوشہ کے سامنے بالی کا ذکر کر کے" انہیں اچانک سمجھ آئی۔

"کوئی بات نہیں آپ پریشان نہ ہوں بس تیار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ سامان رکھنے میں مدد کرتا ہوں"

"نہیں سامان میں نہیں بلکہ تم لے کر آؤ گے اور یہ ایک ماں کا حکم ہے" انہوں نے مان بھرے رعب سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن جب تک آپ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہو جاتی صرف تب تک اب آپ چلیں میڈیسن لیں اور ریسٹ کریں" ان کو سہارا دے کر اٹھاتے وہ کمرے کی جانب لے گیا۔

Urdu Novels Ghar

****

"دیکھیں بھائی جان آپ خود سوچیں کارڈ بٹ چکے ہیں ہال بکنگ ہو چکی ہے لوگوں کو کیا جواب دیں گے آخر ہماری بھی عزت کا سوال ہے"

"میں سمجھ سکتی ہوں اسی لیے آپ کے سامنے اپنی عرضی لے کر آئیں ہوں، اگر آپ یہ قربانی دے دیں تو ہماری زندگیاں سنور جائیں گی"

"اور میرے بیٹے کی خوشی کا کیا۔۔۔؟" شازیہ نے شہرام کے جھکے سر کو دیکھتے دکھ سے کہا۔

"اگر عکاشہ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہم کبھی یوں نہ کرتے"

"یہی تو معاملہ ہے بھائی صاحب اگر آپ کی بہن کا معاملہ نہ ہوتا تو آپ کبھی ہمارے ساتھ یوں ذیادتی نہ کرتے بات تو یہی ہے نا کہ ہم غیر ہیں اگر میں آپ کی بہن ہوتی تو کبھی یوں آسانی سے اپنے بیٹے کی خوشی کسی اور کی جھولی میں نہ ڈالتی" ان کی بات پہ شہرام نے شکایتی نظر ماں پہ ڈالی۔

"خیر کھانا لگواتی ہوں کھا کر جائیے گا"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں" زرتاج بیگم نے فوراً کھڑے ہوتے کہا۔

"بہت شکریہ۔۔۔۔اللہ آپ کی قربانی کے بدلے آپ کو بہت نوازے گا وہ کسی کی قربانی

رائیگاں نہیں جانے دیتا، اگر کبھی زندگی میں موقع ملا تو میرا وعدہ ہے میں آپ کا یہ احسان اتارنے کی کوشش ضرور کروں گی" وہ ان کے گلے لگتے بولیں۔ اس دوران شہرام خاموشی سے ڈرائینگ روم سے نکل گیا۔

****

"دروازہ کھولو شہرام پلیز بات کو سمجھو وہ لوگ صرف ہم سے معذرت کرنے آئے تھے نہ کہ اجازت لینے یا بتانے انہوں نے اچھے طریقے سے معذرت کی ہے اگر میں زبردستی ان سے طلاق دلوا کر نکاح کا کہتی تب بھی ان کو یہی کرنا تھا" وہ دروازہ بجاتے ہوئے بے بسی سے بولیں۔

"پلیز شہرام کوئی غلط قدم نہ اٹھانا پلیز ورنہ میں مر جاؤں گی تم جانتے ہو" وہ ہاتھ زور زور سے دروازے پہ مارتے بولیں۔

"ایک دفعہ دروازہ کھولو ہم بیٹھ کے بات کر لیتے ہیں میں تمہیں ایکسپلین کر سکتی ہوں تم جانتے ہو میرے لیے تمہاری خواہش اور خوشی سب سے زیادہ معنی رکھتی ہے" وہ اسے کس طرح تسلی دیتیں انہیں خود بھی اندازہ نہیں تھا۔

"Ammi please leave me.... I just wanna be alone"

اس کی آواز سنتے وہ خاموش ہوئیں۔

"ٹھیک ہے میں فالحال جا رہی ہوں دو گھنٹے بعد مجھے تم بالکل فریش چاہیے ہو" وہ رعب سے بولیں اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

****

"بخت۔۔۔؟" بشریٰ نے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو وہ صوفے پہ نیم دراز پڑی تھی۔

پھر دروازہ بند کرتیں اس کے پاس آئیں۔

"کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔۔۔؟" وہ سو رہی تھی یا سونے والی تھی۔

"جی۔۔۔"

"اس وقت سو رہی ہو۔۔۔؟" بخت نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ان کی بات پہ۔

"کیا بات ہے بخت اظہر کی غیر موجودگی میں کمرے سے باہر نہی آتی تم"

"آپ بھول رہی ہیں شاید کافی دن سے شام کا کھانا میں بناتی ہوں اور کچن غالباً میرے کمرے سے باہر ہی ہے ابھی بھی کچن سے آ رہی ہوں" بظاہر نرمی سے ہی جواب دیا گیا مگر انداز میں بد لحاظی بلا کی تھی۔

"میرا مطلب تھا کہ نہ میرے پاس بیٹھتی ہو اگر میں کوشش کروں بھی تو تم نظر انداز کرتی

ہو" وہ آج کھل کر بات کرنے آئی تھیں شاید۔

"تو آپ چاہتی ہیں سب کچھ جاننے کے بعد بھی میں سب بھول کر آپ کے ساتھ خوش گپیاں لگاؤں تو معذرت یہ منافقت مجھے نہیں آتی" وہ سرینڈر کرنے کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"کسی کا دل رکھ لینا منافقت تو نہیں"

"واہ مطلب جو کچھ آپ نے میرے ساتھ کیا سب دل میں دفن کر کے میں آپ کا دل رکھوں سیر ئسلی۔۔۔؟" وہ استنزاہیہ ہنسی ہنس کر بولی۔

"میں نے کیا کیا۔۔۔؟"

"اوہ اچھا تو آپ کو پتہ ہی نہیں آپ نے کیا کیا ہے رائیٹ۔۔۔۔؟ اوکے لیٹ می ٹیل یو کہ آپ نے کیا کیا ہے" وہ کشن گود میں رکھتی مکمل اس کی جانب مڑی جیسے مکمل فراغت پانے کے بعد بیٹھی ہو۔

"آپ نے یہ کیا ہے آنٹی کہ چند لاکھ مالیت کے گھر اور کچھ دکانوں میں سے جو حصہ میرے ابو نے آپ کی ماں کو نہیں دیا تھا وہ حاصل کرنے کے لیے آپ نے مجھے مچھلی کے چارے کی طرح چنا جیسے چارے کو کانٹے پہ لگا کر مچھلی کو شکار کیا جاتا ہے ٹھیک ویسے ہی آپ نے مجھے چنا، ایک ایسی لڑکی کا دل اپنے بیٹے کے پیروں تلے روندا جو اس بے حس شخص پہ آلرڈی اپنا آپ وار چکی تھی آپ کے لالچ کے لیے اس نے نا چاہتے ہوئے بھی

مجھے دھوکہ دیا وہ منع کرتا رہا آپ کو وہ نہیں شادی کرنا چاہتا مگر آپ۔۔۔۔
آپ نے یہ کیا کہ مجھے میرے ہی ضمیر کا مجرم بنا دیا، مجھے اپنے آپ سے شرم آتی ہے جب میں سوچتی ہوں میں نے محبت جیسے خوبصورت جذبے کو آپ کے بیٹے پہ برباد کیا، آپ نے یہ کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی تربیت ہی اچھی نہیں کی اسے ظاہری اور باطنی خوبصورتی میں فرق ہی نہیں سمجھایا بس جو آپ کو صحیح لگا آپ نے وہ اس کے دماغ میں بھر دیا
اور اب، اب وہ شخص مجھے دن رات اپنی نا کردہ محبت کا یقین دلاتا ہے، کبھی اپنے ہاتھ کی کافی پلا کر تو کبھی آوٹنگ، لیٹ نائٹ موویز تو کبھی ہنی مون پلینز، ہاہاہاہاہ تاکہ۔۔۔۔، تاکہ جب مجھے اس کی محبت کا یقین آجائے تو ایک دفعہ پھر سے وہ مجھے دھوکہ دے کر یہ پراپرٹی اپنے نام کروا لے، ارے اس پاگل کو سمجھاؤ کوئی میں تو اپنا آپ اس پہ سے وار کے صدقہ کر دیتی مگر وہ۔۔۔ مگر وہ نہیں ناں۔۔۔ وہ نہیں مگر تو آپ ہیں آپ جس نے اسے ایسا بنایا۔۔۔ مگر کیا ہے نا میں بھی بڑی چالاک ہوں۔۔۔ اب کی بار میں بھی فل تیار ہوں ہر لحاظ سے ٹوٹنے کے لیے۔۔۔۔"
وہ ذور ذور سے سر نفی میں ہلاتی بائیں آنکھ کے کونے سے آنسو صاف کرتی دوبارہ بولی۔
"چلیں آپ کو ایک راز کی بات بتاتی ہوں آج، وہ یہ کہ (اس نے سامنے ٹیبل پہ پڑا نازک سا شیشے کا واز اٹھایا) میں ساری پراپرٹی شادی سے پہلے ہی دائم بھائی کے نام کر چکی تھی

اور میرا جو قئیر حصہ ہے وہ امی کے نام کر دیا تھا جب تک وہ حیات ہیں اللہ انہیں صحت تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے تب تک وہ ان کے پاس ہی رہے گا" وہ ان کی فق ہوتی رنگت دیکھتے وہ آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ دکھ ہوا نا جب آپ کسی چیز کی امید لگائیں اور سامنے والا اسے (اس نے واز دھیرے سے چھوڑا) یوں کرچی کرچی کر دے تو کتنا دکھ ہوتا ہے نا۔۔۔؟" وہ افسردہ سی شکل بنا کر تھوڑی تلے مٹھی جما کر انہیں دیکھے گئی۔

"خیر میں زرا فریش ہو جاؤں میرے سر کے تاج آنے والے ہیں آپ ہی نے کہا تھا نا شوہر کے آنے سے پہلے تیار ہوا کرو۔۔۔۔ ویسے داد دینی پڑے گی آپ کی دور اندیشی اور بندہ شناسی کی کیسے جانچ پرکھ کے بہو ڈھونڈی ناں آپ نے۔۔۔ جذباتی بھولی اور فرمانبردار ہاہاہاہ کہیں اور ملتی ایسی بہو آپ کو۔۔۔؟" وہ وارڈروب سے کپڑے نکال کر واشروم گئی تو بشریٰ ندامت سے گرے آنسو صاف کرتی دروازے کی جانب بڑھیں جہاں اظہر انہیں دیکھ کر اندر آیا۔

"ہو جائے گی ٹھیک کچھ وقت دیں دل کی بری نہیں بس بدذن ہو چکی ہے" اس نے گویا تسلی دی تھی۔

****

"السلام علیکم اماں جان۔۔۔ !" سفیر صاحب کی آواز پہ وہ فوراً اٹھیں۔

"بالی کہاں ہے ملی وہ۔۔۔؟ لے کر آئے تم۔۔۔؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہے میں نے آپ کو پیغام بھیجا تو تھا" سفیر صاحب نے تسلی دی۔

"تو کہاں ہے وہ مجھے پتہ ہے جھوٹ بولتے ہو تم نہیں ملی نا وہ سب ڈھکوسلے ہیں تمہارے۔۔۔ جاؤ یہاں سے۔۔۔ میں کہتی ہوں چلے جاؤ" وہ انگلی اٹھا کر دروازے کی جانب اشارہ کرتے بولیں۔

"اماں جان۔۔۔ !" ایک کپکپاتی لرزتی آواز پہ وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوئیں جہاں زرتاج بیگم ان کی طرف آ رہی تھی۔

"یہ۔۔۔؟"

"اماں جان۔۔۔ !" وہ قدم قدم چلتیں ان کے پاس آئیں پھر ان کے گھٹنے پہ سر رکھ کر بیڈ کے ساتھ بیٹھ گئیں ان کی آنکھوں سے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے جو ان کا گھٹنا بھگو رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دیں اماں جان" وہ ہاتھ جوڑ کر سر جھکائے بولیں تو دادو نے ان کے ہاتھ تھام کر اپنے سامنے بٹھایا۔

"کہاں تھی تم اتنی دیر کر دی تو نے۔۔۔؟"

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ چلی جاؤں بہت دور" وہ ان کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولیں۔

"میں نے تجھے خود سے دور کیا اور دیکھ اللہ نے مجھ سے میری بالی چھین لی"

"نہیں دادو میں یہیں ہوں آپ کے پاس آپ کی بالی" بالی نے ان کے کندھے پہ سر رکھ کر ان کے گرد حصار بنایا۔

"بالی میرا بچہ میرا لخت جگر تو ٹھیک ہے۔۔۔؟" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے بولیں۔

"آپ کی دعائیں تھیں دادو کہ میری جان اور آبرو محفوظ رہی ورنہ گزری رات مجھ پہ بہت بھاری بیتی ہے" وہ ان کی گود میں سر رکھ گئی۔

"میری بچھڑی۔۔۔۔!" وہ اس کے سر پہ بوسہ دیتے بولیں۔ اور بالی پہ ہمیشہ کی طرح ان کی نرم گرم گود ملتے ہی غنودگی طاری ہونے لگی۔

"چلو بھئی تم لوگ کیا یہاں کھڑے ہو مہمان آرہے ہیں گھر تیاریاں شروع کریں" سفیر صاحب نے ششدر کھڑی شکراں اور فرخندہ کو ہوش میں لاتے کہا۔

ان کی بات سنتے ہی شکراں ایک طنزیہ نظر ان سب پہ ڈالتی کمرے سے باہر نکلی۔

"اور تم زرا کھانے کا بندوبست کرو" سفیر صاحب آنکھوں ہی آنکھوں میں فرخندہ بیگم کو اشارہ کرتے بولے۔

"جی بہتر" وہ سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔

"اماں جان میں بھی انتظامات دیکھ لوں زرا" سفیر صاحب اجازت لیتے باہر نکلے۔

"کہاں تھی تم۔۔۔؟" وہ بالی کو یوں پر سکون سوتے دیکھتے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"اماں جان بالی میرے پاس تھی" زرتاج بیگم نے نرمی سے جواب دیا۔

"تمہارے پاس۔۔۔؟ مگر کیسے؟" ان کے حیران کن لہجے پہ وہ انہیں سارا واقعہ سنا گئیں۔

"یا اللہ میری معصوم بچی شکرا الحمدللہ تو نے میری بچی کو کسی غلط جگہ جانے سے بچا لیا" وہ دعا کی صورت ہاتھ اٹھا کر منہ پہ پھیر گئیں۔

"جی بس اللہ کا کروڑہا شکر ہے۔۔۔ اماں جان آپ سے گزارش ہے۔۔۔"

"اب کیسی گزارش۔۔۔؟"

"پلیز مجھے بس بالی مجھے دے دیں"

"لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے ہم اس کی شادی کر رہے تھے آج مہندی ہے کل بارات آنے والی ہے"

"اس کی فکر نہ کریں شہرام اور شازیہ سے ہم معذرت کر کے ہی آئے ہیں"

"مطلب کہ سب کچھ پہلے ہی سوچ لیا تم لوگوں نے۔۔۔؟"

"ایسی بات نہیں ہے اماں جان آپ کا فیصلہ ہی حتمی ہو گا"

"کہاں ہے عکاشہ۔۔۔؟" وہ بالی پہ نظر ڈالتے بولیں جو اب مکمل نیند میں تھی۔

"وہ باہر شاید بیٹھک میں ہے"

"بلواؤ اسے" زرتاج بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔

"میں کال کرتی ہوں"

پھر اگلے کچھ ہی منٹوں میں عکاشہ کمرے میں داخل ہوا۔ دادو کی نظر جوں ہی اس کی طرف اٹھی بے ساختہ دل میں ماشاءاللہ کہہ گئیں۔

وہ ہر لحاظ سے ویسا ہی تھا جیسا وہ بالی کے لیے ہمیشہ سوچتی آئی تھیں، چھ فٹ قد کھلی سفید رنگت گہری سنہری آنکھیں بھوری گہری داڑھی، سر کے بال داڑھی سے زیادہ گہرے رنگ کے تھے سفید کرتے شلوار میں وہ اپنی مکمل وجاہت سمیت اندر آیا تو پہلی نظر اس دشمن جان پہ پڑی جو دنیا و مافیہا سے بیگانہ پرسکون سو رہی تھی اس کے سنہری بالوں میں چلتے ہاتھوں سے اٹھتی نظر دادو تک پہنچی جو مسمرائز سی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"السلام علیکم نانی جان۔۔۔!" اس کی بھاری آواز پہ بالی کی پلکوں میں لرزش ہوئی تھی جو اس نے بہت قریب سے دیکھا۔

"وعلیکم السلام" وہ اس کے جھکے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولیں پھر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔۔یہ تو گل ظفر کی کاپی ہے" ان کی بات پہ زرتاج بیگم اس کو دیکھ کر دھیمے سے مسکرا دیں۔

"وہ کہاں ہے آیا نہیں تم لوگوں کے ساتھ؟" ان کی بات پہ عکاشہ اور زرتاج بیگم کی نظریں ملیں پھر دونوں نے سر جھکایا۔

"نہیں۔۔۔ان کا انتقال ہو گیا اماں جان"

"کیا۔۔۔؟ کب۔۔۔۔؟" وہ بمشکل بولیں۔

"آٹھ سال ہو گئے۔۔۔ماں باپ کا مان توڑنے والی بیٹیوں کو خوشیاں کہاں راس آتی ہیں اماں جان۔۔۔ میں نے آپ کا سہاگ چھینا تھا اور قدرت نے۔۔۔"

"نہیں نہیں میری بچی ایسا نہیں کہتے" وہ تڑپ کر انہیں گلے لگا گئیں۔

"نہیں پلیز مجھے جانے دو۔۔۔مجھے دادو کے پاس جانا ہے" بالی نیند میں زرتاج بیگم کو پرے دھکیلتے بولی۔

"میں یہیں ہوں بالی"

"دادو پاس جانا ہے" وہ ان کی قمیض مٹھی میں جکڑ گئی۔ عکاشہ نے اس منظر سے نظریں چرائیں۔

"ششش اللہ ھو لا الہ۔۔۔۔" وہ آیت الکرسی پڑھ کر دم کرتی اس کا سر نرمی سے تکیے پہ رکھ گئیں۔

"بس سو جاؤ آرام سے" وہ دوپٹہ اس پہ پھیلا کر بولتے اس کا سر نرمی سے سہلانے لگیں۔

کمبل دو زرا اس پہ انہوں نے زرتاج بیگم سے مدد مانگی کیونکہ کمبل ان کے ہاتھ کی پہنچ سے زرا دور تھا۔

"تم بیٹھو نا" وہ عکاشہ کو یوں نظریں جھکائے کھڑا دیکھ کر دھیرے سے بولیں۔

"کیا کرتے ہو تم۔۔۔؟"

"میری ٹیکسٹائل مل ہے"

"ماشاءاللہ اور کیا مصروفیت ہوتی ہے؟"

"بس بزنس گھر اور بچے"

"بچے۔۔۔؟" ان کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔ زرتاج بیگم نے غصیلی نگاہ اس پہ ڈالی مگر وہ ان کی جانب متوجہ ہی نہیں تھا۔

"جی بچے ہیں میرے دو فرہاد اور حنا"

"یہ کیا کہہ رہا ہے۔۔۔؟"

"میں سب بتاتی ہوں اماں جان، اصل میں ظفر کے دوست جو ان کے بزنس میں تھرٹی پرسنٹ کے مالک اور ان کے پارٹنر بھی تھے ان کی بیٹی تنزیلہ سے عکاشہ کی شادی ہوئی تھی مگر دونوں دوستوں کی وفات کے بعد بزنس کافی لوس میں گیا اور تنزیلہ اپنا حصہ لے کر الگ ہو گئی تھی"

"اور بچے"

"بچے ہمارے پاس ہی ہیں"

"تو تم چاہتی ہو میں تمہارے شادی شدہ بیٹے دو بچوں کے باپ کے ساتھ اپنی کنواری بیٹی بیاہ دوں کہ وہ اس کے بچوں کی آیا بن کر۔۔۔"

"سوری ٹو سے نانی جان۔۔۔ میرے بچے اس حادثے سے پہلے بھی بہت اچھے سے پل رہے تھے اور آپ کی بیٹی میرے بزنس میں آدھے شئیرز کی مالک ہے اور جو حق مہر۔۔۔۔"

"عکاشہ۔۔۔۔!" زرتاج بیگم کی تنبیہی آواز پہ وہ خاموش ہوا۔

"ہر وقت اتنی صاف گوئی کی ضرورت نہیں ہوتی بعض اوقات یہ صاف گوئی بد تمیزی شمار ہوتی ہے" وہ اسے گھور کر بولیں۔

"اونہہ اس کے ساتھ بیاہ دوں اپنی بیٹی کو؟ جب یہ آیا تو مجھے لگا اسے محبت ہے میری بیٹی سے مگر یہ تو ابھی سے اس کی قیمت لگا رہا ہے" وہ عکاشہ کا بالی کو دیکھنا بہت واضح محسوس کر رہی تھیں۔

"اماں جان ایسی بات نہیں وہ بس اہمیت بتا رہا تھا بالی کی"

"جو بھی ہے میں کیسے اپنی بچی کو کسی پہلے سے شادی شدہ مرد کے ساتھ بیاہ دوں خدا کی پناہ بھئی۔۔۔ سو شوق ہوتے ہیں لڑکیوں کے نئی زندگی کو لے کر ایسے میں ذمہ داریوں میں

دبا ہوا شخص کیا خاک محبت اور وقت دے گا میری معصوم بچی کو"

(معصوم ایسی معصوم کہ نکاح کے لیے ففٹی پرسنٹ شئیرز اپنے نام کروا چکی ہے اور تو اور سب کی حمایتیں بھی سمیٹ رہی ہے) وہ اس کے چہرے پہ نظر ڈال کر صرف سوچ ہی سکا۔

"اماں جان بالی کے حق پہ کوئی کمپرومائز نہیں ہو گا میرا وعدہ ہے آپ سے میں خود بہت خیال رکھوں گی بالی کا" وہ ان کے ہاتھ تھام کر بولیں۔

"نہیں میری بالی نے مجھ سے ایک ہی بات کہی تھی لڑکا بے شک خوبصورت نہ ہو مگر نیک سیرت ہو اور تمہارے بیٹے نے جو بات کی ہے اس کے بعد" وہ سر نفی میں ہلانے لگیں۔

"بچہ ہے اماں جان وہ مقصد نہیں تھا اس کا میں معذرت کرتی ہوں آپ سے"

"میں کیسے ایک کاروباریے کے ساتھ رخصت کروں اپنی بچی کو جو ابھی سے اس کی قیمت لگا رہا ہے اس سے لاکھ درجے بہتر تو شہرام ہے"

"اوہ پلیز نانی جان۔۔۔! اب آپ سے دودھ پیتے بچے کا مقابلہ مجھ سے کریں گی؟" وہ نجانے کیوں اس سے چڑ چکا تھا۔ دادو نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پہ مگر ایک بات یاد رکھیے گا میرا بچپن، وہ دور جب میرے ہم عمر سب چھٹیاں گزارنے اپنے ننھیال جاتے تھے میرا وہ شوق ضد مختلف ملکوں کی سیر میں

گزرا ہے مگر وہ اپنے نانوں کے گھر کا مزہ آپ کے لاڈپیار سمیٹنے کی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تب کمپرومائز کر لیا یا یوں کہہ لیں کرنا پڑا مگر اب میں آپ کا لاڈ (اس نے بالی کو نظروں کے حصار لیا) کسی اور کے جھولی میں جاتے برداشت نہیں کروں گا" اس کا اٹل لہجہ اور انداز دادو کو صحیح معنوں میں چونکا گیا۔

" سمجھا لو اپنے بیٹے کو آئندہ میرے سامنے زبان سنبھال کر بات کرے" وہ زرتاج بیگم کو گھرک کر بولیں جیسے عکاشہ کا سارا غصہ ان پہ نکال رہی ہوں زرتاج بیگم نے غصیلی نظروں سے عکاشہ کو دیکھا جو اب پر سکون سا مسکرا رہا تھا۔

"جی اماں جان۔۔۔۔!"

"اب کہو اسے جائے یہاں سے شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے سے گریز کرنا چاہیے" زرتاج بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں نیں اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ بسورتا کھڑا ہوا۔

"جی بہتر"

"رکو" وہ کمرے کے درمیان میں پہنچا تو دادو کی آواز پہ رکا۔

دادو نے کچھ ہزار کے نوٹ بالی پہ سے وار کر اسے تھمائے۔

"یہ لو صدقے کے پیسے ہیں باہر کسی ملازم کو دے دینا اور بتانا کہ صدقے کے ہیں"

"ٹھیک ہے" وہ سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

****

"اماں۔۔۔! اماں۔۔۔!" وہ دھڑام سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"ہاں جی ہاں جی کیا ہوا۔۔۔؟ اور تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی۔۔۔؟" وہ بالوں میں چلاتے ہئیر ڈرائیر کو بند کرتے اس کی جانب مڑیں۔

"ام شہرام کی شادی پوسٹ پونڈ ہو گئی"

"واٹ۔۔۔؟"

"جی ابھی شازیہ آنٹی کو ایسے ہی کال کی تھی کسی ہیلپ کی ضرورت تو نہیں انہوں نے بتایا کہ شادی پوسٹ پونڈ کر دی گئی ہے اور۔۔۔؟"

"اور۔۔۔؟"

"اور بالی کی شادی ہو رہی ہے اس کے گھر کال کی تو وہاں سے پتہ چلا"

"مگر ایسے کیسے ان ٹائم پہ کسی کو وہ منع کر سکتے ہیں شادی تو شہرام سے ہو رہی تھی نا"

"جی اب یہ تو وہاں جا کر پتہ چلے گا"

"ہمم چلو تم پیکنگ کرو پتہ تو چلے معاملہ کیا ہے تعجب ہے ویسے لڑکے کو عین وقت پہ منع کر دیا اور لڑکی کی شادی بھی ہو رہی ہے"

"چلیں آپ میری ہیلپ کریں پیکنگ کرنے میں" وہ ان کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر ٹرن ٹرن کی پکار کرتی کمرے سے نکلی دونوں کی ہنسی پورے گھر میں گونج رہی تھی۔

وہ کچھ ہی دنوں میں نارمل ہو چکی تھی۔ بالکل پہلے کی طرح یا پھر اس نے ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ جانتی تھی وہ اس گھر کی رونق ہے اس کے ہی دم سے یہ گھر آباد ہے۔

جہانگیر کی خواہش تھی اس کی پہلی اولاد بیٹا ہو اور عشبہ کی خواہش بیٹی تھی۔ اللہ نے عشبہ کو اس کی خواہش سے نواز دیا تھا چار سال بعد ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی مگر مردہ۔۔۔ اس حادثے کے بعد عشبہ ماں نہیں بن سکیں اور جہانگیر نے اپنی اس خواہش کا اظہار دوبارہ کبھی نہیں کیا تھا جب انوشہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ جہانگیر کے لیے اپنے آپ کو بدلنے لگی۔ جہاں وہ گڑیا بنی ماں سے ناز اٹھواتی ان کے ساتھ کچن میں گھسی اوٹ پٹانگ ریسپیز ٹرائے کرتی، وہیں باپ کے ساتھ جاگنگ کرنا جم کرنا سائکلنگ ریس کرنا اور گھنٹوں ان کے ساتھ بیٹھ بزنس کے لیے مشورے دینا ان کا آفس کے کاموں ہاتھ بٹانا وہ ان کا بیٹا پانے کی خواہش کا مان رکھتی تھی۔ وہ ہمیشہ سوچتی تھی اپنے کسی رویے یا انداز سے انہیں بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گی ان کی ہر امید پہ پوری اترے گی۔

اور اب جب وہ دائم کی بالی سے محبت جان چکی تھی تو دل کو مضبوط کرنا قدرے آسان تھا۔ اس نے اپنے دل کو سمجھایا تھا دل سمجھا تھا یا نہیں مگر وہ سمجھتی تھی کہ اس کی یہ

خواہش سراب کے سوا کچھ نہیں جانتی تھی اس کی خوشی کی خاطر اگر وہ مان بھی جائیں، مگر ان کا مان۔۔۔ نہیں وہ ان کا مان نہیں توڑ سکتی تھی۔

"کہاں گم ہو۔۔۔؟" عشبہ کی آواز پہ وہ سامنے لگی تختی پہ نظر ڈالتی ان کی طرف مڑی۔

"چلیں۔۔۔؟"

"جی جی" وہ اپنا بیگ اٹھاتی گاڑی سے نکلی۔

سوچوں کے بھنور میں کب سفر تمام ہوا اور کب گاڑی زینب ہاؤس پہنچی اسے علم ہی نہ ہوا۔

"زندگی بھی تو ایک سفر ہے اگر یہ بھی یوں ہی کسی کے یادوں کے ساتھ گزر جائے تو۔۔۔" وہ سوچ کر سر جھٹکتی اندر بڑھ گئ۔

****

اسے سمندر بھی اپنی کیفیت جیسا لگ رہا تھا خاموش نہ سمجھ میں آنے والا، لہریں اس کے جذبات کی طرح حد کو چھو کر کنارے پہ سر پٹختی دوبارہ روانی سے بہنے لگتیں۔

چاند کی آخری تاریخیں چل رہی تھیں ایسے میں وہ دونوں گاڑی کی چلتی ہیڈ لائٹس کی سیدھ میں چلتے سمندر کے کنارے سے کافی آگے نکل آئے تھے اتنا کہ روشنی کافی پیچھے رہ چکی

تھی۔ بخت جو نیکٹو فوبیا میں مبتلا تھی اب اس کے قریب ہونے لگی تھی۔

"مجھے اپنے آپ سے شرم آتی ہے جب میں سوچتی ہوں میں نے محبت جیسے خوبصورت جذبے کو آپ کے بیٹے پہ برباد کیا" بخت کی ہتک آمیز آواز لہروں کے شور میں کہیں دور سے آئی تھی۔

"واپس چلیں۔۔۔؟" بخت اسے مزید آگے بڑھتے دیکھ دھیرے سے بولی مگر وہ یوں ہی بے تاثر چہرہ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

"آپ نے اپنے بیٹے کی تربیت ہی اچھی نہیں کی اسے ظاہری اور باطنی خوبصورتی میں فرق ہی نہیں سمجھایا"

بخت اب کے رک گئی اظہر کی نظر سمندر اور آسمان کے درمیان بہت دور ختم ہوتی حد پہ ٹکی تھی۔

"ارے اس پاگل کو سمجھاؤ کوئی میں تو اپنا آپ اس پہ سے وار کے صدقہ کر دیتی مگر وہ۔۔۔"

وہ بخت سے دو قدم آگے بڑھا تھا جب نرم سا لمس اپنے ہاتھ پہ محسوس کرتے رک کر اس کی جانب مڑا۔

"واپس چلیں۔۔۔؟" بخت کی رونی صورت دیکھ وہ چونکا۔

"کیوں؟ تمہیں تو رات کے وقت سمندر دیکھنے کا شوق ہے نا۔۔۔؟"

"مگر اندھیرا۔۔۔؟" وہ منمنائی۔

"ہمم" وہ سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتا واپسی کے لیے قدم لے گیا۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔۔۔۔؟" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے گردن اس کی جانب گھما کر بولا۔ تو بخت اپنی جگہ پہ رک کر اسے دیکھنے لگی جیسے اب اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی

"جب ہمیں کسی سے محبت ہو جائے تو کیسے پتہ چلتا ہے۔۔۔؟"

"خود بخود پتہ چل جاتا ہے" وہ کندھے اچکا کر دوبارہ چلنے لگی جیسے معمولی سی بات ہو۔

"ہاں لیکن پھر بھی کوئی تو symptoms (علامات) یا initial stage (ابتدائی مرحلہ) ہو گی" وہ بھی اس کے ساتھ قدم ملاتا چلنے لگا۔

"محبت میں symptoms (علامات) نہیں ہوتیں بس محبت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اور ضروری نہیں کوئی initial stage (ابتدائی مرحلہ) ہو بعض اوقات ہمیں علم ہی تب ہوتا ہے جب ہم peak (انتہا) پہ پہنچ چکے ہوتے ہیں"

وہ چلتے چلتے گاڑی کے بالکل پاس پہنچ گئے تھے۔ پھر کچھ ہی دیر میں وہ orchard cottage ہوٹل میں تھے۔

"آنٹی کی کال" وہ اپنا موبائل اسے تھما کر خود واشروم گیا۔

"السلام علیکم امی کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

"وا علیکم السلام تم سناؤ کیسی ہو۔۔۔؟ کیا کر رہی ہو سب خیریت ہے نا۔۔۔؟" وہ متفکر سی بولتی چلی گئیں۔

"جی میں ایک دم فٹ آپ کو پتہ ہے آج ہم سی سائٹ گئے ابھی وہاں سے واپس آئے ہیں اتنا خوبصورت ہے کلفٹن ماااں ہففف" وہ پرجوش ہوئی۔

"اظہر کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟"

"ٹھیک۔۔۔ آپ کو پتا ہے کل ہم ڈولمن شاپنگ مال بھی جا رہے ہیں اس کے بعد turtle beach, Arabian Rock, churna island اور بھی بہت سی جگہوں پہ میں آپ کو ساری پکس سینڈ کروں گی آج کی بھی کرتی ہوں موبائل چارج کر کے اوففف امی آپ تو کہیں لے کر ہی نہیں جاتیں مجھے پاکستان اتنا خوبصورت ہے کہ کبھی فلموں ڈراموں میں بھی نہیں دکھایا گیا" اس کی آواز میں ستائش ہی ستائش تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے اب میں تھک گئی ہوں بعد میں بات ہو گی اللہ حافظ۔۔۔!" باتھ شاور بند ہونے کی آواز پہ وہ جلدی سے اللہ حافظ کہتی لیٹ گئی، ادھر زلیخا آنسو پونچھتے اس کے لیے دائمی خوشیوں کی دعا کرنے لگیں۔

بخت کافی دفعہ ان سے ملنے آئی تھی مگر وہ جان نہیں پائی تھیں وہ خوش ہے یا نہیں۔ ابھی بھی وہ نہیں سمجھ سکی تھیں۔

Urdu Novels Ghar

****

قمقموں سے آراستہ دیواریں بڑے بڑے نفیس گلدان، موتیے، گیندے اور گلاب کی پھولوں سے سجائے سٹیج پہ وہ تازہ پھولوں کا خوبصورت زیور پہنے نیند سے بھاری ہوتی پلکوں کو جھپک جھپک کر نیند بھگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سنہری نارنجی اور آف وہائٹ کرتی پہ ملٹی شیڈڈ خوبصورت کام کیا گیا تھا اس پہ بے حد گھیردار ملٹی شیڈڈ لہنگا، سر پہ اوڑھی کرتی کی ہم رنگ چنری، سامنے سے دائیں گال پہ گرتی کرل کی گئی بھاری لٹیں ہونٹوں پہ لگی نارنجی لپسٹک ہلکے پھلکے میک آپ میں بھی وہ نظروں کو خیرہ کر رہی تھی۔ کبھی پلکوں کی باڑ اٹھتی تو آنکھوں میں سرخ ڈورے اس کی آنکھوں کو مزید پرکشش بنا رہے تھے۔ ہر اٹھنے والی نگاہ اس کے سجے سنورے روپ کی شیدائی ہو رہی تھی، ایسے میں اس کے اس روپ سے گھائل عکاشہ بے نیاز بنا بیٹھا تھا۔ انوشے قدم قدم چلتی اس کے بالکل سامنے آئی اور جھک کر دھیرے سے اس کے ٹیکے پہ لب رکھے۔

"ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو" وہ سیدھی ہوئی تو نظر عکاشہ پہ گئی جو ناگوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا یقیناً یہ عمل اسے گراں گزرا تھا۔

"السلام علیکم" وہ مروتاً بولی۔

"واعلیکم السلام" وہ نظروں کا رخ بدل چکا تھا۔

"بڑے کھڑوس ہیں یہ موصوف تو" وہ اس کے پہلو میں بیٹھتی بولی۔

"شکر ہے انووو۔۔۔ ! تم آئی مجھے لگا تم نہیں آؤ گی میں بتا نہیں سکتی میں کتنا انتظار کیا تم لوگوں کا" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"ایسا ہو سکتا ہے میں نہ آؤں؟ تمہاری طرح بے مروت نہیں کہ دوست کو ضرورت ہو اور آئے نہ" وہ آنکھیں سکیڑ کر بولی۔

"اچھا اب طعنے تو نہ دو" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"اوفف ظالم آج تو نظر لگ جانی تجھے سب کی"

"بی ہیو" وہ شرم سے یہی بول پائی۔

"کم آن آج تیری نہیں چلنے والی۔۔۔ اچھا یہ بتا شہرام کو ریجکٹ کیوں کیا وہ بھی یوں ان ٹائم پہ؟"

"تمہیں کس نے کہا ریجکٹ کیا ہے؟"

"کل نکاح تھا تم لوگوں کا اور آج یہ سب۔۔۔؟"

"خود سے یوں ہی کچھ بھی اخذ نہیں کر لیتے بیوقوف لڑکی" وہ گھرک کر بولی۔

"اچھا تو بتا کیا اخذ کروں پھر یہاں شہرام کی جگہ یہ ہینڈسم اکڑو بیٹھا ہے؟"

"ایکسکیوز می، مس انو میں اپنی جگہ پہ ہی ہوں اور مجھے ہی یہاں ہونا تھا" وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھتے سیدھا اسے مخاطب کر گیا۔ انوشہ تو اس قدر عزت افزائی پہ ششدر رہ گئی تھی۔

بالی نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورا جس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں لیا گیا تھا، وہ اس پہ ایک نظر ڈالتے واپس اپنے موبائل پہ مصروف ہوا بالی انوشہ کو کچھ کہتی کہ عشبہ اور دادو ان کی طرف آئیں۔

"ماشاءاللہ بہت خوبصورت جوڑی لگ رہی ہے بالکل چاند سورج جیسی، اللہ نظر بد سے بچائے" وہ کچھ نوٹ ان دونوں پہ سے وار کر میز پہ پڑی ٹوکری میں رکھ گئیں۔

"آمین" انوشہ اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا۔

"بھئی کمال شخصیت کا مالک داماد ڈھونڈا ہے آپ نے اللہ نصیب نیک کرے" عشبہ نے دادو کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے کہا۔

"آمین۔۔۔ !"

"اتنا لیٹ آئے ہیں آپ لوگ، چلیں آئیں کھانا کھا لیں اب، آجاؤ بیٹا" وہ انوشہ کو بلانے لگیں۔

"میں بالی کے ساتھ کھاؤں گی"

"میں تو شام میں کھا لیا تھا اب بس اپنے روم میں جانا چاہتی ہوں پلیز" وہ دادو کو دیکھ کر معصوم شکل بنا کر بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے دھیان سے" وہ اس کا دوپٹہ سنوارتے ہوئے بولیں۔

"مجھے بھی بھوک نہیں میں بالی کے ساتھ جا رہی ہوں" انوشہ بھی اس کے پیچھے ہولی۔

عشبہ مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگیں۔

"آؤ نہ تم تو" وہ عشبہ کا ہاتھ پکڑ کر فرخندہ بیگم کی طرف آئیں۔

"فرخندہ بچیوں کا کھانا زرا کمرے میں بھیج دو اور بہن کو بھی کھلاؤ"

"جی اماں جان ۔۔ آئیں نا" فرخندہ انہیں ایک ٹیبل پہ لے گئیں جہاں شکراں اور کچھ دوسری عورتیں بیٹھی تھیں۔

****

"اچھا اماں جان اب اجازت دیں" زرتاج نے عقیدت سے ان کے ہاتھ تھامے۔

"اگر جانا ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی اس وقت جانے نہ دیتی"

"ہاہاہاہ آپ فکر کیوں کرتی ہیں ہم کل جلدی بارات لے آئیں گے" وہ ہنس دیں۔ آج کتنے ہی عرصے بعد ان کی ہنسی اس قدر سرور اور کھنک لیے ہوئے تھی۔

"فی امان اللہ" ان کی پیشانی پہ ممتا سے بھرپور لمس چھوڑ کر وہ ان کے گال پہ ہاتھ رکھتی پیچھے ہوئیں۔

"اللہ نگہبان"

"اس نالائق کی باتوں کا برا مت منائیے گا" وہ عکاشہ کے بازو پہ ہاتھ پھیرتے جیسے سفارش

کر گئیں۔

"صرف تیری سفارش پہ بھروسہ کر رہی ہوں میں زری، میرے جگر کے ٹکرے کو اگر زرا سی تکلیف ہوئی بتا رہی ہوں ہق سے ہاتھ ڈال کر کلیجہ نکال لوں گی اس کا"

"اللہُ اکبر نانی جان اس وقت کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ" عکاشہ ان کا جلالی روپ دیکھ کر عش عش کر اٹھا تھا۔

"اللہ حافظ" وہ ہاتھ اٹھا کر گویا بات ہی ختم کر گئیں تو عکاشہ ماں کی طرف دیکھ کر کندھے اچکا گیا۔ زرتاج بیگم مسکراہٹ دباتے آگے چل دیں۔

"اممم اماں جان میں بس دو منٹ میں آیا" وہ گال کھجا کر بولا۔

"آپ یہ چابی لیں اور گاڑی میں بیٹھیں میں بس پانچ منٹ میں واپس آیا"

"ارے۔۔۔ !" وہ اس کی شکل ہی دیکھتی رہ گئیں اور وہ یہ جا وہ جا۔

"کبھی دو منٹ کبھی پانچ کر کیا رہا ہے" وہ گاڑی ان لاک کرتیں گاڑی میں بیٹھ کر جوزف کو فون ملانے لگیں۔

****

"بخت سے بات ہوتی ہے تیری۔۔۔؟"

"نہیں کافی ٹائم ہو گیا انفیکٹ جب سے اس کی شادی ہوئی تب سے نا ہونے کے برابر ہے ابھی تو ہنیمون پہ گئی ہوئی ہے آنٹی بتا رہی تھیں" وہ پانی کا گلاس منہ سے لگاتے بولی۔

"کوئی نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا" بالی نے جیسے خود تسلی دی تھی۔

"شہرام سے بات ہوئی تیری، کیسا ہے وہ غصہ کر رہا ہو گا نا۔۔۔؟" اس کی آواز میں فکر تھی۔

"نہیں میری بات نہیں ہوئی آنٹی سے ہوئی تھی ویسے ہی ہم ادھر کے لیے نکل گئے"

"یار ویسے یہ وہی ہینڈسم ہے نا جس نے ہماری ہیلپ کی تھی فیئرویل پہ جب تجھے ہسپتال لے کر جانا تھا"

"ہمم"

"تو ایک دم سے یہ یہاں کیسے۔۔۔؟ مطلب مجھے تو ابھی تک کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا" وہ واقعی ابھی تک الجھن کا شکار تھی۔

"مایوں کی رات میں کڈنیپ ہو گئی تھی ڈویو بلیو دیٹ اور وہاں سے نہ صرف عکاشہ بھائی نے میری جان بچائی بلکہ مجھ سے نکاح کر کے مجھ سمیت پورے خاندان پہ احسان بھی کیا ہے"

"بھائی تو مت بول" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ کر بولی تو باہر کھڑے عکاشہ کے تنے نقوش ڈھیلے پڑے۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا بس فلو میں بولتے بولتے بول دیا" بالی نے شرمندہ سی ہوتے وضاحت دی۔

"ویسے کون سوچ سکتا تھا یہ بندہ تیرا کزن نکلے گا اور پھر آہمم شوہرررر" وہ شرارتی انداز میں گنگنا کر بولی۔

"شرم کر" وہ اسے چپت لگاتے بولی تو انوشہ ہنس دی۔

"مجھے تو ویسے شہرام پہ ترس آرہا ہے بیچارا"

"ہمم"

"ایک بات پوچھوں۔۔۔؟"

"پوچھو"

"کیا تمہیں بھی اس سے محبت تھی۔۔۔؟"

عکاشہ جو بڑی رغبت سے اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا فون بپ ہوا تو فوراً کمرے سے کافی دور ہوا۔

"ایسی بات نہیں ہے یار اس نے کتنا کچھ سوچا ہو گا اپنی شادی کو لے کر کتنے خواب دیکھے تھے جو وہ۔۔۔ اپنی وائف کی سنگت میں پورے کرنا چاہتا تھا" اس نے میری کہنے سے گریز کیا۔

"اس نے تمہارے خواب دیکھے تھے بالی تمہیں اس کے لیے سٹینڈ لینا چاہیے تھا" انو نے

جیسے اسے یاد دلایا۔

"پلیز انو میری قسمت میں عکاشہ کا ہونا ہی لکھا تھا میں نہیں چاہتی میرے نام کے ساتھ آئندہ کسی کا حوالہ دیا جائے میں سب بھول جانا چاہتی ہوں تم بھی بھول جاؤ اور کسی سے بھی اس کا ذکر نہ کرنا" وہ التجائیہ لہجے میں بولا۔

"بے فکر ہو جاؤ میں کس سے ذکر کروں گی بھلا۔۔۔؟ میں بس تمہاری فیلنگز کے بارے میں جاننا چاہتی تھی اور وہ جان گئی محبت اتنی آسانی سے بھولنے والی چیز نہیں ہوتی جہسے تم بے فکری سے بھول جانے کی بت کر رہی ہو ویل۔۔۔ ہمیشہ خوش رہو" وہ اس کے گلے لگی۔

"میری خوشی دادو کی خوشی سے ہی جڑی ہے میں نے ہمیشہ سے یہ فیصلہ دادو پہ ہی چھوڑا تھا" وہ مطمئن سا مسکرائی۔

"خوش نصیب ہو ہمیشہ سب کو تم سے محبت ہوتی ہے" وہ حسرت سے بولی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ چونکی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی" انوشہ نے انگلی سے اس کی ناک کو چھوا۔

"اچھا میں سونے لگی اب" وہ مسکرا کر کمبل سیدھا کرتے لیٹی۔

"ایسے ہی۔۔؟" انوشہ حیرت سے بولی۔

"ہاں اب بالکل ہمت نہیں ہو رہی چینج کرنے کی"

"ایسے نیند آجائے گی۔۔۔؟"

"آج آجائے گی" وہ اپنے بستر پہ لیٹی۔ کانوں میں پہنے آویزے اور ٹیکا وہ پہلے ہی اتار چکی تھی ہاتھوں میں تازہ گجرے البتہ یوں ہی اس کی کلائیوں پہ سجے اپنی بھینی مہک کمرے میں بکھیر رہے تھے۔

"اوکے۔۔۔ میں تو چینج کروں گی مجھے اتنے ہیوی ڈریسز پہن کے نیند نہیں آتی۔۔۔ میں چینج کر لوں پھر لائیٹس آف کر دوں گی اوکے۔۔۔۔؟"

"اوکے شب بخیر" وہ آنکھیں بند کیے ہی بولی۔

" گڈ نائٹ"

****

صبح کا آغاز معمول سے ہٹ کر تھا، نہ دادو کے کمرے سے تلاوت قرآن کی آواز آرہی تھی نہ کچن سے فرخندہ بیگم کے ہاتھ کی بنی چائے کی خوشبو تھی۔ وہ ایک نظر بیڈ پہ انوشہ کے آڑھے ترچھے وجود پہ ڈالتے دوبارہ دادو کے کمرے کا رخ کیا جہاں اب لائٹ چلتی دیکھ وہ مسکراتے اندر بڑھ گئی۔

"قضا پڑھ رہی تھیں آپ۔۔۔؟"

"ہاں اور تم اگر جاگ گئی تھی تو مجھے بھی آواز دے دیتی" وہ خفگی سے بولیں۔

"سوری۔۔۔مجھے لگا آپ ڈسٹرب نہ ہوں تو"

"نماز اس سکون سے زیادہ ضروری تھی" وہ اب کے نرمی سے بولیں۔

"یہاں آ۔۔۔!" وہ اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولیں تو وہ کھسک کر ان کی جائے نماز کے پاس آ بیٹھی۔

"یہ کیا ہوا۔۔۔؟"

"پتہ نہیں ہاتھا پائی میں لگ گیا ہوگا کسی کا ناخن" وہ کان کے پاس گال پہ ہاتھ رکھتے بولی۔

"خدا بیڑا غرق کرے ان بے ایمانوں کا" وہ نرمی سے اسے سینے میں بھینچ کر بولیں۔

"بالی۔۔۔۔!"

"جی۔۔۔۔؟"

"مجھے ایک بات کرنی ہے تجھ سے"

"بولیں" وہ ان کے سامنے ہوتی بولی۔

"تجھے اعتبار ہے نا اپنی دادو پہ۔۔۔۔؟"

"جی افکورس ہے"

"اصل میں کبھی کبھی جیسے ہم سوچتے ہیں سب کچھ ویسا پرفیکٹ نہیں ہوتا مگر پرفیکٹ نہ ہونے کے باوجود بھی اس عطا میں بہت سی رحمتیں چھپی ہوتی ہیں جن کا راز صرف خدا

جانتا ہے"

"دادی جان۔۔۔۔!" ریان کی آواز پہ وہ دونوں دروازے کی جانب مڑیں۔

"دادی جان وہ شہرام آیا ہے"

"اس وقت۔۔۔؟ کیوں۔۔۔؟ سب خیریت۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولیں۔

"بابا بات کر رہے ہیں اس سے مگر آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ"

"اچھا چلو" وہ فوراً بالی کا سہارا لیتے کھڑی ہوئیں۔

وہ ڈرائینگ روم میں آئیں تو شہرام سفیر صاحب کے سامنے بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا۔

"السلام علیکم دادو۔۔۔۔!" وہ اٹھ کر ان کے سامنے سر جھکا گیا۔

"وا علیکم السلام۔۔۔۔! بیٹھو" وہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر بولیں۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد اماں جان کی شفیق آواز اُبھری۔

"کہو بیٹا جو دل میں ہے کہہ لو" دادو نے نرمی سے کہہ کر گویا اس کی مشکل آسان کی۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ کم از کم آپ سے یہ امید نہیں تھی اماں جان، بہت زیادتی کی ہے آپ نے میری منگیتر کسی اور کے حوالے کر کے" اس کا لہجہ ٹوٹے کانچ کی طرح چبھتا ہوا تھا۔

"تمہاری منگیتر وہ تھی۔۔۔ اب کسی کی بیوی ہے" انہوں نے اپنے تئیں تصیح کی۔

"آپ چاہتیں تو انصاف کر سکتی تھیں"

"ہمارے خاندان میں کبھی کسی بیٹے نے طلاق دی نہ کسی بیٹی نے لی تو میں کیسے اپنی بچی پہ طلاق کا دھبہ لگا سکتی ہوں۔۔۔۔؟"

"میں بالی سے ملنا چاہتا ہوں" کچھ توقف کے بعد کہا۔

"کیوں ملنا چاہتے ہو۔۔۔؟ اگر تم یہ سوچ رہے ہو اسے بغاوت پہ اکساؤ گے تو یہ بھول ہے تمہاری وہ ہمارے فیصلے پہ سر کٹا سکتی ہے سر اٹھا نہیں سکتی" سفیر صاحب کی آواز میں بلا کا یقین تھا۔

"میں بس اس سے ملنا چاہتا ہوں ایک آخری مرتبہ" اس نے دادو کی طرف پر امید نظروں سے دیکھا آواز میں التجا تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ریان جاؤ میرے کمرے میں لے جاؤ اسے" دادو نے اس کا چہرہ دیکھ کر کہا۔

****

"بخت۔۔۔۔!" اظہر کی گھمبیر آواز پہ اس کی دھڑکنیں بے ساختہ بے ترتیب ہوئیں۔ مگر چہرے پہ کوئی تاثر نہیں آیا تھا۔

"وہ میری بلو تو تم نہیں مل رہی" اظہر نے گردن پہ ایک انگلی سے کھجا کر نظریں چرائیں

یقیناً اس قدر خوبصورت اندازے مخاطب بلوٹوتھ کے لیے تو نہیں تھا ضرور وہ بات بدل گیا تھا۔

"تو میں کیا کروں۔۔۔؟ نہ ہی مجھے تمہاری دو نمبر بلوٹوتھ کی ضرورت ہے کہ میں چرا لوں گی" وہ نخوت سے بولی۔

"میں نے کب کہا تم نے چرائی ہے پوچھ رہا تھا صرف بٹ یو نو واٹ تمہیں میری ہر بات منفی ہی لگتی ہے"

"بکاؤ مت" بخت نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

اظہر سر جھٹک کر بیڈ سے اترا اور تکیے ادھر ادھر کرنے لگا۔ پھر بھی بخت نے کوئی تاثر نہیں دیا تو دوبارہ تکیہ اٹھا کر اس کی جانب پٹخا انداز کافی مصروف تھا بخت جو ہاتھ میں موبائل تھامے اسے اگنور کرنے کے ارادے سے بیٹھی تھی تکیہ ہاتھ پہ لگتے ہی بپھر کر اس کی طرف پلٹی۔

"پینڈو کہیں کے آنکھیں کھول کر دیکھو سامنے پڑی ہے بلوٹوتھ" اس نے تکیے ہوتے زور سے اس کے منہ پہ مارا مگر اظہر نے لگنے سے پہلے ہی تھام کر اس پہ اچھالا۔

"لوفر ٹھرکی جب لڑکیاں گھاس نہیں ڈالتی تو لفنگے لڑکے یوں ہی کرتے ہیں بے ہودہ" وہ اچھی خاصی تپ چکی تھی۔

"ہونہہ تمہاری توجہ حاصل کرنے سے بہتر ہے میں لکی ڈرا کی ٹکٹ حاصل کر لوں جس

کے نکلنے کی امید تو ہو گی کم از کم" وہ ہونٹ ایک طرف کھینچ کر طنزیہ بولا۔ بخت تو اس کے اس انداز میں ایک پل کے لیے کھوئی پھر اگلے ہی پل فون لے کر سامنے ٹو سیٹر پہ جا بیٹھی۔

اظہر اس کے خاموش ہونے پہ جھنجھلا چکا تھا۔ پھر شریر مسکراہٹ لیے اس کے سر پہ سوار ہوا۔

"اپنے بستر پہ جاؤ مجھے یہاں بیٹھ کر کچھ کام کرنا ہے" وہ رعب سے بولا تو بخت خاموشی سے اٹھ کر بیڈ پہ آئی۔

"اور میں لائیٹس آف نہیں کرنے والا ابھی سونا ہے تو یوں ہی سو جاؤ" وہ دوبارہ بات کا آغاز کرنا چاہتا تھا مگر بخت دوبارہ خاموشی کے خول میں جا چکی تھی۔

"ایک بات پوچھوں بخت۔۔۔۔؟" کچھ دیر خاموشی سے لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلاتے وہ سر اٹھا کر بولا۔

"تمہیں کاکروچ اور چھپکلی سے ڈر لگتا ہے۔۔۔؟"

"پہلے لگتا تھا اب نہیں" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"اور ایسا کیوں۔۔۔؟"

"جو سانپ کے ساتھ رہنا سیکھ جائے انہیں ایسی چیزوں سے ڈر نہیں لگتا" بخت نے ٹکا کر جواب دیا۔

اظہر اس کے جواب پہ بددل ہوا، مگر یہ تو اب معمول تھا کہ وہ بخت سے بات کرنے کی کوشش کرتا اور وہ اسے لاجواب کر دیتی۔

دوبارہ ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ بخت کچھ دیر موبائل پہ مصروف رہی پھر اپنے اور اظہر کے کپڑے لیے واشروم سے منسلک لانڈری روم میں چلی گئی۔

****

وہ جو کب سے دادو کی واپسی کے انتظار میں بیٹھی تھی شہرام کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اس کی آنکھیں ساکت ہوئیں شہرام بھی یوں ہی اس کی آنکھوں میں دیکھے گیا مگر اس کی آنکھوں میں تلاش تھی، شاید کسی چیز کے بچ جانے کی امید تھی۔ بالی نے نظروں کا رخ بدلا۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا؟"

"یہ سب یوں ہی لکھا تھا"

"تم چاہتی تو دادو کو فیصلہ بدلنے پہ مجبور کر سکتی تھی۔۔۔ تم جانتی ہو انہیں تمہاری خوشی عزیز ہے"

"میری خوشی ان کی خوشی میں ہی ہے" بالی نے نظریں چرائیں۔

"میں جانتا ہوں تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔۔۔مگر کہیں نہ کہیں نجانے کیوں نہ چاہتے ہوئے بھی امید تھی میری محبت کا مان رکھو گی"

"میرے لیے میرے اپنوں کا مان زیادہ ضروری ہے"

"اور میں کیا ہوں۔۔۔؟" اسے اندازہ نہیں تھا وہ کس قدر بیوقوفانہ سوال کر گیا تھا۔

"یہ تم خود سے پوچھو" اب کے بالی نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"تم اس شادی شدہ دو بچوں کے باپ کو قبول کر سکتی ہو جو اپنی محبتیں چاہتیں تم سے پہلے ہی کسی اور پہ لٹا چکا ہے مگر میری چاہت قبول نہیں۔۔۔۔؟" بالی ششدر سی اس کو دیکھے گئی جیسے اس کے چہرے پہ سچائی تلاش کرنا چاہتی ہو۔

"تم ہمیشہ سے میرے دل کے قریب رہی ہو پہلے دن سے ہی وہ دن وہ وقت آج بھی یاد ہے، وہ دن بھی جب پہلی مرتبہ تم سے بات کی تھی مہینوں ہمت جمع کی تھی پھر وہ دن تمہیں احساس دلانے کی کوشش کی تھی کہ تم خاص ہو، ڈائیریکٹلی نہیں کہہ پاتا تھا ڈرتا تھا کہیں جو ایک کچی سی ڈور ہے کہیں یہ بھی ٹوٹ نا جائے پھر تمہارا اشارتاً مجھے سمجھانا، پھر خاموش احساسات تو کافی عرصے سے تھے ہمارے درمیان۔۔۔پھر ایسا لگا تھا جیسے بس اب منزل کے بالکل قریب ہوں کچھ قدم باقی تھے وہ رات جب میں یہاں پہنچا تھا آفیشیلی تمہیں اپنا بنانے اور پتہ چلا کہ۔۔۔۔" اس نے بازو موڑ کر آنکھوں سے گرے آنسو صاف کیے۔

"تم نہیں جانتی کیا گزری تھی مگر امید تھی تم مل جاؤ گی اور تم مل گئی مگر اس پہ یہ تکلیف کہ تم کسی کے نکاح میں ہو مگر تب بھی امید تھی شاید۔۔۔ کچھ ایسا ہو جائے کہ تم مجھے واپس مل جاؤ۔۔۔ تم کہتی تھی ناں امیدیں نہ لگاؤ ٹوٹ جاتی ہیں مگر پھر بھی میں اس مقولے پہ قائم رہا امید پہ دنیا قائم ہے میں نے اپنی امید قائم رکھی" وہ رک کر استہزاہیہ مسکراہٹ لیے ایک طرف کو مڑا۔

"امید ٹوٹنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے بہت۔۔۔ تمہاری ایک نئی زندگی شروع ہونے جا رہی ہے میری دعا ہے ہمیشہ خوش رہو تم بھی دعا کرنا میرے لیے آگے آسانی ہو" وہ قدم پیچھے کو لیتا دروازے کی دہلیز میں کھڑا ہوا پھر ایک آخری بھرپور نظر اس پہ ڈالی۔

"ان شاءاللہ سب اچھا ہی ہو گا" بالی نے سر جھکا کر کہا۔

****

"تم اس شادی شدہ دو بچوں کے باپ کو قبول کر سکتی ہو جو اپنی محبتیں چاہتیں تم سے پہلے ہی کسی اور پہ لٹا چکا ہے مگر میری چاہت قبول نہیں۔۔۔۔؟"

"کیا واقعی وہ شادی شدہ ہے۔۔۔؟" تو کیا پھپھو نے دادو کو بھی نہیں بتایا یا وہ خود بھی انجان ہیں نہیں دو بچے۔۔۔۔! اور اگر دادو جانتی ہیں تو۔۔۔۔ یا اللہ وہ ابھی مزید کچھ

سوچتی کہ دادو کمرے میں آئیں۔

"کیا سوچ رہی ہو" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ استفسار کرنے لگیں۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی"

"ایک بات پوچھوں؟"

"آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں"

"اگر تمہیں شہرام اور عکاشہ میں سے کسی ایک کو چننے کا موقع ملے تو کسے چنا گی؟"

"میں آپ سے مشورہ کر لوں گی جو آپ کو مناسب لگے گا میں وہی کر لوں گی"

"چاہے تمہیں وہ نا پسند ہی کیوں نہ ہو"

"میری شہرام سے ایسی کوئی وابستگی نہیں تھی دادو کہ میں اسے بھول نہیں پاؤں گی" اس نے جیسے ان کی الجھن سمجھ لی تھی۔

"اور عکاشہ۔۔۔۔؟"

"میں اسے کئی دفعہ ملی تھی مگر میرے لیے وہ بڑے بھائیوں کی طرح تھے پھر یہ سب یوں اچانک اور"

"اور۔۔۔؟" وہ متجسس ہو کر بولیں۔

"پتہ نہیں" وہ یہ سوچ کر خاموش ہو گئی اگر دادو نہ جانتی ہوئی تو۔۔۔۔۔

"ادھر آ" انہوں نے اس کے بازو سے اپنی طرف کھینچ کر اپنے ساتھ لگایا۔

"مجھے تجھے کچھ بتانا ہے" اس کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے وہ ہولے سے بولیں۔

"میں سن رہی ہوں"

"تمہاری پھپھو نے بہت مان سے رشتہ مانگا ہے۔۔۔ میرے دل کو اطمینان رہے گا کہ تم ایک ماں کے بعد دوسری ماں کے پاس جاؤ گی ایک اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے اپنے گھر جاؤ گی لیکن۔۔۔"

"ارے واہ بڑے لاڈ ناز اٹھائے جا رہے ہیں مزے بھئی مزے" انوشہ اپنی ہی جون میں بولتی اندر داخل ہوئی تو بالی جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتی لبوں پہ مسکراہٹ سجا گئی۔

انوشہ دھڑام سے اس کے ساتھ بیٹھ گئی پھر سوالیہ انداز میں ابرو اچکایا جیسے راز جاننا چاہ رہی ہو۔

"نکمی عورت" بالی نے سر جھٹک کر کہا۔

"اماں جان چائے" فرخندہ بیگم کی مہک اڑاتی خوشبو دار سبز الائچی والی چائے ان سب کی توجہ بٹا گئی۔

"تھینکیو" بالی نے بھی کپ اٹھایا۔

"ناشتہ میں کیا بناؤں تم لوگوں کے لیے؟"

"یوں تو میں صبح جوس یا چائے لیتی ہوں مگر آج میں پراٹھے کھاؤں گی" انوشہ نے بہت

کول انداز میں رائے دی۔

"ابھی ناشتہ لگوا رہی ہوں آجاؤ" وہ ہنستے ہوئے بولیں اور دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

"ویسے دادو۔۔۔۔ ! آپ کا پوتا ہے تو بہت ڈیشنگ" آخر میں وہ چائے کا گھونٹ لیتے بالی کی طرف دیکھ کر آنکھ دبا گئی۔

"پوتا نہیں نواسہ ہے اور تو یہاں آ۔۔۔؟" انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا تو وہ پٹوسی لگا ان کے کندھے کے ساتھ لگ کر بیٹھی۔

"کیا کرتی ہو تم۔۔۔؟"

"آج کل تو فارغ ہوتی ہوں ابو کے ساتھ آفس کا کام وام کروا دیتی ہوں تھوڑا بہت"

"اچھا چلو اب بہن کے ساتھ رہنا میک اپ آرٹسٹ کو گھر بلایا ہے میں نے لیکن پھر بھی"

"آپ ہر طرح سے بے فکر رہیں دادو نو فئیر وین انو از ہئیر" اس نے نا دیدہ کالر جھاڑا۔

"جیتی رہو" وہ مسکراتے ہوئے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"آجاؤ جل ککڑی تم بھی" دادو نے دوسرے بازو کے حصار میں بالی کو لیا تو انوشہ بھی جلدی سے اس کی تقلید کر گئی پھر خود ہی بالی کو سنائیں تو وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے ہنس دی۔

"نکمی عورت"

"بری بات کنواری لڑکیوں کو عورت نہیں کہتے" دادو نے پیار سے بالی کو ٹوکا۔

"ہاہاہ واہ دادو آپ تو بہت سویٹ ہیں" انوشہ کو دلی خوشی ہوئی تھی بالی کو یوں ڈانٹ کھاتے دیکھ۔

****

عشبہ جو صبح جم کرنے کی عادی تھیں کچھ اور نہیں سوجھا تو سیڑھیاں چڑھنے اترنے کا سوچتی دوسرے پورشن تک پہنچی تو سامنے لگی مختلف رنگ کے پتوں کی بیل دیکھتے اوپر آئیں۔ شکراں تسبیح لیے وہی ٹہل رہی تھی انہیں بیل کی جانب متوجہ پا کر ان کے پاس آئی۔

"آپ انوشہ کے ماں ہیں نا۔۔۔؟" شکراں نے عشبہ سے استفسار کیا۔

"جی بالکل"

"ماشاءاللہ۔۔۔۔ لیکن آپ اس کی ماں بالکل بھی نہیں لگتی بہنیں ہی لگتی ہیں آپ دونوں" شکراں نے تعریف کی۔

"ہاہاہ اچھا" عشبہ ہنس دیں۔

"آئیں نا" شکراں نے خوش اخلاقی سے انہیں لاؤنج کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"ایم سوری میں وہ بس" عشبہ شرمندہ سی ہوئیں۔

"ارے نہیں سوری کی کیا بات ہے مجھے تو خوشی ہوئی"

"انوشہ سے پہلے بھی ملی تھی میں ایک دفعہ لاہور گئی تھی اماں جان کے ساتھ بہت پیاری بچی ہے"

"ہمم" عشبہ مسکرا دیں۔

"کہیں انگیجڈ ہے یا ابھی۔۔۔؟"

"نہیں ابھی بس دیکھ رہے ہیں، اکلوتی بیٹی ہے ہماری سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر کریں گے رشتہ"

"ہمم سمجھ سکتی ہوں، یوں تو میری کوئی بیٹی نہیں لیکن اب تو بیٹوں کا رشتہ بھی بہت سوچ سمجھ دیکھ بھال کر کرنا چاہیئے بھئی ساری زندگی کا ساتھ ہوتا ہے آخر کو۔۔۔۔ بس اللہ نیک نصیب کرے"

"آمین"

"ویسے میرا بھی ایک بیٹا ہے بی بی اے کیا ہے اسی سال، ہماری فیکٹری ہے بڑا بیٹا حیدر سوفٹ ویئر انجینئر ہے اور فاطر اپنے بابا کے ساتھ فیکٹری دیکھتا ہے"

"ماشاءاللہ"

"اممم آتا ہے تو ملاتی ہوں آپ کو۔۔۔ خیر اب آپ نے مجھے بھی یاد رکھنا ہے انوشہ کا

رشتہ کرتے ہوئے ایک اور امیدوار ہو گیا ہے انوشہ کے لیے" وہ ہنس کر بولیں۔

"جی جی ضرور میں جہانگیر سے بات کروں گی" وہ بھی خوش اخلاقی سے بولیں۔

****

نجانے کب وہ اسے سوتا چھوڑ کر ہوٹل سے نکلا تھا اب بارہ بجنے کو تھے وہ نو بجے کی جاگی اب بھوک سے دوہری ہو رہی تھی۔ غصے میں وہ ناشتہ بھی نہیں کر رہی تھی کہ جب وہ آ جائے تو اسے جتائے گی۔ آخر تھک کر اپنی ضد و انا توڑتے خود کال کر کے پہل کی کوشش کی۔۔

بیل جا رہی تھی مگر فون ریسیو نہیں کیا گیا۔ غصے کی ایک لہر پورے وجود میں دوڑ گئی۔

"اونہہ سمجھتا کیا ہے خود کو اب چاہ رہ ہو گا میں منتیں کروں اس کی۔۔۔ میرا نام بھی بخت آور ہے اب یاد رکھے گا زندگی بھر کبھی کال کر گئی تو" وہ خود ہی سے قسمیں باندھتے فون پٹخ کر بیڈ پہ پالتی مار کر بیٹھی۔ بمشکل آدھا گھنٹا ہی گزرا ہو گا کہ Rock-a-bye رنگ ٹون پہ وہ موبائل کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میں بھی نہیں کر رہی اب بات۔۔۔۔ تب اٹھا لیتا نہ کال" وہ جتانے والی نظروں سے موبائل کو دیکھنے لگی جیسے اظہر کو ہی جتا رہی ہو۔

ایک سیکنڈ

دو سیکنڈ

تین

چار

پانچ

چھ اور وہ سرد آہ خارج کرتے فون ریسیو کر گئی۔

مسز اظہر بھٹی سپیکنگ۔۔۔؟ کسی غیر شناسا مردانہ آواز پہ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"یا۔۔۔یس آپ کون۔۔۔؟"

"میم میں ہوسپٹل سے بول رہا ہوں آپ کے شوہر کا بہت سوئیر ایکسیڈنٹ ہوا ہے آپ پلیز جلد از ہوسپٹل پہنچے تاکہ انہیں رسیکیو کی جا سکے"

"جی جی میں پہنچ رہی ہوں" کس طرح اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے اور کب کیسے وہ ہسپتال پہنچی اسے علم ہی نہ ہوا۔

دو دن وہ کس طرح ہسپتال میں رہی تھی ہسپتال کے تمام خرچے اس نے اپنے کارڈ سے ادا کیے تھے۔ بشریٰ بیگم کو وہ بتا چکی تھی جو ٹکٹس نہ ملنے کی وجہ سے بائے روڈ ہی کراچی کے لیے نکل چکی تھیں۔

"کانگریچولیشن آپ کے ہزبنڈ ماشاءاللہ سے آنکھیں کھول چکے ہیں کچھ انجیکشنز کی وجہ سے غنودگی رہے گی لیکن تھینکس ٹو اللہ کسی بھی طرح کا کوئی ڈیفیکٹ نہیں آیا ان کے

حواس مکمل ہیں"

بخت بس ویران آنکھوں سے ان کی بات سنتی گئی۔

ڈاکٹر حمزہ نے اس چھوٹی سے لڑکی کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ پھیرا پچھلے دو دن میں وہ اس قدر زرد اور ویران سی ہو گئی تھی کہ انہیں اس پہ ترس آنے لگا۔

"ڈونٹ وری اینڈ تھینکس ٹو اللہ جس نے تمہیں تمہاری عزیز چیز لوٹا ڈی ہے وہ بھی مکمل ورنہ جس قدر برا ایکسیڈینٹ تھا اگر وہ زندہ رہ بھی جاتا تو زندہ لاش سے بدتر"

"ہوں۔۔۔!" وہ نظریں جھکا کر سر ہلا گئی۔

"جاؤ مل لو اس سے تمہیں ہی پکار رہا ہے" وہ مسکرا کر وہاں سے چلے گئے اور وہ مردہ قدموں سے اس کے پاس آئی جو آنکھیں موندیں لیٹا تھا۔

اس کے چہرے کا رنگ سفید تھا جیسے سفید پینٹ کیا گیا ہو آنکھوں کی سیاہ پلکیں گالوں سے چپکی ہوئی تھیں اور گال۔۔۔اس کے ابھرے ابھرے سرخی مائل گال آج سفید تھے سارا خون نچڑ چکا تھا۔ سر مکمل پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

اس شخص کی حالت پہ اس کا دل موم ہوا۔ وہ جو پتھر سی بنی تھی پگھلتے ہوئے اس کی پائنتی کے قریب بیٹھتی چلی گئی۔ بنجر ہوئی آنکھوں سے آنسو نجانے کیسے اب روانی سے بہنے لگے۔ کافی دیر گھٹ گھٹ کر رونے کے بعد وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اس کے پیر کو تھام گئی۔

"ایم سوری۔۔۔۔!"

اظہر کے اپنے پیر پہ کسی کا ٹھنڈا یخ لمس محسوس ہوا تو اس نے بمشکل آنکھیں وا کیں۔

"بخت۔۔۔!" پہلا جھماکہ جو اس کے ذہن میں ہوا۔ مگر اس کی آواز اس قدر کمزور اور کم تھی کہ بخت اس سرگوشی کو سن نہیں پائی تھی۔

"ایم سوری اللہ۔۔!" لاس کی گرفت اب مضبوط ہونے لگی۔ نجانے کس بات پہ وہ دکھی تھی کس بات پہ اسے اتنی تکلیف تھی کس سے شرمندہ تھی او کیوں وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"بخت۔۔۔!" وہ اب کے زرا اونچی آواز میں بولا۔ بخت زرا سا چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ اٹھ کر اس کی طرف آئی جو ہاتھ کی انگلیوں سے بمشکل اسے اشارہ کر پا رہا تھا۔

بخت نے اپنا ٹھنڈا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے رکھتے اسی زخمی نظروں سے دیکھا۔ اظہر نے کمزور سی گرفت میں لیا۔

"کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟"

"میرے بچ جانے پہ۔۔۔۔؟"

"یا اپنی سزا بڑھ جانے پہ۔۔۔؟ میر ساتھ سزا لگت ہے نا تمہیں۔۔۔؟"

"اپنی بددعائیں ناکام لوٹنے پہ۔۔۔؟"

وہ ہر بات پہ سر نفی میں ہلاتی گئی۔ اس کی آنکھوں کے گرد بھی اتنے ہی سیاہ ہلکے پڑ چکے تھے جتنے اب اظہر کے تھے۔

"پھر کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟"

"تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔؟" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیوں۔۔۔؟"

بشریٰ بیگم دروازے پہ دستک دے کر اندر آئیں تو قدم جیسے مزید چلنے سے انکاری ہوئے۔ بخت اپنے آنسو صاف کرتے ان کے قریب آئی ان کا ہاتھ تھام کر سہارا دیتے وہ انہیں اس کے سامنے لائی۔

"کہا تھا نا دل کی بری نہیں ہے" وہ مسکرایا۔

****

بلڈ ریڈ اور گولڈن کام والے آٹھ گز کے گھیردار لہنگے پہ بلاؤز نما کرتی پہنے دائیں طرف دوپٹے کے بارڈر والی پٹی اور چہرے پہ گرتا خوبصورت ہلکے پھلکے کام سے سجا حجاب چہرے کو چھپا گیا تھا، ہاتھوں میں پہنے سرخ پھولوں کے گجرے دائیں ہاتھ میں پہنی روبی رنگ جو زرتاج بیگم نے ہی اسے پہنائی تھی، بائیں ہاتھ میں البتہ سونے کی دو انگوٹھیاں جو

پہلی اور تیسری انگلی میں تھیں ناک میں پہنی بڑی سی نوز رنگ جس میں دو سرخ موتیوں کے درمیان سنہری موتی اس کے نچلے لب کو چھو رہے تھے، متبسم ہونٹ جو سرخ رنگ سے سجائے گئے تھے ٹھوڑی پہ بائیں طرف کو چمکتا سیاہ تل سے نظریں پھسل کر کان میں پہنے آویزوں پہ سے گردن سے جڑے بڑے سے خاندانی رانی ہار کی طرف جاتی۔۔۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ ما۔۔۔شا۔۔۔ء۔۔۔اللہ۔۔۔۔!

اوففف یار کیا لگ رہی ہو۔۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔۔!" انوشہ جو ابھی تیار ہو کر اس کی طرف پلٹی تھی گالوں پہ ہاتھ رکھے دیدے پھاڑے حیرت کا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔

"تم اتنی خوبصورت کیسے ہو بالی۔۔۔؟" انوشہ کے آنکھوں میں ہلکی سی نمی چمکی جو پلکیں جھپکتے ختم بھی ہو چکی تھی۔

"بس کرو بہن میں بے ہوش ہو جانا اگر کچھ اور بولا تو نے" بالی اس کی حرکتیں دیکھ کر شرما کر بولی۔

"ہاہاہ قسمے یار آئی نو یو آر بیوٹیفل بٹ۔۔۔ اوفف دلہن کی روپ میں اس قدر خوبصورت لگو گی شاید کبھی سوچا نہیں تھا۔۔۔" پھر سیاہ پین لائینر اٹھا کر اس کی ٹھوڑی کے تل کو گہرا کیا۔

"اللہ نظر بد سے بچائے" کہتے وہ پیچھے ہٹی۔

"ہیں۔۔۔؟ نہیں یار اب تو اور پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ رکو۔۔۔ ہمم" کچھ سوچ کر اس

نے انگلی پہ پین رگڑا اور کان کے پیچھے لگایا۔

"اللہ نظر بد سے بچائے آمین" اس کے حجاب پر سے ہی اس کے ماتھے پہ بوسہ دے کر بولی۔

"میں ابھی آئی واشروم ہو کے" پین ٹیبل پہ رکھتے وہ واشروم گئی اور بیسن پہ لگے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔

معقول چوڑی پیشانی پہ گھنے ابرو ہلکی بھوری بڑی بڑی آنکھیں درمیانی کھڑی ناک درمیانے ہونٹ جو آتشی گلابی رنگ سے سجے تھے اٹھی ٹھوڑی، درمیانی لمبی گردن جس میں دل شکل کا پینڈنٹ پہنا ہوا تھا سیاہ میکسی میں وہ خوبصورت ترین لڑکیوں میں شمار ہوتی تھی مگر آج بالی کو دیکھ کر نجانے کیوں وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ کبھی رنگت سٹیٹس قابلیت کسی بھی لحاظ سے مقابلہ بازی نہیں کرتی تھی وہ ان سب امتیازات سے بے نیاز تھی لیکن آج بالی کو دیکھنے کے بعد نجانے کیوں وہ اپنے آپ کو فرصت سے دیکھنے آئی تھی، جانے انجانے میں وہ بھی آج مقابلہ کر رہی تھی۔

"ہاں وہ واقعی چاہے جانے کے قابل ہے، اتنی کے ہر کوئی اس کی چاہت کرے" وہ لا شعوری میں سوچنے لگی۔

"شادی کا کیا سوچا ہے پھر۔۔۔؟" زلیخا کا دائم سے کیا گیا سوال اس کے ذہن میں گونجا۔

"سوچا تو ہے دعا کریے گا بس" دائم کی نظریں اس نے خود پہ اچھے سے محسوس کی تھیں۔

"کوئی ہے نظر میں۔۔۔۔؟"

"جی ہے تو سہی" انوشہ کو یاد آیا اس نے ایک نظر اس پہ ڈالی تھی اس کے ہونٹوں پہ رقصاں مسکراہٹ۔۔۔

"کون۔۔۔؟ بالی۔۔۔؟ لیکن میں نے شاید تمہیں بتایا نہیں اس کی تو شادی ہو رہی ہے" انوشہ اسے اب کی بار سر نہیں اٹھایا گیا تھا اور جب اس کو دیکھا تو وہ بے تاثر نظروں سے زلیخا کی جانب دیکھ رہا تھا۔

وہ اکثر بخت کے گھر اکٹھی ہوا کرتی تھیں کبھی چھوٹی موٹی پارٹی تو کبھی یوں ہی گیٹ ٹو گیدر اس نے کیوں نوٹ نہیں کیا تھا کبھی دائم کا بالی کو بخت پہ اہمیت دینا۔

دروازے پہ دستک نے اسے سوچوں کے بھنور سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔ لاشعوری میں گالوں پہ بہتے آنسو صاف کرتے وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجا گئی۔

"اوفف ایک لڑکی ہو کر لڑکے کے لیے رو رہی ہو۔۔۔ آجکل تو ٹرینڈ ہے لڑکے لڑکیوں کے لیے روتے ہیں ہی ہی ہی" وہ مصنوعی ہنسی ہنس کر خود کو بودی سی تسلی دے گئی۔

"ہاہاہاہ" اپنی حرکت پہ خودی ہنستے وہ آنکھوں میں آئی نمی کو دوبارہ ٹشو میں جذب کر کے باہر آئی۔

"اوفف کہاں رہ گئی تھی یہ مجھے چب رہا ہے" وہ بازو اس کے سامنے کر گئی جہاں اس کی

کلائی پہ سرخ دھبہ سا بن چکا تھا۔

"اوہ گاڈ شاید تمہیں الرجی ہوئی ہے اس پھول سے" انوشہ نے فکر مندی سے کہا۔

"یہ اتار دو تم میں کسی سے کہتی ہوں اور لا دے" انوشہ نے فوراً اس کا گجرا اتارا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟" بالی نے اسے بغور دیکھا۔

"کچھ نہیں مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔۔؟" وہ مسکرائی۔

"کچھ تو ہوا ہے تمہاری آواز اور آنکھیں نارمل نہیں لگ رہیں روئی ہو تم۔۔۔۔؟"

"توبہ کرو میں کیوں روؤں گی۔۔۔؟" انوشہ نے ہنس کے ٹالا۔

"انو۔۔۔۔!" بالی نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"کیا بات ہے مجھ سے بھی چھپاؤ گی۔۔۔؟"

"کوئی بات ہو گی تو بتاؤں گی نا" وہ سر جھکا کر بولی۔

"ہوں۔۔۔کوئی بات ہے ہی نہیں تو نظریں کیوں چرا رہی ہو؟"

"تم سے مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"تو نہ کرو مقابلہ بتا دو جو ہے دل میں میں مسلہ ختم نہ بھی کر سکی لیکن تمہاری گھٹن کم ہو جائے گی"

انوشہ اس کی بات سن کر اس کے کندھے پہ سر رکھ کر رو دی۔

"محبت بہت تکلیف دیتی ہے بہت"

Urdu Novels Ghar

"میں نے کہا تھا نا وہ بات کرے گا آنٹی انکل سے آئی پرامس یو"

"وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے" وہ مزید اس سے لپٹی۔

"نو وے۔۔۔۔ ! جب میں کہہ رہی ہوں کہ وہ بات کرے گا تو یقین کیوں نہیں کر لیتی"

بالی نے اس کی پیٹھ سہلائی۔

"اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو۔۔۔۔؟" وہ بھاری آواز میں بولی۔

"تو دیکھنا اللہ تمہارے دل سے اس کے خیال بھی نکال دے گا تمہیں اتنا اچھا ہمسفر ملے گا کہ تم یہ سوچ تک بھول جاؤ گی ان شاء اللہ" بالی نے اسے اپنے سامنے کرتے اس کا چہرہ صاف کیا۔

"ہوپ سو"

"دیکھو کاجل پھیل رہا ہے، سارا میک اپ تقریب سے پہلے ہی خراب کر لو گی تم۔۔۔ اب بس بالکل کوئی اوٹ پٹانگ سوچ نہیں سوچنی تم نے۔۔۔۔ یہ سوچو کیسے دودھ پلائی پہ عکاشہ کی جیب خالی کروانی ہے"

"ہاہاہ" انوشہ کو اب کے واقعی ہنسی آئی۔

"ویسے تو بڑی شریف عورت بنتی ہو تم ہیں؟ اب دیکھو اپنے میاں جی کی جیب خالی کروانے کے کیسے مشورے دے رہی ہو" انوشہ اسے چھیڑنے پہ تلی۔

"اللہ اللہ آج کل کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔۔۔ ایک تو تمہارا موڈ ڈیلائیٹ کر رہی ہوں اوپر

Urdu Novels Ghar

سے میری ہی کھچائی ہو رہی ہے" بالی شرماتے ہوئے حجاب واپس چہرے پہ سیٹ کرنے لگی۔

"ہاہاہا" انوشہ نے ہنستے ہوئے اس کے گال پہ بوسہ دیا جس پہ بالی نے بلش کرتے اس کے بازو پہ تھپڑ رسید کیا۔

"ماشاءاللہ بھئی آج تو پریاں اتری ہیں زمین پہ" عشبہ بیگم انوشہ کی پیشانی پہ بوسہ دے کر بالی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

اس کا حجاب اٹھا کر سر پہ رکھا تو بالی نے اپنی سیاہ پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"ماشاءاللہ" بے ساختہ ان کے منہ سے یہی نکلا جس پہ بالی نے سر جھکایا۔

پھر اس کے سر پہ بوسہ دے کر انہوں نے کچھ نوٹ وار کر دادی جان کے ساتھ اندر آئی ملازمہ کو دیے۔

"میڈی بچھڑی" دادو اس جے ساتھ صوفے پہ بیٹھیں اور اس کے سر پہ بوسہ دے کر اسے اپنے ساتھ لگا گئیں۔ پھر دونوں ہی خاموشی سے رونے لگیں۔

انوشہ نے نا سمجھی سے عشبہ کو دیکھا جو خود بھی آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

"اوفووو آپ سب کو ہوا کیا ہے بجائے اس کے کہ خوشی کے موقع پہ خوش ہوں الٹا رونا شروع کر دیا ہے" انوشہ ان کا کندھا ہلا کر بولیں۔

"یہ تو خوشی کے آنسو ہیں" عشبہ نے اسے بازو کے حصار میں لے کر پیار سے کہا۔

"چلو جی یہ عجیب منطق ہے آپ لوگوں کی خوشی کے موقعے پہ کون روتا ہے۔۔۔؟"
انوشہ جھنجھلا کر بولی۔

"لگتا ہے بارات آگئی" باہر ہوتی فائرنگ اور ڈھول کی آواز پہ انوشہ پر جوش ہوئی۔

"میں تو چلی بارات کا استقبال کرنے" انوشہ جلدی سے اپنا دوپٹہ بازوؤں پہ درست کرتے باہر بھاگی۔

"پاگل ہے یہ لڑکی آئیں آپ میرے ساتھ اماں جان" عشبہ نے ان کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ دیا۔

"چلو۔۔۔۔!"

"میں بھیجتی ہوں انوشہ کو تم پریشان نہ ہونا" عشبہ اسے تسلی دیتے باہر نکلیں اور پھر کچھ دیر بعد ہی انوشہ واپس کمرے میں آئی۔

'اوئے ہوئے۔۔۔! میری بہہہہن کی شادی ہے میری بہہہہن کی شادی ہے" وہ باقاعدہ بھنگڑے کی طرح ہاتھ اٹھا کر ناچتی ہوئی بالی کے لاس آئی۔

"واہ یار سبحان اللہ" اس نے ہاتھ کی انگلیاں جوڑ کر لبوں سے لگائیں اور ہوائی بوسہ دیا۔

"انوشہ خیر ہے؟ تم بالکل ٹھرکی منڈا لگ رہی ہو اس وقت"

"ہاہاہاہ۔۔۔ یار تمہارا کزن پلس شوہر اتنا ہینڈسم ہے کہ کیا بتاؤں کیا جوڑی بنائی ہے رب نے سیریئسلی۔۔۔! امیزنگ۔۔۔۔!" انوشہ ستائشی انداز میں بولی تو بالی سر نفی میں ہلا

کر مسکرا دی۔

"ہاں وہ تمہارے گجرے لینے فاطر کو بھیجا ہے میں نے پتہ نہیں کہاں رہ گیا۔۔۔ رکو میں دیکھ کے آتی ہوں" ابھی وہ دروازے میں پہنچی تھی کہ فاطر دستک دے کر اندر آیا۔

"اوہ یہ آپ کے گجرے" فاطر پیکٹ تھما کر بالی کی طرف آیا۔

"میرے نہیں بالی کے" وہ اصطلاح کرتے بالی کی طرف آئی۔

"آپ کے لیے بھی ہیں" فاطر مسکرا کر بولا۔

"یہ ٹیسٹڈ ہیں نا۔۔۔؟" وہ جیسے یاد آنے پہ واپس اس کی طرف پلٹی۔

"جی گارنٹڈ ہیں" وہ سر کو خم دے کر بولا۔

"ماشاءاللہ بجو بہت اچھی لگ رہی ہیں اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔۔۔ آئی'ال مس یو" آخر میں وہ کچھ اداس ہوا۔

"تھینکیو میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کانٹیکٹ میں رہوں گی ان شاء اللہ" وہ اعتماد سے بولی۔

"ان شاءاللہ" وہ مسکرا کر کہتا واپس چلا گیا جبکہ انوشہ اس کی کلائیوں پہ عرق گلاب چھڑک کر اب اسے گجرے پہنا رہی تھی۔

****

"جے تنگ ہویں ساڈی ذات کولوں"
"دے صاف ڈساتیڈی جان چھٹے"
"تیکوں پیار کیتا تیرے مجرم ہاں"
"دے سخت سزا تیڈی جان چھٹے"
"رب کولوں منگی ضائع نہیں تھیندی"
"منگ ڈیکھ دعا تیڈی جان چھٹے"
"ایویں مارنا شاکر قسطاں وچ"
"یکمشت مکا تیڈی جان چھٹے"

اس کی گھمبیر آواز اپنے اس قدر قریب ترسنتے وہ سختی سے آنکھیں میچے لیٹی تھی۔ اظہر اس کے غصیلے تاثرات دیکھتا تو کبھی اس کی لرزتی پلکیں۔ پھر دھیرے سے اس کی آنکھوں پہ پھونک ماری۔

" گڈ مارننگ۔۔۔۔ ! اٹھ جاؤ پرنسز الزبتھ آج واپسی کے لیے نکلنا ہے" اس کو ہنوز آنکھیں بند کیے لیٹا دیکھ وہ اپنا بیگ پیک کرنے لگا جانتا تھا وہ کبھی اس کی قربت سے پگھلنے والی نہیں۔ پچھلے ایک ماہ میں بخت نے اس ک اجس قدر دھیان رکھا تھا وہ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا سر کے بال جو سرجری میں ریموو ہوئے تھے اب قریباً ایک انچ آ چکے تھے۔

بخت کے مطابق یہ نئی لک اس پہ جچتی تھی مگر یہ بات اس نے کبھی اظہر سے نہیں کہی تھی۔

بخت کو جب اس کے دور چلے جانے کا یقین ہوا دھیرے سے اٹھی ایک غصیلی نظر اس پہ ڈالی (جس کے بدلے اظہر نے آنکھ دبائی تھی) اور واشروم میں جا کے دروازہ ٹھا سے بند کیا۔

اظہر کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری۔ اپنا بیگ چیک کرتے اب وہ بخت کا بیگ پیک کرنے لگا۔ پچھلے ایک ماہ میں اس کی خدمتیں خوب بٹورنے کے بعد وہ بھی اب اسے کچھ پے بیک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"ناشتہ یہیں کرو گی یا کہیں ریسٹورنٹ چلیں۔۔۔۔؟"

'پتہ نہیں" وہ اپنے بالوں میں برش کرتے بے زاری سے بولی۔

اظہر اس کا بیگ چیک کرتے اپنے بیگ کے ساتھ رکھ کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"جانتا ہوں جو بھی کیا ہے اب تک تمہارے ساتھ جانے انجانے میں بہت غلط, بہت برا کیا لیکن۔۔۔۔ آنسلی میں اب تمہارے ساتھ نارمل زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔۔۔۔, سوچا نہیں تھا کبھی تمہارے سامنے ریکوئسٹ کروں گا لیکن ام جسٹ فیڈ اپ۔۔۔۔ ہاں مجھے بالی اچھی لگی تھی میں۔۔۔۔ ہمیشہ سے اس جیسی پارٹنر چاہتا تھا اور یہ بھی سچ ہے کہ اسے پانے کے لیے میں غلط راہ پہ بھی چلا تھا ہر یس کیا اسے اور تمہیں دھوکہ دیا

بٹ ناؤ۔۔۔۔ آئی گاٹ دیٹ کہ، ہر خواہش پوری نہیں ہوتی لیکن اس کے بدلے اللہ ہمیں کچھ اور اچھا دے دیتا ہے۔۔۔۔ جیسے کے تم" اظہر نے ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ بھی ختم کیا اور اس کے گرد بازوؤں کا حصار بنایا۔

"اگر میں کہوں گا آئی اَم اِن لو ودیو تو تم کہو گی کتنا ٹھرکی انسان ہے۔۔۔۔ مجھے نہیں سمجھ آرہا میں کیا محسوس کر رہا ہوں تمہارے لیے لیکن اٹس ٹرو کہ مجھے تم ہمیشہ سے اچھی لگتی ہو معصوم سی پیاری سی ہاں بالی کے حسن سے مبہوت ہوا تھا میں اس پہ پھر اس کی دھتکار میری مردانہ انا کو للکار رہی تھی، لیکن دل کی دنیا میں تو تم نے پہلے ہی ہلچل مچادی تھی میں تمہیں دھوکہ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن تم نے دیا کیونکہ یہی تمہاری اصلیت تھی" بخت شیشے میں ہی اس کا عکس دیکھتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر بولی۔ وہ جانتی تھی وہ سزا بھگت چکا ہے مگر پھر بھی وہ اس کو یاد دلانا نہیں بھولتی تھی۔

اظہر نے آنکھیں موند کر اس کے کندھے پہ پیشانی ٹکائی۔

"تو تم بدل دو میرے اصل کو۔۔۔ اپنی محبت سے ساری برائی ختم کر کے اپنے جیسے پاکیزگی میری روح میں بھی پیوست کر دو" وہ دھیرے دھیرے بولا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تم خود ہی خود کو بدلنا نہیں چاہتے اور جو خود کو بدلنا نہ چاہے اسے کون بدل سکتا ہے۔۔۔؟" اس نے اظہر کی کہی بات یاد دلائی۔

"پلیز بخت بس کر دو یار جب سب کچھ مان چکا ہوں تو کیوں یقین نہیں آجاتا تمہیں آخر ایسا کیا ثبوت دوں میں کہ تمہیں اعتبار آجائے" اب کے وہ جھنجھلا کر بولا، اس کی آنکھوں میں سچائی صاف ظاہر ہو رہی تھی جس سے بخت نے نظریں چرائیں۔

"وی آر گیٹنگ لیٹ" اسے یاد دلا کر وہ واپس برش اٹھا کر سامنے بالوں کو سلجھانے لگی۔

"جب تک تم میری بات کا یقین نہیں کر لیتی ہم کہیں نہیں جا رہے" وہ تڑخ کر بولا۔

"ٹھیک ہے ہوٹل کے مینیجر خود آکر دھکے دے کر نکال دیں گے ناٹ آ بگ ڈیل" وہ کندھے اچکا کر سکون سے بولی جیسے واقعی کوئی بڑی بات نہ ہو۔ اور بس یہیں اظہر کی برداشت ختم ہوئی۔

" سمجھتی کیا ہو خود کو تم۔۔۔؟" اس کا بازو دبوچ کر اسے اپنے سامنے کر گیا۔

"آگئے نا اپنی اصلیت پر" بخت نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔

"جب جانتی ہو برداشت کم ہے مجھ میں تو کیوں آزماتی ہو۔۔۔؟" وہ دکھ سے بولا البتہ اس کے بازو پہ گرفت مزید سخت ہو گئی تھی۔

"تم نے بھی یوں ہی آزمایا تھا مجھے میری برداشت سے زیادہ" وہ بھی دوبدو بولی۔

"معافی بھی مانگ چکا ہوں لیکن اگر تمہیں وہ سب ڈھونگ اور سازش نہ لگیں تو۔۔۔ اگر تمہیں یہ گلٹ نہ ہو کہ تم نے مجھ سے محبت کر کے محبت کی توہین کی ہے تو، تمہیں میری بات سمجھ آئے نا، تمہیں یاد ہے تو صرف مجھے سزا دینا صرف یہ کہ تمہیں بدلہ لینا ہے۔۔۔

اگر ان سب کو دماغ سے نکال کر دیکھو تو شاید تمہیں سمجھ آئے کہ کوئی خبیث اس سب کا ازالہ کرنا چاہتا ہے" آخر میں وہ دانت پیس کر بولا تو بخت کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے انداز پہ ہنسی آئی۔

"یہ سب اس خبیث کو پہلے سوچنا چاہیے تھا" وہ اس خبیث پہ زور دیتی بولی۔ اور واپس ڈریسر سے برش اٹھا کر بالوں میں چلانے لگی۔

"جو بھاگتے بھاگتے تھک جائیں"
"وہ سائے رک بھی سکتے ہیں"
"چلو توڑو قسم اقرار کرو"
"ہم دونوں جھک بھی سکتے ہیں"

اظہر نے اس کی کلائی تھام کر اپنے سامنے کیا۔ بخت اس کی آنکھوں میں دیکھتے ایک پل کے لیے گڑبڑائی پھر اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑانے کی سعی کی۔

"اب لیٹ نہیں ہو رہے۔۔۔ یا مینیجر نے آکر نکالا تو ہی نکلنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟" وہ اس کا دھیان بٹانے کو بولی۔

"تم نے مجھے بہت ہلکا لے رکھا ہے مائی کیڑی لوگوں میں بڑی پہچان ہے میری" اس نے

جتایا۔

"میرا ہاتھ تو چھوڑ دیں" انجانے میں ہی سہی مگر بخت کے منہ سے احتراماً نکلے لفظ پہ اظہر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"ایک شرط پہ۔۔۔۔!"

"کیا۔۔۔؟"

"تم کبھی نہیں چھوڑو گی" وہ لو دیتی نظروں سے دیکھ کر بولا تو بخت نے دھیرے سے سر جھکایا۔

"اور کوئی آپشن ہے میرے پاس اب۔۔۔؟" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"ایک دن یہی بات تم بہت فخر سے کہوں گی آئی پرامس یو" اظہر نے اٹل لہجے میں کہتے اس کی پیشانی پہ بوسہ دے کر اپنی پیشانی اس سے ٹکرائی۔ بخت پہلے تو حیران ہوئی اس کی حرکت پہ، پھر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھ اپنے بیگ کی طرف آئی جو پہلے ہی پیک پڑا تھا۔

"یہ۔۔۔؟"

"آپ کے فرمانبردار شوہر نے پیک کر دیا ہے۔۔۔۔ اب چلو بھوک لگ رہی ہے مجھے ناشتہ کر کے نکلتے ہیں" وہ ایک آخری بھرپور نظر کرے اور باتھروم میں دوڑا تا بیگ تھام گیا۔

"کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔؟" بخت نے الجھ کر پوچھا۔
"کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں کچھ رہ نہ جائے" وہ مسکرا کر بولا۔
"چلیں۔۔۔؟" وہ اس کے سامنے ہاتھ بڑھا کر بولا تو بخت نے کچھ پل اس کی ہتھیلی دیکھی پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔

****

"ہر منظر میں تیرا چہرہ ابھرنے لگتا ہے"
"پھر ہر منظر پہ میری نظر ٹھہر جاتی ہے"

عکاشہ کی نظر جوں ہی پھولوں کے زینے پہ چلتی بالی پہ پڑی وہ ٹک ٹکی باندھے اسے دیکھے چلا گیا۔
"کیا تم بھی شہرام سے محبت کرتی ہو۔۔۔؟" کل رات انوشہ کا پوچھا گیا سوال اچانک ہی اس کے ذہن میں ابھرا۔
وہ اسے حق مہر دینے کی غرض سے گیا تھا مگر ان کی باتوں کی آواز پہ وہ نجانے کیوں تجسس کے ہاتھوں دروازے پہ ہی رک گیا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

بالی اپنا لہنگا سنبھالتی ریان فاطر کے ساتھ سرخ چنری کے نیچے خراماں چلتی اس تک آئی۔ اچانک تمام روشنی گل ہوئی تو بالی گھبرا کر آس پاس دیکھنے لگی۔ پھر اپنے قریب کسی کی بھاری سانسوں کی آواز پہ گھبرا کر پیچھے ہٹی تو کسی بھاری ہاتھ نے مضبوطی سے اس کی کلائی تھامی، ابھی کچھ بولتی کہ سپاٹ لائٹ آن ہوئی جہاں ایک طرف عکاشہ کو اپنے سامنے پا کر سکون کی لہر اس کی سر و پے میں اتری اگلے لمحے تالیوں ہوٹنگ کی گونج پہ شرمندہ سی ہو کر سر جھکا کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ گئی۔

عکاشہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ برائیڈ صوفہ تک لایا۔ ایک دو تصاویر کے بعد دادو کے ساتھ اور باقی فیملی فوٹو لی گئی۔ اس کے بعد کھانے کا دور چلا اور دو تین گھنٹے گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

جہاں آج دیکھنے والے بالی کے حسن خیز روپ سے حسد اور رشک کے مرتکب ہوئے تھے وہیں عکاشہ مغرور شہزادہ بنا محفل کی شان میں اضافے کا باعث بنا ہوا تھا وہ دونوں ہر طرح سے ایک دوسرے کے لیے ہی بنے لگ رہے تھے ہر دیکھنے والے کی نظر میں مکمل حسین چاند سورج کی جوڑی۔

حرا کی نظریں بار بار حیدر کی جانب ہی اٹھ رہی تھیں جو متعدد بار بالی کو ہی دیکھ رہا تھا پھر حرا نے اسے سٹیج کی طرف جاتے دیکھا۔

"ہیئے کزن۔۔۔!" حیدر بیٹھے بیٹھے ہی عکاشہ سے گلے ملا۔

"بہت بہت مبارک شادی کی تم دونوں کو" وہ بالی کی طرف متوجہ ہوا۔

عکاشہ کو نجانے کیوں حیدر کا بالی کو دیکھنا برا لگا اس قدر برا کہ وہ بالی کو اس کی نظروں سے اوجھل کر دینا چاہتا تھا۔ حیدر نے دوبارہ عکاشہ کو دیکھا جو سرد تاثرات لیے اسے دیکھ رہا تھا ایک پل کے لیے حیدر کو اس سے خوف محسوس ہوا اگلے پل عکاشہ نے نظروں کا زاویہ بدلا۔

"یہ تمہارے لیے چھوٹا سا گفٹ" وہ بالی کو رنگین ڈبہ تھما گیا پھر دوسرا سیاہ ڈبہ عکاشہ کے سامنے کیا۔

"اٹس فار یو برو" وہ ہر لحاظ سے خوش اخلاقی اور محبت کا اظہار کر رہا تھا مگر عکاشہ کو اب لگا جیسے وہ اس کے دل سے اتر گیا ہو۔ ڈبہ تھام کر وہ سر کو خم دے کر ایک طرف رکھ گیا جبکہ بالی یوں ہی گفٹ تھامے بیٹھی تھی۔

"مجھے دے دو یہ بھاری ہے تھک جاؤ گی"

"میں گھر جا کر آپ سے واپس لوں گی دھیان سے رکھیے گا" اس کی گھر جانے کی بات پہ جہاں عکاشہ سرشار ہوا وہیں اس کی مکمل بات سمجھتے برا سا منہ بناتے گفٹ ایک طرف رکھے ڈبوں پہ رکھ گیا نظر دوبارہ بالی کی جانب اٹھی تو وہ سر ٹیڑھا کیے ڈبے کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"بہت امپورٹینٹ ہے کیا۔۔۔؟" عکاشہ سے جیسے مزید برداشت نہیں ہوا تھا۔

"ظاہر سی بات ہے گفٹس امپورٹینٹ ہی ہوتے ہیں" وہ دھیمی سی آواز میں بولی۔

"اماں جان اب اجازت دیں"

"ہاں۔۔۔ امانت ہے تمہاری لے جاؤ مگر ایک بات میں بتائے دے رہی ہوں میری بالی کو اگر کوئی پریشانی ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا" وہ انگلی اٹھا کر انہیں خبردار کر گئیں۔

"آپ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائیں میرا عکاشہ اپنی ذمہ داریوں کو بہت اچھے سے سمجھتا ہے اور بالی تو پھر اس کی محبوب بیوی ہو گی" اماں جان کو ان کے لفظوں سے کافی تسلی ہوئی۔

****

گاڑی زرتاج ویلا کے داخلی دروازے کے سامنے رکی عکاشہ فرنٹ سیٹ سے اتر کر اس کے سامنے آیا دروازے کھولا تو بالی ایکدم باہر کو گری۔

بالی جو اس محل کی شان و شوکت کو حجاب میں سے آنکھیں پھیلا کر دیکھ رہی تھی بے دھیانی میں سارا وزن دروازے پہ ڈالے بیٹھی تھی جو دروازہ کھلتے ہی باہر گرتی مگر بروقت سنبھل بھی گئی۔ عکاشہ کا ہاتھ لگتے ہی وہ فوراً سے پہلے سیدھی ہوئی اور اپنا لہنگا سنبھالتی گاڑی سے نکلی۔ زرتاج بیگم بھی مسکرا کر اس کی طرف آئیں۔

"ماشاءاللہ" وہ اس کا سامنے سے دوپٹہ درست کرتی پیچھے ہٹیں۔ صدقہ کے پیسے اس پہ سے وار کر ساتھ کھڑی نور جان کو دیے۔

پھر انہیں اندر آنے کا اشارہ کرتیں دہلیز پہ مٹی کے چھوٹے سے کوزے میں سے تیل کی دھار گرائی۔

"دھیان سے" زرتاج بیگم نے انہیں دیکھ کر احتیاطاً کہا۔

"تم لوگ روم میں جاؤ میں بالی کے لیے کھانا بھیجتی ہوں اماں جان بتا رہی تھیں اس نے کھانا نہیں کھایا" وہ بالی کا گال تھپتھپا کر نور جان کو اشارہ کرتیں آگے بڑھ گئیں۔

عکاشہ جو اس سے دو چار قدم آگے کھڑا تھا پلٹ کر اس کا ہاتھ تھام کر پھولوں کی بنے زینے پر چلنے لگا۔ پورا گھر وائیٹ اور آف وہائٹ کے امتزاج سے پینٹ شدہ تھا۔ لاؤنج میں دیواروں کے ساتھ پڑے کنسولز کو پھولوں سے سجایا گیا تھا گھر کی ہر سجی چیز اس کے خاصم خاص استقبال کی گواہ تھی۔

وہ ہر طرف نظریں گھماتی اس کے پیچھے چلتے کمرے کے دروازے تک آئی۔ عکاشہ نے جوں ہی کمرے کا دروازہ کھولا ٹھنڈی میٹھی سی دل کو چھو لینے والی خوشبو نے بالی کی توجہ اپنی طرف مبذول کی۔ باقی گھر کی نسبت کمرے کو سجانے کے لئے گلاب کے ساتھ ساتھ ٹیولپ کا استعمال کیا تھا ڈریسنگ مرر کو مختلف رنگ کی چھوٹی چھوٹی تتلیوں جیسے قمقموں سے سجایا گیا تھا بیڈ کراؤن کے دونوں طرف خوبصورت بڑے بڑے کینڈل سٹینڈ

میں جلتی کینڈلز کمرے میں فسوں خیز ماحول پیدا کر رہی تھیں۔ عکاشہ خود بھی چاروں طرف دیکھ کر حیران ہوا اتنا پرتپاک استقبال تو۔۔۔

بالی اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی اپنا ہاتھ نکال کر سامنے میز پہ پڑی کتابوں کی طرف آئی۔ عکاشہ اس کے ہاتھ کا لمس چھوٹتے ہی چونک کر مڑا پھر اسے بے آواز چلتے دیکھ مسکرایا اور اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ حیرت میں بدلی۔

بالی کتابیں دیکھ مسکرائی پھر واپس انہیں میز پہ رکھتے دونوں ہاتھوں سے لہنگا صحیح کیا اور پھر دوپٹہ پھر کرتی اور نیکلیس۔۔۔

اسے خود میں مصروف دیکھ عکاشہ نے گلہ کھنکھارا۔

"تم ریلیکس ہو جاؤ میں بھی تب تک فریش ہو آتا ہوں" عکاشہ کی آواز پہ اس کی بیٹ مس ہوئی پھر یوں ہی کھڑے کھڑے سر ہلایا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پہ وہ سکون کا سانس لے کر آہستہ سے صوفے پہ ٹیک لگا کر بیٹھی کمر تھی کہ تختہ ہو چکی تھی پھر کشن کمر کے پیچھے رکھا اور حجاب اٹھا کر آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے سر ٹکایا۔

پھر دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ سیدھی ہوئی۔ حنا اور فرہاد آنکھیں کھولے اسے دیکھے گئے۔

"شی از سمائیلنگ" فرہاد حنا کے کان میں گھسا۔

"شی از بیوٹیفل" حنا نے بھی سرگوشی کی۔ آنکھوں کے کونے سے البتہ نظریں اسی کی

جانب تھیں۔

بالی نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اس کی طرف آئے۔

"السلام علیکم۔۔۔!" بالی نے حنا کے سامنے ہاتھ کیا تو حنا نے اپنا ننھا سا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملایا۔

"ہیے لٹل بوائے" بالی نے ہولے سے دو انگلیوں کی پشت سے اس کی گال کھینچی۔

"آپ ہماری سٹیپ مدر ہیں۔۔۔؟" حنا نے پر سوچ انداز میں پوچھا۔

"اممم یوکین سے بٹ مجھے اچھا لگے گا اگر آپ مجھے آنی کہو گے تو۔۔۔کیا نام ہے آپ کا۔۔۔؟"

"میں حنا"

"اور آپ۔۔۔؟"

"میرا نام فرہاد ہے"

"واہ نام تو بہت پیارے ہیں آپ کے۔۔۔بڑا کون ہے آپ میں سے۔۔۔؟"

"میں۔۔۔! پورا ایک منٹ" فرہاد نے گردن اکڑا کر کہا۔

"آپ لوگ ٹوئنز ہو۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"یس یس" انہوں نے ایک ساتھ گردن اثبات میں ہلا کر کہا۔

"واااؤ۔۔۔ امیزنگ" وہ واقعی حیران کن خوش ہوئی۔

"آپ اب ہمارے ساتھ رہیں گی۔۔۔ آپ بابا کی دلہن ہیں۔۔۔؟"

اب کے بالی کے چہرے پہ دکھ کی پرچھائی آئی۔

"یہ کیا کیا میں نے۔۔۔۔ میں ان کی سوتیلی ماں ہوں ابھی تو ان کی ماں بھی۔۔۔۔ یا اللہ"

"آپ کا نام کیا ہے۔۔۔؟" فرہاد نے حنا کو کہنی مار کر گھورا پھر بالی سے پوچھا۔

"بالی۔۔۔۔!"

"بالی۔۔۔؟ یہ کیسا نام ہے۔۔۔؟" وہ دونوں حیران ہوئے۔

"ہاہاہ یہ میری دادو نے رکھا ہے پہلے مجھے بھی عجیب لگتا تھا لیکن اب عادت گئی ہے" وہ کندھے اچکا گئی۔

"یہ آپ کے اوریجنل بال ہیں۔۔۔؟" حنا اس کے کرل سنہری بالوں کو دیکھ کر دلچسپی سے بولی۔

"ہاں جی ہنڈرڈ پرسنٹ اوریجنل" اس نے پلکیں جھپکائیں۔

"میرے بھی اسی شیڈ میں ہیں۔۔۔ ہیں نا فرہاد۔۔۔؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"ہاں نا لیکن میرے زیادہ لمبے ہیں" وہ شرارت سے بولی جس پہ حنا کا منہ لٹکا۔

"لیکن میری ہائٹ بھی تو لمبی ہے نااااں" وہ سر سرہلا کر بولی تو حنا اس کے انداز پہ

کھلکھلائی۔

"آپ کے بھی بہت پیارے ہیں اور آپ کو ایک بات بتاؤں سونے سے پہلے اگر پانچ دس منٹ بالوں میں برش کریں تو بالوں کی گروتھ بہت اچھی ہوتی ہے" وہ اپنے بالوں میں انگلیاں چلا کر بولی۔

"سچ میں۔۔۔؟" حنا نے تجسس سے پوچھا۔

"یس" وہ آنکھیں جھپک کر بولی جیسے اسے یقین دلا رہی ہو۔

"اوففف گرلز گوسپس" فرہاد نے منہ بنایا تو بالی کو ہنسی آئی اس کی ادا پہ وہ بالکل عکاشہ کی کاپی تھا اور حنا۔۔۔؟ بالی نے بھرپور نظر اس پہ ڈالی۔ معصوم سے تیکھے دل کو بھانے والے نقوش شاید وہ اپنی ماں جیسی ہو۔

"آپ لوگوں کی مام۔۔۔۔" ابھی وہ کچھ بولتی کہ زرتاج بیگم کی آواز آئی۔

"ارے تم لوگ جاگ گئے ہو۔۔۔؟ نور جان تو بتا رہی تھیں سو گئے ہو"

"وہ ہم ان سے ملنے آئے تھے" حنا فرہاد یک آواز بولے۔

"اچھا جی مل لیا نئی ماما سے۔۔۔؟"

زرتاج بیگم کھانے کی ٹرے اس کے سامنے میز پہ رکھتے بولیں۔

"حنا فرہاد آپ لوگ ابھی تک جاگ رہے ہیں اٹس 11:30 pm" عکاشہ کی تیز آواز پہ وہ اس کی طرف مڑے۔

"جی بابا جان ہم جا رہے ہیں" وہ سر جھکا کر کہتے کمرے سے نکل گئے۔ بالی کو اس کا اس قدر رعب ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"آپ چھوڑ دیں پھپھو میں کر لوں گی" انہیں لوازمات نکالتے دیکھ وہ جھجک کر بولی۔

"یوں تو ہر چیز موجود ہے یہاں پھر بھی کچھ چاہیے ہو تو بتانا ہاں" وہ اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر بولیں تو وہ مسکرا سر ہلا گئی۔ زرتاج بیگم نے اس کے سر پہ بوسہ دیا اور عکاشہ کو دیکھا جو سینے پہ بازو لپیٹے ان کی محبتیں دیکھ رہا تھا۔

"خیال رکھنا میری بیٹی کا" وہ مسکاتی سمجھانے والی نظر اس پہ ڈال کر دروازے کے جانب بڑھیں۔

زرتاج بیگم اسے بتا چکی تھیں کہ بالی اس کی شادی یا بچوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی (دادو کے مطابق)۔ عکاشہ جو مہندی کی رات ہی اسے یہ حقیقت بتانے جا رہا تھا اب عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا مگر اس کا بچوں کے ساتھ بے تکلفانہ انداز گفتگو اسے واشروم کے بند دروازے سے بھی بخوبی سنائی دیا تھا جس سے کچھ تسلی ہوئی تھی اور دوسرا بالی کا کانفیڈینس اسے مزید تسلی بخش رہا تھا کہ وہ آسانی سے اس سے بات کر کہ مسلہ سلجھا لے گا۔

"بس اب ہم تو سوتیلے ہو گئے ہیں" اس نے سرد آہ خارج کر کے زرتاج بیگم کو سنانے کی خاطر کہا اور بالی کے ساتھ آ بیٹھا۔

Urdu Novels Ghar

"کھاؤ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے" اسے یوں ہی کھانے کو بے تاثر نگاہوں سے دیکھتے بولا۔

"ہوں۔۔۔مجھے بھوک نہیں" وہ آرام سے بولی۔

"تو کھانا کیوں منگوایا۔۔۔؟"

"مجھے منع کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ یوں تکلیف نہ دیتی پھپھو کو" وہ متوازن لہجے میں بولی اور انگوٹھے کے ناخن پہ لگی نیل پینٹ کو کھرچنے لگی۔

"اوہ۔۔۔چلو اب آگیا ہے تو کھا لو تھوڑا سا" وہ سالن کی پلیٹ سامنے کرتا رومال سے چپاتی نکالنے لگا۔

"ایکچوئلی بھوک مجھے بھی لگی ہے" وہ نوالہ بنا کر اس کے سامنے کر گیا جس پہ بالی بوکھلائی۔

"نہیں مجھے نہیں پسند" وہ فوراً کھڑی ہوئی مبادا کہیں زبردستی منہ میں نہ ڈال دے۔ عکاشہ اچانک اسے نروس ہوتے دیکھ محظوظ ہوا کیونکہ اس کا اس قدر پر سکون انداز نجانے کیوں اسے زیادہ پسند نہیں آیا تھا یا شاید وہ اس سے اتنے اعتماد کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ پھر نوالہ خود کھایا۔

"کھا لو ورنہ صبح شکایت کروگی اپنی پھپھو سے کہ میں نے کھانا نہیں کھانے دیا" وہ "اپنی پھپھو" پہ زور دے کر بولا۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی، ہاتھ میں پہنے گجرے اتارے پھر مانگ ٹیکا، عکاشہ جو ابھی اسے صحیح سے دیکھ بھی نہیں پایا تھا اس پہ نظر پڑتے فوراً اٹھ کر اس کی

طرف آیا۔

"ڈونٹ ڈو دس" عکاشہ نے اس کی کہنی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"واٹ نان سینس" وہ اس اچانک افتاد پہ غصے سے دھاڑی۔

"ششش" عکاشہ بھی اسی کے انداز میں دھاڑا۔

"آئیندہ اس ٹون میں بات نہ کرنا مجھ سے" وہ اس کی سرخ آنکھوں میں اپنی مخمور سنہری آنکھیں ڈال کر بولا جس پہ بالی نے حلق تر کرتے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

ایک پل کے لیے اسے وہ سفیر ہی لگا تھا وہی سفیر جو ذینب کی کسی فریاد پہ دھتکار کر یوں ہی دھاڑتا، رعب جماتا۔ غصے سے اس کا چہرہ دہکنے لگا تھا مگر وہ یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھے گئی جیسے اس سے ہارنا نہیں چاہتی تھی اسے ذینب نہیں بننا تھا۔

دونوں کی سانس غصے کی شدت سے پھول چکی تھی۔ پھر وہ خود کو نارمل کرنے کے لیے آنکھیں موند کر لمبے سانس لینے لگا۔ اپنے رویے کو سمجھتے وہ شرمندہ ہوا اس قدر غصیلا تو نہیں تھا وہ تو پھر یہ سب کیا تھا جو ابھی ہوا۔۔۔۔

"کھانا کھا لو" وہ کافی نرمی سے بولا مگر بالی نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں تمہیں آج کے دن یہ آنسو بہانے کی اجاذت نہیں دوں گا" وہ مکمل اس کی طرف مڑا جس پہ بالی نے بے ساختہ دو قدم پیچھے لیے۔

"اور آپ کو کیوں لگتا ہے میں آپ کی اجازت کی محتاج ہوں۔۔۔؟" وہ دونوں پہلے ہی قدم پر اپنے اپنے عہد کو بھلا گئے تھے۔

(کبھی بھی شوہر کے سامنے بے ادبی نہ کرنا اپنی آواز اس کی آواز سے بلند نہ ہونے دینا میں جانتی ہوں میری بچی بہت صبر والی ہے مگر بعض حقیقتوں سے جب پردہ اٹھے تو انہیں برداشت کرنے کے لیے پہاڑوں جیسا حوصلہ چاہیے ہوتا ہے وعدہ کرو میری تربیت کا مان رکھو گی میری باتوں پہ عمل کرو گی) رخصتی سے پہلے دادو نے اسے اپنے ساتھ لگائے وعدہ لیا تھا جس پہ وہ اثبات میں سر ہلا کر ان سے وعدہ کر گئی۔

(آئی پرامس یو جو تکلیف تمہیں میری حقیقت جاننے کے بعد ہو گی ساری چن لوں گا کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا تم میرے ساتھ پہ رشک کرو آئی پرامس یو) وہ انوشہ اور بالی کی شہرام کے موضوع پہ بحث سن کر خود سے وعدہ کرتا وہاں سے نکلا تھا۔

مگر اس پل وہ نجانے کیوں اسے تنزیلہ لگی تھی، اس جیسی ہی بولڈ، نڈر، ضدی، خود سر۔۔۔۔، اچانک سر میں ایک ٹیس سی اٹھی وہ گنگ سا اس کی آنسوؤں سے لبا لب بھری آنکھوں کو دیکھتا تو کبھی اس کے تنے نقوش کو جنہیں برہمی مزید حسین بنا گئی تھی۔ کچھ پل لفظ ڈھونڈتا رہا اب کیا کہے؟ پھر سر نفی میں جھٹک کر کمرے سے نکل آیا۔

****

"باباااا السلام علیکم۔۔۔! بابا" وہ بے دلی سے لاؤنج میں داخل ہوئی تو انہیں صوفے پہ دیکھ خوشی سے بھاگی۔

"دھیان سے انو" عشبہ نے اسے ہیلز کے ساتھ بھاگتے دیکھ ٹوکا وہ جانتی تھیں انوشہ کو ہیلز پہننے کی عادت نہیں تھی۔

"واٹ آ سرپرائز بابا۔۔۔ لو یو سو مچ۔۔۔۔۔ بہت بہت بہت مس کیا میں نے آپ کو سیریئسلی" آخر میں وہ روہانسی ہوئی۔

"تبھی میرے بنا شادیاں اٹینڈ کی جا رہی ہیں" وہ عشبہ سے ہاتھ ملا کر شکوہ کناں نظروں سے دیکھ کر بولے۔

"ہاہاہاہ نہیں بابا وہ تو آپ نے نیکسٹ ویک اینڈ پہ آنے کا بولا تھا نا تو بس اس لیے ہم بے فکر تھے"

"ہاں جانتا ہوں میرا بچہ" وہ اس کے سر پہ بوسہ دے کر بولے۔

"آپ کے لیے کافی بناؤں۔۔۔؟" وہ پرجوش ہوئی۔

"نہیں پہلے ڈنر کرتے ہیں پھر کافی"

"اوکے میں ڈنر لگواتی ہوں آپ لوگ باتیں کریں" وہ اپنا بیگ اٹھا کر کچن کی طرف گئی اور ملازمہ کو ہدایت کرتے خود اپنے کمرے میں گئی۔

Urdu Novels Ghar

"کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں" جہانگیر صاحب نے ان کا چہرہ بغور دیکھتے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔ نہیں تو بس تھک گئی ہوں" وہ مسکرائیں۔

"کم آن عشی میں جانتا ہوں کب تمہیں تھکن ہوتی ہے اور کب تم پریشان ہوتی ہو۔۔۔ اب بتاؤ مجھے کیا پریشانی ہے؟"

"کچھ نہیں جہانگیر بس بالی کی اماں جان کی باتیں سوچ رہی تھی تو بس انو کو لے کر دکھی ہو رہی ہوں بڑی ہو گئی ہے اس کی شادی کر دیں گے تو ہمارا گھر بھی سونا ہو جائے گا"

"ہمم" وہ پر سوچ انداز میں سر ہلانے لگے۔

"اللہ اچھا کرے گا سب" وہ انہیں تسلی دینے کی خاطر بولے۔

"ان شاء اللہ۔۔۔۔ آپ یوں اچانک آ گئے بتایا ہی نہیں؟"

"ہاں سوچا تم لوگ واپس آؤ گے تو سرپرائز دوں گا"

"بہت اچھا لگا آپ کا یہ سرپرائز" وہ مسکرا کر انہیں دیکھنے لگیں تو وہ بھی مسکرا دیے۔

****

"اور کیا ہو گا بھلا سینے میں دل کا مصرف؟"

"بس۔۔۔! اسی لیے رکھا گیا کہ دکھایا جائے۔۔۔!"

وہ کچن میں آکر چائے بنانے کے لیے کیٹل میں پانی ڈالنے لگا۔
"نہیں وہ تانی جیسی نہیں ہے یہ سب صرف ایک۔۔۔۔ وہ لڑکی ہے اس کا ری ایکٹ کرنا بنتا تھا مجھے اتنا ہائیپر نہیں ہونا چاہیے تھا" وہ ماتھا مسل کر کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔
"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" زرتاج بیگم نے کچن میں آتے ہوئے بولیں۔
"چائے کی طلب ہو رہی تھی تو بس چائے بنانے آیا تھا آپ۔۔۔؟"
"میں بچوں کے پاس تھی۔۔۔ تم بالی کو اکیلے چھوڑ آئے۔۔۔۔ لاؤ میں بناتی ہوں"
"نہیں آپ جائیں ریسٹ کریں میں بنا لوں گا اور آپ کی بھتیجی کونسا جنگل بیابان میں چھوڑ آیا ہوں اکیلے۔۔۔" وہ منہ بسور کر بولا۔
"تم اتنا جیلس کیوں ہو رہے ہو اس سے؟" وہ معائنہ کرنے کے انداز میں آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھتے بولیں۔
"جب سے وہ آئی ہے آپ کو بس اسی کی فکر ہے میں تو سوتیلا ہو گیا ہوں" وہ بچوں کی طرح شکائیت کرنے لگا۔
"ہاہاہ میرا بچہ" وہ اس کا سر تھام کر اس کی پیشانی چوم گئیں۔

"تم میری اولاد ہو اور وہ میرے بھائی کی میری سہیلی کی اولاد ہے، وہ میرے لیے ماں سے بھائیوں سے دوبارہ جڑنے کا ذریعہ اور پھر تم سے جڑے رشتے کے بعد مجھے وہ اور بھی عزیز ہو گئی ہے بس میری دعا ہے تم دونوں خوش رہو۔۔۔ لیکن مجھے کیوں لگ رہا ہے جیسے تم کچھ پریشان ہو۔۔۔کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں بس آپ کی بھتیجی کافی غصیلی ہے مجھے ڈر لگ رہا ہے اس سے" وہ کافی غیر سنجیدگی سے بولا۔

"ہاہاہ بیسٹ آف لک" وہ ہنستے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

****

بالی خود کو پر سکون کرتی اپنی کنپٹی کو سہلانے لگی۔بیڈ پہ نظر ڈالی جس پہ جا بجا پھولوں کی تہہ بچھی تھی پھر نظر کاؤچ کی جانب اٹھی جس کے درمیان میں پھولوں سے دل بنا رکھا تھا وہ جس قدر ان سب چیزوں سے متاثر ہوئی تھی اب اسی قدر بے زاری سے دیکھ کر ڈریسنگ چیئر پہ بیٹھی۔ نہ اپنی حالت پہ رونا آرہا تھا نہ خوشی تھی عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔

"کیا سوچیں گے یہ بچے میرے بارے میں نے ان کی فیملی کو توڑ دیا اور ابھی تو ان کی ماں

سے ملاقات نہیں ہوئی۔۔۔ وہ کیا کرے گی کتنی نفرت کرے گی وہ مجھ سے اس کا شوہر چھین لیا میں نے۔۔۔ شاید اسی کے پاس گئے ہوں گے یہ۔۔۔۔۔۔ ایک پل انسان کی زندگی کو کتنا بدل دیتا ہے۔۔۔۔ میں نہیں جانتی اللہ یہ میرے کسی عمل کی سزا ہے یا آزمائش لیکن تو غفور الرحیم ہے مجھ پہ رحم کریں بہت کمزور اور بے بس ہوں۔۔۔۔۔ربی انی مغلوب فانتصر" وہ سر دونوں ہاتھوں میں سر گرا کر سوچتے سر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ گئی۔

کچھ دیر اپنے اندر سکون اتارنے کی کوشش کے بعد جب تھکن زیادہ محسوس ہونے لگی تو سرد آہ خارج کرتے وہ وارڈروب کی طرف آئی جس میں کافی کپڑے ہینگ کیے گئے تھے اس نے بیزاری سے ان بھاری بھرکم کپڑوں کو آگے پیچھے کیا تو دو استری شدہ سادہ کرتا پاجامہ تھے اس نے گولڈن براؤن سوٹ نکالا۔

"اوففف کبھی کسی کی شادی بھی نا ہو کتنا خوار ہونا پڑتا ہے" روہانسی ہو کر بڑبڑاتی دروازے کے پاس آئی۔

پھر دروازہ لاک کیا ابھی واشروم کے پاس پہنچی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔۔۔؟ مے بی عکاشہ ہی۔۔۔ لیکن۔۔۔" دوبارہ دروازے کی دستک پہ وہ جلدی سے لہنگا سنبھالتی دروازے پہ آئی۔

"کون۔۔۔؟" وہ دھیرے سے بولی کہیں کوئی سن نہ لے۔

باہر کھڑے عکاشہ کو اب کے صحیح معنوں میں تپ چڑھی تھی۔

"دروازہ کھولو" وہ دانت پیس کر بولا۔

(بونگی) وہ سوچ ہی سکا۔

بالی یک دم نروس ہوئی۔ آنکھیں میچ کر کھولیں اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہوئی۔

عکاشہ نے ایک بھرپور نظر اس پہ ڈالی۔

"تم چینج کرنے لگی تھی لاک کر کے۔۔۔؟"

اس نے جو اخذ کیا وہی کہہ دیا مگر اس دفعہ لہجہ کافی دوستانہ تھا۔ بالی خجل سی وہیں کھڑی رہی۔

"چائے۔۔۔!" عکاشہ نے ایک کپ اس کی طرف بڑھایا۔ تو وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

"لے لو تمہارے لیے ہی بنائی تھی"

"ایم سوری مجھے اس طرح سے ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ ایکچوئلی ایک دم سے میں" ایک ہاتھ میں کپڑے تو دوسرے میں وہ چائے کا کپ تھامتے ہوئے بولی۔

"اٹس اوکے مجھے بھی یوں شاؤٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔ سوری ٹو"

"اب کیا بیٹھ کے بات کر سکتے ہیں۔۔۔؟" اس نے مسکرا کر اسے دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی اس کے پوچھنے پہ سر ثبات میں ہلا گئی۔

وہ اسی جگہ واپس بیٹھی جہاں کچھ دیر پہلے بیٹھی تھی عکاشہ بھی اسی جگہ آیا مگر اس دفعہ

ایک گھٹنہ موڑ کر اس کی طرف رخ کیے بیٹھا بالی دونوں ہاتھوں میں کپ کو تھامے اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیا کہے گا کہ میری بیوی سے کمپرومائز کرنا یا میرے بچوں سے برا سلوک نہ کرنا۔۔۔یا پھر یہ کہ تم سے نکاح کرنا ایک حادثہ تھا اور۔۔۔۔" عکاشہ کی آواز پہ اس نے جبڑے دبا کر خود کو پرسکون کیا۔

"میں جانتا ہوں جو کچھ بھی ہوا سب اتنا سڈن اور ان اکسپیکٹڈ تھا کہ سبھی الجھ گئے تھے"

"ہمم۔۔۔آپ کی وائف کہاں ہے؟ مطلب وہ نظر نہیں آئیں" وہ ذرا سا سر ٹیڑھا کر کے بولی تو عکاشہ چونکا۔

"تو کیا یہ جانتی ہے۔۔۔؟" اس نے بے اختیار سوچا۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔۔؟"

"وہ۔۔۔شہرام نے بتایا" اس کے جوں اچانک پوچھنے پہ وہ گھبراہٹ میں بولی۔

"تم کانٹیکٹ میں ہو اس سے۔۔۔۔؟" اس کے ماتھے پہ واضح بل پڑے۔

"نہیں وہ خود آیا تھا۔۔۔دادو سے ملنے تب بات ہوئی تھی" اب کہ وہ پر سکون ہو کر بولی۔

"لیکن نانو نے بتایا تم نہیں جانتی"

"ہاں وہ نہیں جانتی مجھے علم ہے اس بات کا۔۔۔لیکن میں جانتی ہوں آپ آلرڈی میرڈ

ہیں اور فرہاد حنا کا بھی پتہ تھا مجھے" وہ اعتماد سے بولی۔

"ہمم تو۔۔۔؟ کیا تم اس سب کے بعد ایکسیپٹ کروگی اس رشتے کو؟"

"اس کے سوا کوئی دوسرا آپشن ہے میرے پاس۔۔۔؟" اس نے اب کے سر موڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تو تم مجبوری میں یہ سب کر رہی ہو۔۔۔؟" وہ دکھی ہوا۔ بالی نے کندھے اچکا کر گویا اقرار کیا۔

عکاشہ نے چند لمحے اس کو یوں ہی چائے کی چسکیاں لیتے دیکھا پھر سیدھا ہو کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"میں نے اس رشتے کو پورے دل سے ایکسیپٹ کیا تھا۔۔۔ اور۔۔۔۔ خود سے وعدہ بھی کیا ہے کہ پورے خلوصِ دل سے اس رشتے کو نبھاؤں گا" اس نے محسوس کیا اس کے ہاتھوں میں لرزش ہو رہی تھی ہاتھ ٹھنڈا ہونے لگا تھا البتہ ماتھے پہ پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔

"کیا تم ساتھ دوگی میرا؟" وہ خاموشی سے اپنا ہاتھ دیکھتی رہی۔

"پلیز۔۔۔ !" وہ ہاتھ پہ دباؤ دے کر التجا کرنے لگا۔

"کوشش کروں گی پوری" اس کا اقرار سنتے عکاشہ نے گرفت ڈھیلی کی جس پہ بالی فوراً اپنا ہاتھ نکال کر سختی سے کپ تھام گئی۔

"اب میں جاؤں۔۔۔؟"

"کہاں۔۔۔؟" وہ چونکا۔

"مطلب آپ کی بات ختم ہو گئی ہو تو میں یہ چینج کر لوں۔۔۔؟ مجھے اتنے بڑے بڑے کپڑے پہننے کی عادت نہیں سو۔۔۔" وہ بے ڈھنگے انداز میں بولی۔

"اوکے"

وہ جلدی سے کہ میز پہ رکھ کر بازو پہ رکھے سوٹ کو سنبھالتے واشروم گئی۔ دس پندرہ منٹ میں وہ بالکل عام سے حلیے میں باہر آئی۔ ایک ہاتھ میں تہہ شدہ لہنگا اور دوسرے میں ساری جیولری اٹھائے وہ ڈریسنگ ٹیبل پہ سارا سامان رکھتی دوبارہ واشروم گئی اور ڈھیر ساری بال پنیں اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ کر الماری کی طرف آئی اور ایک چادر نکالی اسے دوپٹے کی طرح اوڑھا اور واپس ڈریسر پہ آئی۔چادر کو کندھوں پہ اچھے سے پھیلا کر وہ تھوڑے تھوڑے بال لیتی انہیں برش کرنے لگی پھر چٹیا بنا کر ٹیبل پہ ادھر اُدھر ہاتھ مارا پھر کچھ یاد آنے پہ اپنے ہی ماتھے پہ چپت لگا گئی۔

عکاشہ اس کی ساری کاروائی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا یوں اسے خودی اپنا ماتھا پیٹتے دیکھ وہ آواز کے ساتھ ہنسا تو بالی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اب اس کے بالکل پیچھے آچکا تھا۔

"کیا چاہیئے۔۔۔؟"

"ربڑبینڈ یا کوئی ربن وغیرہ"

"اوہ تو یہ پنیں کام نہیں دے سکتیں"

"نہیں"

"پھر فائیدہ۔۔۔؟" وہ ایک پن اٹھا کر اسے دیکھتے بولا۔

"کوئی بات نہیں ان کو میں صبح بیچ دوں گی" وہ سنجیدگی سے بولتی کھسک کر لہنگا اٹھا کر الماری میں رکھنے لگی۔

"سیرئیلی۔۔۔؟"

"ہاں آں سچ میں یہ بکتی ہیں" اس نے جیسے ترپ کی بات بتائی۔

"یہ ساری کتنے کی ہوں گی۔۔۔؟" وہ تجسس سے بولا۔

"آل موسٹ دس بارہ روپے کی"

"واٹ۔۔۔؟ اتنے سے پیسوں کے لیے تم انہیں بیچو گی۔۔۔؟" وہ واقعی حیران ہوا۔

"نہیں صرف پیسوں کے لیے نہیں، میرے پاس رہیں گی تو ویسے ہی ویسٹ ہوں گی اور اس طرح یہ ریسائیکل ہو جائیں گی اور دوسری بات جو انہیں دس روپے میں لے گا وہ اٹھارہ بیس روپے کی بیچ بھی لے گا بھلے دا بھلا اور خیر دی خیر" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی جیسے واقعی بڑی مہارت کا کام کیا ہو۔

(مس سخاوت) اس کی ادا پہ عکاشہ ہولے سے ہنس دیا۔

پھر دھیرے سے الماری کی طرف آیا اور اس میں سے ایک ڈبہ اٹھا کر اس کی طرف آیا

جو اب پھر سے ڈریسر کے سامنے کھڑی تھی۔

"اٹس فاریو" اس نے ڈبہ بالی کی طرف بڑھایا۔

میرے لیے کیوں۔۔۔۔؟

منہ دکھائی اس نے سر ایک طرف کو ٹیڑھا کیا۔

بالی نے سمجھنے کے انداز میں ابرو اُٹھائے پھر ڈبہ تھام لیا۔

یہ صحیح ہے ویسے میرا انتظار بھی نہیں کیا اور منہ دکھائی بھی لے لی وہ دھیرے سے ہنس کر شکایت کر گیا۔

بالی کو ایک دم اپنی حرکت پہ شرمندگی ہوئی۔

"پھر تو میرا حق نہیں بنتا اس پہ" وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"کم آن اب ایسی بھی بات نہیں میں بس ایسے ہی بول رہا تھا" عکاشہ کو وہ واقعی معصوم لگی۔

"میری معصوم بچی" دادو کے کہے الفاظ یاد آنے پہ ایک میٹھی سی مسکان لبوں پہ آئی۔

"کھول کر نہیں دیکھو گی۔۔۔؟" عکاشہ کو جیسے انتظار تھا وہ اسے کھولے۔

"واؤووویہ آپ کو کہاں سے ملا۔۔۔؟" وہ خوشی سے اچھل کر اس کی جانب مڑی۔ جس پہ عکاشہ آواز سے ہنسا۔ اس نے پہلی مرتبہ اسے یوں ہنستے دیکھا اور سنا تھا اس کی ہنسی کی آواز اچھی لگی تھی۔ کانوں کو بھانے والی اکثر مردوں کی طرح اس کی ہنسی بھاری بے

ڈھنگی یا تیز نہیں تھی۔ بالی جو خوشگوار حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی پزل سی ہوئی۔

"تمہیں اچھا لگا۔۔۔؟"

"بہت زیادہ۔۔۔ آپ کو نہیں پتہ لائف میں فرسٹ ٹائم میں نے جیولری پسند کی اور وہ بھی کسی اور نے آلرڈی آرڈر کر لی تھی اور یہ سنگل پیس تھا۔۔۔ ایک منٹ۔۔۔۔ کہیں وہ۔۔۔" اس نے انگلی اٹھا کر جیسے تصدیق چاہی کہ یہ تم ہی تو نہیں تھے، جس پہ عکاشہ نے سر کو خم دیا۔

"اوہ۔۔۔ !" یک دم اس کا چہرہ بے تاثر ہوا جیسے یہ ساری خوشی ختم ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" عکاشہ نے اس کا اترا چہرہ دیکھا۔

"آپ نے یہ اپنی وائف کے لیے لیا ہو گا۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ سوچا تھا نکاح کے بعد تمہیں گفٹ کروں گا۔۔۔ اب ظاہر سی بات ہے اس سے پہلے تو تم نہیں لیتی" وہ حیران ہوئی تھی اس کی بات پہ۔ پھر جائزہ لینے والے انداز میں اسے دیکھا تو عکاشہ مسکرا کر کندھے اچکا گیا۔

ابھی وہ کسی سوال کے لیے منہ کھولتی کہ عکاشہ نے پھر سے کہنا شروع کیا۔

"اگر میں کہوں میں پچھلے دس سال سے تمہاری محبت میں گرفتار ہوں تو کیا تم یقین کرو گی۔۔۔۔؟"

بالی نے پہلے چونک کر اسے دیکھا پھر سر نفی میں ہلایا۔

"آپ ایسے کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔۔ آپ میرڈ ہیں اور آپ کی وائف"

"اوہ پلیز تم کیوں بار بار اسے درمیان میں گھسیٹ رہی ہو"

"درمیان میں تو میں آئی ہوں" وہ سر جھکا کر جیسے اپنا جرم قبول کر گئی۔

"تم۔۔۔! تمہیں کسی قسم کا ریگریٹ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سب یوں ہی قدرت نے لکھا تھا نہ تم کسی کے درمیان آئی ہو نہ کوئی تمہاری جگہ لے سکتا ہے سو ایزی ہو جاؤ" وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"لیکن انہیں برا لگ رہا ہو گا کہ آپ ان کی بجائے میرے ساتھ ہو اور یہ سب تو نیچرل سی بات ہے اگر میرے بعد اگر کوئی آپ کی لائف میں آئے اور آپ اسے ٹائم دو گے تو۔۔۔۔ بلکہ میں تو کبھی بھی اتنا ظرف نہیں رکھتی کے میں اپنا پارٹنر کسی اور کے ساتھ شئیر کروں"

"اسے فرق نہیں پڑتا" عکاشہ نے بے رحمی سے کہا تو بالی نے ناگواری سے اس کو دیکھا۔

"آپ کو کیا پتہ آپ کبھی کسی لڑکی کے جذبات کو نہیں سمجھ سکتے۔۔۔۔" وہ اب کہ ذرا اونچا بولی۔

"اچھا بس بہت بول لیا۔۔۔ کیا ہم اپنے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔۔۔؟"

"آپ کتنے بے حس ہیں"

"میں بے حس نہیں ہوں" اس نے کہہ کر اس کے ہاتھ چھوڑے اور بیڈ پہ جا بیٹھا۔

بالی غصے سے اسے دیکھ کر بے مقصد ڈریسنگ پہ پڑی چیزوں کو ترتیب دینے لگی۔ حالانکہ ٹانگیں درد سے بے حال تھیں۔

"یہاں آؤ" عکاشہ اس کے غصے پہ محظوظ ہوا نجانے کیوں وہ اسے غصہ کرتی اچھی لگتی تھی۔

"مجھے بھوک لگی ہے" انگلیاں چٹخانے لگی۔

"چلو جی اب۔۔۔مجھے کھانا وانا گرم کرنا نہیں آتا۔۔۔۔تب بول رہا تھا نا کھا لو" وہ بے بسی سے بولا۔

"کوئی بات نہیں میں ایسے ہی کھا لوں گی" وہ سکون سے بولی۔

"تمہیں کھانا بنانا آتا ہے۔۔۔؟" وہ فوراً بولا۔

"جی بس گزارے لائق" وہ ناک سکوڑ کر بولی۔

"اوہ یعنی کچن میں کام کر سکتی ہو"

"آ۔۔۔"

"آؤ میرے ساتھ اس طرح ٹھنڈا کھانا مت کھاؤ" وہ اٹھ کر کچھ برتن اٹھاتا اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا آگے بڑھا۔

"آپ کیا مجھ سے کچن کا کام کروائیں گے؟" وہ بھی کھانے کا ٹرے اٹھا کر اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"آپ کو شرم نہیں آئے گی ایک دن کی دلہن سے کچن میں کام کروائیں گے"

"نہیں ایک دن کی دلہن اگر میری بیوی ہے تو شرم نہیں آئے گی" وہ مسکرا کر بولا مگر بالی نہیں دیکھ سکتی تھی اس کی مسکراہٹ۔

"اگر آپ کی بیوی نے ہمیں ساتھ دیکھ لیا تو" باہر آتے ہی جو خدشہ اسے ٹھٹکا وہ فوراً دھیمی آواز میں بولی۔ عکاشہ خاموش رہا۔ بالی یہاں وہاں دیکھتے کچن میں آئی عکاشہ نے اسے دیکھا جو ابھی بھی مڑ مڑ کے پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"اب بتاؤ کیسے گرم کرو گی؟"

"اون کہاں ہے۔۔۔؟"

"اون۔۔۔؟"

"اوہو مائیکرو ویو نا وہ بھی تو اون ہی ہوتا ہے" وہ شیلف پہ پڑے مائیکرو ویو کو دیکھ کر سالن کی پلیٹ اور ایک چپاتی نکال کر اس میں رکھتی ٹائم سیٹ کر گئی۔ پھر چیئر پہ بیٹھ گئی عکاشہ نے اس کی پھرتی پہ ستائشی انداز میں ابرو اچکایا۔

"میں پھپھو کو بتاؤں گی آپ نے مجھ سے کام کروایا"

"وہ کیا بگاڑ لیں گی میرا؟" وہ سکون سے بولا تو بالی کا منہ کھلا۔

"دادو کو بتاؤں گی" اس نے سوچ کر دھمکایا۔

"اماں جان سب سنبھال لیں گی" وہ اسے زچ کرنے کو بولا۔

"آپ پھپھو کو اماں جان بولتے ہیں۔۔۔؟"

"ہاں"

"ہمم" بالی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ویسے رئیلٹی کتنی ڈفرنٹ ہوتی ہے۔۔۔۔ کبھی کسی دلہن کو منہ دکھائی منہ دھونے کے بعد ملی ہو گی یا اس کے شوہر نے یوں اسے کچن میں لا کر کھانا گرم کروایا ہو گا۔۔۔؟"

اسے بار بار کھانا گرم کروانے کا غم کھائے جا رہا تھا۔

"ویسے کافی ہڈ حرام ہو اپنے لیے کھانا کیا گرم کرنا پڑا اتنا شور مچا رہی ہو"

"توبہ۔۔۔!" وہ کھانا نکال کر واپس ٹیبل پہ آئی۔

"شاید میں کبھی بھی فلموں ڈراموں والے شوہر کی طرح نہیں ہو سکوں گا لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔۔ تم ہمیشہ مجھے مخلص اور اپنے قریب تر پاؤ گی" وہ لو دیتی نظریں اس پہ ٹکا کر بولا۔

"اور اگر آپ کی وائف نے بولا کہ آپ مجھے چھوڑ دیں تو۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی جیسے اس کی آنکھوں میں سے سچ تلاشنا چاہتی ہو۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا" عکاشہ چاہ کر بھی ابھی تک اس کی غلط فہمی دور نہیں کر پایا تھا کہ اس کی بیوی یہاں نہیں ہے یا شاید اس کے ساتھ زندگی کے پہلے ہی موڑ پہ وہ اپنا بھرم کھونا نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیوی اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔ وہ پوچھتی کیوں کیا وجہ تھی

تو کیا بتا پاتا وہ اسے سب۔۔۔؟ اس نے احتساب کیا تو تقویت محسوس نہیں کر پایا۔

"ہمم" وہ سر ہلا کر بولی جیسے یقین کر لیا ہو اس کی بات پہ۔

"ویسے تو میں نے اپنا مائنڈ سیٹ کیا ہوا تھا ان کا سامنہ کرنے کا ہر طرح سے، ہنگامے کے لیے لیکن یہاں آکر تو۔۔۔ اتنا اچھا استقبال۔۔۔۔ میں زینب ہاؤس چھوڑتے ہوئے تھوڑا سا دکھی ہوئی تھی (اس کے باوجود بھی کہ وہ پہلے بھی میرا نہیں تھا)" وہ ایک پل کو ٹھہر کر سوچنے لگی۔

"لیکن جب یہاں آئی اتنا پیارا گھر اتنی اچھی ڈیکو۔۔۔ میں نے سوچا چل بھئی بالی اب تیار ہو جا۔۔۔ لیکن ابھی تک تو کچھ ہوا ہی نہیں"

"ہو گا بھی نہیں" عکاشہ نے اطمینان سے کہا۔

"فرہاد سیم ٹو سیم آپ کی کاپی ہے میں تو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا" وہ مسکرایا اسے یوں مسلسل بولتا دیکھ۔ ورنہ تو کہاں وہ اس سے کھنچی رہتی تھی آج یوں اس کا بے تکلفی سے بات کرنا عکاشہ کو اچھا لگا تھا۔ وہ اب باقی کی چیزیں فریج میں رکھتے سینک کے پاس آئی، بازو فولڈ کیے۔

"یہ چھوڑ دو صبح ملازمہ دھو لے گی"

"نہیں دادو کہتی ہیں برتن رات میں یوں نہیں چھوڑ دیتے دھو کر رکھنے چاہئیں" اس نے نل چلایا۔

"اچھا تم چھوڑو" وہ پلیٹ اس کے ہاتھ سے لے کر سینک کے پاس آیا تو بالی بے ساختہ پیچھے ہٹی۔

"میں کر۔۔۔ لیتی" اسے خود برتن دھوتے دیکھ وہ شرمندہ سی ہوئی۔

"اٹس اوکے پلیٹ اور گلاس ہی تو ہیں اور ویسے بھی میں تمہاری طرح ہڈ حرام نہیں اتنا تو کر ہی سکتا ہوں اپنی بیوی کے لیے اینڈ ڈونٹ وری میں کسی سے شکایت نہیں کروں گا کہ میری بیوی نے مجھ سے برتن دھلوائے ہیں" وہ برتن سٹینڈ میں رکھتے ہاتھ دھونے لگا۔

"اب تو حساب برابر ہو گیا" وہ شرمندگی دور کرنے کو بولی۔ عکاشہ اب ہاتھ ٹاول سے خشک کر رہا تھا۔

"تم نے کھانا اپنے لیے گرم کیا تھا اور میں نے برتن تمہارے لیے دھوئے ہیں تو برابر کیسے ہوا حساب۔۔۔۔؟" وہ اس کے سامنے آیا۔

"ہاں تو میں نے تو کھانا آپ کے فورس کرنے پہ گرم کیا ورنہ تو میں ایسے بھی کھا رہی تھی لیکن برتن آپ نے اپنی مرضی سے دھوئے ہیں آپ شکایت کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔؟" مقابل ٹکر کی تھی وہ بس سوچ سکا۔

"مجھے امید ہے آئندہ بھی تمہاری زبان یوں ہی چلتی رہے گی" وہ محظوظ سا مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھنے لگی۔

"مطلب کل سمجھاؤں گا ابھی مجھے تمہیں کچھ ضروری بات بتانی ہے" وہ واپس کمرے کی

طرف آیا تو بالی بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

****

کمرے میں داخل ہوتے وہ بیگز ایک طرف رکھ کر جوتوں سمیت بیڈ پہ گرنے کے انداز میں لیٹا۔

"تھک گئے یار" وہ دہائی دینے کے سے انداز میں بولا۔

بخت نے ایک ناگوار نظر اس پہ ڈالی پھر سر جھٹک کر چادر ایک طرف رکھ کر دوپٹہ کندھوں پہ سیٹ کیا اور آئینے کے سامنے آکر ہاتھوں سے بالوں کو سنوارنے لگی۔

"وہ سنورتی ہے آئینے کو تکتے ہوئے"

"وہ سنور جائے تو آئینہ تکتا رہتا ہے"

اظہر نے کراؤن سے ٹیک لگاتے گھمبیر لہجے میں کافی لے میں شعر کہا تو بخت نے وہیں سے اس کی سرخ آنکھیں دیکھیں جو اسی پہ ٹکی ہوئی تھیں۔ یقیناً وہ اتنی لمبی ڈرائیونگ کے بعد تھک چکا تھا اور پھر اس کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔

"اتنے شعر کیسے یاد کر لیتے ہو مجھے تو اپنا سبق بڑی مشکل سے یاد ہوتا تھا" وہ اس کی طرف رخ پھیر کے وہیں ٹیبل سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی۔

"تمہیں یہ صرف شعر لگتے ہیں۔۔۔؟" وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آیا۔

"شعر۔۔۔ شعر ہی۔۔۔ لگیں گے نا" وہ حلق تر کرتے بولی۔ اظہر کی بوجھل آنکھیں اسے اپنے آر پار ہوتی محسوس ہونے لگیں۔

"یہی تو مسلہ ہے تمہارا تم سمجھتی ہی نہیں ہو کسی بات کو" اسے بے اختیار بالی یاد آئی وہ تو جیسے اس کی ہر رگ کو سمجھ رہی ہوتی تھی مگر اس کی محرم وہ کیوں اس کو سمجھ نہیں پا رہی۔

وہ اس کے کندھوں پہ بکھرے بال پیچھے ہٹاتا اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ گیا۔ بخت بالکل پتھر کی سی بن گئی۔ پھر اپنے کندھے پہ نمی محسوس کرتے اس میں حرکت آئی۔

"اا اظہر آپ تھک گئے ہوں گے اپنے بیڈ کے سوا نیند بھی تو نہیں آتی آپ سو جائیں جا کر۔۔۔ میں۔۔۔۔ کافی لاتی ہوں آپ کے لیے" وہ بس یہی بول پائی۔

اظہر نے کچھ پل بعد سر اٹھایا تو قہقہ لگاتے ہنسا۔

"کافی کیا سوتے سوتے میں پلاؤ گی مجھے ہاہاہاہ" وہ دوبارہ قہقہ لگا گیا۔ بخت خفت سے اسے دھکا دیتی اس کے سامنے سے نکلی۔

"کہاں جا رہی ہو ارے سنو تو بانے یار بات تو سنو" وہ ہنستے ہوئے اسے پکارنے لگا۔

بانے کہنے پہ بخت ایک جھٹکے سے رکی۔ آنکھیں حیرت سے پھٹیں۔ وہ مڑی اور اس کو اپنے بالکل سامنے پایا۔

"اتنا غصہ تمہاری صحت کے لیے ٹھیک نہیں مائی کیڑی" آج کتنے ہی دن بعد وہ یوں نارملی اس سے بات کر رہا تھا وہ اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی مگر پھر بھی پوچھ گئی۔

"کیا کہا تم نے ابھی۔۔۔؟"

"مائی کیڑی" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ذرا سا اس کی طرف جھک کر بولا مقصد صرف اسے غصہ دلانا تھا۔

"نہیں اس سے پہلے یو کال می بانے۔۔۔؟"

'ہاں" اب کے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کہاں سے سنا۔۔۔؟"

اظہر نے بے ساختہ انگلی سے سر کھجایا۔

"بس سنا تھا کسی سے تم بتاؤ کافی بنانے جا رہی ہو۔۔۔؟" اس نے بات گول کی۔

"ہاں" وہ کہہ کر دروازے کی طرف مڑی۔ جانتی تھی وہ بحث نہیں کرنے دے گا۔

"اوکے میں ویٹ کر رہا ہوں" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

****

رات کے آخری پہر قریباً ساڑھے چار بجے اس نے کروٹ بدلی تو وہ پریشانی سے اٹھ بیٹھا۔

"یہ کہاں گئی اس وقت۔۔۔؟" آنکھیں ملتا وہ واشروم پہ دستک دینے لگا۔

"مریم۔۔۔؟" اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔

"یہاں نہیں ہے تو کہاں گئی۔۔؟"

ساری سستی ایک پل میں ختم ہوئی۔پیروں میں چپل اڑستے وہ کمرے سے باہر نکلا۔

لاونج سے ہوتے کچن اور پھر داخلی دروازے پہ نظر گئی جو کھلا ہوا تھا۔

دروازے سے باہر نکلتے ہی بے ساختہ اس نے خود کو ڈھیل چھوڑا۔

"تھینک گاڈ۔۔۔۔!" سر نفی میں ہلاتا وہ دبے پیر چلتا اس کے اتارے جوتوں کے پاس جوتے اتار کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔

نرم ٹھنڈی گھاس نے اس کے پیر گدگدائے تو دھیمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔

بالی جو سر جھکائے دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی آگے چلتی جا رہی تھی ایک دم کسی کی موجودگی کے احساس سے پلٹی۔

"ہاہ۔۔۔!" وہ ہڑبڑا کر دل پہ ہاتھ رکھ گئی پھر آنکھیں موند کر کھولیں تو وہ دونوں ہاتھ

ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالے مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو اس وقت" وہ اس کے حجاب میں لپٹے چہرے پر جا بجا نظر ڈالتے پوچھنے لگا۔

"کک کچھ نہیں" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔؟" اس نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

بالی نے جھٹ سے نہ میں سر ہلایا۔

"پھر یوں یہاں"

"وہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی تو۔۔۔ بس"

"ہم اپنا روم چینج ہونے پہ ہوتا ہے مسلہ لیکن جب ہم اپنے گھر سیٹ ہو جائیں گے تو پھر ٹھیک ہو جائے گا ڈونٹ وری"

"اپنے گھر یہ اپنا گھر نہیں ہے کیا۔۔۔؟" بالی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ بھی اپنا گھر ہے لیکن اب ہم کراچی رہتے ہیں وہیں بزنس سیٹ کیا ہے کل ہم جا رہے ہیں اپنا آئی ڈی کارڈ دے دینا سیٹس بھی کنفرم کروانی ہیں" وہ بہت نرمی سے ساری بات اس کے گوش گوار کر گیا۔

بالی کا چہرہ ایک دم افسردہ ہوا۔

"کیا ہوا۔۔۔۔؟"

"اتنی دور۔۔۔؟"

"اتنی دور کہاں پونے دو گھنٹے کا سفر ہے بس" وہ سکون سے بولتا اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگا۔

بالی اپنا ہاتھ دیکھ کر دھیرے سے مسکرا دی۔

****

وہ پینسل کا کونہ منہ میں دبائے نجانے کس سوچ میں گم تھی کہ آفس کا دروازہ ہلکی سی چیں کے ساتھ کھلا۔ وہ بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہائے شیگی آؤ نا بیٹھو سنا ہے بڑی بڑی سیریں کر کے آرہے ہو" وہ ہنستے ہوئے اسے جیل جانے پہ طنز کر گئی۔

"بڑے بڑے سٹارز ایسے ٹورز پہ جاتے ہیں کافی پلاؤ گی۔۔۔؟" وہ ہاتھ جھلا کر بولا۔

"شیور۔۔۔!" اس نے ریسیور کریڈل سے اٹھا کر ایک پریس کیا اور کافی کا آرڈر دیا۔

"سنا ہے کرسٹی ٹریٹ دے رہی ہے تمہارے واپس آنے کی خوشی میں"

"ہاں تم بھی آنا مجھے اچھا لگے گا" وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے بولا جبکہ وہ جانتا تھا وہ وائن اور ہارڈ ڈرنک پارٹیز میں نہیں آئے گی۔

"کوشش کروں گی" اس نے سہولت سے ٹالا وہ سمجھ چکا تھا۔

"ویسے ہماری جوڑی لوگوں میں کافی ہٹ ہو چکی ہے"

"ہمم" وہ فائل پہ کچھ ضروری نکات سرکل کرنے لگی۔

"میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ ہم آفیشلی ہماری جوڑی کو اناؤنس کر دیں"

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ چونکی۔

"مطلب۔۔۔ وِل یو میری می۔۔۔؟" وہ زرا سا ٹیبل پہ اس کی جانب جھک کر بولا۔

Are you out of your mind.... You're non Muslim how could you"

"...think about it you

(دماغ صحیح ہے تمہارا تم غیر مسلم ہو تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو تم۔۔۔)۔ وہ بپھر کر کھڑی ہوئی۔

"ریلیکس۔۔ اتنا ہائپر ہونے کی ضرورت نہیں" اسے ٹوک کر وہ سکون سے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھا۔

"تمہارے شوہر نے شادی کر لی ہے تو تم کیوں موو آن نہیں کر لیتی۔۔۔؟" وہ ابھی بھی کافی پر سکون تھا۔

"تمہارا دماغ لگتا ہے ٹھکانے پہ نہیں ہے" وہ دانت پیس کر بولی۔

"مجھ پہ شاؤٹ کر کے تم اس حقیقت کو چھپا نہیں سکتی"

"شیگی۔۔۔۔ ! آؤٹ" وہ آنکھوں سے اسے باہر نکلنے کا اشارہ کرتے بولی۔ لیکن اندر آتے پی آن کو دیکھتے وک رخ موڑ کر کھڑی ہوئی۔

"کول ڈاؤن لیڈی۔۔۔ خدا کی دی نعمتوں کو یوں ضائع نہیں کرتے" وہ کافی کا کپ اٹھا کر بولا۔ دوسرا کپ اس نے تنزیلہ کے سامنے رکھا۔

"آئی سے گیٹ لاسٹ فرام ہئیر" وہ کافی کا مگ اس کے سینے پہ پھینک کر بولی۔

"آہہہہ" وہ بلبلا اٹھا۔

"یو ***" وہ گالیاں بکتا ٹشو سے اپنی اونی شرٹ صاف کرنے لگا۔

تنزیلہ کو نجانے کیوں اس کی اس حرکت پہ دکھ ہوا کچھ دیر پہلے اس کی محبت پاش نظریں آنکھوں کے سامنے آئیں۔ وہ سر نفی میں ہلاتی رو دینے کو تھی اپنا بیگ اٹھاتی وہ آفس سے نکلی۔

"آج کی ساری میٹنگز کینسل کرو" وہ اپنی سیکرٹری کو بولتے پارکنگ ایریا آئی جب کہنی سے اسے کھینچ کر وہ اپنے سامنے کرتے وہ چیخ اٹھا۔

"یہ جس جگہ اس طرح اکڑ کر چل دہی کو نا یہ مت بھولو سب میرا دیا ہے"

"الیگل پراپرٹی۔۔۔" ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ شیگی نے اس کی بات اچکی۔

"شٹ اپ یو * تمہیں کیا لگتا ہے تم یہ بول کر مجھے بلیک میل کرو گی۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرایا۔

"اقلیت ہو تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرا" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر نخوت سے بولی۔

"ہجوم میں راستہ بنا کر چلنا آتا ہے مجھے" وہ اسے دھکا کر بولا۔

"میں تو تم جیسی فیک عورت کو اچھی آفر کرنے آیا تھا مگر تم اس لائق ہی نہیں، صحیح کیا عکاشہ نے تمہارے ساتھ رشتہ ختم کر کے بھلا ایک مسلم مرد یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی بیوی کسی اور کے ساتھ۔۔۔" وہ حقارت سے بولا۔

"بکواس بند کرو اپنی" وہ دھاڑی۔

"اونہہ آئی بڑی مجھے بکواس بتانے والی، اپنے دامن میں بھی جھانک لو پہلے آئیندہ مجھے دھمکی دینے کا سوچنا بھی مت ورنہ وہ کروں گا کہ یہ جو شان سے چل رہی ہو زمین پہ چلنا دو بھر ہو جائے گا۔۔۔گاٹ اٹ" گلاسز آنکھوں پہ چڑھاتے وہ اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ پھر اس کے سامنے سے گاڑی دھول اڑاتی گزر گئی۔تنزیلہ کو لگا جیسے وہ مٹی اس کے منہ پہ ڈال گیا ہو۔

****

مکمل سنہری لہنگے میں وہ مختلف رنگ کے پتھروں کا بڑا سا نیکلس اور اس کے میچنگ ٹاپس ناک میں نتھ وہ اس کاسٹیوم میں کافی حد تک پٹھانی ہی لگ رہی تھی۔چہرے پہ

شرمگیں مسکراہٹ جو اس کے حسن کو دوبالا بنا رہی تھی۔

"ماشاءاللہ۔۔۔۔ میری بچھڑی" دادو اس کا سر تھام کر اس کے بالوں پہ بوسہ دے گئیں۔

"کھانا کھایا آپ نے۔۔۔ میڈیسن لے کے آئی ہیں ساتھ آپ جانتی ہیں نا آپ کی شوگر بی پی۔۔۔"

"ہاں ہاں بھئی جانتی ہوں میڈیسن لے کے آئی ہوں تم ٹھیک ہو" وہ اس کا چہرہ بغور دیکھتے بولیں۔

"جی۔۔۔۔!"

"ہائے بجو" ریان کی شرارتی آواز پہ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم یہاں بھی پہنچ گئے۔۔۔۔؟" وہ ہنس دی۔

"تو کیا آپ کو کیا لگتا ہے یہ castle آپ کے شوہر نامدار نے خرید لیا ہے؟" وہ بھی مسکرا کر حساب برابر کر گیا۔

"جی نہیں مجھے ایسی کوئی غلط فہمی لاحق نہیں ہوئی"

"دادو آپ میرے ساتھ چلیں گی نا پھپھو کے گھر۔۔۔؟"

"بہن میری اگر آپ کو یاد ہو تو ولیمے کے بعد دلہن اپنے میکے جاتی ہے نہ کہ دلہن اپنی دادی کو اپنے سسرال لے کر جاتی ہے"

"تم تو چپ کرو الو کے کان"

"اللہ اکبر" وہ دہائی دینے کے سے انداز میں بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے دیکھتے ہیں" اس کی پر امید نگاہوں پہ دادو نے اسے تسلی دی۔

"ویسے دادو بجو کچھ زیادہ ہی سمارٹ نہیں ہو گئی شادی کے فوراً بعد" وہ اس کے چہرے پہ نظریں گھما گھما کر دیکھتا بولا۔

"دادو۔۔۔! اسے چپ کروا لیں ورنہ میں نے جوتا اٹھا کر اس کے سر میں دے مارنا ہے" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"اچھا بس اب شروع ہو جاؤ دونوں"

"ایک تو تعریف بھی ہضم نہیں ہوتی لوگوں کو" وہ منہ کے زاویے ٹیڑھے کرتا ایک طرف کو چل دیا۔

کافی وقت باتوں میں گزرا جب وہ پوری شان سے چلتا اس کی طرف آیا۔ دادو کو دیکھتے مسکرا کر ان کے سامنے سر جھکا گیا تو وہ بھی مسکرا کر اس کے سر پہ بوسہ دے گئیں۔

"اللہ میرے بچوں کو دائمی خوشیاں عطا کرے"

"آمین" وہ بالی کو نظروں کے حصار میں لے کر بولا۔

"اور سفر کیسا رہا آپ کا۔۔۔؟"

"ٹھیک تھا اور تم بتاؤ یہ کیا سن رہی ہوں میں تم لوگ کل ہی کراچی جا رہے ہو ایسا کیسے

کر سکتے ہو تم؟ میری بچی کو اتنی دور لے جا نہیں سکتے تم"

"نانو آپ بھی چل رہی ہیں ہمارے ساتھ سو آپ کی اس ننھی منی بچی سے آپ کو دور نہیں رہنا پڑے گا"

"میں کیوں ساتھ چلوں گی ایسا نہیں ہوتا بیٹی کے گھر جا کے رہتے کیا اچھی لگوں گی میں"

"اوہ تو ابھی تک آپ مجھے معاف نہیں کر پائیں" وہ افسردہ شکل بنا کر بولا۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے"

"بس نانو پتہ چل گیا ہے مجھے آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہی نہیں ہے پنا۔۔۔؟"

"ارے ہٹو بھئی نقلی ایموشنل بلیک میل کرنے لگے تم تو" عکاشہ ان کی بات پہ سٹپٹایا۔

"یار آپ کی بیٹی پہ گیا ہوں ایکٹنگ نہیں آتی مجھے" وہ گویا اپنی چالاکی کا اعتراف کر گیا۔

"اچھا خیر اگر آپ واقعی مجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہیں تو بس اب میرے ساتھ چلیں گی"

"لیکن۔۔۔!"

"نو لیکن ویکن بس آپ چل رہی ہیں کیوں پارٹنر۔۔۔؟" وہ دو ٹوک بولا پھر بالی کے ساتھ آ بیٹھا وہ جو پہلے ہی دادو کے قریب تھی مزید دادو کی جانب کھسکی۔

"ہاں دادو چلیں نا" وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اچھا بھئی تمہارے باپ سے بات کرتی ہوں" بالی اب ان کے کان میں گھسی کچھ کہہ رہی تھی کہ فرہاد حنا اس کے پاس آئے۔ بالی نے حنا کے گال پہ بوسہ دیا اور فرہاد کے

بالوں کو بگاڑا۔ عکاشہ نے یہ منظر دلچسپی سے دیکھا وہ بچوں کے ساتھ کافی بے تکلف ہو گئی تھی۔ وہ جو ابھی اس سے کوئی شرارت کرنے کا سوچ رہا تھا سامنے سے آتی تنزیلہ پہ نظر پڑتے اس کا چہرہ سپاٹ ہوا۔

پھر اس کی نظر خود پہ پڑتے مغرور فاتحانہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی۔

"تم کس امید پہ ہو۔۔۔؟ تمہیں کیا لگتا ہے لڑکیاں تم پہ مرتی ہیں نو۔۔۔ نو وے مسٹر عکاشہ یہ تمہارے اس بزنس رینک پہ مرتی ہیں اور ایک اٹل حقیقت جانتے ہو کیا جب وہ تمہارے ساتھ ان بچوں کو دیکھیں گی جو میں چھوڑوں گی تمہارے پاس اس کے بعد کوئی تمہارے اس رینک کو بھی جوتی کی نوک پہ رکھے گا کجا کے ہاتھ تھام کر منزل تک چلنا"

بچوں کی کسٹڈی حاصل کر لینے کے بعد عکاشہ پارکنگ میں کھڑا اس کی نشتر سے زیادہ چبھتی باتیں خاموشی سے سنتا رہا تھا آج اسے اپنے سامنے پا کر اس کے زہر میں ڈوبے نشتر پھر سے دل کے کسی بڑے حصے کو زخمی کر گئے تھے۔ مگر آج روح نہیں جلی تھی۔ اس پہ تو گویا کسی نے ٹھنڈی مرہم کے پھاہے رکھ دیے تھے، پر سکون تھی یوں جیسے کوئی مراد پا لینے کے بعد کوئی ذی نفس پر سکون ہو جاتا ہے، جیسے اللہ کے حضور کوئی سجدہ قبولیت پا جائے تو میٹھی سی ٹھنڈک روح میں اتر جاتی ہے۔

"ہاں شاید یہ کوئی ایسے ہی مقبول سجدے کی جزا تھی کہ تم مجھے یوں مل گئی" وہ بالی کے چہرے کو دیکھتے سوچ رہا تھا جب وہ بالکل اس کے سامنے آنسوؤں سے بھرے نین

کٹورے لیے کھڑی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟" ابھی وہ کچھ بولتی کہ عکاشہ نے بالی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا جو اب فرہاد حنا کے ساتھ سیلفی لے رہی تھی۔

"لیٹ سی تم سے ملنے کون آیا ہے" وہ بلند آواز سے بولتا واپس اس کی جانب متوجہ ہوا۔ مقصد صرف بالی اور تنزیلہ کا سامنا کروانا تھا۔

بالی نے مسکرا کر اسے دیکھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس سے گلے ملتی یا کم از کم ہاتھ ملاتی مگر ایک تو بھاری بھر کم لہنگا اور دوسرا ہلکا ہلکا میوزک اور پھر وہ اس سے کافی فاصلے پر تھا۔

تنزیلہ نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر عکاشہ کے قریب آئی۔

"How could you do this...?"

وہ ٹوٹے لہجے میں بولی برسوں کی تھکن جیسے آج اس کے چہرے پہ رقم تھی۔

"لیکن کیسی تھکن۔۔۔؟ حرام کمانے میں صرف کی گئی توانائی کی تھکن۔۔۔؟" عکاشہ کے دل میں چبھن سی ہوئی۔

"یوں تو تم انوائٹڈ نہیں تھی لیکن خیر میں نے انویٹیشن چیک رکھا بھی نہیں تھا کیونکہ میں خود بھی شہر کے ہر بھکاری، یتیم بے سہارا کو اپنی خوشی میں شامل کر کے دعائیں سمیٹنا چاہتا ہوں تاکہ نظر بد سے محفوظ رہ سکوں" وہ اطمینان سے بولا۔

تنزیلہ کے چہرے پہ غصہ چھپ دکھانے لگا۔

بالی کو لگا جیسے اس نے یہ چہرہ پہلے بھی کہیں دیکھا ہے لیکن کہاں۔۔۔۔؟

"تم نے اچھا نہیں کیا میں تمہارے خلاف کیس کروں گی" وہ دکھ غصے کی شدت سے سرخ پڑتے چہرے سے بولی۔

"شیور" وہ کمال بے نیازی سے بولا۔

"کھانا کھا کر جانا" وہ مسکرا کر بولا۔ میوزک اور فاصلے پہ ہونے کی وجہ سے بالی ان کی باتیں سن نہیں پائی تھی البتہ اس لڑکی کے چہرے پہ لکھا دکھ اسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ تانی کا بس نہیں چل رہا تھا سامنے بیٹھی بالی کو نظروں سے بھسم کر ڈالتی۔ آخری جلتی نگاہ اس پہ ڈال کر وہ واپس لوٹ گئی۔

بالی نے سوالیہ نظروں سے عکاشہ کو دیکھا جس نے سر نفی میں ہلایا پھر جھک کر اس کے ماتھے پہ مہر ثبت کی۔

"انجوائے یور ڈے" بالی کو زلزلوں میں چھوڑتا وہ دوبارہ تقریب سے غائب ہو گیا۔ اب پیچھے وہ تھی اور اس کی طرف اٹھتی ہر شوخ نظر۔

****

"مے آئی ۔۔۔؟" ایک جانی پہچانی آواز پہ جہانگیر صاحب نے سر اٹھایا تو بے ساختہ مسکرا کر بولے۔

"یس یس کم ان ینگ مین"

"السلام علیکم سر۔۔۔!" وہ بھی مسکرا کے بولا۔

"وا علیکم السلام بیٹھو بیٹھو۔۔۔ کیا لو گے۔۔۔؟" جہانگیر صاحب نے خوش دلی سے کہا۔

"ون گلاس ایپل جوس" اب کے وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاہاہ صحیح ہو گیا جی" وہ ریسیور اٹھاتے بولے۔

"کیسے مزاج ہیں آپ کے۔۔۔؟" آرڈر کے بعد وہ اس کی جانب مڑے۔

"اللہ کا شکر آپ کی طبعیت کیسی رہتی ہے اب۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں۔۔۔ تم سناؤ ماں جی کی اور جاب کیسی جا رہی ہے۔۔۔؟"

"دونوں آج کل بالکل ٹھیک ہیں" وہ ہولے سے ہنسا۔ کمرے میں سفید شرٹ پہنے نفیس سا بوڑھا آدمی کافی اور جوس لیے داخل ہوا۔

"سر میں اپنا مدعا آپ کو بیان کر چکا ہوں اور۔۔۔ آج بھی آنے کا مقصد وہی گزارش ہے" وہ بوڑھے کے جانے کے بعد جوس کا گلاس ہاتھ میں پکڑ کر بولا۔

"ہمم میں سوچ رہا تھا اس بارے میں لیکن ابھی اپنی بیوی سے مشورہ نہیں کیا۔۔۔ تم

نہیں جانتے ان معاملات میں بیویوں کی رائے لینا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ اگر وہ برا مان جائیں تو ساری زندگی کے لیے وہی بات طعنہ بن جاتی ہے اور بھئی اب میں بڑھاپے میں اپنے پارٹنر کو ناراض کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا" وہ کافی مزاحیہ انداز میں بولے تو وہ ہنس دیا۔

"تو۔۔۔آہم۔۔۔کتنا اور انتظار مطلب۔۔۔" اسے لفظ ہی نہیں مل رہے تھے یا سمجھ نہیں پا رہا تھا اپنی بات کس طرح ان کے دل میں اتار دے۔

"میں سمجھ گیا۔۔۔تم اس سنڈے اپنی فیملی کے ساتھ گھر آجانا تب تک میں وائف سے مشورہ کر لوں گا" وہ شفیق سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی بات کو آسان کرتے گویا ہوئے۔

"تھینکیو سر۔۔۔لنچ بریک میں نکلا تھا آفس سے اب چلتا ہوں سنڈے کو ان شاءاللہ حاضر ہوں گا" وہ سعادت مندی سے بولا۔اس کے چہرے پہ پر امید مسرت تھی جو کوئی بھی صاحبِ فہم سمجھ سکتا تھا۔

"اللہ حافظ" وہ ان سے مصافحہ کرتے ان کے آفس سے نکلا۔اور وہ مسکرا کر اس کی پشت کو دیکھتے دوبارہ اپنے لیپ ٹاپ پہ مصروف ہو گئے۔

****

وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہاتھوں میں پہنے سونے کے کنگن اتار رہی تھی۔ کافی تگ و دو کے بعد بھی سیدھے ہاتھ کا کنگن اتر نہیں رہا تھا آخر روہانسی ہو کر یوں ہی کپڑے لیتی واشروم گئی۔ واپس آتے ہی دوبارہ اسے اتارنے کی کوشش کرنے لگی تبھی دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ پلٹی لگر دوبارہ اپنے ہاتھ سے کنگن اتارنے کی کوشش کرنے لگی جس وجہ سے ہاتھ اب سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ کیا۔۔۔۔؟ تم نے چینج بھی کر لیا۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولا۔ بالی البتہ اس طرف متوجہ نہیں ہوئی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں" اس کے کندھے پہ انگلی سے دستک دے کر وہ اس سامنے آکھڑا ہوا۔

"جی" وہ ہولے سے بولی۔ عکاشہ کو اس کا رویہ بری طرح کھٹک رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کنگن اتارنے لگا جو ایک ہی پل میں اتر بھی گیا تھا۔

" تھینکیو" وہ ہاتھ واپس کھینچتی کہ عکاشہ نے گرفت مضبوط کر کے اس کا ہاتھ سہلانا شروع کیا جو سرخ ہو رہا تھا۔

"موڈ کیوں بگڑا ہوا ہے۔۔۔؟" وہ اس کے چہرے پہ نظریں ٹکا کر بولا۔

"کچھ نہیں" وہ دوبارہ ہاتھ چھڑوانے لگی۔

"کچھ تو ہوا ہے۔۔۔؟"

"آپ نہیں جانتے جیسے" وہ سر جھٹک کر بولی۔ انداز یوں تھا جیسے کوئی بچہ خفا ہو عکاشہ کے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی۔

"اور۔۔۔ اگر میں کہوں مجھے واقعی نہیں پتہ۔۔۔!"

"تو میرا ہاتھ چھوڑ دیں" وہ گھور کر بولی۔

"اور اگر میں ہاتھ بھی چھوڑنا نا چاہووں تو۔۔۔؟" وہ لہک کر بولا۔

بالی نے پہلے غصے سے اسے دیکھا مگر اس کی پر شوق نگاہوں سے تنگ پڑتی آنکھیں بند کرکے خود کو جبے پر سکون کرنے لگی پھر آنکھیں کھول کر اسے خفگی سے دیکھا جو یوں ہی اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"آپ کی وجہ سے سب کے سامنے میری کتنی انسلٹ ہوئی" وہ بس رو دینے کو تھی عکاشہ جو ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگائے کھڑا تھا فوراً سیدھا ہوا۔

"کیوں کوئی بات ہوئی ہے کسی نے کچھ کہا ہے۔۔۔؟"

"ضروری تو نہیں کوئی لفظوں سے ہی کچھ کہے کبھی کبھی نظریں بھی بہت کچھ کہہ دیتی ہیں اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا"

اسے لگا جیسے بالی کی آنکھوں میں چمکتے پانی پہ روشنی پڑتی تو اس کی شعائیں پلٹ کر اس کی آنکھوں سے ٹکرا رہی ہو۔

"اب تم مجھے ڈرا رہی ہو۔۔۔ میرے جانے کے بعد کچھ ہوا تھا۔۔۔؟" وہ اب واقعی پریشان ہوا۔

"کیا تنزیلہ نے کوئی حرکت کی ہوگی لیکن میں نے خود اس کا پیچھا کیا تھا وہ اپنے ڈیڈ کے گھر گئی تھی" وہ سوچنے لگا۔

"سب مجھے اتنی عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور۔۔۔ (وہ رو دی) ریان اور انوشہ نے مجھے اتنا زچ کیا صرف آپ کی اس حرکت کی وجہ سے آپ میں شرم نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ دادو فریش ہو لیں پھر بتائیں گی آپ کو" وہ گرتے آنسو مسلسل صاف کرتے بول رہی تھی۔ اور عکاشہ نے صد شکر کہا پھر اس کی حالت سمجھتے ایک دم اس کا قہقہ ابلا۔

بالی جو اپنے یوں رونے پہ شرمندہ ہو رہی تھی اس کا قہقہ سنتے اسے مزید رونا آیا۔

"سیریس۔۔۔۔ مطلب کہ۔۔۔ سیر ئسلی۔۔۔۔؟ ہاہاہاہ"

بالی اس کا ہاتھ جھٹک کر کمرے سے ہی نکل گئی۔ دادو کے کمرے میں آتے وہ دعا مانگتی دادو کی گود میں سر رکھ کر رونے لگی۔

"ارے ارے میرا بچہ کیا ہوا۔۔۔؟ ارے۔۔۔ بتا تو صحیح ہوا کیا ہے یوں روئے جا رہی ہے۔۔۔؟ ادھر دیکھ" وہ اسے اپنے سامنے کر کے چہرہ ہاتھوں میں تھام کر بولیں۔

"بتا مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔؟"

"کچھ نہیں نانی جان اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے" عکاشہ ان کے کندھے پہ سر رکھ کر بالی کے قریب ہی بیٹھا۔ بالی دادو کی دوسری طرف آئی۔

"لیکن دماغ خراب ہونے کی کوئی وجہ تو ہو گی" دادو نے اسے پچکارا۔

"ہاں یہ بھی ہے پوچھیں پوچھیں کیا وجہ ہے۔۔؟" وہ شرارتی نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔

"بتا بھی چک اب۔۔۔؟"

"دادو یہ۔۔۔۔"

"ہاں ہاں بتاؤ بتاؤ" عکاشہ نے ابرو اچکا کر اسے کچھ باور کروایا۔

"آپ کا نواسہ میرا مذاق اڑاتا ہے" وہ سر جھکا کر بولی۔

"کیوں اڑاتے ہو میری بالی کا مذاق میں تمہیں نہ اڑا دوں گی بولا تھا نا اس کی آنکھوں میں آنسو نہ آئیں اور تم نے تو پہلے ہی دن اسے رلا دیا" دادو نے سختی سے جھاڑا۔

"نانوووو آپ یک طرفہ بات سن کر فیصلہ کیسے کر سکتی ہیں" وہ مصنوعی حیرت سے بولا۔

دادو ایک پل کو سوچ میں پڑیں۔

"یہ آپ کو ڈس ٹریک کر رہے ہیں" وہ فوراً بولی۔

"ہاں تم ایسا ہی کر رہے ہو سب سمجھ آ رہا ہے مجھے" عکاشہ اس کی چالاکی پہ عش عش کر اٹھا جو اب آنکھوں سے ہی اسے اشارہ کر رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

" اب بتاؤ"

"دادو آپ کی یہ جو بچی کُچی ہے نا۔۔۔یہ۔۔۔ ایک نمبر کی بونگی ہے جھگڑا کر رہی تھی مجھ سے کہ میں نے اسے کس کیوں کیا آپ بتائیں کیا غلط کیا میں نے۔۔۔؟" دادو نے بالی کو دیکھا جو منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی جو ابرو اچکا کر اسے احساس دلا گیا تھا تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

بالی نے رونی شکل بنائی۔ دادو اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ عکاشہ کی طرف پلٹیں۔

"ہاں غلط کیا تم نے۔۔۔ سب سمجھ آرہا ہے مجھے جو تم کر رہے ہو" دادو کی بات پہ بالی کھل اٹھی جبکہ عکاشہ جو اپنی طرف سے ترپ کا پتہ پھینک گیا تھا منہ کھول کر انہیں دیکھنے لگا۔

"نانی جان۔۔۔!"

"کیا نانی جان تمہارا بیڈ روم تھا وہ جہاں تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔۔۔؟"

"اوکے آئندہ جو کرنا ہو گا بیڈ روم میں ہی کروں گا" وہ سعادت مندی سے سر ہلا کر بولا۔ بالی جو اس کی کلاس لگتی دیکھ خوش تھی ان کی آخری بات پہ آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"اچھا اچھا بس سب سمجھ آرہی ہیں مجھے تم لوگوں کی یہ سکیمیں" وہ ان دونوں کو گھرک کر بولیں۔

"میں نے کیا کیا۔۔۔؟" وہ دادو سے لپٹا بالی اس کے بچگانہ انداز پہ ہنسی۔

"میرا بچہ" دادو نے اس کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔

"ہاتھی کا بچہ" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

"نانو دیکھ لیں اب"

"بالی"

"میں نے کیا کہا۔۔۔؟ مجھے آپ کے کمرے میں سونا ہے یہ کمرہ مجھے پسند آیا ہے" وہ تمام کمرے پہ نظر ڈالتی سکون سے بولی۔ اس کی نئی فرمائش پہ دادو نے اسے گھورا مگر وہ تو سیٹنگ دیکھنے میں مصروف تھی۔ پھر عکاشہ کو دیکھا جو مسکرا کر سر ٹیڑھا کرتے پلکیں جھپک کر انہیں ہاں کا اشارہ کر گیا۔

"اچھا جاؤ پھر اسے کپڑے وپڑے دے کر آؤ فریش ہو جائے تو آ جانا"

"کیوں ان کے پاس اپنے کپڑے نہیں ہیں۔۔۔؟" وہ مصنوعی حیرت سے بولی۔

"اٹس اوکے دادو آپ جب تک یہاں ہیں لاڈ اٹھائیں جب چلی جائیں گی تو گن گن کے بدلے لوں گا" وہ کھڑے ہوتے ہاتھ جھاڑ کر بولا۔

"رکو تم زرا کس سے بدلے لو گے۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے اس کا کان مروڑا۔

"ہاہاہاہ اب مزہ آیا۔۔۔؟" بالی کا مدھر سا قہقہ بلند ہوا تو دادو اور زرتاج بیگم بھی ہنس دیں خود عکاشہ بھی مسکرایا۔

"آپ ساری خواتین مل کر مجھ پہ ظلم کر رہی ہیں" اس نے کان چھڑوا کر دہائی دی۔

"جا رہا ہوں میں" پھر سر نفی میں ہلاتا کمرے سے نکل گیا۔

****

"انو بیٹے یہاں آؤ مجھے یہ فائل بنا کر دو" وہ لاؤنج میں سے گزرتی انوشہ کو آواز دے کر بولے۔

"اوکے بابا دکھائیں مجھے" وہ اپنا سکارف گلے میں سیٹ کرتے ان کے ساتھ آ بیٹھی۔

"اوہ یہ۔۔۔؟ لائیں لیپ ٹاپ یہ تو میں دو منٹ میں بنا لوں گی" وہ چٹکی بجا کر بولتی لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلانے لگی۔

"انو بیٹے مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔؟"

"جی بابا بولیں۔۔۔؟" وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"آپ کی ماما کی خواہش ہے اور۔۔۔۔۔ میری بھی۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟ کہ میں آفس جوائین کر لوں۔۔۔ بابا آپ جانتے ہیں میں ٹک کر کام نہیں کر سکتی اور ویسے بھی اب میں ایم فل کے لیے اپلائے کر رہی ہوں" وہ روانی سے بولتی گئی۔

"نہیں بیٹے۔۔۔! ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری۔۔۔ شادی کر دیں" ایک پل کے لیے اس کی

تھرکتی انگلیاں ساکت ہوئیں پھر سستی سے چلنے لگیں۔

"لیکن بابا۔۔۔!"

"ہمم کہو۔۔۔؟" وہ تحمل سے بولے۔

"میں ابھی پڑھائی پہ فوکس کرنا چاہتی ہوں"

"کوئی پسند ہے تو کہو بیٹے ہم تمہاری پسند کو اولین ترجیح دیں گے" وہ بے حد نرمی سے بولے۔

وہ خاموشی سے آنسو اندر اتارتی رہی۔

"بابا ایسی بات نہیں ہے"

"میری نظر میں ایک لڑکا ہے چھوٹی سی فیملی ہے اور لڑکا کافی سوبر ہے۔۔۔" وہ اس کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھتے بولے۔

"تو پھر میں بلا لوں سنڈے کو ان لوگوں کو۔۔۔؟"

"یہ فائل ہو گئی مکمل" وہ دقت سے مسکراتے بولی۔

"جیتی رہو میرا جگر" وہ بھی پہلے والا تناؤ ختم کرتے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس کے سامنے کر گئے۔ انوشہ بھی مسکرا کر اپنی مٹھی ان کی مٹھی سے ٹکرا گئی۔

"اب ہمیں آئس کریم کھلانے لے کر جائیں" وہ عشبہ کو آتے دیکھ ان کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے بولی۔

"یہ تو پھر رشوت والی بات ہو گئی نا؟"

"نیور ایور بابا رشوت وہ ہوتی ہے جو غلط کام کے لیے اس کام سے پہلے لی جائے میں نے تو آپ کی ہیلپ کی ہے" وہ آنکھیں سکیڑ کر بولی۔

"اور نہیں تو کیا ایک تو میری بیٹی سے اتنے کام کرواتے ہیں پھر آئس کریم بھی کھلاتے نہیں یہ زیادتی ہے" عشبہ بیگم بھی بیٹی کے ءق مجں بولیں۔

"اوکے لیڈیز ویسے بھی بیویوں سے کوئی جیت سکا ہے۔۔۔؟ میں چابی لے کر آتا ہوں" وہ سرینڈر کرنے کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولے تو وہ دونوں ہنستی پورچ کہ جانب چل دیں۔

****

کمرے میں گونجتی پر سوز دھن اس کے غم کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ آنکھیں موندے گٹار پہ دھن بجا رہا تھا جبکہ دماغ میں چلتے لفظ اس کی اذیت کو مزید ابتر کر رہے تھے۔

اسے سو دفعہ پکارا ہے دل نے مگر
میرے دل کی بات وہ سن نہ سکا

جو آنکھوں میں تھی

میرے آنسوؤں کی طرح

بکھری وہ خواہشیں چن نہ سکا

اکیلے چلتے چلتے ہو سائے جیسے ڈھلتے

رہے کیوں یہ فاصلے سدا درمیاں

وہ ملا کیوں تھا اگر اس سے بچھڑنا تھا

مقدر دل کا تھا شاید مجھے آخر بکھرنا تھا

تمنا کیوں تھی جینے کی اگر وہ ہی میرا نہ تھا

کوئی ایسا درد دے نکل جائے جاں

نکل جائے جاں

ایک آنسو بائیں آنکھ سے بہہ کر رخسار پہ پھسلا۔
شازیہ بیگم کا ہاتھ اپنے کندھے پہ محسوس کرتے اس کا ہاتھ تھما دھیرے سے آنکھیں کھولیں پھر تلخ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پہ آئی۔
"کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا مام۔۔۔؟ میں نے تو اس سے بہت محبت کی ہے اس کی عزت کی، میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ فلرٹ ٹائم پاس نہیں کیا تھا پھر مجھے اتنی بڑی

سزا کس چیز کی ملی۔۔۔؟"

"تم اپنی دنیاوی سزا ختم کرنے کے لیے آخرت خراب کرنے چلے تھے اور میں۔۔۔؟ میرا کیا۔۔۔؟ تمہارے ڈیڈ کا کیا۔۔۔؟ ہمیں کس عذاب میں چھوڑ کر چلے جاتے تم اندازہ ہے تمہیں۔۔۔؟" وہ نڈھال سی ہو گئیں۔

"ایم سوری۔۔۔!" ندامت سے اس کا سر جھکا۔

"زندگی صرف ایک شخص پہ تو ختم نہیں ہو جاتی نا بیٹے کیا ہمارا کوئی رول نہیں تھا تمہاری لائف میں۔۔۔؟ یا پھر ہم تمہارے لیے امپورٹینٹ ہی نہیں ہیں؟ میں نے اور تمہارے ڈیڈ نے تمہارا رشتہ نجف سے طے کرنے کا سوچا ہے کل ہم۔۔۔۔"

"پلیز مام ایسا نہ کریں میں کیسے۔۔۔"

"خدا کے لیے شہرام ہم سے ہمارا بیٹا نہ چھینو" انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ ان کے ہاتھ کھولتا کمرے سے نکل گیا۔

****

"تم نے پہلے کبھی جہاز کا سفر کیا ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے اسے خود سیٹ بیلٹ باندھتے دیکھتے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔!" وہ سکارف کو سیٹ کرتے بولی، چادر اتار کر گود میں رکھ چکی تھی۔

"ڈر تو نہیں لگ رہا۔۔۔؟"

"مجھے تو ہر طرح کے سفر سے ڈر لگتا ہے یہ تو پھر جہاز کا سفر ہے" اس نے سر موڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر واپس پور تھول سے باہر دیکھنے لگی۔

"کافی ریلیکس تھی تم تو پوچھ لیا" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس میں انگلیاں الجھا کر بولا جیسے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو۔

بالی نے چور نظریں ادھر ادھر دیکھا جس پہ وہ مسکرایا۔

"یہاں سب اپنی ذات میں مصروف ہیں ڈونٹ وری" وہ ہاتھ پہ ہلکا سا دباؤ دے کر بولا۔

"دادو پھپھو بچوں کو اتنی دور سیٹ کیوں ملی پاس ہوتے تو اچھا رہتا"

"کیوں تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔۔۔؟" اس کی بات پہ وہ سر ٹیڑھا کر کے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کیوں چاہتے ہیں میں ڈروں۔۔۔۔؟" اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

"ہاہ" ابھی وہ کچھ کہتا کہ یک دم اس نے خود پہ پیچھے کی جانب دباؤ محسوس کیا پھر اگلے پل سب پہلے جیسا ہو گیا۔

"آر یو اوکے۔۔؟" اس کی پیلی رنگت دیکھ کر وہ اس کے ہاتھ میں گرفت مضبوط کی۔

"ہاں۔۔۔!" کچھ پل بعد اس کی وہی مظبوط آواز آئی۔

"اسی لیے آپ مجھے بزی کرنا چاہتے تھے کہ میرا دھیان اس طرف نہ جائے۔۔۔؟" اس

کے درست اندازے پہ وہ مسکرایا۔

"ہماری بونڈنگ اچھی بننے والی ہے" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"وہ کیسے۔۔۔؟" وہ بھی سر اس کے پاس کر کے استفسار کرنے لگی۔

"کیونکہ تم میری بات سمجھتی ہو"

"ہاہاہ" عکاشہ نے آخر میں اس کے کان میں پھونک ماری تو وہ ہنسی۔ پھر وہ واپس اپنی سیٹ سے ٹیک لگا گیا۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔۔؟" اس نے سر ٹیڑھا کر کے پوچھا جو میگزین کھول رہی تھی۔

"ہمم۔۔۔؟"

"سفر کے دوران دعا قبول ہوتی ہے نا۔۔۔؟"

"ہاں ان شاءاللہ ہوتی ہے" اس نے جیسے یقین دلایا۔

"تو کیا مانگو گی آج۔۔۔؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔ تو بالی بھی کھل کر مسکرائی۔ ایسے اس کا بائیں گال پہ پڑنے والا ڈمپل بہت واضح ہوا۔ عکاشہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

"ہر روایتی لڑکی کی طرح میں بھی۔۔۔" وہ ایک پل کو رکی۔

"میں بھی کیا۔۔۔؟" وہ متجسس ہوا۔

"آپ کا ساتھ تا حیات" وہ دل پہ ہاتھ رکھ کر بڑے فلمی انداز میں بولی تو عکاشہ کی مسکراہٹ بھی گہری ہوئی مگر فرق یہ تھا کہ اس کی دونوں گالوں میں ڈمپل پڑتے تھے۔

"اور تمہاری ڈیسٹینیشن (منزل) کیا ہے۔۔۔؟ یا پھر مجھے پوچھنا چاہیے کیا تھی"

"ہمم پہلے تو۔۔۔۔پی ایچ ڈی تھی اچھی جاب لیکن اب کوئی نہیں ہے بس جو ہے جیسا ہے چلتا رہے اللہ اللہ خیر سلا' اس نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکائے اور میگزین کھول کر پڑھنے لگی۔

پھر اس کو موبائل پہ آئی ای میلز کا جواب لکھتے دیکھ وہ پور تھول سے باہر دیکھنے لگی۔

****

"السلام علیکم۔۔۔۔! کیسی ہیں مام" اظہر نے ان کی پیشانی پہ بوسہ دے کر ان کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا۔

"ٹھیک ہوں تم کافی جلدی آگئے آج۔۔۔؟"

"جی سر میں تھوڑا درد تھا اور کام بھی ختم ہو گیا تھا تو بس اوف کر لیا"

"اچھا تم ریسٹ کرو میں چائے اور ٹیبلٹ بھیجتی ہوں"

"نہیں آپ رہنے دیں میں بخت سے بولتا ہوں" وہ اپنا کوٹ بازو پہ رکھتا کھڑا ہوا۔

"بخت تو۔۔۔۔"

"کیا ہوا بخت کو۔۔۔؟" وہ فوراً پلٹا۔

"وہ تمہارے ساتھ نہیں گئی۔۔؟ مجھے لگا تمہارے ساتھ ہے"

"کیا مطلب۔۔۔؟ کہاں گئی ہے آپ کو بتایا نہیں۔۔۔؟"

"نہیں باہر گاڑی کا ہارن سنا تھا میں نے جاتے بھی دیکھا لیکن مجھے لگا تمہارے ساتھ گئی ہے" وہ حقیقتاً پریشان ہوئیں۔

غصے کی شدید اس کے بدن میں دوڑ گئی۔

"میں کال کرتی ہوں" انہوں نے اس کی بھینچی مٹھیاں دیکھ اپنے تئیں پر سکون کرنا چاہا۔

چار آٹھ کالز کے بعد بھی اس کا نمبر آف جاتا دیکھ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کس طرح بخت کو اپنے سامنے لا کھڑا کرے۔

"زلیخا سے بات ہوئی ہے میری دائم کے ساتھ گئی ہے کہیں" بخت بشریٰ کے بتانے پہ اسے کسی حد تک سکون پہنچا تھا کم از کم وہ اپنے بھائی کے ساتھ ہے۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟" اسے باہر کی جانب نکلتے دیکھ بشریٰ فکر مندی سے بولیں۔

"آجاؤں گا تھوڑی دیر میں" وہ لاپرواہی سے بولتا لاؤنج سے نکلا۔

"بیٹا تحمل سے کام لو جذباتی مت ہو کوئی غلط قدم نہ اٹھانا وہ پہلے ہی بدگمان ہے ہم سے۔۔۔" ابھی وہ مزید کچھ بولتیں کہ اظہر باہر نکل گیا۔

****

"اوکے اللہ حافظ" بخت کسی بات پہ مسکراتے اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی پورچ میں کھڑی گاڑی سے نکلی تو سامنے اظہر کی آنکھوں سے پھوٹتے شراروں سے اندر ہی اندر سہمی۔
اظہر ایک زہر آلود نظر دائم پہ ڈالتا گاڑی میں بیٹھا اس سے پہلے کہ دائم گاڑی سے نکل کر اسے سلام دعا کرتا وہ گھر سے جا چکا تھا۔

بخت حق دق سی اسے دیکھے گئی پھر گہرا سانس لے کر دائم کو مسکرا کر دیکھا۔

"چائے پی کر جائیے گا"

"نہیں آنٹی انتظار کرتی ہوں گی پھر کبھی" وہ رکھائی سے بولا۔

"اوکے بائے" اس نے ہاتھ ہلا کر کہا تو وہ بھی ہاتھ ہلا کر گاڑی میں بیٹھا۔

بشریٰ بیگم کی موجودگی کو نظر انداز کرتی وہ ناک کی سیدھ میں چلتی اپنے کمرے میں آئی۔

موبائل پہ آتے نوٹیفکیشن دیکھ کر اسے اظہر کے تاثرات یاد آئے۔

"بالی۔۔۔!" اس کی آواز پہ بالی جو حنا کے ساتھ سر جوڑے بیٹھی کچھ بات کر رہی تھی اچانک سر اٹھا کر اس آواز کی سمت دیکھا۔

"بانے۔۔۔!" خوشی سے اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"آئی مسڈیو سومچ" اس نے بھاگ کر اسے گلے لگایا۔

"کہاں تھی تم کتنی کالز کتنے مسیجز کیے میں نے تم۔۔۔۔ تم ایک شخص کی خاطر باقی سب بھول گئی بخت میں نے کبھی تمہیں اس سے دور کرنے کی کوشش نہیں کی میں تو بس تمہیں صحیح اور غلط سمجھانا چاہتی تھی لیکن تم مجھے ہمیشہ غلط سمجھتی رہی" اس نے ایک ہی سانس میں سارے شکوے کرڈالے۔

"ایم سوری ایم رئیلی سوری جانتی ہوں تم نے کبھی کچھ غلط نہیں سوچا میرا بس خود غرض ہو گئی تھی میں ایم سوری" اس نے روتے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر جوڑ کر سامنے کیے۔

"پاگل ہو تم مجھے تمہاری سوری کا اچار نہیں ڈالنا بیوقوف لڑکی" اس نے دوبارہ اسے سینے میں بھینچا۔

"شادی کر کی تم مجھے بلایا بھی نہیں" اس نے شکایت کی۔

"تم نے بھی تو نہیں بلایا تھا" بالی نے بھی شکوہ کیا۔

"حساب برابر، اب مجھے مت چھوڑنا میں نے بھی بہت مس کیا تمہیں لو یو" وہ یوں ہی اس سے لپٹی بولی۔

"آؤ گی مجھ سے ملنے۔۔۔؟" بالی نے اس کی آنسو صاف کیے۔

"کوشش کروں گی لیکن تمہارا تو یہی روٹ ہو گا نہ میکے آنے کا تو ہمیشہ مجھ سے مل کر جایا

کرنا" بالی نے نم آنکھوں سے مسکراتے سرہاں میں ہلایا۔

فلائٹ کی اناؤنس منٹ پر سبھی بالی کو دیکھنے لگے عکاشہ جو دائم کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا اس کی جانب مڑا۔

"چلیں۔۔۔؟" اس کے پوچھنے پہ بالی نے سر ہلایا۔

"السلام علیکم بھائی۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔ کیسی ہو گڑیا۔۔۔؟"

'ٹھیک۔۔۔ بہت بہت مبارک ہو شادی کی یو آر رئیلی لکی میری بہن جیسی لائف پارٹنر ملی آپ کو"

"یو آر رائٹ ایم بلیسڈ الحمدللہ" عکاشہ نے مسکرا کر اعتراف کیا۔

"تم بھی ایک بات یاد رکھنا جو گزر جائے اسے بھول کر آگے بڑھنا بہادری اور عقلمندی ہے ایک برے چیپٹر کی وجہ سے پوری کتاب کو برا نہیں بنا دیتے۔۔۔ کانٹے بھی تو گلاب کا حصہ ہوتے ہیں کیا ان کی وجہ سے گلاب کی اہمیت اور خوبصورتی کم ہو جاتی ہے۔۔۔؟ نہیں نا۔۔۔؟ مجھے امید ہے ہماری گڑیا سمجھدار بھی ہے اور بہادر بھی اور بہادر عورت بھٹکے مرد کو راہ راست پہ لا سکتی ہے اور ویسے بھی وہ موت کے منہ سے واپس آیا ہے اب اس کے لیے سمجھنا آسان ہو چکا ہو گا" عکاشہ نے اس نے سر پہ ہاتھ رکھا۔

دروازے کی دستک پہ وہ خیالات کے بھنور سے نکلی۔

"بیٹے اظہر کو کال کرو کہاں ہے وہ اس کی طبعیت بھی ٹھیک نہیں اس لیے تو جلدی آیا تھا وہ مگر۔۔۔۔ وہ بہت غصے میں نکلا ہے گھر سے" بشریٰ کی آواز پہ وہ ان کو دیکھے گئی۔

"تو کیا کروں۔۔۔؟ آپ نے کال تو کی ہوگی نہیں اٹینڈ کر رہا آجائے گا جب آنا ہو گا" وہ سیاہ فائل سائڈ ٹیبل پہ رکھتے اپنا دوپٹہ ہینگ کر کے واشروم گئی۔

"اظہر بیٹے کہاں رہ گئے تھے کب سے۔۔۔"

"آگیا ہوں نا مرا تو نہیں آرام کرنا چاہتا ہوں جائیں پلیز" وہ بنا بحث کیے باہر نکل گئیں۔

اظہر کو سمجھ نہیں آرہا تھا اس قدر برداشت اس میں آکیسے گئی کہ وہ کسی کی وجہ سے اس قدر ذہنی پریشانی میں رہا ہو اور اسے کچھ کہہ بھی نا پا رہا ہو۔

بخت کے باہر نکلنے سے پہلے وہ سو جانا چاہتا تھا تمام لائٹس آف کر کے اپنے بیڈ پہ جوتوں سمیت الٹا لیٹا۔

وہ تولیے سے چہرہ پونچھتے باہر آئی تو اندھیرے میں بیڈ پہ پڑے وجود کو دیکھ سر خود بخود نفی میں ہلا۔

تولیہ سٹینڈ پہ رکھتے وہ نائٹ بلب آن کرتی اس کے پاس آئی۔

"یوں الٹا نہیں سوتے اظہر" بخت نے ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہوتے کہا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ہلکے پنک گلوز سے ہونٹ رنگ کر بالوں میں برش پھیرا اور یوں ہی

جوڑے میں لپیٹے۔

اس کے جوتوں میں مقید پیر دیکھ اس نے جوتا نکالنا چاہا مگر جوں ہی اس کا ہاتھ لگا اظہر نے فوراََ پیر جھٹکا اگر وہ بروقت پیچھے نہ ہٹتی تو یقیناََ اس کے منہ پہ لگتا۔ غصہ تو آیا اسے مگر پھر پوری طاقت لگا کر وہ اس کی ٹانگوں پہ بیٹھی اور کھینچ کر اس کا جوتا نکالا۔

اظہر چاہتا تو ایک کروٹ بدلتے اسے گرا سکتا تھا مگر اسے احساس تھا اس سے بخت کو اچھی خاصی چوٹ لگ سکتی تھی۔

بخت اس کے جوتے اٹھا کر ریک میں رکھتی سوفٹی نکال کر اس کی سائیڈ پہ رکھتی اپنی سائیڈ آئی۔

"اظہر الٹا نہیں سوتے" اسے دھکا دے کر وہ بولی تو اظہر آنکھوں پہ بازو رکھتے سیدھا سونے کی اداکاری کرنے لگا۔

بخت نے اپنی نازک انگلیاں اس کے بالوں میں الجھائیں تو اس نے بری طرح اس کا ہاتھ جھٹکا۔

کچھ دیر بعد بخت نے دوبارہ اس کا سر دبانا شروع کیا مگر دوبارہ وہی دھتکار۔

"مجھے امید ہے ہماری گڑیا سمجھدار بھی ہے اور بہادر بھی اور بہادر عورت بھٹکے مرد کو راہ راست پہ لا سکتی ہے"

ایک سرد آہ ہوا کے سپرد کرتے بخت نے پھر سے اس کا سر دبانا شروع کیا۔

"کیا مسلہ ہے۔۔۔۔؟" وہ انتہائی کھردرے لہجے میں بولا۔

"آپ کو کیا مسلہ ہے۔۔۔۔؟" وہ بھی یوں ہی بولی۔

"You know very well"

(تم اچھے سے جانتی ہو) وہ چیخ کر بولا۔

"کیوں گئی تھی مجھے بنا بتائے جانتی ہو میں۔۔۔۔" اس کی کلائی مروڑ کر وہ چبا کر بولا۔

"کیا۔۔۔؟" بخت نے تجسس سے پوچھا۔

"میں کتنا ڈر گیا تھا اندازہ ہے تمہیں۔۔۔؟" وہ اب کے غصیلے تاثرات لیے اس کو دیکھنے لگا البتہ گرفت میں نرمی تھی۔

"اس میں ڈرنے کی کیا بات تھی۔۔۔؟"

"مجھے لگا تم۔۔۔۔"

"کہ میں چھوڑ کر بھاگ گئی۔۔۔؟۔۔۔کم آن" اس نے جیسے سرزنش کی۔ وہ اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگا۔

"ڈاکٹر کے گئے۔۔۔؟"

"کس لیے۔۔۔۔؟"

"طبعیت خراب تھی نہ تمہاری"

"ہمممم"

"اب کیسی ہے۔۔۔؟"

"ٹھیک"

"پوچھو گے نہیں کہاں گئی تھی۔۔؟"

"کہاں۔۔۔؟"

"بالی سے ملنے" اظہر کی رنگت ایک پل کو زرد ہوئی۔ بخت اسے تمام تفصیل بتاتی اس کی سائیڈ ٹیبل پہ پڑی سیاہ فائل اٹھا کر اس کے سامنے کر گئی۔

"یہ دائم بھائی نے دی تھی"

اظہر کی نظریں سیاہ فائل پہ ہی جمی رہ گئیں اور وہ اسے نجانے کیا کہتی کمرے سے نکل گئی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے میں واپس آئی تو اظہر یوں ہی ہاتھ میں وہ فائل لیے بیٹھا تھا۔

"یہ لیں کھانا کھا لیں پھر میڈیسن لے لینا" وہ ٹرے اس کے سامنے رکھتے بولی۔

"سب جاننے کے بعد بھی تم۔۔۔۔" اس سے آگے وہ کیا کہتا اسے خود بھی سمجھ نہیں آیا۔

"ہاں آگئی واپس سب جاننے کے باوجود۔۔۔۔ کیونکہ آنا پڑا۔۔۔ کوئی اور آپشن نہیں تھا یاد ہے آپ کو اظہر میں نے کہا تھا آپ سے میں رشتوں کے بارے میں بہت حساس ہوں یہ بات میں گارنٹی سے کہہ سکتی ہوں جب کسی سے رشتہ باندھ لوں تو اسے مرتے دم

تک نبھاتی ہوں"

اظہر کو ایک پل میں ان کی پہلی ملاقات یاد آئی۔

"آپ جو ہیں جیسے ہیں اب میرے شوہر ہیں اور مجھے اب آپ کے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے سو پلیز یہ بات نکال دیں ذہن سے کہ میں بھاگ جاؤں گی اب پلیز کھانا کھا کر میڈیسن لے لیں"

"تھینکیو" وہ اس کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا۔

بخت نے اس کی ندامت سے جھکی نظریں دیکھتے کھانے کا ٹرے اس کے سامنے کیا۔

****

"اٹھا کر پھینک آیا ہوں بڑی تکرار کرتا تھا۔۔۔!"

"ناجانے کون تھا جو آئینے کے کان بھرتا تھا"

"ہو گئی تم تیار۔۔۔؟" عشبہ جہانگیر اس کے کمرے میں داخل ہوئیں تو اسے آئینے کے سامنے کھڑے دیکھ پوچھا۔

"جی بس ہو گئی" وہ دوپٹہ کندھے پہ سیٹ کرتے بولی۔

"ائیر نگز نہیں پہنے اور چوڑیاں۔۔۔؟" عشبہ بیگم زرا حیران ہوئیں کیونکہ انوشہ کو یونیورسٹی جانے کے لیے بھی ہر چیز میں کاملیت چاہیے ہوتی تھی مگر آج اس کا بے دلی سے کیا میک اپ اور جیولری سے عار ان کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔

"اوہ ہاں وہ تو میں بھول ہی گئی" وہ ٹیبل سے اپنی چوڑیاں پہننے لگی جبکہ عشبہ بیگم کے ذہن میں پرانا منظر لہرایا۔

"محبت بہت تکلیف دیتی ہے بہت"

"میں نے کہا تھا نا وہ بات کرے گا آنٹی انکل سے آئی پرامس یو"

"وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے" اس کی آواز میں چھپا درد وہ آج بھی دل سے آر پار ہوتا محسوس کر رہی تھیں۔

"نو وے۔۔۔۔! جب میں کہہ رہی ہوں کہ وہ بات کرے گا تو یقین کیوں نہیں کر لیتی" بالی کا مستحکم لہجہ انہیں آج بھی ٹھوس ہی لگا۔

"اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو۔۔۔۔۔؟"

"اب ٹھیک ہے۔۔۔؟" انوشہ نے ان کی کہنی پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ وہ مسکرا کر اس کے بال سنوار کر بولیں۔

"اللہ نظر بد سے بچائے اور نصیب اچھے کرے" پھر اس کی گال پہ بوسہ دیا۔

انوشہ نے بھی ان کی پیشانی پہ لب رکھے۔ اور ان کے ساتھ باہر چل دی۔

"آجاؤ آجاؤ میرا جگر" جہانگیر صاحب نے بازو پھیلا کر انوشہ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔

"السلام علیکم" وہ سر جھکا کر ان کے ساتھ آبیٹھی۔

"کیسی ہو انو۔۔۔؟" انوشہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"آنٹی آپ۔۔۔۔؟" ان کے بعد اس کی نظر دائم کی طرف اٹھی جو بے تاثر سا بیٹھا تھا۔ اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔

"ہاں جی میں، کیوں میں آپ کے گھر نہیں آسکتی۔۔۔؟"

"ارے نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا یوں اچانک مجھے آئیڈیا نہیں تھا آپ آرہی ہیں" وہ پزل ہوتی بولی۔

"اچانک کیوں ہم نے تو جمعہ سے کہا ہوا تھا آنے کا" انہوں نے جہانگیر صاحب کی طرف دیکھا۔

"بیٹے میں نے بتایا تو تھا" انہوں نے آنکھوں آنکھوں میں ہی اشارہ کیا۔

ایک سرد سی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی کو سرسرا کر گزری۔ وہ لوگ کیوں ہنس رہے تھے کیا بات کر رہے تھے کچھ پل کے لیے سب جیسے سنائی دینا بند ہو گیا تھا۔

"میں کھانا لگواتی ہوں" کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آئی تو وہاں سے نکلنے کا سوچتے بولی۔

"بالکل بھی نہیں کھانا صرف ایک شرط پہ کھائیں گے"

"کیسی شرط۔۔۔؟" جہانگیر صاحب کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"اگر آپ اپنی بیٹی مجھے سونپ دیں تو ہی ہم یہاں سے کچھ کھائیں پئیں گے ورنہ۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔۔؟" اب کے وہ مسکرائے۔

"ورنہ یوں ہی بھوکے پیاسے بیٹھے رہیں گے یہاں" انہوں نے بہت سکون سے کہا۔

"ہاہاہ ٹھیک ہے ہمیں کچھ وقت دیں ہم اپنی بیٹی سے مشورہ کر کے بتاتے ہیں کیوں بیٹا۔۔۔؟" انہوں نے انوشہ کی جانب دیکھا۔

"بابا آپ جو مناسب سمجھیں، آپ میرے لیے جو بھی فیصلہ کریں گے بہترین ہی ہو گا" اس نے آہستہ سی آواز میں جواب دیا۔ دائم جو سر جھکائے بیٹھا اس کی بات بہت دھیان سے سن رہا تھا زرا سی نظر ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا۔

اسے انوشہ سے اس قدر روایتی جواب کی توقع نہیں تھی شاید وہ اسے کچھ زیادہ ہی الٹرا ماڈرن سمجھ چکا تھا اس کی عادات بولنے کا انداز اس کی ادائیں پہناوا طور طرز سب دیکھنے کے بعد اس کے ذہن میں کہیں نہ کہیں اس کا عکس ویسٹرن کاپی جیسا ہی تھا۔ امیر باپ کی اولاد مگر وہ جانتا تھا وہ ان سب کے باوجود حساس اپنی حدود جاننے والی اور سمجھ دار لڑکی ہے۔

****

"کتنی ڈسٹ ہے یہاں کی ہوا میں" بالی نے ہاتھ سے منہ کے سامنے ہوا کرتے کہا۔

"ہاں تم تو امریکہ سے آرہی ہو نا۔۔۔ کتنی ڈسٹ ہے یہاں کی فضا میں" وہ اس کی طرح باریک آواز نکال کر بولا۔

"ہاہاہاہ حنا اور فرہاد" کا قہقہ بلند ہوا اور جوزف نے اپنی ہنسی دبائی جبکہ بالی نے غصیلی نظروں سے دیکھا۔ البتہ وہ جوزف کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ تھا جس وجہ سے اس کی نظروں کو دیکھ نہیں پایا۔

"چپ کرو تم دونوں۔۔۔ تم بتاؤ کیسا رہا سب یہاں کوئی مشکل تو نہیں ہوئی۔۔۔؟" بچوں کو گھرک کر وہ جوزف کی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں سر کوئی مسلہ نہیں ہوا سب اچھا رہا"

"ہمم اور سری۔۔۔؟"

"اسے فیملی سمیت یہیں بلا لیا ہے فالحال اپارٹمنٹ میں ہیں"

"شیگی کی طرف سے کوئی کاروائی۔۔۔؟"

"نہیں فالحال تو امن ہے بس وہی میم کو آپ کی شادی کی اطلاع کے علاوہ کوئی نیا شوشہ ابھی تک نظر میں نہیں آیا"

"اچھ اچھا"

"ہیچ ہاہ ہیچھ" اس کے مسلسل چھینکنے پہ جہاں حنا فرہاد کو ہنسی آرہی تھی عکاشہ کو فکر

ہوئی۔

"ہاہ میرا سانس بند ہو رہا ہے" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔

"آر یو اوکے؟" عکاشہ نے پلٹ اس کا دوپٹہ سر پہ پیچھے کو سرکایا۔

بالی نے اس کا ہاتھ بری طرح جھٹکا۔

"مجھے میری دادو کے پاس جانا ہے پلیز انہیں بلا دیں" وہ بس رو دینے کو تھی۔

"جوزف یہاں ٹاؤن میں انٹر ہوتے جو کلینک ہے وہاں روکو گاڑی"

"جی سر"

"مجھے کہیں نہیں جانا آپ بس مجھے دادو کے پاس لے جائیں" وہ اب کے التجا کرنے لگی۔

"چیک اپ کروا لو پھر انہیں کے پاس جانا ہے" وہ بھی نرمی سے بولا۔

"کیا آپ انوائرمنٹ چینجنگ کی وجہ سے الرجک ہیں۔۔۔؟" حنا نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہمم ے بی یہی ریزن ہو" وہ ہاتھوں کو سینیٹائز کرتے کہا۔

"اوہ" اس نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔

چیک اپ کے بعد اسے فوراً ٹریٹ منٹ دیا گیا تھا۔

"انوائرمنٹ چینج ہونے کی وجہ سے شاید کوئی مسلہ ہوا ہے لیکن یہ پہلے بھی سائینس کی پیشنٹ رہی ہیں علاج چل رہا ہے آپ کا۔۔۔؟" ڈاکٹر عکاشہ سے بات کرتے کرتے بالی

کی جانب مڑا۔

"جی۔۔۔نہیں۔۔۔ مطلب میڈیسن لی تھی لیکن۔۔۔"

"چلیں میں یہ میڈیسن لکھ رہا اور آپ نے باقاعدہ لینی ہیں ورنہ آگے چل کر یہ کافی سیریس بھی ہو سکتا ہے اوکے۔۔۔؟"

"جی ٹھیک"

پھر وہ پانچ منٹ میں خوبصورت سی عمارت کے سامنے تھے یہ زرتاج پیلس جیسا خوبصورت تو نہیں تھا مگر جدید طرز پہ کنال ڈیڑھ میں بنی کوٹھی ہی تھی۔

مین گیٹ سے داخل ہوتے پتھروں کی روش کے دونوں طرف گلاب کے پودے لگے تھے جن میں کہیں کہیں لگے موتیے کے پودوں پہ سفید کلیاں بھی اپنے جوبن پر تھیں۔

فرہاد اور حنا تو آتے ہی اندر بھاگ گئے تھے پیچھے وہ پورے گھر کو دیکھتے اندر جا رہی تھی۔

"یا اللہ تو کتنا بے نیاز ہے کسی کو کتنا نواز دیتا ہے اور کسی کو دے کر بھی خالی دامن رکھتا ہے" اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو نا محسوس انداز میں تیسری انگلی کے پور پہ چنتے سوچا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" عکاشہ نے اس کی حالت بخوبی جانچ لی تھی۔

"کیا۔۔۔؟" وہ انجان بنی۔

"تم رو رہی ہو۔۔۔؟"

"نہیں تو" بالی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جیسے واضح کر رہی ہو کہ وہ رو نہیں رہی تھی۔

"لاہور جیسے پلیوٹڈ شہر میں رہنے کے باوجود تم پہ دوسرے شہروں کی آلودگی اثر کرے گی میں نے سوچا نہیں تھا۔۔۔ میرا مقصد۔۔۔"

"آپ کا جو بھی مقصد تھا مجھے قطعی پسند نہیں کوئی مجھے یوں دوسروں کے سامنے انڈر ایسٹیمیٹ کرے"

"دے آر فیملی اور میرے یوں کرنے سے بھی اس کے دل میں تمہاری عزت کم نہیں ہو گی آئی آشوریو" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں" وہ بھی یوں ہی سنجیدگی سے بولتی اندر بڑھ گئی۔ پیچھے وہ اس کے اس قدر سرد رویے پہ آنکھیں کھولے اس کی پشت دیکھتا رہ گیا۔

****

"لاکھ موسم نے رونقیں بخشیں"
"ہم تیرے قحط سے نہیں نکلے"

"کیوں کیا اس نے میرے ساتھ ایسا میں۔۔۔ میں اس کی خاطر ابھی تک رکی رہی تم۔۔۔ تم گواہ ہو شیگی میں ابھی بھی وہیں ٹھہری ہوں ہینا۔۔۔؟" شیگی نے سر ہلا کر

اس کی یقین دہانی کی۔

"پھر وہ کیسے کسی اور کا ہو سکتا ہے وہ بھی اس۔۔۔ اس لڑکی سے"

"وہ عکاشہ ہے کچھ بھی کر سکتا ہے تم جانتی ہو یونی ٹائم سے ہی وہ ایسا ہی ہے سر پھرا میں نے تو تب بھی تمہیں منع کیا تھا ایسے گنوار لیچڑ سے نہ کرو شادی لیکن تم ہی مر مٹی تھی" وہ موقع پاتے ہی زہر اگلنے لگا۔

"وہ محبت کرتا ہے مجھ سے وہ صرف اماں جان کے دباؤ میں آگیا ہو گا" ایک اور تسلی خود کو دی گئی۔

"ہمم ہو بھی سکتا ہے کہ وہ دباؤ میں آگیا ہو۔۔۔ تو پھر تم جاؤ نہ اسے سمجھاؤ وہ چھوڑ دے اسے واپس تمہارے ساتھ زندگی شروع کرے تم وہ تمہارے بچے اور ہیپی فیملی" شیگی نے اسے اکسایا۔

"وہ مان جائے گا۔۔۔۔؟" اس نے آس سے پوچھا۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔؟" اس نے امید کا دیا جلا کر اسے تھما دیا تھا جیسے۔

****

"حنا۔۔۔؟ اب کل سے پھر ہمیں سکول جانا ہو گا" فرہاد نے منہ بسور کر کہا۔

" ہممم" وہ اپنا ہوم ورک کرتے مصروف انداز میں بولی۔

فرہاد بھی بے دلی سے اپنی ورک بک ٹریس کر رہا تھا۔

"واؤوو" وہ ہولے سے دروازہ کھول کر اندر آئی۔

"ہائے۔۔۔۔۔!" حنا نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"السلام علیکم" بالی نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

"وا علیکم السلام" فرہاد کے گول مٹول گال کھینچ کر وہ ان کے ساتھ کارپٹ پہ ٹیبل پہ کہنیاں رکھ کر بیٹھی۔

"یہ دیکھو اگر تم پینسل کو یوں پکڑو گے تو لائینز نیٹ ہوں گی" اس نے فرہاد کے ہاتھ میں پینسل سیٹ کی۔

بالی کے بتائے طریقے کے مطابق پینسل پکڑ کر ورڈ ٹریس کیا تو وہ واقعی باقی لفظوں سے بہتر تھا فرہاد نے ستائشی انداز میں ہونٹ پھیلا کر سر کو خم دیا تو بالی نے بھی سر کو خم دے کر داد وصول کی۔

"ڈائری ہوتی ہے آپ کی۔۔۔؟"

"جی مام۔۔۔۔" بولتے ہی اس نے ہونٹ دبائے۔

"جی آنی" وہ چاہ کر بھی نہیں کہہ پاتی تھی کہ ان کا مام کہنا اسے اچھا لگتا ہے۔

"دکھاؤ مجھے کیسی ڈائری ہے۔۔۔؟"

"ہمم" ڈائری چیک کرنے کے بعد اس نے ان دونوں کو کتابوں کی پہچان کروائی۔ ٹھیک دس منٹ میں وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔

"اوہ یہ سب تو اتنا ایزی ہے حنا تم تو ایسے ہی مجھے لیت داؤن (لیٹ ڈاؤن) کرتی ہو" فرہاد نے اسے لتاڑا۔

"یہ سب تو آنی کے سمجھانے کا نتیجہ ہے ورنہ تم جیسے نالائق بچے کی تو کوئی عزت نہیں تھی کلاس میں آج دو لفظ کیا آ گئے مجھے ہی سنا رہے ہو" وہ چھوٹی سی بچی کسی دانا دادی کی طرح بولی۔

"اوکے اوکے چھوڑو یہ سب مجھے یہ بتاؤ آپ لوگوں کو کھانے میں کیا کیا پسند ہے؟"

"مجھے چیزی پراٹھا" فرہاد نے فوراً کہا۔

"مجھے بریڈ ود پائن ایپل جیم"

"ہمم لیکن یہ سب تو ناشتے میں اچھا لگتا ہے"

"ہمم باقی سب تائم تو ہماری پسند کا کھانا ہی بنتا ہے بت بریک فاست اچھا نہیں ہوتا، جب سے جہاں بی کی دیتھ ہوئی کوئی ہمارا بریک فاست صحیح نہیں بناتا"

"اوہ جہاں بی کون ہیں۔۔؟"

"شی واز آر آیا" حنا نے دکھی سے انداز میں کہا۔

"کب ڈیتھ ہوئی ان کی۔۔۔؟"

"تاقی ماہ ہو گئے" فرہاد نے جواب دیا۔

"اللہ ان کی مغفرت فرمائے"

"آمین" وہ دونوں بھی اس کے ساتھ بولے۔

"چلو ایک کام کرتے ہیں مجھ سے دوستی کر لو ناشتہ ہم مل کر کریں گے روز مزے مزے کا لیکن اس کے بدلے آپ کو مجھے ایک فیور دینا ہو گی" اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیسی فیور۔۔۔؟"

"آپ کو ہوم ورک مجھ سے کرنا ہو گا" اس نے ابرو اچکا کر ان دونوں کی رائے جاننا چاہی۔ ایک مرتبہ پھر نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"ڈن۔۔۔۔!" انہوں نے انگوٹھے اٹھا کر کہا۔

"ڈن۔۔۔!" بالی نے بھی دونوں انگھوٹے اٹھا کر کہا۔

"آپ لوگوں میں سے چیزی میکرونی کون کھائے گا۔۔۔؟" اس نے تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر سوچنے والے انداز میں کہا۔ پھر انگلی سے حنا کی جانب اشارہ کیا۔

"میں بھی" فرہاد اچھل کر بولا۔

"چلو آجاؤ پھر مزے کرتے ہیں" وہ ان کی چیزیں اٹھا کر ریک میں رکھتے لائیٹس آف کرتی

باہر نکلی تو فرہاد اور حنا مسکراتے اس کے ساتھ چلتے کچن تک آئے۔

"السلام علیکم" حسب معمول وہ سلام کرتی دادو کے ساتھ بیٹھی۔

حنا اور فرہاد کو میکرونی سرو کرتے اپنی پلیٹ میں بھی میکرونی ڈالی۔ عکاشہ نے ایک نظر سب پہ ڈالی پھر بالی کو گھورنے کے انداز میں دیکھا جس نے اسی وقت سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کو یوں گھورتے دیکھ اشارے سے پوچھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"یہاں آؤ" اس نے اپنے ساتھ والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں۔۔۔؟" بالی نے آنکھیں سکیڑ کر مغرور سے انداز میں کہا۔

عکاشہ نے غصہ دکھایا تو بالی نے ہاتھ جھلا کر اس کو نظر انداز کیا۔

"کیا اشارے بازی چل رہی ہے۔۔۔ ہمم؟" دادو کہ آواز پہ بالی فوراً اپنی پلیٹ پہ جھکی جبکہ عکاشہ انہیں اپنی جانب متوجہ پا کر سٹپٹایا۔

"اوفف نانی جان کو نہ اپنی اس بھونڈی پہ کتنا اعتبار ہے میں تو جیسے سوتیلا ہوں" اس نے منہ بسور کر کھانے پہ سر جھکایا البتہ پلیٹ میں صرف چمچ چل رہا تھا۔

دادو نے ترچھی نظروں سے بالی کو دیکھا جو پہلے تو ڈھیٹ بنی نظر انداز کرتی رہی پھر ان کو دیکھ کر معصومیت سے کندھے اچکائے۔

"جاؤ" انہوں نے بھی آنکھوں سے اشارہ کیا۔

"میں بس کھا لیا چائے پیے گا کوئی۔۔۔۔؟" وہ اپنا آخری چمچ منہ میں ڈال کر اٹھی۔

"تم بیٹھو نور جان بنا لیں گی" زرتاج بیگم نے پیار سے ٹوکا۔

"نہیں ناں میں اپنے اور دادو کے لیے خود بناؤں گی" وہ بھی لاڈ سے بولی تو عکاشہ نے ابرو اچکایا۔

"لائیک سیریسلی۔۔۔۔؟"

"اچھا ٹھیک ہے" زرتاج بیگم نے مسکراتے کہا۔

"بالی جو ان کی توجہ ہٹتے ہی موقع پاتے زبان نکال کر دوپٹہ چہرے کے پاس سے تھام کر ماہ رانیوں کی سی ادا سے چلتی کچن میں گئی۔ پیچھے دادو جن کا بے دھیانی میں بھی دھیان مکمل اس کی جانب تھا اس کی شرارتوں پہ دل ہی دل میں مسکرائیں۔

انہوں نے کہاں سوچا تھا ان کی بھولی بھالی ہر وقت کسی خوف کے حصار میں رہنے والی بالی کبھی اتنی شرارتی بھی ہو سکتی ہے۔

"تم لاہور رہتی رہی ہو، کبھی زلیخا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی" زرتاج کی کسی بات پہ انہوں نے پوچھا۔

"ہوئی تھی کافی دفعہ لیکن وہ اور طرح کی ذہنیت کی مالک تھی پھر میں نے جانا چھوڑ دیا اس کے بعد عکاشہ اور دائم کی دوستی ہو گئی کالج میں یہ اکثر ہی دائم کی طرف جاتا تھا"

"ہاں عکاشہ بھائی دائم بھائی کے دوست تھے اور ایک دفعہ۔۔۔"

"بالی۔۔۔ !" دادو نے ٹوکا۔ بالی ان کے یوں ٹوکنے پہ ڈر گئی تھی پھر ایک شکایتی نظر ان پہ ڈالتی وہ واپس کچن میں جا گھسی۔

"چائے لے کر میرے کمرے میں آؤ" کچھ دیر بعد ان کی تحکم بھری آواز پہ وہ بل کھاتی رہ گئی۔

وہ چائے ان کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر وہ ناراضی سے کھڑکی کی طرف چل دی۔

"کہاں جا رہی ہو" وہ جہاں تھی وہیں کھڑی ہو گئی البتہ ان کی طرف مڑی نہیں تھی۔

"یہاں آؤ" اب کے وہ ذرا نرمی سے بولیں۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"بالی۔۔۔ !" اب کے انہوں نے لاڈ سے پکارا تو وہ کھڑکی کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔

عکاشہ جو دادو کے نام پکارنے پہ اندر آیا تھا وہیں اس کی طرح دروازے میں ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ جانتی ہیں ناں میرا کون سا کوئی پوچھنے والا ہے ایک باپ ہے وہ بھی اپنی ذمہ داری سے پاک جب جس کا دل چاہتا ہے مجھے یوں انسلٹ کر دیتا ہے" اس نے سر کو جنبش دی انداز و شکایتی تھا۔

"انسلٹ نہیں کر رہی تھی بس منع کر رہی تھی تم خود بتاؤ یوں۔۔۔ کوئی اگر تمہارے بھائی کو تمہارا شوہر کہے تو کیسا لگے گا۔۔۔؟" بالی کو ساری بات ایک سیکنڈ میں سمجھ آئی۔

"میں نے جان کے نہیں کہا بس اچانک سے ہو گیا" وہ شرمندہ سی ہوئی۔

"اچھا یہاں تو آؤ"

"مجھے نہیں آنا" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"بہت بگڑ گئی ہو تم۔۔۔۔ اچھا مجھے بتاؤ عکاشہ کیسا ہے"

"ہینڈسم ہے ایٹ لیسٹ مجھ سے کوئی جوڑ نہیں بنتا تھا اس کا پتہ نہیں کیوں آپ لوگوں نے اسے پریشرائز کیا رخصتی کے لیے یا وہ۔۔۔۔"

"یہاں آؤ" انہوں نے بانہیں پھیلائیں تو وہ نروٹھے پن سے ان کی گود میں گھسی۔

"بتاؤ مجھے ایسا کیوں کہہ رہی ہو کچھ کہا ہے اس نے تم سے؟"

"نہیں دادو کچھ نہیں کہا لیکن مجھے خود تو اندازہ ہے نا"

"ایسا نہ سوچو عکاشہ نے خود بہت چاہت سے تمہارا رشتہ مانگا ہے وہ چاہتا ہے تمہیں، کیا تمہیں اس نے بتایا نہیں۔۔۔؟" دادو کے سوال پہ اس کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔

"اگر میں کہوں پچھلے دس سالوں سے میں تمہاری محبت میں گرفتار ہوں تو کیا تم میرا یقین کرو گی۔۔۔؟" اس کا آس سے پوچھا سوال بالی کو بے اختیار یاد آیا۔

"تم بھاگ رہی تھی مجھ سے؟"

"تو پھر یہ کوشش چھوڑ دو کیونکہ جس چیز سے ہم بھاگتے ہیں وہ بار بار ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے تم جتنا مجھ سے دور بھاگو گی میں تمہیں اتنا ہی تمہارے قریب ملوں گا"

اس کا چونکا دینے والا انداز۔۔۔

"کہا تھا نا مجھ سے جتنا بھاگو گی میں اتنا ہی تمہیں تمہارے قریب ملوں گا" اس کی آنکھوں میں تیرتا سرور۔۔۔

"تم ڈرگز لیتے ہو۔۔۔؟"

"تمہارا دیدار کسی ڈگیلا کے شاٹ سے کم ہے کیا۔۔۔۔؟" اس کی آنکھوں سے لپکتے جذبے۔۔۔

"کیا وہ سب۔۔۔۔ لیکن وہ تو مجھے نہیں جانتا نہ میں اسے جانتی تھی تو پھر کیسے وہ۔۔۔۔۔"

"تم سمجھ رہی ہو نا میری بات۔۔۔؟ اسی لیے اللہ نے مرد کو عورت کا محافظ بنایا ہے"

"اور مرد کا محافظ کِسے بنایا ہے۔۔۔؟"

"چلو جی تم اپنی انکوائری شروع کر دو بس" دادو نے زچ ہو کر جواب دیا۔

"میری بات سمجھ نہیں آرہی تمہیں۔۔۔۔۔؟"

" سمجھ رہی ہوں" اس نے اونگھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب یہاں مت سونا ڈرامے بازیاں بہت ہو گئی اب جاؤ اپنے کمرے میں جا کر سوؤ" انہوں نے اسے اپنی گود سے ہٹاتے کہا۔

"کونسی ڈرامے بازی۔۔۔۔؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"تمہارا دھیان کہاں تھا سنا بھی ہے کچھ میں کیا کہہ رہی تھی۔۔۔؟"

"آپ کہہ رہی تھیں اسی لیے اللہ نے مرد کو عورت کا محافظ بنایا ہے" وہ شیٹ کے ڈیزائن پہ انگلی پھیرتے بولی۔

"اللہ۔۔۔۔!" انہوں ماتھا پیٹا۔

"اچھا اب جاؤ سر نا کھاؤ میرا مجھے نماز بھی ادا کرنی ہے ابھی جاؤ تم عکاشہ انتظار کر رہا ہو گا" وہ جذبذ ہوئی آج تیسرا دن تھا اسے کراچی آئے اور وہ دادو کے کمرے پہ قبضہ کیے بیٹھی تھی وہاں عکاشہ اسے موقع ملتے سمجھاتا کہ اسے کمرے میں آجانا چاہیے لیکن وہ تو عشاء پڑھتے دادو کی گود میں سر رکھتے ایسا سوتی کہ فجر میں ہی جاگتی۔

"اب جاؤ بھی" دادو بیڈ سے اتر کر اسے ہلتا نہ دیکھ دوبارہ بولیں۔

"صبح چل۔۔۔"

"بالی۔۔۔! آخر مسلہ کیا ہے صاف صاف بتا مجھے ہاں۔۔۔؟" وہ جلالی موڈ میں آئیں۔

"کوئی مسلہ نہیں ہے دادو بس۔۔۔۔"

"بس کیا۔۔۔؟" وہ پلٹ کر اس کے سامنے آئیں تو وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے ان سے لپٹی۔

"آپ کو پتہ ہے ان کی بیوی کتنی پیاری ہے۔۔۔؟ میں تو اس کے مقابلے کچھ بھی نہیں مجھے ابھی تک یہی سمجھ نہیں آرہا میرے ساتھ ہوا کیا ہے" وہ بے بسی سے بولی۔

"تم جاؤ اس کے پاس وہ تمہیں خود سمجھا دے گا اور جتنے اچھے طریقے سے وہ سمجھا سکتا

ہے کوئی نہیں سمجھا سکتا، یوں اس سے فرار رہو گی تو تم اس سے بدگمان رہو گی اور ہو سکتا ہے کوئی بدگمانی اس کے دل میں بھی آجائے، جا کر سامنا کرو گی بیٹھ کے بات کرو گی تو بہتر حل نکل آئیں گے" انہوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے سمجھایا۔

"جاؤ شاباش" آخر میں اس کے سر پہ بوسہ دے کر کہا۔

"اوکے شب بخیر اللہ حافظ" وہ بھی ان کے ہاتھوں کو چوم کر جوتا پہنتے باہر نکلی دروازے سے باہر نکل کر دوبارہ اندر آئی تو دادو بھی پلٹیں۔

"موبائل" اس نے بیڈ سے جھپٹ کر موبائل اٹھایا اور الوداعی نظر ان پہ ڈالتی باہر نکل گئی۔

****

وہ لاؤنج میں بیٹھا موبائل پہ ای میلز چیک کر رہا تھا۔ ہر رات کے معمول کی طرح آج بھی وہ دونوں کھانے کے بعد چائے اس ٹاک شو پہ تبصرہ کرتے ختم کرنے والے تھے۔

"صاحب۔۔۔۔ ! چائے" ملازمہ نے خاص طور پر اظہر کو مخاطب کیا۔

"شکریہ۔۔۔ !" اس نے ایک کپ اٹھا کر بخت کو دیا اور دوسرا اٹھاتے اس کی جانب دیکھا۔

"کچھ کہنا ہے۔۔۔؟"

"جی صاحب وہ کچھ پیسے چاہیں۔۔۔۔ وہ جی میرا بیٹا۔۔۔ وہ۔۔۔بیمار ہے" ملازمہ نے کچھ جھجھکتے اپنی بات مکمل کی۔

"یہ لیں پر اپر چیک اپ کروائیں اس کا روز روز کیوں بیمار پڑتا ہے اور واپسی پہ کسی اچھی جگہ کھانا کھلا دینا اسے اچھا لگے گا اسے" اظہر نے کچھ ہزار کے نوٹ بنا گنے ملازمہ کو پکڑا کر چائے پکڑی۔

"شکریہ صاحب بہت بہت شکریہ اللہ آپ دونوں کو بہت خوش رکھے اللہ آپ کو اولاد نرینہ عطا کرے مالک آپ کے گھر کو آباد رکھے اس گھر کو ننھے پھولوں سے مہکائے"

"اچھا بس اب جاؤ" بخت نے اس کی بڑھتی دعاؤں پہ خفت سے کہا جبکہ اظہر محظوظ نظروں سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

"اللہ خوش رکھے آپ کو"

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو بیوقوف بنا کر گئی ہے تمہیں" بخت اس کی شوخ نظروں پہ تپ کر بولی۔

"اچھا مجھے تو سمجھ آئی وہ ہمیں اولاد نرینہ کی دعا دے رہی تھی" وہ شوخ ہوا۔

"اتنے پیسے دے دیے اسے، میں نے خود سنا تھا اس کا بیٹا کہہ رہا تھا اسے بھی ریسٹورنٹ میں برتھڈے سیلیبریٹ کرنا ہے اور وہ اس کی بیماری کا بہانہ بنا کر تم سے

پیسے بٹور گئی"

"تم عورتیں مجھے اتنا بیوقوف کیوں سمجھتی ہو۔۔۔؟" اس نے بخت کی آنکھوں میں جھانکا۔

"آئی نو اس کے بیٹے کی برتھڈے ہے اسی لیے بہانہ کر رہی تھی"

"پھر بھی آپ نے اسے۔۔۔؟"

"ہاں پھر بھی اسے پیسے دیے۔۔۔ کیونکہ ان کے پاس یہی ایک وصیلہ ہے"

"لیکن اس نے جھوٹ بولا تھا تمہیں اس کی تصیح کرنا چاہیے تھی"

"اور تمہیں لگتا ہے وہ سچ بولتی تو میں اسے پیسے دے دیتا۔۔۔۔؟ یا اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تب بھی وہ یہ سن کر پیسے دے دیتا۔۔۔؟ نہیں۔۔۔۔ ! اور اگر میں اس کے جھوٹ کی تصیح کرتا تو۔۔۔ فرسٹ آف آل وہ شرمندہ ہوتی اور دوسرا نیکسٹ ٹائم اسے مانگتے ہوئے یوں شرم جھجھک محسوس نہیں ہوتی جو آج ہو رہی تھی بلکہ اسے مانگنے میں آسانی ہو جاتی جس سے اس کی سیلف ریسپیکٹ اور خودداری ختم ہو جاتی"

بخت نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ویسے میں سوچ رہا ہوں ہمارے چمن میں بھی پھول کھلنے چاہیں اب۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"شٹ اپ" بخت نے نظریں ٹی وی سکرین پہ ٹکا کر اسے نظر انداز کیا۔

"اچھا اب سیر ئسلی۔۔۔۔ تم کیا چاہتی ہو ہماری پہلی اولاد بیٹا ہو یا بیٹی۔۔۔؟" بخت نے ترچھی نظر اس پہ ڈالی تو اظہر نے چہرے پہ سنجیدگی سجائی۔

"بتاؤ نا۔۔۔؟" اس نے بخت کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں میری پہلی اولاد۔۔۔بیٹا ہو۔۔۔۔ میں اس کی بہت اچھی تربیت کروں گی اسے حافظ قرآن بناؤں گی اسے عورت کی عزت کرنا سکھاؤں گی میں چاہتی ہوں میرے بیٹے کی زندگی میں جو بھی لڑکی آئے اس کے ساتھ پہ فخر کرے" اظہر کا رنگ اب زرد ہو چکا تھا۔

"ماضی میں ہوئی کوئی ایک غلطی انسان کو اتنا بھی گرا دیتی ہے کہ وہ کبھی کسی کی نظروں میں واپس وہ مقام نہیں لے پاتا جو۔۔۔" اظہر اس کے ہاتھ کو دیکھتے بولا پھر ہولے سے کھڑا ہوا۔

"میرا وہ مطلب۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی اظہر کمرے میں ج کر دروازا بند کر چکا تھا۔

اس کے ساتھ گزرے اتنے دنوں میں وہ یہ تو جان چکی تھی وہ انتہائی خوبصورت دل کا مالک ہے جس میں احساس، قدر، محبت سب کچھ ہے جسے وہ جاتا بھی نہیں وہ خود بھی بھول جانا چاہتی تھی کہ وہ اسے ماضی میں دھوکہ دیتا رہا ہے مگر اس کے باوجود کسی نہ کسی بات میں ماضی نا چاہتے ہوئے بھی ان کے درمیان آجاتا۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟" اسے واپس باہر جاتے دیکھ وہ فوراً اس کے سامنے آئی۔

"سیگریٹ کی طلب ہو رہی ہے تھوڑی دیر میں آجاؤں گا" اس نے کنپٹی مسل کر کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا آئندہ سیگریٹ نہیں پیوٗ گے"

"نو آئی پرامس کے آئندہ گھر میں سیگریٹ نہیں پیوں گا" اس نے احمقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتے جواب دیا۔

"تم۔۔۔۔! ایک نمبر کے فراڈ ہو تم"

"تمہاری نظر میں اب میں ہمیشہ ایسا ہی رہنے والا ہوں۔۔۔۔مائی کیڑی" اس نے اس کی ناک دبائی۔

"سو جاؤ سکون سے آجاؤں گا کچھ دیر میں" اس نے دوبارہ قدم بڑھایا۔

"پلیز نہ جاؤ اظہر" بخت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اظہر نے رک کر گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے نہیں جا رہا۔۔۔۔ لیکن پھر مجھے اس گھر میں پھول چاہیے" اس نے زرا سا جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"یو۔۔۔۔! دفعہ مرو جہنم میں جاؤ میری بلا سے" وہ پیر پٹختی کمرے کی جانب بڑھ گئی وہ قہقہ لگاتا اس کے پیچھے ہو لیا۔

"ارے یار سنو تو" ٹھا سے دروازہ بند کرتے وہ لاک کر چکی تھی مگر اظہر کو اس کی پرواہ

نہیں تھی۔ اس نے بہت سکون سے ایکسٹرا کیز سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔

****

"اب اس وقت کون ہے۔۔۔؟" دروازے کی دستک پہ وہ لیپ ٹاپ ایک طرف رکھتا دروازہ کھولنے کے لیے بڑھا۔

"ہا۔۔۔اۓ السلام علیکم۔۔۔!" دروازہ کھلتے ہی وہ اس کا سوا نیزے پہ غصہ دیکھتے بمشکل مسکرا کر بولی۔ عکاشہ کو اس بے ڈھنگ ے سلام پہ ہنسی تو بہت آئی مگر کچھ دیر پہلے والے بدلے بجی پورے کرنے تھے سو ابرو اچکا کر سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"دیوار چین ہی بن گئے ہیں" بالی نے اس کے پیروں کو دیکھتے سوچا۔

"وہ۔۔۔۔ دادو کہہ رہی تھیں میں آج آپ کے روم میں سو جاؤں" وہ زبردستی مسکرا کر بولی مگر عکاشہ ہنوز بے تاثر کھڑا رہا۔

بالی نے نظریں ادھر ادھر گھما کر گلا کھنکارا۔

"وہ۔۔۔ اصل میں مجھے آپ سے کچھ بات بھی پوچھنی تھی۔۔۔ آاام نہیں پوچھنی ہے۔۔۔۔پوچھوں۔۔۔۔؟" اس کے یوں بے تاثر چہرہ دیکھتے وہ روہانسی ہوئی۔

"نہیں" عکاشہ سختی سے کہتا واپس بیڈ پہ جا بیٹھا۔

بالی اس قدر بے عزتی پہ سر جھکا کر واپس جانے کو مڑی۔

"خبردار اگر ایک قدم بھی باہر رکھا پیر کاٹ کے چارپائی پہ ڈال دوں گا" وہ سرد لہجے میں بولتا اس کو پلٹنے پہ مجبور کر گیا۔

"کیوں لاوارث سمجھ رکھا ہے۔۔۔؟ آپ میرا ایک پیر کاٹیں گے دادو آپ کے دونوں پیر کاٹ دیں گی" وہ بھیگی آواز میں کافی رعب سے بولی۔

عکاشہ کو وہ اس وقت واقعی میں معصوم لگی۔ وہ لیپ ٹاپ بند کرتا دروازہ لاک کرتا اس کی طرف آیا جو وہیں کھڑے کھڑے مڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"اگر آپ نے میرا۔۔۔"

"شش" وہ اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے خاموش ہونے کا اشارہ کرتے بولا۔

"دوسروں سے امیدیں رکھنے والا شخص کمزور ہوتا ہے۔۔۔ میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا"

"آپ نہیں جانتے کمزور اور بہادر کون ہوتا ہے اس لیے اس ٹاپک پہ بات نہ کریں" اس نے ناک سکوڑی۔

"اچھا مجھے تو وہ لڑکی بہادر لگتی تھی جو اکیلے سڑک پہ پورے قد اور نڈری سے اپنے راستے پہ چلتی تھی اگر کوئی اس سے فری ہونے کی کوشش کرتا تو اسے جھاڑ پلا کر آگے بڑھ جاتی مگر آج کل وہ لڑکی ہر چھوٹی چھوٹی بات پہ اپنی دادو کی دھمکی دیتی ہے" وہ جیسے اسے للکار رہا

تھا۔

"اس لیے اب آپ مجھے کمزور سمجھتے ہیں۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ پہ بٹھا کر خود اس کے سامنے بیٹھا۔

"تم بتاؤ تمہارے نزدیک کمزور کون ہے۔۔۔؟"

"جس کی بیک پہ بہت سے رشتے ہوں مگر پھر بھی اسے اپنی جنگ خود لڑنا ہو اپنے لیے راستہ خود بنانا ہو جب تکلیف میں ہو تو اس مشکل کو خود ہی جھیلے اور اپنی خوشیاں بانٹنے کے لیے وہ اپنوں کی بجائے کسی اجنبی کو ڈھونڈے آئی تھنک وہ شخص کمزور ہوتا ہے جس کے پاس اتنے سارے رشتے ہوں پھر بھی وہ اکیلا ہو"

"نہیں وہ شخص بہادر ہوتا ہے جو اپنی جنگ خود لڑنا جانتا ہو جو اپنا راستہ خود بنانا جانتا ہو مشکل خود جھیلے وہی شخص تو بہادر ہوتا ہے کمزور وہ شخص ہوتا ہے جسے دوسروں کے سہاروں کے ضرورت ہو"

"لیکن پھر اتنے رشتے ہونے کا فائیدہ۔۔۔؟"

"کچھ چیزیں فائیدہ نقصان کے لیے نہیں ہوتیں بس مان رکھنے کے لیے ہوتی ہیں رشتے بھی صرف مان رکھنے کے لیے ہوتے ہیں فائیدہ دینے کے لیے نہیں

تم لکی ہو تمہارے پاس یہ مان ہے بہت سے لوگوں کے پاس یہ مان بھی نہیں ہوتا" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہمم" وہ اس کی آنکھوں میں چڑھتی سرخی دیکھ چپ ہوئی۔

"کافی پیو گی۔۔۔؟"

"نہیں آئی ڈونٹ لائیک" اس نے ناک سکوڑی۔

"چائے۔۔۔؟"

اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"پہلی دفعہ میرے روم میں آئی ہو کچھ تو لو"

"اچھا ایسا بھی ہوتا ہے۔۔۔؟" وہ ہولے سے ہنسی۔

"جی ایسا بھی ہوتا ہے" وہ بھی مسکرایا۔

"آآاااا مجھے۔۔۔۔۔ ریڈ گریپس پسند ہے وہ پلاؤ" اس نے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائی۔

"اور کچھ۔۔۔؟" عکاشہ نے سر کو خم دیا۔

"نہیں بس یہی"

"بتا دو میں ایسی آفرز روز روز نہیں دیتا"

"میں روز روز کسی سے فرمائشیں نہیں کرتی سو ڈونٹ وری" اس نے ایک آنکھ چھوٹی کر کے کہا۔

"آہا" اس نے جیسے داد دی۔

وہ موبائل پہ کچھ ٹائپ کرتا پھر اس کی جانب مڑا جو سامنے دیوار پہ لگی ٹرپل ایلوس پینٹنگ

کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر دوسری جانب لگی مونا لیزا کی پینٹنگ کو دیکھ کر بری سی شکل بنائی۔

"یہاں کیوں لگائی ہوئی ہے آپ نے یہ۔۔۔؟" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیوں اچھی نہیں ہے کیا۔۔۔؟"

"عجیب سی لگتی ہے"

"عجیب کیوں۔۔۔؟"

"پتہ نہیں بس عجیب لگتی ہے کیا آپ اسے یہاں سے ہٹا نہیں سکتے۔۔۔؟" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"یہ فرمائش ہے۔۔۔؟"

"نہیں ریکوئسٹ" اس نے پلکیں جھپک کر بڑی سے مسکراہٹ دکھائی۔

"اور اگر میں کہوں میں نہیں ہٹا سکتا تو۔۔۔؟"

"تو آپ کی مرضی ہے میں کیا کر سکتی ہوں" اس نے کندھے اچکا کر کہا جیسے کوئی بڑی بات نہیں۔

"تمہیں پینٹنگز پسند نہیں۔۔؟"

"چچ" اس نے ہونٹ ایک طرف کھینچ کر آواز نکالی۔

"ہاہاہ یہ کیا تھا۔۔۔؟" عکاشہ کو اس کے انداز پہ بے ساختہ ہنسی آئی۔ بالی شرمندہ سی ہو کر

دوسری پینٹنگ کو دیکھنے لگی۔

"اچھا کس سبجیکٹ میں اچھی تھی تم۔۔۔؟"

"آلموسٹ سبھی میں، پسندیدہ سبجیکٹ میرا انگلش تھا اس میں میرے فل مارکس ہوتے تھے۔۔۔ فل مطلب بس تین چار نمبر ہی کٹتے تھے"

"گوووووڈ"

"ایک بات پوچھوں آپ سے۔۔۔؟"

"ہوں ہمم"

"آپ نے کہا تھا پراپرٹی کے علاوہ بھی ہوتا ہے جو مرد کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے"

"ہاں کہا تھا" وہ موبائل پہ آتے نوٹیفکیشن دیکھتے بولا۔

"میں آتا ہوں ویٹ" وہ سائیڈ ٹیبل سے والٹ نکالتا باہر نکل گیا اور پیچھے وہ صوفے پہ پڑی کشنز کو دیکھنے لگی۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی پرفیومز دیکھنے لگی۔

وہ پلٹی تو عکاشہ دونوں ہاتھوں میں فوڈ بیگز لیے اندر آیا۔

"یہ سب۔۔۔ اتنا کچھ لانے کی ضرورت نہیں تھی سچ میں، میں نے مذاق کیا تھا مجھے پتہ تھا گھر پہ نہیں ہوگا ریڈ گریپس اس لیے جان بوجھ کے تنگ کیا" اس نے شرمندہ ہوتے وضاحت دی۔

"کم آن اتنا سب کچھ نہیں ہے اب گلاس تم لے کے آؤ گی" اس صوفے پہ بیٹھتے کہا۔

"میں تو بوتل سے پی لوں گی آپ اپنا گلاس لے لیں" اس نے سائیڈ ٹیبل سے گلاس لا کر اس کے سامنے رکھا۔

"جی نہیں بوتل سے میں پیوں گا تم گلاس میں پی لو"

"ناہیں مجھے آپ کے گلاس میں نہیں پینا" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"کیوں میرا گلاس کونسا پلید ہے۔۔۔؟"

"تو جس گلاس میں شراب پی جائے وہ پاک ہوتا ہے۔۔۔؟" عکاشہ جو پیٹیز نکال کر پلیٹ میں رکھ رہ تھا چونک کر اس کی جانب دیکھا جو ہونٹ سختی سے بھینچے ابرو اچکا کر اپنے ہاتھ دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں۔۔۔۔"

"پتہ۔۔۔چل گیا تھا" ایک آنسو لڑھک کر اس کی گال پہ گرا۔

عکاشہ نے اسے دیکھ جبڑے بھینچے۔

"I hate the man who drink"

اس نے پیٹی اٹھا کر کھانا شروع کی پھر گلاس میں جوس ڈال کر اس کی طرف دیکھ کر کندھے اچکائے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔۔؟"

عکاشہ نے بے ساختہ اس سے نظر ہٹائی۔

"دادو کو بتا دیا۔۔۔؟" اس نے جوس کا گلاس منہ سے لگایا۔

"ہاہاہ نہیں۔۔۔ آپ ڈر رہے ہیں ان سے۔۔۔؟" اس نے دونوں ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"تم نے کب دیکھا۔۔۔؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ گیا۔

"کل رات میں آئی تھی روم میں لیکن پھر آپ کو۔۔۔ دیکھا تو واپس چلی گئی"

"تم آکر روک بھی سکتی تھی"

"کیوں میں کیوں روکتی۔۔۔؟" اس نے ماتھے پہ بل ڈالے۔

"کاز۔۔۔ یو ہیٹ دیٹ"

"ہاں لیکن آپ کو تو نہیں ہے نہ مجھے اپنی مرضی مسلط کرنا پسند نہیں دوسروں پہ"

"تو اجازت دے رہی ہو۔۔۔؟"

"آپ کو میری اجازت کی ضرورت ہے۔۔۔؟"

عکاشہ نے لمبا سانس لیا اور پھر چھوڑا۔

"اونہہ" بائیں ہاتھ سے اپنی پیٹی پہ ہوا کرتے اس کو گھورنے لگی۔

"واٹ۔۔۔؟ آج تو نہیں پی میں نے اور ویسے بھی وڈکا کی سمیل نہیں آتی"

"شرم تو نہیں آتی اپنی بیوی سے یہ انفارمیشن شئیر کرتے" اس نے شرم دلائی۔

"عجیب ہو کبھی اتنا کول بی ہیو کرتی ہو کبھی یوں۔۔۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ کو ڈر نہیں لگتا۔۔۔۔؟"

"کس سے۔۔۔۔؟" وہ آنکھیں سکیڑ کر اس کی جانب مڑا۔

"اللہ سے" عکاشہ نے آنکھیں موند کر دوبارہ اسے دیکھا۔

"اماں جان کہتی ہیں اللہ تو دوست ہوتا ہے محبت کرتا ہے ہم سے وہ ہمارے گناہ معاف کر دیتا ہے"

"ہمم تو کیا جو دوست آپ سے محبت کرتا ہو آپ کو برے کام سے منع کرتا ہو لیکن بار بار آپ وہی کام کرو تو اس کو کھونے سے ڈر نہیں لگتا۔۔۔۔؟"

عکاشہ کے حلق میں گلٹی معدوم ہوئی۔

"سیدھا سیدھا بول دو ناں نہ پیا کروں"

"میرے منع کرنے سے ہو جائیں گے منع۔۔۔ عادتیں بدلنا اتنا آسان تو نہیں ہوتا"

"کوشش تو کی جا سکتی ہے" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

"ہمم کوشش انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے" وہ سکون سے جوس پینے لگی۔

"دادو کہتی ہیں اب میں آپ کے ساتھ آپ کے روم میں رہوں لیکن میں نے بتایا نا مجھے شرابی لوگوں سے نفرت ہے تو آپ بتائیں میں کیسے رہوں ایک ایسے انسان کے ساتھ جو شراب کا اس قدر عادی ہے کہ اپنے روم میں بیٹھ کے پیتا ہے۔۔۔؟"

"کم آن ایسی بھی بات نہیں میں بس۔۔۔ ٹینشن میں پیتا ہوں"

"اوکے اور کسی بھی انسان کو ٹینشن کب نہیں ہوتی۔۔۔؟"

"کب۔۔۔؟" عکاشہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"اوہ بھائی ٹینشن تو ہمیشہ ہی چلتی ہے نا"

"شٹ اپ اگر آئندہ تم نے یہ لفظ میرے لیے یوز کیا تو منہ توڑ دوں گا" وہ شدید غصے سے بولا۔

بالی نے رونی شکل بنا کر اسے دیکھا۔

"دیکھا ایسے ہی کرتے ہیں شرابی پہلے پیتے ہیں پھر اپنی بیوی کو مارتے ہیں اور پھر ہوش آنے پہ بولتے ہیں مجھے تو پتہ نہیں چلا معاف کر دو اور کچھ تو اتنے بے حس ہوتے ہیں کہ وہ معافی بھی نہیں مانگتے کہ کہیں ان کی انا اور غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ وہ ایک عورت سے معافی مانگیں" وہ انگلی اٹھا کر بولتی گئی۔

"پاگل ہو گئی ہو۔۔۔؟" عکاشہ نے جھنجھلا کر کہا۔

بالی نے جوس کا ایک گھونٹ لے کر بوتل بند کر کے رکھتے وہاں سے اٹھی۔

"کہاں۔۔۔؟"

"اماں جان کے روم میں" وہ بنا رکے بولتی آگے بڑھی۔

"کیوں۔۔۔؟"

"بتانے جا رہی ہوں آپ کے کارنامے"

"پاگل ہو گیا تم۔۔۔؟" عکاشہ نے ایک جست میں اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ لاک کیا۔

"ہاتھ چھوڑیں" بالی نے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے کہا۔

"چپ۔۔۔کوئی شراب نہیں پیتا میں۔۔۔میں تو ایپل جوس پی رہا تھا کل، تم آ کے دیکھتی تو"

"اچھا۔۔۔الو سمجھا ہوا ہے اگر ایسا ہے تو پہلے ہی کیوں نہیں بتایا۔۔۔؟"

"یار میں تو تنگ کر رہا تھا تمہیں" عکاشہ نے سینے پہ بازو لپیٹے۔

بالی شاکی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"""جھوٹ نہ بولیں اب آپ نے خود ایڈمٹ کیا پے ابھی کچھ دیر پہلے" وہ اسے جیسے یاد دلانے لگی۔

"کم آن اگر ایسا ہوتا تو بھلا میں ایڈمٹ کرتا اپنی بات بونگی ایسا کچھ نہیں ہے اور ویسے بھی ایک گڈ نیوز ہے تمہارا پی ایچ ڈی میں ایڈمیشن کروا دیا ہے میں نے"

"ویسے کتنی غلط بات ہے کسی کو یوں بے وقوف بنانا پتہ ہے کتنا ڈر گئی تھی میں"

"اور کسی کو یوں ٹیسٹ کرنا کیسی بات ہے۔۔۔؟" عکاشہ نے سر ہلا کر ابرو اٹھائے۔

"میں نے تو ایک بات کی تھی آپ خودی سیریس ہو گئے اب دور سے کیا پتہ چلتا ہے ایپل جوس اور شراب کا" اس نے کندھے اچکائے۔

"وہ سب ٹھنڈا ہو رہا ہے" بالی اس کے سامنے سے گزرتی واپس صوفے پہ آئی۔

"ویسے روم اچھا ہے آپ کا" وہ ایک اور پیٹی اٹھا کر کھاتے بولی۔

"اب یہ تمہارا بھی ہے"

"اچھا آپ کے پاس اویپرازول کیپسول ہو گا۔۔۔؟"

"وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔۔؟"

"اوہو آپ کو اتنا بھی نہیں پتا کس چیز کے بزنس مین ہیں آپ کوئی حال نہیں" وہ منہ بسور کر پیٹی کھانے لگی۔

عکاشہ نے ہونٹ ایک طرف کھینچ کر مسکراہٹ دبائی۔ نس سے اس کی ایک گال پہ ڈمپل بنا بالی نے بے ساختہ اس سے نظر چرائی تھی شاید اسے اپنی ہی نظر لگ جانے کا خدشہ ہوا تھا۔

"ویسے آپ کے گھر میں چارپائی ہے۔۔۔؟"

"کیوں۔۔۔؟"

"ابھی آپ کہہ رہے تھے نا میرا پیر کاٹ کے چارپائی پہ ڈال دیں گے"

"کتنا بولتی ہو تم"

"کتنا۔۔۔؟" وہ منہ بسور کر بولی۔

"ویسے تم رو کیوں رہی تھی۔۔۔؟"

"کب کہاں میں تو نہیں رو رہی تھی"

Urdu Novels Ghar

"جھوٹی"

"جی نہیں" اس نے ماتھے پہ بل ڈالے۔

"رو رہی تھی تم جب تمہیں لگا میں ڈرنک کرتا ہوں"

"ہاں تو بندہ ڈر تو جاتا ہے نا پوری زندگی کا معاملہ ہے" اس نے پیٹی کی بائیٹ لے کر منہ بنایا۔

اچھا ویسے آپ نے کیا سوچ کے میرا ایڈمیشن کروایا اور کس یونی میں کروایا ہے اچھا لگا مجھے سرپرائز

تمہیں اچھا لگا تو مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اس نے مسکرا کر اس کے ہونٹوں کے پاس لگی ساس کو انگوٹھے سے صاف کیا تو بالی بری طرح کھانسی۔ عکاشہ نے مسکراہٹ دباتے جوس کا گلاس منہ سے لگایا۔

آپ جھوٹ تو نہیں بول رہے تھے نا۔۔۔؟

ایڈمیشن کا۔۔۔؟ نہیں تو

نہیں وہ ڈرنک والا اس نے نظریں چرائیں ورنہ اس کو یقین تو ہو چکا تھا۔

ہاں بولا تھا وہ سنجیدگی سے بولا۔

مجھے۔۔۔۔

یار تمہیں بھروسہ نہیں ہے تو سیدھا سیدھا بولو نہ یوں قسطوں میں دل کیوں توڑتی ہو بار بار

وہ غصے سے وہاں سے اٹھ گیا۔

نہیں میں تو بس کنفرم کر رہی تھی وہ فوراً اس کا ہاتھ تھام گئی۔ اس کے ہاتھ کا نرم گرم لمس پاتے عکاشہ نے آنکھیں میچ کر کھولیں۔

ہو گیا کنفرم۔۔۔؟ وہ اس کے ہاتھ پہ گرفت مضبوط کرتے اس کے جاب پلٹا۔ تو اس نے سر ہلایا البتہ نظریں اب اس کی شرٹ پر تھیں۔

****

سیدھے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی پلاٹینیم رنگ کو گھماتے ہوئے انوکھی سی مسکراہٹ تھی اس کے لبوں پہ۔ موبائل اٹھا کر وہ مسکراتے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"السلام علیکم۔۔۔!" اب کے لہجہ کافی سنجیدہ تھا۔

"وا علیکم السلام۔۔۔!" دائم نے فوراً محسوس کیا آج اس کے مزاج میں بے تکلفی نہیں تھی۔

"کیسی ہو۔۔۔؟" سنجیدگی۔

"ٹھیک" از حد سنجیدگی۔

"صرف ٹھیک۔۔۔؟"

خاموشی۔

"آئی تھنک آج تمہیں خوش ہونا چاہیے۔۔۔؟"

"کیوں۔۔۔؟"

اب کے دائم کو کوفت ہونے لگی تھی وہ تو اسے تنگ کرنے والا تھا اس کے سرد مزاج پہ مگر یہاں تو۔۔۔۔۔

"اینگیجمنٹ ہوئی ہے ہماری کیا یہ بات تمہارے لیے قابلِ خوشی نہیں۔۔۔؟"

"ضرور ہوتی اگر میرا پارٹنر مجھ سے پہلے کسی اور کی محبت میں بتلا نہ ہوتا اور اس کی محبوبہ اسے اس رشتے کے لیے فورس نہ کرتی" اس نے دو ٹوک بات کی۔

"کم آن انوشہ تم۔۔۔۔ آئی تھنک ہمیں ملنا چاہیے بیٹھ کے بات کرتے ہیں"

"انو۔۔۔ انوشہ" اس نے کان سے فون ہٹا کر سکرین کو گھورا۔

"انوشہ پلیز"

"کیا بی ہیویئر ہے یہ؟"

کچھ دیر بعد مسیجز سین کیے گئے۔

"پلیز ڈونٹ ڈسٹرب می" اس کے جبڑے تنے مگر پھر آنکھیں موند کر خود کو پر سکون کیا۔

****

"اماں جان۔۔۔۔!" وہ آفس سے واپس آتے ہی اسے کہیں نہ پا کر زرتاج بیگم کے کمرے میں آیا جہاں وہ بڑی شان سے دادو کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی۔

"کوئی اور کام تو ہے نہیں اس بونگی کو سوتی رہتی ہے بس ہر وقت" وہ سر نفی میں ہلاتے دادو کے سامنے سر جھکا گیا پھر زرتاج بیگم کے ساتھ بیٹھ کر ان کے سر پہ بوسہ دیا۔

"اسے کیا ممانی نے افیم کھا کے پیدا کیا تھا۔۔۔؟" اس نے آنکھوں سے بالی کی جانب اشارہ کرتے پوچھا۔

"بری بااااات" زرتاج بیگم نے ٹوکا۔

"بالی۔۔۔ اٹھ جا بچے۔۔۔۔ اٹھ جا شاباش"

"آپ کو تو لگتا کریلے کھا کے پیدا کیا ہو گا پھپھو نے" وہ آنکھیں مسلتے بیڈ سے اتری پانی کا آدھا گلاس اسے تھمایا۔

"کتنی زبان چلتی ہے آپ کی بھتیجی کی ویسے نہیں۔۔۔؟" عکاشہ نے گلاس پکڑ کر زرتاج بیگم کی صلاح چاہی۔

"پھپھو کھانا لگاؤں۔۔۔؟" اس نے منہ بسور کر اس کی بات کا اثر زائل کیا۔

"اچھا بھئی چلو یہی بہتر ہے" وہ بھی بیڈ سے اترتے بولیں۔

عکاشہ مسکراتے ہوئے خالی گلاس سائڈ ٹیبل پہ رکھتے دادو کی جانب آیا۔

"سوری نانو لیکن آپ کی معصوم بچی یوں لڑتی ہوئی اچھی لگتی ہے تو بس۔۔۔۔"

"میں نے کب کچھ کہا مجھے تو بلکہ اچھا لگتا ہے اسے یوں بولتے کسی سے اتنا فری ہوتے دیکھ۔۔۔ میں نے کبھی اسے کسی سے یوں الجھتے سوال جواب کرتے نہیں دیکھا اس کا یہ نیا روپ میرے دل کو بھاتا ہے"

"ہمم"

"خوفزدہ رہتی ہے" انہوں نے جیسے سرگوشی کی۔

"کس سے۔۔۔؟" عکاشہ نے چونک کر پوچھا۔

"تمہاری۔۔۔پہلی بیوی سے"

عکاشہ نے سر جھٹکا۔

"اسے اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے نانو"

"تم طلاق کیوں نہیں دے دیتے؟"

"میں اسے آزاد نہیں کرنا چاہتا"

"اس سے تکلیف سے تم بھی جڑے رہو گے"

وہ سرد آہ خارج کرتا کھڑا ہوا۔

"چلیں کھانا کھاتے ہیں" ان کا ہاتھ پکڑتے وہ انہیں سہارا دے کر باہر نکلا۔

****

اتوار کی صبح ہمیشہ کی طرح گیارہ بجے شروع ہوئی تھی۔ سیاہ لوز ٹراؤزر پہ گرے شرٹ پہنے جس پہ سفید خرگوش بنا تھا بالوں کی پونی جو اب کھچڑی بن چکی تھی سفید مرمریں پیروں میں سیاہ چپل پہنے وہ کچن میں کھڑیں عشبہ کے کندھے پہ سر رکھتے پیچھے سے ہی گردن پہ بازو لپیٹے۔

"اونہوں پھانسی دو گی کیا اور کیا حلیہ بنا رکھا ہے دن بدن بہت لیزی ہوتی جا رہی ہو تم کیا ہو گیا ہے اب تو خوش ہو جاؤ"

"کیوں اب کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"شادی ہونے جا رہی ہے تمہاری انہوں نے اس کی گال پہ ہاتھ رکھا" جسے اس نے بد لحاظی سے پرے کیا۔

"سب کو کیوں لگنے لگ ہے کہ شادی ہو رہی ہے تو بس مجھے خوش نظر آنا چاہیے؟"

"سب کو مطلب۔۔۔؟"

"کچھ نہیں" وہ سنجیدگی سے کہتی باہر نکلی۔

"انو کیا ہو گیا ہے بیٹے بتاؤ مجھے ہم بیٹھ کے بات کرتے ہیں ناں" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"اماں پلیز" وہ مڑ کر بیزاری سے بولی۔

"اب کون ہے۔۔۔؟"

"جائیں اٹینڈ کریں اپنے مہمان" وہ ان کا ہاتھ کو دیکھتے بولی۔

"السلام علیکم۔۔۔!" دائم کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وا علیکم السلام" عشبہ بیگم اس کا ہاتھ چھوڑتے دائم کی طرف بڑھیں۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" اس نے وہاں سے جاتی انوشہ کو دیکھتے پوچھا۔

"میں ٹھیک بیٹے بتایا نہیں تم نے آنے کا"

"وہ۔۔۔ انکل سے بات ہوئی تھی ایکچوئلی ابھی یہیں پہنچ کے میسج ملا ان کا وہ گھر نہیں ہیں لیکن انہوں نے کہا وہ بس آدھے گھنٹے تک آ جائیں گے"

"ہاں ہاں آؤ بیٹھو نا میں ناشتہ لگاتی ہوں"

"نہیں آنٹی بس ایک کپ کافی اگر ہو جائے بس"

"اچھا چلو تم بیٹھو میں انو کو بلاتی ہوں"

ماتھے پہ بے شمار بل چڑھائے وہ کمرے میں آئی تو فون پہ بابا کے میسج دیکھ کر واٹس ایپ کھولا پھر کال ملا کر کان ڈے لگایا۔

" گڈ مارننگ بابا"

" گڈ مارننگ میرا گڈا اٹھ گئی۔۔۔؟"

"جی"

"اچھا بیٹے وہ دائم آرہا ہے کہہ رہا تھا تم سے ملنا ہے خیریت کوئی بات ہوئی ہے۔۔۔؟"

"نہیں بابا کوئی بات تو نہیں ہوئی مے بی کوئی ویڈنگ تھیم وغیرہ کے سلسلے میں۔۔۔" اس نے کان کھجایا۔

"اصل میں زرا سعید صاحب کے ساتھ آیا تھا ہاسپٹل چیک آپ کروانا تھا مجھے لگا آدھے گھنٹے تک آجاؤں گا لیکن ابھی مجھے یہاں ٹائم لگے گا تو تم مل لینا دائم سے ہاں۔۔۔؟"

"جی بابا۔۔۔۔ سب خیریت ہے"

"اللہ سب خیر ہی رکھے بیٹا بس دعا کرو ہرٹ پرابلم ہے آپ کے انکل کو"

"اوہوو اللہ انہیں صحت دے"

"آمین۔۔۔ تم مل لینا ہاں۔۔۔؟" انہوں نے دوبارہ تسلی کی۔

"جی بابا اللہ حافظ"

"اللہ نگہبان"

"انو۔۔۔!"

اس نے رخ پلٹا مگر انہیں دیکھا نہیں۔

"بیٹے کتنا روڈ لگتا ہے انسان یوں۔۔۔۔ سلام کر سکتی تھی نا تم"

"میں چینج کر کے آتی ہوں" وہ بنا اس سے نہر ملائے باتھ روم میں گئی۔

"اوکے"

****

"اس سب کی ضرورت نہیں تھی خالی کافی کافی تھی" وہ ٹرالی میں سجے لوازمات دیکھتے بولا۔

انوشہ نے کافی کا مگ اس کے سامنے رکھا اور دوسرا اٹھاتے سامنے صوفے پہ بیٹھی۔

"کیا بات۔۔۔"

"کیسی۔۔۔"

وہ دونوں ایک ساتھ بولے اور پھر خاموش ہوئے۔ کچھ دیر خاموشی میں گزری۔

"دیکھو انوشہ ہر انسان کی سوچ میں ایک ائیڈیل ہوتا ہے کچھ کا جلدی بن جاتا ہے کسی کا دیر سے کسی کو ائیڈیل وغیرہ کا موقع ہی نہیں ملتا اور محبت اپنے حصار میں لے لیتی ہے یا پھر۔۔۔ بالی میرے لیے میری ائیڈیل جیسی تھی معصوم سی بھولی سی کم گو سمجھدار جیسے کسی بھی میچور مرد کو اپنے لیے ایک پارٹنر چاہیے ہوتی ہے" اس نے انوشہ کو دیکھا جو کافی کا مگ گھور رہی تھی۔

"مجھے وہ اچھی لگتی تھی مگر اس کے لیے میں بھائی ہی تھا اس نے کبھی تکلف کی دیوار

گرنے ہی نہیں دی ہمادے درمیان تم دوست ہو اس کی تم سے بہتر کون جانتا ہو گا اسے۔۔۔۔ میں نے پرپوز کیا تھا اسے۔۔۔۔ مگر اس نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہ سب ہمدردی اور وقتی اٹریکشن ہے اس کے بعد بھی میں اسے نہیں بھول پایا"

انوشہ کا چہرہ اب مکمل سرخ ہو چکا تھا اور آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

"پھر تم آئی پتہ نہیں کب کہاں کیسے میرے جذبات تمہارے لیے بدلنے لگے جہاں بالی کا کم گو سلجھا رویہ اچھا لگتا تھا تمہارا باتونی نٹ کھٹ رویہ دل کو مجبور کرتا تھا کھلکھلانے کو تمہاری شرارتیں شوخیاں دل کو بھانے لگیں پھر نجانے کب مجھے تمہاری کمی محسوس ہونے لگی میں اندر ہی اندر الجھنے لگا تھا خود سے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا ایسے میں اگر بالی نے مجھے گائیڈ کر دیا تو تم بتاؤ کیا برائی ہے۔۔۔۔؟ کیا تم اپنے معاملات میں کبھی اس کی مدد نہیں لیتیں۔۔۔؟" اس نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا جو برس کر اب بھیگ چکی تھیں۔

"میری دوست ہے وہ اور آپ سے چھوٹی ہے آپ کیسے اس سے ہیلپ لے سکتے ہیں؟"

"بے شک چھوٹی ہے مگر وہ سمجھدار ہے اور لڑکیاں جذبات کو جلد اور گہرائی سے سمجھتی ہیں لے لی ہیلپ" اس نے آخر میں کندھے اچکائے۔

"ہونہہ لے لی ہیلپ مجھ سے بھی تو بات کر سکتے تھے" اس نے گھورا۔

"اوہ پلیز جتنی آسانی سے تم پیچھے ہٹ گئی تھی نا مجھے تو ڈر تھا کہیں۔۔۔"

"کیا پیچھے ہٹ گئی تھی۔۔۔؟ میں نے کونسا آپ سے عہد وپیماں باندھے تھے کہ پیچھے ہٹ گئی" سہ زرا سا چونک کر بولی۔

"کم آن انوشہ محبت کی مہک محبوب تک پہنچ ہی جاتی ہے اور پھر جب دل کی راہ بھٹکے یا بدلے تو محبوب کو خبر بھی ہو جاتی ہے"

انوشہ نے اس کی سنجیدہ آنکھوں میں دیکھا۔

"لیکن آپ۔۔۔" اس سے دیکھنا دوبھر ہوا اور آگے کیا بولتی اسے ذہن میں اب کچھ نہیں تھا۔

"ہمم ڈرتا تھا تمہیں بنا پائے کھو دینے سے ڈرتا تھا اگر تم مکر گئی تو کیسے اقرار سن پاؤں گا تمہارا اسی لیے سوچا شادی کر لیتا ہوں بیوی بن جاؤ گی تو خود ہی اقرار کروا لوں گا" وہ مسکرایا۔

"تو کیا آپ کو بالی سے محبت نہیں ہے۔۔۔؟"

"لو جی ساری رات ہیر پڑھی صبح پوچھا ہیر رانجھے کا ماموں تھا۔۔۔۔؟"

"ہاہاہاہ" اس کی کھنکتی ہنسی ڈرائینگ روم میں گونجی۔

"آئی ہوپ اب تمہارے دل میں کوئی کسی قسم کا ملال یا سوال نہ رہ گیا ہو گا۔۔۔؟"

"ایم سوری میں خود بھی الجھی ہوئی تھی مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ۔۔۔۔" وہ خاموش ہوئی۔

Urdu Novels Ghar

"تو تم مجھ سے بھی شئیر کر سکتی تھی" اس نے اسی کے الفاظ لوٹائے۔

"آئندہ آپ سے ہی کروں گی" وہ مسکرا دی۔ کچھ دیر خاموشی میں گزری۔

"اب خوش ہو؟" اسے مسلسل مسکراتے دیکھ دائم نے بھی مسکرا کر پوچھا۔

"کس لیے۔۔۔؟"

"اوففف" اس سر زور زور سے اوپر نیچے دائیں بائیں لایا۔

"ہاہاہاہ" ایک دفعہ پھر وہی جان لیوا ہنسی۔

"بھئی کیا لطیفے سنا رہے ہو ہماری بیٹی کو جو قہقے ابل رہے ہیں آج؟" عشبہ بیگم مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آ بیٹھیں۔

"اماں آپ لوگ بیٹھیں میں بابا کو کال کرتی ہوں" وہ فوراً بہانہ گھڑتے فرار ہونے کو بولی۔

"اممم مجھے اجازت دیں اب مجھے بھی کچھ ضروری کام ہے پھر ملاقات ہو گی ان شاء اللہ"

"اوکے جی اللہ نگہبان ہمیشہ خوش رہو آباد رہو"

"آمین آپ کی دعائیں چاہیں بس"

"ہمیشہ تم لوگوں کے ساتھ ہیں"

"شکریہ اللہ حافظ" وہ ان کے سامنے سر جھکا کر پیار لیتا وہاں سے نکلا تو عشبہ بیگم آنکھیں چھوٹی کر کے اس کی جانب مڑیں جو کب سے ہاتھ چھڑوا کر فرار ہونے کو پر تول رہی تھی۔

"اماااں" وہ ان کی گردن میں سر دے کر منہ چھپانے لگی۔
عشبہ بیگم مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلا گئیں۔

****

"آپ کیوں جا رہی ہیں میں بالکل اکیلی ہو جاؤں گی یہاں" وہ ان کی گود میں سر دیے روہانسی ہوئی۔
"اکیلی۔۔۔؟ پھپھو ہیں تمہاری عکاشہ ہے بچوں کے ساتھ سارا سارا دن تم بزی رہتی ہو ابھی بولتی ہو اکیلی رہ جاؤ گی"
"لیکن وہ سب آپ کی کمی تو پوری نہیں کر سکتے نہ میرا دل نہیں لگے گا آپ کے بنا"
"عکاشہ لگا لے گا تمہارا دل"
"اوہ پلیز ان کو تو رہنے ہی دیں آپ ایک نمبر کے کھڑوس ہیں ہر وقت مجھ پہ رعب جماتے ہیں"
"اچھا جی ان دو ہفتوں میں میں نے تو کبھی اسے رعب جماتے نہیں دیکھا تجھ پہ ہاں البتہ تم ہر بات کا جواب ٹکا کر دینے سے باز نہیں آتی"
"اللہ معاف"

"بات کیوں نہیں سنتی تم میری شوہر کی عزت کرو گی تو ہی اس کے دل میں تمہاری قدر اور عزت بڑھے گی"

"اچھا نا اب آپ لیکچر شروع کر کے بات نا بدلیں۔۔۔کیا ضرورت تھی حیدر کو بلانے کی یار، ہمارے ساتھ چلی جاتیں نا"

"میں نے نہیں بلایا اسے شادی ہے اس کی اور وہ چاہتا ہے میں ہر خاص و عام موقع پہ اس کے ساتھ رہوں"

"تو پھر آپ عکاشہ سے بات کریں ناں مجھے ساتھ لے جائیں"

"بالکل بھی نہیں اب یہ مٹر گشتیاں ختم کرو اور ٹک کر اپنا گھر سنبھالو حنا بھی بڑی ہو رہی ہے تم سے اٹیچڈ بھی ہے اب اس کی ذمہ داری بھی تم نے اچھے سے نبھانی ہے"

"اچھا ناں اب پرائمری کی ٹیچر کی طرح سمجھانا شروع کر دیں۔۔۔آپ نے بہت سارا خیال رکھنا ہے اپنا میڈیسن ٹائم پہ لینی ہیں فروٹس لینے ہیں پراپر ڈائٹ لینی ہے اور شادی ختم ہوتے ہی میرے ساتھ آجانا ہے واپس"

"اونہوں بری بات اچھا لگتا ہے یوں بیٹی کے گھر پڑ جاؤں۔۔۔؟ اور میرا چھوڑو تم مجھ سے وعدہ کرو بچوں کا پھپھو کا اور خاص طور پر عکاشہ کا بہت خیال رکھنا ہے اور اپنا بھی ہمم۔۔۔۔؟"

"اچھا کوشش کروں گی لیکن آپ نے واپس آنا ہے میرے ساتھ"

"چلو جاؤ اب پھپھو کی ہیلپ کرو کب سے اکیلی کچن میں لگی ہوئی ہیں" وہ بات بدلنے میں ہی عافیت جانتے بولیں۔

"اوکے۔۔۔!"

****

"ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو کچھ چاہیے۔۔۔؟"

"نہیں پھو میں تو آپ ہیلپ کرنے آئی ہوں، یہ قورمہ بنانا ہے نا۔۔۔؟" اس نے سامنے کٹے پیاز ٹماٹر دیکھتے پوچھا۔

"ہاں جی بنانا تو قورمہ ہی ہے لیکن تم اتنی گرمی میں کہاں کام کرو گی جاؤ اماں جان کے ساتھ بیٹھو شاباش"

"اوہو پھو ان کے پاس بیٹھوں تو وہ کہتی ہیں آپ کی ہیلپ کرواؤں آپ کی ہیلپ کروں تو آپ کہتی ہیں ان کے پاس بیٹھو میں جاواں تے جاواں کھڑے پاسے" اس نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر سر کو اٹھا کر اونچا کیا۔

"ہاہاہاہا اچھا یہاں آؤ ہیلپ کرنی ہے نا۔۔۔؟" وہ ان کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھی۔

"تو یہاں بیٹھو اور یہ سلاد بناؤ"

"نہیں ناں قورمہ بنانے دیں پلیز ٹھیک بنا لیتی ہوں میں پسند نہ آئے تو پیسے واپس" اس نے چٹکی بجا کر معاملہ حل کیا۔

"ہاہاہاہاہ اچھا بھئی بنا لو" وہ اس کی اداؤں پہ ہنستے ہوئی بولیں۔

"آپ سب کچھ ہم پہ چھوڑ دیں اور سکون سے جائیں دادو کے پاس بھئی سو دکھڑے سکھڑے ہوتے ہیں ماں بیٹی کے" اس نے آنکھیں مکمل کھول کر سر کو جنبش دی۔

"ہاہاہاہا اوکے"

"ذکیہ بھابھی کا خیال رکھنا" وہ ملازمہ کو تلقین کرنے لگیں۔

"پھوپھووو۔۔۔ میں نے اب شہد کھا کے خودکشی کر لینی ہے بس"

"ہاہاہاہا اللہ سے خیر مانگو ایسی باتیں نہیں کرتے" وہ اس کے پاس آکر اس کے ماتھے پہ بوسہ دے گئیں۔

"اللہ نظر بد سے بچائے۔۔۔ آمین"

"اب مجھے انیس سو ستر والی ایکٹریسز کی طرح شرم آرہی ہے" اس نے ان کے دوپٹے کا پلو انگلیوں پہ لپیٹتے شرماتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہاہاہ" وہ ہنستے ہوئے کچن سے نکلیں۔

****

"السلام علیکم پھپھو کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" اس کی بھاری دلکش آواز پہ وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکیں وہ حیدر ظہیر تھا مگر بالکل سفیر جیسا نہ صرف شکل و صورت میں بلکہ سیرت میں بھی ان جیسا نرم دل۔

"میں ٹھیک تم سناؤ" وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ پھیر کر بولی۔

"میں بھی ٹھیک" اس نے اپنے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

"سفر کیسا گزرا۔۔۔؟"

"اچھا"

"اور گھر پہ سب ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

"جی سب خیریت۔۔۔ دادو کہاں ہیں۔۔۔؟"

"وہ اوابین پڑھ رہی ہیں تم جاؤ فریش ہو جاؤ تب تک میں کھانا لگواتی ہوں وہ لیفٹ والا روم سیٹ کیا ہے میں نے تمہارے لیے"

وہ سر ہلاتا کھڑا ہوا تو وہ بھی ڈائینگ روم میں آئیں جہاں بالی اب برتن سیٹ کر چکی تھی۔

"بالی بیٹے کیا ضرورت تھی اتنا کام کرنے کی گرمی میں یا اللہ کتنا پسینہ آ رہا ہے تمہیں اب حد ہو گئی جب کہا تھا ذکیہ کر لے گی نہیں خود جت گئی تم تو اب دیکھو اپنا حال" وہ دوپٹے کے پلو سے اس کے سرخ چہرے پر دوپٹے سے پسینہ پونچھتے بولیں۔

"ارے کیا ہوا۔۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں تیرتا پانی دیکھتے وہ پریشان ہوئیں۔

"کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے ہمم طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟" اب کے انھوں نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے اتنا پسینہ آرہا ہے میں آپ کو ہگ بھی نہیں کر سکتی" اس نے معصومیت سے کہا تو زرتاج بیگم نے اسے گلے لگایا۔

"ماں تو کیچڑ میں لتھڑے بچوں کو بھی سینے سے لگا لیتی ہے"

بالی کے آنسو شدت سے ان کے کندھے پہ گرنے لگے۔

"آپ کیوں اتنی محبت کرتی ہیں۔۔۔مجھے ڈر لگتا ہے کہیں میں آنکھ کھولوں اور یہ خواب ختم نہ ہو جائے" وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"ایسے نہیں سوچو چلو اب جا کے فریش ہو جاؤ اور اگلے دس مِنٹ تک عکاشہ کے ساتھ ٹیبل پہ ہو تم"

"اوکے" وہ سر ہلاتے کمرے میں آئی جہاں عکاشہ کی پر شکوہ آواز نے اس کا استقبال کیا۔

جب سے اس کی یونیورسٹی شروع ہوئی تھی وہ مکمل اسے نظر انداز کیے ہوئے تھی ایسا عکاشہ کا ماننا تھا۔

"آج کل لوگ کافی بزی ہو گئے ہیں۔۔۔۔کیا اا کیا ہوا؟" اک پہ نظر جاتے ہی وہ ٹھٹکا۔

"تم رو رہی تھی تمہیں اتنا پسینہ کیوں آرہا ہے" وہ صوفے سے اٹھتے اس کے قریب آیا۔

"وہ کچن میں کام کر رہی تھی تو بس" اس نے الماری میں سے کپڑے نکالتے جواب دیا۔

"ٹھیک ہو تم۔۔۔؟" عکاشہ نے اس کا بازو پکڑ اپنے سامنے کیا۔

"ہاں ٹھیک ہوں کیوں۔۔۔؟" اسے اس قدر متفکر دیکھ وہ عجیب سی کشمکش کا شکار ہوئی۔

"روتی رہی ہو۔۔۔؟" اس نے بغور اس کی آنکھیں دیکھیں۔

"نہیں تو روئی تو نہیں" وہ صاف مکری۔

"اچھا تو آنکھیں کیوں بھیگی ہیں تمہاری۔۔۔؟" اس کے چہرے پہ چپکی سنہری لٹ کو انگلی پہ لپیٹ کر بولا۔

"ہی ہی ہی ہی" اس نے گدگدی پہ ہنستے اسے پیچھے دھکیلا۔

اور بس یہیں عکاشہ کا چہرہ تنا۔ اس کی کلائی سختی سے گرفت میں لیتے اسے اپنی جانب کھینچا۔

"تمہیں پتا ہے نا تمہاری یہ حرکت مجھے کتنی نا پسند ہے"

"غ۔ل۔ط۔ی سے ہو۔۔ا" اس نے بے بسی سے اپنا ہاتھ دیکھا۔ کچھ دیر پہلے والی مسکراہٹ اور خوشی اس کے چہرے سے ختم ہو کر اب خوفزدگی پھیل چکی تھی۔

کچھ پل یوں ہی گزرے پھر بالی کے گرتے آنسو دیکھتے اس کی گرفت نرم پڑی۔

"عزت کرو کرو ہر وقت کا لیکچر جو مجھ سے بدتمیزی کرتے ہیں وہ کوئی نہیں دیکھتا" وہ ہاتھ

واپس کھینچتے صرف سوچ سکی جانتی تھی ابھی کچھ بھی بول دیا تو خود کے لیے ہی مسلہ کھڑا کرے گی۔

"حیدر کو کیوں بلایا ہے دادو نے۔۔۔مجھے بھی تو بول سکتی تھیں میں چھوڑ آتا انہیں" وہ اس کی کلائی سہلاتے بولا۔

"انہوں نے نہیں بلایا وہ خودی آیا ہے" وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"ہم اس کی شادی پہ نہیں جائیں گے" اس کی اس نئی فرمائش پہ وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسے نا دیکھو" اس نے مسکراتے کہا۔

"فیملی کی پہلی شادی ہے وہ بھی میرے سگے تایا زاد کی میں جانا چاہتی ہوں" اس کو پر سکون ہوتے دیکھ وہ فوراً لاڈ سے بولی۔

"لیکن میں نہیں چاہتا" وہ مزید اسے اپنے قریب کرتے بولا۔

"مجھے شاور لینا ہے۔۔۔پھپھو نے بولا تھا دس منٹ میں ٹیبل پہ آجانا" وہ جانتی تھی اب اگر کوئی بات کی تو وہ اپنی ضد کا پکا ہو جائے گا اسی لیے بات بدلی۔

اس کی گردن پہ شدت بھرا لمس چھوڑتے وہ ایک طرف ہوا۔

"ٹیسٹ خراب کر دیا ہے پسینے نے" اپنے ہونٹ بازو سے پوچھتے بولا تو بالی پیر پٹختی واشروم گھسی۔

****

کھانے کے دوران زیادہ بات کا سلسلہ دادو زرتاج بیگم اور حیدر کے درمیان ہی رہا۔

عکاشہ انجان سا بنا کھانا کھاتا رہا اور پھر کام کا بولتے اپنے روم میں چلا گیا۔

"اچھا بھئی میں اب نماز ادا کر کے سوؤں گی فلائٹ بھی تو ہے پھر کل" دادو میز سے اٹھتے بولیں۔

"جی اماں جان میں آپ کو لے چلتی ہوں۔۔۔ میری بھی نماز کا وقت ہو گیا تم ریسٹ کرو اب بیٹے" زرتاج بیگم اسے نصیحت کرتے اماں جان کے ساتھ وہاں سے نکلیں۔

عکاشہ ان دونوں کے نکلنے سے پہلے ہی نکل گیا۔پیچھے بالی ذکیہ جو برتن اٹھانے کی نصیحت کرتے چائے بنانے لگی۔

وہ چائے کا مگ تھامے لاؤنج میں آئی تو حیدر ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔

"میں بھی اب۔۔۔"

"مجھے تم سے۔۔۔"

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے" حیدر نے اس کے رکنے پہ اپنی بات مکمل کی۔

"ہاں آں بولو" اس نے فراخدلی سے کہا۔

"بالی میں۔۔۔۔مجھے تمہیں کچھ دینا ہے"

"کیا۔۔۔؟" اس نے زرا حیرانی سے پوچھا۔

حیدر نے اپنے بیگ میں سے ایک فائل نکال کر اس کی جانب بڑھائی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟" اس نے دیکھتے ہوئے پوچھا پھر پکڑ کر کھولا۔

"گھر کے۔۔۔یہ۔۔۔؟" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے۔۔۔میں نے کب یہ مانگا اور یہ تم کیوں مجھے دے رہے ہو" وہ کافی پزل ہو چکی تھی۔

"ریلیکس۔۔۔چاچو یہ گھر سیل کرنے والے تھے مجھے آئیڈیا ہوا تو میں نے خرید لیا۔۔۔ آئی نو بالی۔۔۔۔اس گھر میں کبھی بھی کوئی بھی تمہارے ساتھ فئیر نہیں رہا خاص طور پہ امی کا رویہ ہمیشہ تمہیں ہرٹ کرتا رہا میں بس تمہارے گزرے ان لمحوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں" وہ واقعی شرمندہ نظر آرہا تھا۔

"پہلی بات یہ حیدر کہ وہ سب ماضی ہے جو اب گزر چکا میری قسمت میں وہ سب یوں ہی لکھا تھا اور رہی بات اگر ازالے کی تو۔۔۔۔اللہ نے مجھے عکاشہ کے صورت میں ہر دکھ تکلیف سے دور کر دیا ہے اور یہ گھر مجھے اگر چاہیے ہوتا تو کبھی بابا کو دیتی ہی نہیں اور آخری بات بہت اچھے سے سمجھ لو ایسے چوبیس گھروں سے بہتر میرے لیے میرے شوہر کی دی وہ چھت ہے جو محبت اور عزت پہ بنی ہے" وہ بہت نرمی سے اسے سمجھا گئی۔

عکاشہ جو اسے کمرے میں نہ آتے دیکھ لاؤنج میں آیا تھا اس کی آخری بات پہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"محبت تو میں بھی کرتا۔۔۔"

"شٹ اپ" بالی نے سختی سے کہا۔

"تیری تو سالے" عکاشہ اچانک اس پہ جھپٹا۔

"گھٹیا انسان میرے گھر میں بیٹھ کر میری ہی بیوی سے۔۔۔"

"پلیز چھوڑو اسے" بالی پوری قوت سے عکاشہ کو پیچھے دھکیلنے لگی۔

"پیچھے ہٹو تم" وہ پھولے تنفس سے اس پہ غرایا۔

"دادو کو پتا چلا تو ان کی طبعیت خراب ہو جائے گی پلیز آپ میرے ساتھ چلیں"

"تم اس شخص کو ڈیفنڈ کر رہی ہو جانتی بھی ہو یہ۔۔۔"

پلیز نا پلیز۔۔۔ حیدر تم جاؤ اپنے روم میں" وہ اس کے غرانے پہ التجا کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی حیدر دادو کو از حد عزیز ہے وہ اس کی بے عزتی کبھی برداشت نہیں کر سکیں گی۔

"خبردار اگر اس کا نام بھی لیا تم نے آئندہ" عکاشہ نے اس کا بازو دبوچا۔

"اسے تم محبت کہتی ہو۔۔۔؟" حیدر نے جیسے اس کو کچھ دیر پہلے کے لفظ یاد دلائے۔

"فار گاڈ سیک حیدر" بالی اس کی جانب مڑ کر دبا دبا غرائی۔

"ہاں یہی ہے محبت، میری محبت مجھے اجازت نہیں دیتی کے کوئی گھٹیا انسان میری عزت کو میلی آنکھ سے دیکھے بھی" وہ چبا چبا کر بولا۔

وہ اس کی جانب بڑھا مگر بالی دوبارہ اس کے سامنے آئی۔

"آپ ہر بات پہ اتنا اوورری ایکٹ کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟" اب کے وہ رونے لگی۔

"پلیز بس کر دیں چلیں میرے ساتھ میں آپ کو سب بتاتی ہوں"

"تم کیا سب بتاؤ گی میں بتاتا ہوں تمہیں سب۔۔۔۔یہ یہ شخص جو تم سے محبت کے دعوے کر رہا ہے ناں یہ لعنتی انسان شامل تھا اس سری کے ساتھ اسی نے تمہارے گھر سے نکلنے اور سلون جانے کی اطلاع دی تھی اسے تاکہ وہ تمہیں کڈنیپ کرے اور یہ۔۔۔" بالی جو عکاشہ کو بازو سے سختی سے تھامے کھڑی تھی ایک دم اس کا بازو چھوڑ حیدر کی جانب دیکھنے لگی جو جبڑے بھینچے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

"اگر اس دن تم مجھ تک نا پہنچ پاتی تو شاید یہ بھی ان بھیڑیوں کے ساتھ مل کر"

"بکواس بند کریں اپنی" حیدر نے اس کا گریبان تھامنا چاہا مگر عکاشہ نے اس کے ہاتھ بری طرح مروڑ کر اسے صوفے پہ دھکا دیا مگر حیدر دوبارہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"میں اسے با عزت طریقے سے اپنانا چاہتا تھا مگر وہ موقع آپ کو مل گیا ورنہ آج وہ آپ کی بجائے میرے ساتھ ہوتی"

"تمہارے ساتھ۔۔۔؟ میں تمہاری یہ سوچ بھی نوچ لوں گا اگر اب تم نے میری بیوی کی

طرف دیکھنے کا سوچا بھی مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" بالی نے بے جان ہاتھوں سے اس کا بازو تھام کر اسے حیدر سے دور کرنا چاہا۔

عکاشہ اس کا سرد ہاتھ لگتے ہی اس کی طرف مڑا۔

"دیکھا تم نہیں دیکھ سکتی مجھے تکلیف میں تم مان کیوں نہیں لیتی تم کہ بھی۔۔۔"

"مریم" عکاشہ نے اس کے ٹھنڈے ہاتھ رگڑے تو اس نے دھندلاتی نظروں سے اسے دیکھتے سر نفی میں ہلایا۔

"اللہ" وہ گم ہوتی دھڑکنوں کو ختم ہونے کی اجازت دیتے بے بسی سے بولی۔

"مریم۔۔۔ !" وہ جلدی جلدی اس کی ہتھیلی اپنی ہتھیلی سے رگڑتے شدت سے بولا۔

"بالی تم۔۔۔۔" ابھی وہ آگے بڑھتا کہ عکاشہ نے ایک ہاتھ سے ہی اسے دھکا دیا تو وہ بری طرح لڑکھڑاتا پیچھے صوفے پہ گرا۔

عکاشہ اسے بانہوں میں بھرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

"مریم آنکھیں کھولو پلیز" وہ کال ملا کر فون کندھے اور کان کے بیچ دبا کر اس کی ہتھیلی رگڑنے لگا۔

"پلیز تم مجھے یوں چھوڑ نہیں سکتی تم۔۔۔ تم نے۔۔۔۔

ہیلو ڈاکٹر میری وایف کی ہرٹ بیٹ بالکل سلو ہو گئی ہے اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے ہیں آپ پلیز جلدی آئیں گھر"

"ڈونٹ وری عکاشہ آپ ان کو گھٹن زدہ جگہ سے نکالو اور ان کے لیفٹ ہینڈ کی ہتھیلی کو جلدی جلدی رگڑو"

"جی میں یہی کر رہا ہوں" وہ اور تیزی سے اس کا ہاتھ رگڑنے لگا۔

"اب ہرٹ بیٹ چیک کرتے رہیں"

"ہاں اب بہتر ہے" بالی نے اس ہاتھ ہٹا کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹی رہو آرام سے ہیلو ڈاکٹر کیا آپ آ رہی ہیں۔۔۔؟"

"مسٹر عکاشہ ریلیکس میری بات سنیں پلیز اٹس دا Bradycardia اصل میں ہوتا یوں ہے کہ سم ٹائم ہرٹ ردھم بہت کم یا پھر بے ترتیب ہو جاتا ہے اگر یہ کنڈیشن ایک ڈیڑھ یا دو منٹ سے زیادہ رہے تو اٹ کین بی ڈینجرس اب آپ مجھے یہ بتائیں یہ سب کتنے لمحوں کے لیے ہوا۔۔۔؟"

"آئی تھنک ایک ڈیڑھ منٹ ہی کے لیے ہوا تھا"

"آئی تھنک۔۔۔؟ میک اٹ کنفرم اب ٹھیک ہیں وائف آپ کی"

"آر یو اوکے۔۔۔۔؟" اس پہ جھکا وہ سرخ آنکھوں سے پوچھنے لگا۔

بالی نے سر ہلا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی تسلی کروائی۔

"جی اب بہتر ہے"

"اوکے دین آپ صبح میرے کلینک آجائیں میں مکمل چیک اپ کر لوں گی ابھی کافی

رات ہو چکی ہے دودھ یا پانی میں شہد ڈال کر دیں انہیں ان شاء اللہ کچھ نہیں ہو گا انہیں"

"اوکے تھینک یو خدا حافظ۔۔۔!"

"اللہ حافظ۔۔۔۔!"

کچھ پل وہ یوں ہی اسے دیکھے گیا بالی خاموشی سے اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھتی رہی البتہ اس کا بکھرا تنفس عکاشہ کو بخوبی سنائی دے رہا تھا۔

"کیا واقعی میں محبت کرتی ہو اس سے کہ اس کا دھوکہ برداشت نہیں کر پائی۔۔۔؟" وہ اس کے چہرے کو تکتے تکلیف سے سوچ سکا۔

"مجھے نیند آرہی ہے" وہ اسے خود پہ جھکا محسوس کرتے بمشکل بولی۔

عکاشہ گہرا سانس بھرتا وہاں سے اٹھا۔

"دودھ لا رہا ہوں پی کر سو جانا" اس کی بات سننے سے پہلے ہی وہ کمبل منہ پہ لیتے لیٹ چکی تھی۔

"مجھے نہیں پینا" دو ٹوک لہجہ۔

"مریم پلیز۔۔۔ تم جانتی ہو تمہاری یہ نہ کتنی بری لگتی ہے" اس کے لہجے میں آج پہلی مرتبہ اس قدر سختی دیکھی تھی بالی نے اس سے پہلے بھی وہ اسے نہ کی عادت سے ڈانٹ چکا تھا جس پہ وہ اس سے خفا بھی ہوئی مگر آج جس قدر سختی تھی وہ اس سے پہلے کبھی محسوس

نہیں ہوئی۔

اپنی بات مکمل کرتے وہ کمرے سے نکل گیا کچھ دیر بعد وہ دودھ کے ساتھ اس کی طرف آیا جو مکمل کمبل کے اندر چھپی ہوئی تھی۔

"اٹھو یہ پیو پھر سو جانا" خاموشی۔

"کچھ بول رہا ہوں میں" اس نے اس کا بازو ہلایا۔

"جب کہہ دیا نہیں پینا تو کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔؟"

عکاشہ نے ایک سخت نظر اس پہ ڈالی پھر بازو سے کھینچ کر اسے بٹھایا اور گلاس اس کے منہ سے لگایا پھر ختم ہونے پر ہی اس نے واپس کھینچا۔

"اکھم اکھمکھم"

"نہ کوشش کرو جب نہیں ہو رہی" اسے قے کرنے کے پوز بناتے کھانستے دیکھ عکاشہ نے بے لچک لہجے میں کہا۔

"سمجھتے کیا ہیں آپ خود کو۔۔۔؟" اس کے سینے پہ زوردار تھپڑ مار کر بولی تو عکاشہ نے اس کا ہاتھ سختی سے تھاما۔

"بھیڑ بکری ہوں جو جس کا دل چاہے گا وہ میرا رخ اس طرف کر دے گا۔۔۔ تم لوگوں کو کیا لگتا ہے تم فرعون بنے پھرتے ہو کہ جس پہ چاہو گے اپنے نام کا ٹھپہ لگا کر اس پہ اپنی خدائی کا دعویٰ شروع کر دو گے" وہ اسے مسلسل پیچھے دھکے دیتی روتے ہوئے بولتی

گئی۔

"کیا تھی میں جو تم سب نے اپنا اپنا۔۔۔"

"ششش چپ...چپ کر جاؤ پلیز" وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"کیوں چپ کروں اب اپنی اصلیت بھی سنو

اس سب میں سب سے بڑے قصوروار تم ہو یہ سب تم نے کروایا ہے سب جانتے بوجھتے تم دیکھتے رہے کہ چلو فلم چل رہی ہے دیکھتے ہیں کون ہیرو بنتا ہے اور کون رائیول اور تم بن گئے ہیرو لیکن نہیں۔۔۔۔ ہیرو تو ایسے نہیں ہوتے" اپنے ہاتھ چھڑانے کی جدو جہد ترک کرتے اب وہ بے بسی سے خود ڈھیلا چھوڑ گئی۔

"تم نے بھی صرف میرا تماشہ بنایا" وہ بے بسی سے اس سے شکوہ کر گئی۔

"میں انسان تھی۔۔۔۔؟ بولو۔۔۔۔ جواب دو"

"تم نے بھی باقی سب کی طرح کھیل کھیلا اور بازی جیت لی سب کی نظر میں اچھے بن گئے۔۔۔ اگر یہ سب جانتے تھے تو کیوں نہیں بتایا پھپھو کو دادو کو تم چاہتے تو یہ کڈنیپنگ ہونے ہی نا دیتے اور اگر ہو گئی تھی تو راستے میں ہی سے مجھے واپس گھر بھجوا سکتے تھے پولیس کی ہیلپ لے سکتے تھے کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن نہیں تمہیں تو موقع مل گیا تھا نا کسی عورت پہ اپنا ٹھپہ لگا کر اس کو اپنی تحویل میں اپنی غلامی میں لینے کا" وہ جیسے سارے اگلے پچھلے بدلے آج چکانے کو تھی۔

Urdu Novels Ghar

"فار گاڈ سیک مریم بس کر دو بہت بول چکیں تم"

"بس صرف سن کے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔؟ اور میں میرا کیا جس کی روح پہ سے یہ سب گزرا ہے۔۔۔؟"

"تم ،اظہر، حیدر، شیگی سب ایک جیسے ہو سب۔۔۔ جاؤیہاں سے" اس خود سے دور دھکیلتے وہ روتے ہوئے چیخی۔

"جاؤیہاں سے۔۔۔ میں نے کہا جاؤ ورنہ میں ماردوں گی تمہیں یا خود کو" اب اس کی آواز پہلے سے بلند ہونے لگی۔ مگر عکاشہ نے اسے سمجھانے کو منہ کھولا۔

"اللہ پلیز" وہ بلند آواز میں رونے لگی تو عکاشہ اس کے ہاتھ چھوڑ کر ایک پل کو کھڑا ہوا۔ تو اس کی آواز کم ہوئی۔ پھر واپس اس کے سامنے بیٹھ کر اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ کچھ دیر سخت مزاحمت کے بعد تھک کر اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ کافی دیر رو لینے کے بعد وہ پر سکون ہونے لگی عکاشہ نے اس کی بھاری سانسیں اپنے سینے پہ محسوس کرتے اسے تکیے پہ لٹا کر اس پہ کمبل ڈالا۔

****

"روتی رہی ہو تم۔۔۔؟" انھوں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہی سب سے پہلے پوچھا۔

"نہیں" اس نے سر جھکایا۔

"پاگل ہو تم بالکل، بھئی مجھے تو جانا ہی تھا نا ایک دن لیکن تم آؤ گی نا شادی پہ تو مل لیں گے، ہم پھر میں بھی چکر لگاتی رہوں گی ہم۔۔۔؟" انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

دادو پلیز نہ جائیں" وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

"بالی کیا بچپنا ہے یہ پاگل نہ بنو"

"ایک آپ ہی تو ہیں میری صرف آپ، آپ بھی چلی جائیں گی تو میرا کیا بنے گا پلیز نہ جائیں مجھے یوں چھوڑ کر"

"لو پاگل میں بھلا کون سا دنیا چھوڑ رہی ہوں ابھی تیرے بچے دیکھ کر ہی جاؤں گی فکر نہ کر" وہ ہنس دیں

"دادو پلیز" وہ تڑپ کر بولی۔

"اگر آپ یہ سوچیں تو دعا کیا کریں اللہ مجھے بھی آپ کے ساتھ بلا لے آپ ہی تو ایک آخری سہارا ہیں میرا آپ بھی نہ رہیں تو میں کیسے جیوں گی یہ دنیا بہت ظالم ہے دادو نجانے کب کہاں کیسے آپ کی عزت نفس مجروح کر دے کب آپ کو جیتے جی مار دیتی ہے پتہ ہی نہیں چلتا آپ کی گود میں سر رکھ کر تو میں سب بھول جاتی ہوں سکون محسوس کرتی ہوں آپ کے بنا جی نہیں سکوں گی" وہ بلک اٹھی۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے پاگل اللہ تمہیں میری زندگی بھی لگا دے بہت سی خوشیاں نصیب کرے اب پریشان نہ کر مجھے اور نہ ہی خود ہو کچھ دن کی تو بات ہے پھر آ جاؤں گی اب یوں روتے ہوئے سی اوف کرے گی مجھے۔۔۔؟" انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پیار سے سمجھایا۔

بالی ایک دفعہ پھر ان کے گلے لگی۔

"خیال رکھنا میری بیٹی کا" دادو نے عکاشہ کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی پہ بوسہ دے کر کہا۔

"افکورس" وہ بھی ان کے سر پہ بوسہ دے کر بولا۔

پھر زرتاج سے ملتے وہ حیدر کے ساتھ گیٹ تک گئیں جہاں عکاشہ اب گاڑی میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔

بالی نے زرتاج بیگم کے ساتھ کھڑے ہو کر انہیں نظر سے اوجھل ہونے تک دیکھا۔ ان کے منظر سے غائب ہونے پہ بالی کو اپنے ساتھ لگایا۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے۔۔۔؟" زرتاج بیگم نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے تشویش بھری آواز میں پوچھا۔

"نہیں بس ایسے ہی" اس نے ماتھا مسلا۔

"ایسے ہی کیوں۔۔۔ کس بات کی پریشانی ہے بیٹے۔۔۔؟ اماں جان کے جانے

کی۔۔۔؟ میں کچھ نہیں ہوں کیا۔۔۔؟ میں پسند نہیں تمہیں۔۔۔؟"

"ایسا نہیں ہے" وہ کنفیوز ہوئی۔

"پھر اتنی اداسی کیوں ہمم۔۔۔؟ عکاشہ سے جھگڑا ہوا ہے کچھ کہا ہے اس نے مجھے بتاؤ"

وہ اسے گلے سے لگا گئیں۔

"نہیں پھو کچھ بھی نہیں ہوا" اس نے دھیمے سے لہجے میں انہیں جیسے تسلی دی۔

"چلو آرام کرو میں تمہارے لیے چائے ناشتہ اور میڈیسن لاتی ہوں"

"نہیں میرا بالکل بھی دل نہیں کچھ بھی کھانے پینے کو چائے تو بالکل بھی نہیں" اس نے اس قدر برا منہ بنایا کہ زرتاج بیگم کو ہنسی آئی۔

"لیکن کچھ تو کھانا پڑے گا نا ایسے تو بخار ٹھیک نہیں ہو گا"

"نہیں نا پلیز مجھے ویسے ہی آپ کے بیٹے نے زبردستی دودھ پلا دیا تھا ابھی تک الٹی آرہی ہے ایسے لگ رہا ہے بس ابھی الٹی آجائے گی لیکن آ بھی نہیں رہی" اس نے بری سی شکلیں بنائیں۔

"اچھا چلو میں لیموں کا قہوہ بناتی ہوں پھر ڈاکٹر کے چلتے ہیں پراپر چیک اپ کروا کے میڈیسن لیں گے تم روم میں جاؤ ریسٹ کرو" سہ اس کی گال تھپتھپا کر بولیں۔

"نہیں میں یہیں لاؤنج میں ٹھیک ہوں آپ کے پاس ریسٹ کیا کروں میں نے کون سا رات کو پہرہ دیا تھا" وہ ہنستے ہوئے لاونج میں صوفے پہ بیٹھی اور ٹی وی پہ چلتا ٹاک شو

دیکھنے لگی۔

****

"سریہ شیگی کے خلاف تمام ثبوت۔۔۔ الّیگل پراپرٹی۔۔۔ کلب میں ہونے والے تمام گھناؤنے دھندے شراب اور عورتوں کی سمگلنگ ایچ اینڈ ایوری تھنگ اس کے بعد بھی اگر وہ بچ نکلتا ہے تو شاید اللہ اس کی رسی مزید دراز کرنا چاہتا ہے" وہ ایک موٹی سی سیاہ فائل اس کے سامنے رکھتے بولا۔

"ہمم۔۔۔ !" عکاشہ کی چہرے پہ سوچ کے گہری پرچھائی گزری۔

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"آئی ایم پراؤڈ اوف یو جوزف مجھے نہیں لگتا اتنے مہینوں کی کی گئی محنت ضائع جائے گی" اس کے انداز میں واقعی ستائش تھی۔

"سر اب تو یہ نام پکارنا چھوڑ دیں اب تو کاغذات میں بھی یہ نام بدل چکا ہوں" وہ نجانے کس بات پہ شرمندہ سا سر جھکا کر بولا۔

عکاشہ فقط مسکرا کر کریڈل سے ریسیور اٹھا کر کال ملانے لگا۔

****

"السلام علیکم۔۔۔!" وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اس کے ساتھ صوفے پہ آبیٹھا۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" وہ ٹی وی کا ریموٹ رکھتے کھڑی ہوئی تو عکاشہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس گرایا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا" وہ غصے سے پھنکاری۔

"ابھی تک غصہ ختم نہیں ہوا تمہارا۔۔۔؟" وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم۔۔۔! بابا جان" حنا نے ان کے ہاتھ دیکھ سر جھکایا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔! ٹیوٹر نہیں آئے آج آپ کے۔۔۔؟" سہ اس کی جانب مڑا۔

"بابا جان اب تو آنی ہمیں پڑھاتی ہیں اور آج ہم نے جلدی کام ختم کر لیا کیوں کہ آنی کی طبعیت خراب تھی اور دادو اور ذکیہ آنٹی کسی کام سے باہر گئے ہیں تو کھانا آنی کو ہی بنانا تھا۔۔۔ لیکن آپ ان سے لڑ کیوں رہے ہیں۔۔۔؟"

"کیا ہوا تمہاری طبعیت کو؟" عکاشہ جو اس کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا اس کے ماتھے کو چھو کر بولا۔

"ٹھیک ہوں میں۔۔۔ حنا بیٹا چلو آپ لوگ ڈنر کر لو شاباش فرہاد کو بھی لے کر آؤ" اسے کہتے وہ کچن کی جانب بڑھی۔

"جی آنی" وہ سر ہلا کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

"حنا۔۔۔!"

"جی بابا جان۔۔۔!" وہ واپس مڑی۔

"میں لاسٹ ٹائم بھی سمجھایا تھا۔۔۔کال ہر اماں جان" لہجے میں ہمیشہ کی طرح رعب تھا۔

اس کی بات سن بالی کے قدم کچن کی دہلیز پہ رکے۔

"جی بابا جان"

"Go and take your meal"

(جاؤ اور کھانا کھا لو) اس نے سر کو خم دے کر کہا۔

"جی بابا جان" وہ سر ہلاتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی جبکہ بالی کچن میں پانی کا جگ بھر کے رکھتے گلاس نکال رہی تھی۔

"کیا ہوا تمہاری طبعیت کو۔۔۔؟" وہ جگ میں سے پانی نکالتے بولا۔

"بخار تھا"

"میڈیسن لی۔۔۔؟"

"ہاں"

"اب کیسی ہے طبعیت۔۔۔؟"

"ٹھیک" وہ کچن سے باہر نکلتی کہ عکاشہ نے اس کا راستہ روکا۔

"کیا ہو گیا ہے یار اتنا کول بی ہیو کیوں کر رہی ہو۔۔۔؟" عکاشہ اس کے سرد رویے پہ جھنجلایا۔

"پلیز بچے کافی دیر سے ڈنر کا انتظار کر رہے ہیں"

"اور میں جو صبح سے تم سے ملنے کا انتظار کر رہا ہوں اس کا کیا۔۔۔؟ تم تو جانتی بھی نہیں میں نے۔۔۔۔" وہ خاموش ہو کر اس کی خود پہ اٹھی سرخ آنکھیں دیکھنے لگا کچھ پل یوں ہی گزرے۔

"راستہ دیں" بچوں کی آواز پہ وہ اس کے پیروں کو دیکھتے بولی۔

"تھوڑا راستہ تم بھی دو۔۔۔ دل تک آنے کا" وہ اس کی سرخ آنکھوں نیں دیکھتے بولا۔

بالی کو اس کا لہجہ نجانے کیوں بہت ٹوٹا ہوا لگا۔

پیچھے وہ پانی کا جگ لے کر ڈائیننگ روم تک آئی جہاں فرہاد اور حنا بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں زرتاج بیگم اور عکاشہ بھی وہیں موجود تھے۔

"کیا بنایا ہے بھئی میری بھتیجی پلس بھانجی پلس بہو نے۔۔۔؟" زرتاج بیگم ٹیبل پہ آتے ہی مسکراتے ہوئے بولیں۔

"دال گوشت بھگارے چاول اور روٹی سلاد بس"

"بس ہاہاہاہا" وہ ہنسیں۔

"عکاشہ کل بالی کو پہلے ہاسپٹل لے جانا سارا دن بخار میں تپتی رہی ہے" زرتاج بیگم نے کھانا اپنی پلیٹ میں نکالتے عکاشہ کو تلقین کی۔

"جی اماں جان" اس نے ایک نظر بالی کو دیکھتے سعادت مندی سے کہا۔

****

"عکاشہ بھائی مجھے لگتا ہے آپ کو ڈاکٹر انجم سے مل لینا چاہیے" سامنے بیٹھے ڈاکٹر نے ہلکے سے تبسم سے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟" عکاشہ نے زرا فکر مندی سے پوچھا تو وہ مزید مسکرایا۔

"کیونکہ۔۔۔۔ اب یہ تو آپ کو وہی بتا سکیں گی، ساتھ والے روم میں ہیں میں ریفر کر دیتا ہوں" اس نے نوٹ پیڈ پہ کچھ لکھتے کہا۔

عکاشہ نے بالی کو دیکھا جو غصے سے ڈاکٹر کو گھور رہی تھی اس کے دیکھنے پہ پلٹ کر اسے گھورنے لگی۔

"یہ لیں اینڈ وش یو بیسٹ لک اللہ آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے" ڈاکٹر نے مسکرا کر الوداعی کلمات کہے۔

"اس کا تو دماغ خراب لگتا ہے مجھے" باہر آتے ہی وہ بھنا کر بولی۔

"کیوں۔۔۔؟" عکاشہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"کیا مطلب کیوں۔۔۔؟ اس کی بتیسی دیکھی تھی اور باتیں دیکھو کیسے کھسکی ہوئی کر رہا تھا اب چلیں گھر ادھر کہاں جا رہے ہیں" اس دوسرے روم کی جانب بڑھتے دیکھ وہ دبا دبا غرائی۔

"چیک اپ تو کروانا ہی پڑے گا نا"

"نہیں مجھے نہیں کروانا کوئی چیک اپ بس گھر چلیں میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں اب تو مجھے بخار بھی نہیں ہو رہا"

"پاگل ہو تم۔۔۔؟ چلو چپ چاپ" وہ اس کو دبے دبے لہجے میں ڈانٹتا بولا۔ اس کے رعب پہ وہ کڑھتی طوعاً کرھاً اندر گئی۔

کچھ دیر میں وہ پراپر چیک اپ کے بعد قریبی ریسٹورنٹ میں تھے۔ عکاشہ کی متبسم نظریں اس کے جھکے چہرے پہ تھیں۔ کافی دیر جی خاموشی پہ آخر وہ جھنجلا کر بولا۔

"تم خوش نہیں ہو۔۔۔؟"

بالی کی نظریں مسلسل میز پہ رکھے چھوٹے سے فلاور واز پہ تھیں۔

عکاشہ نے اس کے ہاتھ پہ اپنا بھاری ہاتھ رکھا مگر بالی کی پوزیشن میں ابھی بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جیسے صدمے میں تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟" وہ اس کے سرخ و سفید ہاتھ کو دیکھتے بے یقینی سے بولی۔

"کیا مطلب کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟ کیوں نہیں ہو سکتا ایسا۔۔؟" اپنے سوال سے وہ اسے شرمندہ کرتے بولا۔

"ہماری فیملی تو کمپلیٹ ہے فرہاد حنا میرے لیے کافی ہیں پھر یہ۔۔۔۔"

"کم آن یوں کفرانِ نعمت نہیں کرتے" وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر کرسی سے پشت ٹکا کر دکھ سے بولا۔ وہ جس قدر خوش تھا بالی اسی قدر بے یقین خاموش اور شاید دکھی بھی تھی۔

"اللہ نہ کرے میں ایسا تو نہیں کر رہی" وہ تڑپ کر بولی۔

"تو کیا ہے یہ سب۔۔۔؟ تمہارا منہ ہی سیدھا نہیں ہو رہا" وہ تپ کر بولا۔

"میں نے کبھی ایسا سوچا ہی نہیں تھا۔۔۔ میرے لیے حنا فرہاد کافی تھے اگر وہ نہ ہوتے تو شاید مجھے بھی نارمل لوگوں کی طرح پہلی مرتبہ ماں بننے کی خوشی بھی ہوتی مگر۔۔۔۔"

"مگر کیا۔۔۔؟" اب کے وہ مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے کہیں میں تفرق نہ کر بیٹھوں یہ آزمائش بہت بڑی ہے" اس کے آنسو شدت سے گرے جنہیں اس نے بہت جلدی سے انگلیوں سے صاف کیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے تم۔۔۔ تم بہت اچھی ہو مریم ایسا کچھ نہیں ہو گا اپنے ذہن سے یہ خدشات نکال دو اور فرہاد حنا تو بہت خوش ہوں گے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے"

"واٹ یو مین بائے بہن بھاائیوووں" اپنے آنسو صاف کرتے وہ چیخ کر بولی۔

"ہاہاہاہاہ" اس کا قہقہ بے ساختہ ہوا۔

"جلدی جلدی ختم کرو جوس کل سے کچھ نہیں کھایا تم نے"

وہ بس بے بسی سے اسے دیکھ ہی سکی پھر گھونٹ گھونٹ جوس پیتے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"سنو۔۔۔!" عکاشہ اس کا یوں نظر انداز کرنا بخوبی محسوس کر رہا تھا اسی لیے اس مخاطب کیا۔

"Congratulations"

(مبارک ہو) وہ زرا سا اس کی جانب جھک کر بولا تو اس کے چہرے پہ شرمگیں مسکراہٹ آئی چہرہ عکاشہ کی مسلسل نظروں سے تمتمانے لگا تھا۔

"آکھمم" وہ مصنوعی کھانسی کرتے واپس کرسی سے ٹیک لگا گیا۔

"ویسے خوشی تو مجھے بھی بہت ہے مجھے مبارک باد دینا چاہیے تھی تمہیں"

"کیا یار کچھ تو کہو۔۔۔؟" اب کے وہ جھنجلایا۔

بالی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر اپنا جوس پینے لگی۔

"اوففف" وہ آنکھوں کے کونوں سے اسے دیکھتے ہوئے دوسری جانب دیکھنے لگا۔

****

وہ گھر پہنچے تو زرتاج بیگم پہلے ہی ان کے انتظار میں پورچ میں کھڑی تھیں۔

"بسم اللہ میرے بچے" وہ بالی کا ماتھا چوم کر اسے سینے سے لگا گئیں۔ کافی دیر یوں ہی گزری تو عکاشہ کی مسکراتی آواز ابھری۔

"آپ کی بہو کو ڈاکٹر نے بہت احتیاط اور ریسٹ کا کہا ہے اتنی دیر کھڑی رہے گی تو تھک جائے گی" بالی کی گھوری کو نظر انداز کرتے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"ارے ہاں میں بھی ناں آؤ آؤ" وہ اسے اپنے ساتھ لگائے اس کے کمرے تک آئیں۔

"عکاشہ صدقہ دو بیٹا میری بچی کا میں زرا دودھ لے کر آتی ہوں"

"نہیں پھو پلیز دودھ نہیں اس دن بھی میں نے دودھ پی تھا تو میری طبعیت خراب ہوئی تھی""

"اوہو پاگل دودھ تو بس بہانہ بنا تھا اب نہیں ہو گی خراب طبعیت"

"لیکن پھو۔۔۔" اس کی سنی ان سنی کرتیں وہ باہر نکل گئیں۔

"مجھے نہیں پینا دودھ" وہ بری سی شکل بنا کر بولی۔

"ڈونٹ وری میں شیک بنوا دوں گا"

"لیکن ابھی تو جوس پیا تھا ابھی بالکل بھی موڈ نہیں کچھ بھی کھانے کا"

"اچھا بھئی پھپھو بھتیجی جانو مجھے دیر ہو رہی ہے آفس سے" والٹ میں موجود سارے

نوٹ نکال کر عکاشہ نے اس کے سر پہ سے وار کر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

"اللہ حافظ۔۔۔ اپنا خیال رکھنا"

****

اس کی آنکھ کھلی تو ونڈو سے آتی ہلکی سفید روشنی کمرے کو مدھم سا روشن کر رہی تھی۔

"اوہ نو۔۔۔پتہ نہیں کب سے سو رہی ہوں میں" وہ کمبل خود پر سے ہٹاتے اٹھی۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر کمرے سے باہر آئی تو مرغ پلاؤ کی خوشبو پورے گھر میں پھیلی تھی۔

"السلام علیکم ایم سوری مجھے پتہ ہی نہیں چلا میں کب سے سوتی ہی رہ گئی" ڈائیننگ ٹیبل پہ موجود زرتاج بیگم عکاشہ فرہاد حنا کو دیکھتے وہ شرمندگی سے بولی۔

"اٹس اوکے کھانا کھاؤ تم بھی طبعیت کیسی ہے اب۔۔۔؟"

وہ اس پلاؤ کی خوشبو سے سخت کوفت کا شکار ہو رہی تھی مگر مروتاً کھانے بیٹھی۔

"ٹھیک ہوں کھانا۔۔۔میرا تو صبح والا ھضم نہیں ہوا ابھی بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا'

عکاشہ کو اپنے لیے کھانا ڈالتے دیکھ وہ جلدی سے بولی۔

" صبح کھایا کیا تھا تم نے ایک جوس پیا ہے یا شیک" زرتاج بیگم نے ڈانٹ لگائی۔

"سچ میں ابھی دل نہیں ہے میں بعد میں کھا لوں گی آپ لوگ کھائیں"

Urdu Novels Ghar

"اچھا بتاؤ کیا کھانا ہے میں وہ بنوا دیتی ہوں"

"ابھی نہیں پھو بعد میں" وہ جلدی سے وہاں سے اٹھتی کمرے میں آئی Brooklinen bright ائیر فریشنر چھڑکتے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

کچھ ہی دیر میں عکاشہ کمرے میں آیا تو اسے موبائل پہ مصروف پایا۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا تم نے۔۔۔؟"

" دل نہیں چاہ رہا تھا"

"کس سے بات کر رہی ہو۔۔۔؟" اسے واٹس ایپ پہ مصروف دیکھ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"انوشہ ہے" مصروف سا جواب۔

عکاشہ آہستہ سے اس کے پاس آبیٹھا۔

"ناراض ہو۔۔۔؟"

"نہیں" وہ دھیرے سے بولی۔

"پھر بات کیوں نہیں کر رہی مجھ سے" اس کا ہاتھ گرفت میں لیتے بولا۔

"کیا بات کروں۔۔۔؟" وہ ہولے سے زخمی سا مسکائی۔

"کچھ بھی جو بھی دل میں ہے کہہ دو"

"لڑکی ہوں نہ کھل کر نہیں کہہ سکتی بدتمیزی نہ ہو جائے ڈر لگتا ہے کہیں آپ کا ہاتھ نہ اٹھ

جائے اگر اٹھ گیا تو دوبارہ بار بار اٹھتا ہی رہے گا اس لیے ڈر لگتا ہے اس بات سے بھی ڈر لگتا ہے اگر شوہر کی دی چھت چھن جائے گئی تو کہاں جاؤں گی لوگ کہیں گے ماں باپ کا مان نہیں رکھ سکی گھر نہیں بسا سکی مگر یہ کوئی نہیں سوچے گا کہ۔۔۔۔"

"کہ۔۔۔؟"

"آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ" اس کے آنسو پھسل کر عکاشہ کے ہاتھ کی پشت پر گرے۔

"کیا برا کیا مریم۔۔۔؟ جو اپنی محبت کو حاصل کرنے کا موقع ملا اور میں وہ گنوا نہیں سکا تمہیں لگتا ہے میں سب پہلے جانتا تھا حیدر شیگی ان سب کی ملی بھگت۔۔۔؟ نہیں یہ سب حقیقتیں تہ در تہ کھلی تھیں مجھ پہ بھی یہ سب پلیننگ اظہر کی تھی وہ دائم کے ذریعے تمہیں کڈنیپ کروانا چاہتا تھا لیکن دائم یہ بات نہیں جانتا تھا" اس کی حیرت سے پھٹی آنکھیں دیکھ عکاشہ نے فوراً وضاحت دی۔

"جب تک ہمیں علم ہوا اس بات کا شیگی الریڈی سب پلین کر چک تھا ہاں میں تمہیں واپس گھر لے جا سکتا تھا مگر میں تمہیں دوبارہ کھونا نہیں چاہتا تھا کسی اور کا ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا بہت کوشش کی تمہیں واپس چھوڑ آؤں جب تک مجھے یہ علم نہیں تھا کہ وہ لڑکی تم ہی ہو ہمارا پلین بھی یہی تھا لیکن تمہیں سامنے پا کر اتنا ظرف نہیں تھا کہ خود تمہیں کسی اور کے حوالے کر دوں" وہ اس کا ہاتھ تھام کر ساری روداد سناتے نم آنکھوں سے دیکھنے

لگا۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گا اگر تم میری جگہ ہوتی تو کیا کرتی۔۔۔؟ کیونکہ تم محبت سے شاید واقف ہی نہیں یا پھر تمہارا ظرف مجھ سے زیادہ ہو گا مگر جس ہجر سے میں گزرا ہوں اس کے بعد وصل کی تمنا کے سوا کچھ نہیں تھا اگر تمہیں کھو دیتا تو شاید مرتا نا لیکن تکلیف میں ضرور مبتلا رہتا"

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں کب سے جانتے ہیں مجھے۔۔۔؟ میں تو فرسٹ ٹائم آنی کے گھر ہی ملی تھی آپ سے پھر۔۔۔" وہ ہمیشہ کی طرح کشمکش کا شکار ہوئی۔

"آر یو شیور کہ تم نے مجھے زلیخا خالہ کے گھر میں ہی فرسٹ ٹائم دیکھا تھا۔۔۔۔؟"

"مجھے نہیں یاد ہم کبھی ملے تھے اس سے پہلے" اس نے ذہن پہ دباؤ ڈالا۔

"بچپن میں بھی نہیں۔۔۔؟"

"بچپن میں۔۔۔؟" وہ زرا سا چونکی۔

"ہاں۔۔۔۔ تم بارہ سال کی تھی شاید اداس سی خاموش سی نیم کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب میں میں اور اماں جان نانی جان سے ملنے زینب ہاؤس آئے تھے اماں جان نانی جان سے ملنے اندر گئی تھیں لیکن میں تمہیں دیکھ کر تمہارے پاس آیا تھا" بالی نے حیرانی سے اس کا دمکتا چہرہ دیکھا۔

"کب مجھے تو بالکل بھی یاد نہیں۔۔۔؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"لیکن مجھے وہ دوپہر کبھی نہیں بھولی ماموں نے اماں جان کو دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا تھا تب مجھے اپنی ماں کی بے عزتی سے زیادہ دکھ اس بات کا ہوا تھا کہ اب میں تم سے دوبارہ مل نہیں سکوں گا"

"سیر ئسلی۔۔۔؟" وہ ہولے سے مسکائی۔

"ہمم میں لنڈن سے واپس آیا تھا اور مجھے اس سے پہلے کبھی وہ کشش کسی کے لیے محسوس نہیں ہوئی تھی جو تمہارے لیے ہوئی میں نے اسے محبت کا نام دے دیا۔۔۔ میں سوچتا تھا میں بڑا آدمی بن کر تم سے شادی کر لوں گا مگر یہ سب صرف اپنے تک محدود رکھا پھر بزنس میں آتے ہی بابا نے میرا رشتہ تانی سے طے کر دیا میں تانی، شیگی، سری ہم ایک ہی یونیورسٹی سے پڑھے تھے تانی کے بابا میرے بابا کے دوست اور بزنس پارٹنر تھے بابا نے ان کے دوست کی خواہش پہ حامی بھرتے تانی اور میرا نکاح رکھ دیا" اس کے چہرے پہ دکھ سا بر آیا۔

"اماں جان کو بھی تانی پسند تھی میں اماں جان سے اکثر ان کی اور بابا جان کی شادی کا قصہ سنتا رہتا تھا میں کبھی بھی اپنے ماں باپ کا مان توڑنا نہیں چاہتا تھا اور پھر ان دو چار سال میں میں تمہاری میری عمر میں فرق اور نانی جان کی اماں جان سے نفرت کو جان کر کافی بدل ہو چکا تھا بس پھر زندگی کے نئے موڑ پہ میں نے ہمیشہ تمہاری یاد کو پس پشت ڈالے رکھا مگر پھر اچانک زندگی نے یوں کروٹ لی کہ تم پھر میری طرف لوٹ آئی۔۔۔

تم بتاؤ میں کیسے تمہیں کسی اور کا ہونے دیتا۔۔۔؟' وہ اس کی نم آنکھوں کو دیکھتے بولا۔

"کچھ کہو گی نہیں۔۔۔؟" کافی دیر اس کی جھکی نظروں کو دیکھتے وہ آخر خود ہی بولا۔

"کیا کہوں۔۔۔۔؟"

"کیا یہ سب جاننے کے بعد بھی تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہوئی۔۔۔؟" اس نے اک آس سے پوچھا تو بالی اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔

"کسی کو آپ سے محبت ہو اور اس کا اظہار سننے کے بعد لازمی ہے کہ آپ کو اس سے محبت ہو جائے۔۔۔؟" وہ اسے لاجواب کر گئی تھی۔

"میں آپ کی محبت کی قدر کرتی ہوں عکاشہ۔۔۔ شاید جلد ہی محبت بھی ہو جائے" وہ اس کے بے کل دل کو قرار دے گئی۔

****

"السلام علیکم۔۔۔! کیسی ہو انو۔۔۔؟" اس کی چہکتی آواز کے ساتھ مسکراتا چہرہ بھی انوشہ کے سامنے تھا۔

"وعلیکم السلام میڈم وقت مل گیا فون سننے کا" وہ خفگی سے بولی۔

"یاار۔۔۔! سو سوری واقعی میں بس موبائل دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملا اچھا بتا سب

کیسے ہیں گھر پہ اور بخت سے ملاقات ہوتی ہے؟ کیسی ہے وہ۔۔۔؟"

"سب ٹھیک ہیں بالکل تم سناؤ بڑی بزی ہو گئی ہو کراچی جا کر"

"ہاہاہاہ بخت بتا رہی تھی دن طے ہو گئے ہیں شادی کے تمہارے اور دائم بھائی کے۔۔۔؟" وہ چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

"ہاں ایسا ہی ہے" اس کی آواز میں اداسی چھائی۔

"کیا ہوا تم خوش نہیں ہو۔۔۔۔؟"

"پتہ نہیں"

"کیا مطلب پتہ نہیں یو لوز ہم رائٹ۔۔۔؟"

""محبت الگ چیز ہے بالی اسے پانے کا لطف اور سرور بہت الگ مگر جب محبوب کے دل میں کوئی اور بسا ہوا ہو۔۔۔"

"انو پلیز ان فضول باتوں کی وجہ سے اپنا گولڈن پیریڈ خراب نہ کرو سب سے پہلی بات محبت پا لینے کا سرور باقی سب چیزوں پہ بھاری ہے دوسری بات دائم بھائی محبت صرف تم سے کرتے ہیں جو پہلے تھا وہ سب وقتی ہمدردی تھی اور ویسے بھی اصل محبت تو ہر شخص کو اسی سے ہوتی ہے جس کو اللہ اس کے لیے چنتا ہے جس سے روحدادی قائم کر دیتا ہے ویل یہ باتیں تجھے ابھی سمجھ نہیں آنے والی شادی ہو جائے گی تو سمجھ جاؤ گی مگر ایک بات یاد رکھنا دائم بھائی اچھے انسان ہیں کبھی بھی کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے

ان کی دک آزاری ہو وہ بہت حساس انسان ہیں"

"اوکے میڈم اب آپ کا لیکچر ختم ہو گیا ہو تو کام کی بات کریں۔۔۔؟"

"ہاں ہاں بولو

"اسی ہفتے شادی پہ آجاؤ تم بس اس کے آگے کچھ سننے نہیں والی میں" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

بالی نے ایک انگلی سے سر سے سر کھجایا۔

"واٹ۔۔۔؟"

"یار اصل میں ڈاکٹر نے سفر سے منع کیا ہے انفیکٹ دو ہفتے تو مکمل بیڈ ریسٹ بولا ہے اس کے بعد چیک اپ ہو گا تو ہی پتہ چلے گا کہ۔۔۔ میں آبھی سکوں گی یا نہیں"

"کی یاااا مطلب۔۔۔۔ آر یو۔۔۔۔ ٹیل می کہ میں خالہ بننے والی ہوں۔۔۔؟"

اس نے مسکراتے ہوئے سرہاں میں ہلایا۔

'ماشاءاللہ" وہ خوشی سے چہکی۔

"لیکن یار۔۔۔ میں اب کیا کروں ادھر بخت کے لاسٹ منتھ چل رہے ہیں ادھر تمہاری ارلی پریگنینسی اب میں کیا کروں گی اکیلے۔۔۔؟"

"بخت تو آئے گی مجھ سے ہوئی تھی بات اس کی

یار بڑی بے وفا ہو دونوں تم"

"اب کیا کر سکتے ہیں تم بتاؤ۔۔۔؟"

"اچھا اب پریشان نہ ہو تم" اس کی اتری شکل دیکھ وہ مسکرائی۔

'میں بہت خوش ہوں تم دونوں کے لیے اللہ خیریت کا وقت لائے تم نے اپنا بہت خیال رکھنا ہے اور چیک آپ کے فورا بعد مجھے بتانا ہے جو بھی ڈاکٹر بولے ہاں۔۔۔؟

اوکے ڈن"

"اچھا یہ بتاؤ تمہارا اکڑو ہیرو کیسا ہے۔۔۔؟" وہ ہنسی۔

"بری بات۔۔۔ عکاشہ بہت اچھے ہیں" عکاشہ جو ابھی کمرے میں داخل ہوا اس کے منہ سے اپنا نام اور تعریفی کلمات سن چکا تھا بنا چاپ کیے اس کے پیچھے آکھڑا ہوا۔

"اوئے ہوئے بڑے اچھے ہیں۔۔۔ ہیں۔۔۔؟" وہ ہنسی تو وہ بھی مسکرا دی۔

"اور بتاؤ اور کیسے ہیں؟" وہ عکاشہ کے اشارے پہ اس نے پوچھا۔

"اچھے ہیں تو بس اچھے ہیں اچھے ہونے میں سب کچھ ہی آجاتا ہے"

"پھر بھی کوئی تو سپیشل کوالٹی ہوگی"

"ہمم" اس نے سوچنے کے لیے سر اٹھایا۔

"ایک سپیشل کوالٹی ہے ان میں جیسے کہ ابھی میرے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی تعریفیں سننے کی کوشش کر رہے ہیں اور تم یسنی ان کے اشارے دیکھ کر مجھے چکما دے رہی ہو"

"ہاہاہاہاہاہ" عکاشہ اور انوشہ کے قہقے بلند ہوئے۔

کال ڈسکنکٹ کرتے وہ پیچھے مڑی۔

'کتنی بری بات ہے" اس نے کمر پہ ہاتھ ٹکائے۔

"اپنی تعریف سننا۔۔۔۔؟" وہ کف فولڈ کرتا اس کے قریب آیا۔

"جی نہیں یوں چھپ کر باتیں سننا شرم کریں" اس نے شرم دلانے کی اپنی سی کوشش کی۔

"ہاں تو شرم تو تمہیں آنی چاہیے مجھے اپنی ہی بیوی سے اپنے لیے تعریف چھپ کر سننا پڑ رہی ہے"

"آپ سے کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔۔۔؟" اس نے دوپٹہ کندھوں پہ درست کیا۔

"ہاں تو مقابلہ کرنے کی بجائے اگر تھوڑی تعریف کر دو تو غریب انسان خوش ہو جائے گا" عکاشہ نے اس کا دوپٹہ ہاتھ پہ لپیٹنا شروع کیا۔

"غریب انسان۔۔۔؟" اس نے جیسے تصدیق چاہی جس پہ عکاشہ نے آنکھیں جھپک کر بھرپور تسلی کروائی۔

"یہ غریب انسان ایک اچھا انسان ہے اگر۔۔۔۔"

"اگر۔۔۔۔؟" وہ متجسس ہوا۔ وہ ہمیشہ اس کے اس انداز پہ متجسس ہوتا تھا۔

"اگر۔۔۔ اپنے غصے اور رعب پہ تھوڑا قابو پالے تو" اس نے کندھے اچکائے۔

"میرا حق جتانا تمہیں رعب کیوں لگتا ہے۔۔۔؟" وہ کافی سنجیدگی سے بولا۔

"حق پیار سے جتایا جاتا ہے ناں کہ ماتھے پہ سو سو سلوٹیں ڈال کے" وہ تحمل سے بولی۔
عکاشہ کے ماتھے پہ اب واقعی بل نمودار ہوئے۔
"آپ کو غصہ آرہا ہے۔۔۔؟" اس نے پلکیں جھپکا کر ٹھنڈے ٹھار لہجے میں پوچھا۔
"تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے نا۔۔۔؟ ورنہ تمہیں بتاتا کیا ہو رہا ہے" وہ اس کی تھوڑی پہ جھکا۔
"اوں" بالی نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ رکھتے اسے پرے دھکیلا۔
"بدتمیز" اس کے یوں دھکیلنے پہ وہ کلستا ہوا واشروم گیا پیچھے وہ گہرے سانس بھرتی بند دروازے کو گھورنے لگی۔

****

"بالی بیٹیا وہ تنزیلہ بیگم آئی ہیں وہ جی بڑی بیگم تو ہیں نہیں میں نے انہیں ڈرائینگ روم میں بٹھا دیا ہے آپ مل لیں ان سے" نورجان نے دھیمے لہجے میں گزارش کی۔
"اوکے آپ چائے کا کریں" وہ جائے نماز لپیٹ کر ایک طرف رکھتے اپنا حجاب صحیح کیا۔
"جی بہتر"

"السلام علیکم۔۔۔۔!" وہ ڈرائینگ روم میں آئی تو سامنے صوفے پہ بیٹھی تانی کو دیکھ بولی۔

"اوہ ہائے۔۔۔!" وہ اپنا سیاہ چشمہ اتارتے بولی۔

"تمہیں کہیں پہلے بھی دیکھا ہے میں نے" اس نے پہچاننے کی کوشش کی۔

"جی میں بھی مل چکی ہوں آپ سے بیٹھیں ناں" وہ مروتاً بولی۔

"عکاشہ کا ٹیسٹ اتنا برا تو نہیں تھا کہ جو تم جیسی باجی سے شادی کر لی" وہ لہجے میں حقارت سموئے اس کے حلیے پہ طنز کرتے بولی۔

"یا پھر آپ ان کا ٹیسٹ جانتی ہی نہیں" وہ مسکرا کر اس کے طنز کا اثر زائل کیا۔

"تم۔۔۔ تم کیا جانتی ہو اس کے بارے میں جو مجھ پہ یوں طنز کر رہی ہو ہاں۔۔۔؟"

"اس بات کا جواب میں آپ کو دینا ضروری نہیں سمجھتی جو کام ہے وہ بتائیں"

"نور جان میں نے جو کل آپ کو چادریں دی تھیں ان میں سے سفید چادر لا دیں گی مجھے پلیز" اس نے چائے لاتی ملازمہ سے کہا۔

"جی بٹیا میں ابھی لا دیتی ہوں" وہ مسکرا کر کہتیں باہر نکلیں۔

"اونہہ تم سے بھلا کیا کام ہو گا صرف کہنے آئی ہوں تم سے عکاشہ کی پہلی بیوی ہوں میں اور وہ صرف میرا شوہر ہے ویسے بھی عکاشہ تمہارے ساتھ صرف ٹائم پاس کر رہا ہے اسے عادت ہے ڈال ڈال پھرنے کی لنڈن میں بجی اس کی سینکڑوں گرل فرینڈز تھیں اور

تم جانتی نہیں شاید شیگی اور عکاشہ پرانے rivals (حریف) ہیں شیگی کی پلیننگ کو فلاپ کر کے اس کی پسند کو اپنا بنانے کے لیے عکاشہ نے تمہیں یوں سمجھ لو کہ حراست میں لیا ہے تاکہ جب اس کا دل تم سے بھر جائے۔۔۔"

"بہتر ہو گا اگر آپ تھوڑا اور سرچ کر کے اپنے لفظوں اور باتوں میں یقین کی ملاوٹ کر لائیں کیونکہ مجھے آپ کی ان گھٹیا باتوں پہ بالکل بھی یقین نہیں"

" شٹ اپ سمجھتی کیا ہو خود کو" وہ بھڑک کر اس کے سر پہ آئی۔

"آپ کے ایکس شوہر کی بیوی" وہ اعتماد سے بولی۔

"تم۔۔۔۔!" ابھی وہ ہاتھ اٹھاتی کہ بالی نے اس کا ہاتھ سختی سے مروڑ کر اسے پیچھے پٹخا۔

"ہمارے یہاں گھر آئی بہو بیٹیوں کو عزت دی جاتی ہے اس لیے میں بھی اپ کو عزت کی چادر دے رہی ہوں بہتر ہو گا آئندہ مجھ سے الجھیں مت ورنہ مجھ جیسی باجی کو آپ جانتی نہیں، کھانا کھا کر جائیے گا مجھے اچھا لگے گا" اس کے نیم عریاں وجود پہ سفید مخملی چادر اوڑھاتے وہ تحمل سے بولی۔

ابھی وہ پلٹتی کہ عکاشہ کو اپنے پیچھے دیکھ وہ رکی۔

"اب کیا کرنے آئی ہو یہاں۔۔۔؟" عکاشہ نے تنزیلہ کو مخاطب کیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے جب یہ جان جائے گی کہ اسے کڈنیپ تم نے کروایا تھا یہ تمہارے ساتھ رہے گی۔۔۔؟ نیور" وہ عکاشہ پہ چلائی۔

"وہ سب جانتی ہے پھر بھی وہ میرے ساتھ ہے اور میری ہی رہے گی اگر تمہاری اطلاعات مکمل ہو گئی ہوں تو جا سکتی ہو" وہ ضبط سے سرخ پڑتے چہرے سے باہر کو اشارہ کرتے بولا۔

"میں یہاں تمہارے لیے آئی ہوں تم سمجھتے کیوں نہیں ہو تم میرے ہو میں نے پانچ سال تمہارا انتظار کیا اور تم کیسے اس۔۔۔ اس کے ساتھ خود کو بانٹ سکتے ہو تم ہمارے بچوں کا تو سوچو حنا فرہاد انہیں ضرورت ہے ہماری"

"تنزیلہ تم جا رہی ہو یا میں دوسرا طریقہ اختیار کروں۔۔؟" وہ دانت پیس کر بولا۔

"How could you do this...?"

(تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔۔۔؟)

"میں کتنے سال تمہارا انتظار کرتی رہی کہ تمہاری ناراضگی ختم ہو جائے مگر تم۔۔۔" وہ اس کے گریبان سے پکڑ گئی۔

بالی کو نجانے کیوں یہ منظر ذہر لگا تھا۔

"تم سزا دیتے عکاش میں خوشی خوشی برداشت کر لیتی لیکن یہ۔۔۔۔ آہہہ" ابھی وہ کچھ اور کہتی کہ عکاشہ نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے جھٹکے سے زمین پہ پھینکا۔

"میں نے کہا جاؤ" وہ سرد آواز میں پھنکارا۔

"نہیں جاؤں گی چاہے جان سے مار دو تمہاری بے رخی برداشت کرتی رہی تھی میں کہ

اک دن تم ٹھیک ہو جاؤ گے پہلی کی طرح ہماری بھی ہیپی فیملی لائف ہو گی تم سے ہمارے بچوں سے دور رہی لیکن اب بس تم اس کے لیے اس کے لیے مجھے چھوڑ رہے ہو۔۔۔؟" وہ انگلی اٹھا کر اس کی جانب بڑھی تو عکاشہ اس کے سامنے ہوا۔

"گٹ لاسٹ تانی ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم اس وقت میرے گھر میں کھڑی ہو"

"کیا کرو گے ہاں۔۔۔؟ کیا کرو گے تم۔۔۔؟ مارو گے۔۔۔؟ مار لو جان سے مار دو لیکن اب میں یہاں سے نہیں جانے والی" وہ کمال ڈھٹائی سے بولی۔

"کس حق سے رکو گی یہاں۔۔۔؟"

"تمہارے نکاح میں ہوں" جواب فوراً سے پیشتر حاضر تھا۔

"فائن۔۔۔ میں علی عکاشہ اپنے پورے ہوش و حواس میں۔۔۔"

"نہیں۔۔۔!" بالی کی دل خراش چیخ پہ وہ اک پل کو رکا۔

"تنزیلہ بنتِ"

"نہیں نہیں پلیز یہ نہ کریں" وہ اس کو بازو سے کھینچ کر اس کے سامنے آئی۔

"پلیز یہ ظلم نہ کریں میں میں۔۔۔ میں چلی جاؤں گی آپ لوگوں کی زندگی سے یہاں سے بہت دور۔۔۔ خدا کے لیے اس کی زندگی یوں برباد نہ کریں" اس کے لفظ تھے یا جڑے ہاتھ جا شاید رخسار پہ بہتے آنسو جو عکاشہ کو نجانے کس آگ میں جھونک گئے تھے۔

اس نے اسے زرا سا کھینچ کر سینے سے لگاتے کر اسے کے گرد بازوؤں کا حصار بنایا۔

"میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تمہیں طلاق دیتا ہوں"

بالی اک جھٹکے سے اس سے الگ کر ہو کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھے گئے۔

"میں تمہیں۔۔۔۔" ابھی وہ بولتا کہ بالی نے سختی سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

پھر پلٹ کر تنزیلہ کو دیکھا جو کسی مجسمے کی طرح سرخ انگارہ آنکھوں اسے دیکھ رہی تھی۔

"کجھ دل کملے دی غلطی سی"

"کجھ پٹھے سوچ دے راہ ہو گئے"

"لیا چکر مقدراں انج بلیھا۔۔۔۔!"

"اسی اجڑ گئے او شاہ ہو گئے"

****

وہ کمرے میں آیا تو آج بھی وہ کسی کتاب میں سر دیے بیٹھی تھی اور یہ تو پچھلے ایک ہفتے سے چل رہا تھا اس کے آفس سے آنے کے وقت وہ کمرے سے غائب ہوتی دیر رات تک زرتاج بیگم یا بچوں کے کمرے میں ہوتی اور اگر آج کمرے میں موجود تھی تو یوں مصروف جیسے یہاں موجود ہی نہ ہو۔ عکاشہ سرد آہ کرتا اس کے سامنے ٹیبل پہ بیٹھا۔

"مریم۔۔۔!"

"ہمم"

"?...Can we talk...? Please"

(کیا ہم بات کر سکتے ہیں۔۔۔؟)

بالی نے حلق تر کیا پھر کتاب بند کر دی البتہ اس کی جانب دیکھا نہیں تھا۔

"کیوں ناراض ہو مجھ سے۔۔۔؟" اس کے سوال پہ بالی کے ذہن میں تنزیلہ کے کہے جملے گونجے۔

"ویسے بھی عکاشہ تمہارے ساتھ صرف ٹائم پاس کر رہا ہے تم جانتی نہیں شاید شیگی اور عکاشہ پرانے rivals (حریف) ہیں شیگی کی پلیننگ کو فلاپ کر کے اس کی پسند کو اپنا بنانے کے لیے عکاشہ نے تمہیں یوں سمجھ لو کہ حراست میں لیا ہے تاکہ جب اس کا دل تم "سے بھر جائے"

آپ کو کیوں لگا کہ میں ناراض ہوں۔۔۔؟" وہ کرسی سے اُٹھتی الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

"جب میں تم سے بات کر رہا ہوتا ہوں تو تمہاری یہ بلاوجہ کی مصروفیت پسند نہیں مجھے" وہ اسے بازو سے کھینچ کر اپنے سامنے کر گیا۔

خلافِ معمول آج بالی نے اس کی اس حرکت پہ کوئی غصہ نہیں کیا تھا جو عکاشہ کو بری

طرح کھلا۔

"یار بتا دو نا کیا مسلہ ہے کیوں اس طرح سے کر رہی ہو۔۔۔؟"

"کیا کر رہی ہوں۔۔۔؟" اس نے نہایت سکون سے پوچھا۔

عکاشہ نے اس کو گھورا جس کا کوئی اثر نہیں تھا وہ سکون سے اس کی شرٹ پہ لکھی عبارت کو پڑھ رہی تھی۔

"Gypsy soul"

وہ ان لفظوں کو بار بار پڑھ رہی تھی۔ عکاشہ اب کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کا ذہن بار بار اس سرخ شرٹ پہ سیاہ لفظوں کو پڑھ رہا تھا۔

"میں جب گھر آتا ہوں تم مجھے دیکھتی تک نہیں پچھلے کتنے دنوں سے تم میرے ساتھ بیٹھی تک نہیں صبح میں تمہاری شکل تب دیکھتا ہوں جب نماز کا وقت ہوتا ہے اور بس پھر اگلے دن کے سوا تم نظر نہیں آتیں"

"خانہ بدوش۔۔۔۔ جپسی سول۔۔۔۔۔ خانہ بدوش روح۔۔۔۔ خانہ بدوش۔۔۔۔ بنجارہ۔۔۔۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وہ ٹھٹکا۔

"شیگی آپ کا رائیول ہے۔۔۔؟"

"کم آن۔۔۔ وہ آوارہ شخص میرا رائیول کیوں بننے لگا۔۔۔؟" عکاشہ کے چہرے پہ ناگواری واضح تھی۔

"جیسی سول۔۔۔ اس کا بھی تو یہی معنی ہوا ناں۔۔۔؟"

عکاشہ نے چونک کر اپنی شرٹ کو دیکھا ایسا کرنے سے اس کا سر بالی سے ٹکرایا۔

"تمہیں۔۔۔؟ سمجھ گیا۔۔۔ تانی کی باتوں کی وجہ سے اپ سیٹ ہو۔۔۔؟ کہا تھا اس عورت کو گھر میں نہیں رکھو مگر نہیں تم ساس بہو کو تو ہمدردی کا بھوت سوار ہوتا ہے ایم ٹیلنگ یو جب تک وہ اس گھر میں ہے نا ہمارے درمیان یوں ہی بدگمانیاں پیدا ہوتی رہیں گی" وہ تنفر سے بولا۔

"وہ عورت آپ کے بچوں کی ماں بھی ہے اور ابھی تک آپ کا نکاح ختم نہیں ہوا رجوع کیا جا سکتا ہے" اس کا انداز بالی کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"تم بھول رہی ہو شاید ہم پانچ چھ سال پہلے الگ ہو گئے تھے، اور کس ماں کی بات کر رہی ہو۔۔۔؟ وہ ماں جو محض ایک ڈیڑھ سال کے بچوں کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔۔۔؟"

"غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں" اس نے صفائی پیش کی۔

"تم کیوں اس کی فیور کر رہی ہو۔۔۔؟" وہ چیخ اٹھا مگر بالی کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

"کیا آپ اسے معاف نہیں کر سکتے۔۔۔؟" عکاشہ نے اپنی زخمی سنہری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"گڈ نائٹ" وہ جیسے بات ہی ختم کر گئی۔

عکاشہ نے اس کی کلائی تھامی۔

"اسے لاہور شفٹ کر دیتے ہیں پلیز"

"جو آپ کو بہتر لگے" وہ سکون سے بولی۔

"اتنی تحمل مزاجی ہضم نہیں ہو رہی" وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔

"پلیز میرے سر میں درد ہے"

"تو لڑو ناں کہ تمہارے سر میں درد ہے اور میں تم سے بحث کر رہا ہوں رعب ڈالتا ہوں تم پہ تم پہ ظلم کرتا ہوں پتہ نہیں کیسا شوہر ہوں میں" وہ انتہائی غیر سنجیدہ انداز میں بولا تو بالی کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔

"شکر ہے مسکراہٹ تو آئی تمہارے چہرے پہ ورنہ مجھے لگ رہا تھا میری بیوی اپنی ہمشکل سے بدل گئی ہے" وہ ابھی بھی غیر سنجیدگی سے بولا۔ بالی کی مسکراہٹ سمٹی۔

"اماں جان شکایت کر رہی تھیں" وہ مزید گویا ہوا۔

"کس کی۔۔۔؟"

"تمہاری"

"کیوں۔۔۔؟ میں نے۔۔۔ کیا کیا۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"اپنا خیال نہیں رکھتی ہو اس لیے مجھے ڈانٹ رہی تھیں کہ میں تمہارا خیال نہیں رکھتا"

"جی نہیں میں رکھتی ہوں خیال ماؤں کو ویسے ہی عادت ہوتی ہے"

"ہونہہ ٹھیک ہے بتا دوں گا انہیں کہ آپ کی بھانجی پلس بھتیجی پلس بہو ایسے کہہ رہی تھیں"

آپ۔۔۔" اس کو کچھ اور نہ سوجھا تو سر ٹیڑھا کر کے گھورنے لگی۔

"کیا آپ۔۔۔؟" اس نے بھی آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورا۔

"آپ سے ہم ساس بہو کی محبت برداشت نہیں ہوتی نا۔۔۔ خیر مجھے نیند آرہی ہے" اس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

"لیکن مجھے نہیں آرہی اس لیے ہم جا رہے ہیں لانگ ڈرائیو"

"اور ڈاکٹر نے مجھے سفر سے منع کیا ہے" اس نے بتیسی دکھائی اور بیڈ پہ تکیے درست کیے۔

"یاااار یہ ذیادتی ہے" اسے کمبل اوڑھتے دیکھ وہ بے بسی سے بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن گھر پہ تو مووی دیکھ سکتے ہیں میں کچھ آرڈر کرتا ہوں کیا کھاؤ گی۔۔۔؟" وہ فوراً پلین بدل گیا۔ جانتا تھا وہ آج کل حد سے زیادہ لاپرواہ ہوگئی ہے اور پھر امتحانات کا خبط جو اس کے سر چڑھا ہوا تھا آج کل وہ خود کو مکمل نظر انداز کر رہی تھی ایسے میں وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

"بھوک نہیں ہے" وہ کمبل منہ تک اوڑھ کر کروٹ لے گئی۔

"ٹھیک ہے میں اپنی پسند کا آرڈر کر رہا ہوں بعد میں نہ بولنا یہ نہیں کھانا وہ نہیں کھانا سب

کھانا پڑے گا اینڈ دیٹس فائینل" وہ اس سے ٹیک لگا کر سکوں سے بیٹھا۔

"اٹس ناٹ فئیر" وہ اسے پرے دھکیلتے بولی۔

ابھی عکاشہ کچھ کہتا کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"اس ٹائم کون ہے۔۔۔؟" وہ سرگوشی میں بولا۔

"کون۔۔۔؟"

"بابا جان میں حنا"

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں سوئی نہیں دس بجنے کو ہیں" عکاشہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"سوری بابا جان" اس نے سر جھکایا۔

"حنو بیٹا کیا بات ہے اماں جان کو نہیں بتاؤ گی۔۔۔؟" وہ عکاشہ کو گھورتے پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔

اس نے جھکے سر سے ہی پلکیں اٹھا کر عکاشہ کو دیکھا جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس روم میں سے ان کی چیخنے کی اوازیں آ رہی ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے"

پھر اس نے بالی کے کان میں سرگوشی کی جو وہ سن چکا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔۔؟" اس کے پوچھنے وہ دوبارہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگی۔

"کیا مسلہ ہے۔۔۔؟" آخر وہ جھنجلا کر بولا۔

"میں بس دس منٹ میں آئی"

"مریم۔۔۔۔؟" اس کے سخت لہجے کو نظر انداز کرتے وہ حنا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے میں آئی تو عکاشہ تمام لائٹس آف کیے سو رہا تھا۔

"کم آن اتنی جلدی آپ سو بھی گئے۔۔۔؟" وہ اس کا کندھا ہلاتے بولی۔

وہ آنکھوں پہ بازو رکھے ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اچھا ٹھیک ہے گڈ نائٹ" وہ بھی کمبل اوڑھتے لیتی تو عکاشہ نے سارا کمبل کھینچ کر خود پہ لیا۔

"کیا مسلہ ہے۔۔؟" وہ اس کی کمر پہ چپت رسید کرتے بولی۔

"چھوڑیں بھی" وہ کمبل کو پورے زور سے اپنی جانب کھینچتے بولی۔

"ٹھیک ہے رکھ لیں سارا اپنے جہیز میں لے جانا" وہ لائٹ آن کرتے بولی پھر الماری سے کمبل نکالا۔

"اگر تم نے کمبل یہاں رکھا میں تمہیں اس کے سمیت اٹھا کر باہر پھینک دوں گا"

"کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔؟" وہ آخر بھڑک اٹھی۔

"کیوں گئی تھی تم۔۔۔؟" وہ بھی اونچی آواز میں بولا۔

"حنا کو ڈر لگ رہا تھا اسی کے لیے گئی تھی"

"اور آج اچانک سے ڈر کیوں لگنے لگا اسے۔۔۔۔؟"

"بس ہے کوئی وجہ" وہ کمبل صوفے پہ رکھتے بولی۔

"تم بتا رہی ہو یا نہیں۔۔۔؟"

"عکاشہ آپ کیوں اس معصوم بچی سے اتنا روڈبی ہیو کرتے ہیں ابھی سات سال کی ہے وہ بس بچوں کو اسپیشلی لڑکیوں کو بہت سے چیزوں میں ماؤں کی ہیلپ چاہیے ہوتی ہے اپنی چھوٹی چھوٹی باتیں اپنے خوف ہراس بتانے کے لیے انہیں ایک ماں کم دوست کی ضرورت ہوتی ہے آپ جانتے ہیں حنا کسی سے اتنا اٹیچڈ نہیں ہے اگر مجھ سے بات شئیر کرتی ہے تو مسلہ کیا ہے۔۔۔؟"

"مسلہ صرف یہ ہے کہ مجھے میرا وقت چاہیے اور وہ اب بڑی ہو رہی ہے اسے اپنے معاملات خود سلجھانے کی عادت ڈالو آگے جا کر تمہارے کیے ہی مشکل ہو گی نیو بورن بے بی کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ بڑے بچوں ہے کام کرنا بہت ٹف ڈیوٹی ہوگی"

"اٹس ناٹ آ ڈیوٹی۔۔۔۔ وہ بھی تو ہماری اولاد ہیں"

"وہاں کیوں بیٹھ رہی ہو۔۔۔۔؟"

"کیونکہ اگر میں نے یہ بیڈ پہ رکھا تو آپ مجھے باہر پھنک دیں گے" اس نے میٹھا سا طنز کیا۔

"واپس آؤ"

"اپنا رعب اپنے پاس رکھیں" وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"تیری تو۔۔۔" وہ ایک جھٹکے کمبل ہٹاتے اس کی طرف آیا۔

"اچھا ٹھیک ہے آ رہی ہوں میں" وہ فوراً چیخی۔

"پہلے ہی شرافت سے سن لیا کرو بات" وہ مزید رعب جماتے بولا۔

"اللہ پوچھے تمہیں"

"کیا بول رہی ہو زرا اونچا بولو" وہ اس کی بڑبڑاہٹ بخوبی سن چکا تھا۔

"کچھ نہیں میں کہہ رہی ہوں کہ آپ کہیں سے بھی چالیس کے نہیں لگتے سولہ سال کے سر پھرے لڑکوں جیسی حرکتیں ہیں" وہ بھنا کر بولی تو عکاشہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"تمہیں کس نے کہا میں چالیس کا ہوں۔۔۔؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اچھا اب لڑکیوں کی طرح اس بات پہ جھگڑا کرو میرے ساتھ کہ میں نے دو چار سال عمر میں اضافہ کیوں کر دیا"

"استغفرُللہ دو چار سال کی بات ہوتی تو ٹھیک تھا پورے آٹھ سال زیادہ زیادہ بتائی ہے" اس کا سر اپنے بازو پہ رکھتے بولا۔

"اسی اچھی بات کے ساتھ گڈ نائٹ" بالی نے کمبل تھوڑی تک کھینچ کر اس کی جانب کروٹ لی۔

"گڈ نائٹ" اس کے ماتھے پہ لب رکھتے۔ اس کے متبسم ہونٹ دیکھتے وہ بھی مسکرایا۔

****

دس سال بعد۔۔۔۔۔

"بینش۔۔۔۔ !بینش۔۔۔۔ !کوئی ہے۔۔۔؟ خدارا کوئی میری پکار سنو" وہ ڈرائینگ روم میں بیٹھا موبائل پہ کچھ ٹائپ رہا تھا کہ وہی خوبصورت نسوانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس کی آنکھیں شمالی دیوار کی طرف اٹھیں۔

"پانی دے دوو۔۔۔" ایک اور بے بس صدا۔

"لگتا ہے آج بھی ملازمہ جلدی چلی گئی" وہ موبائل جیب میں رکھتا ڈرائینگ روم سے نکلتا لاؤنج میں آیا اور پھر اس کے قریبی کمرے کا دروازہ کھولتے اندر آیا جہاں روشنی کھڑکی پہ لگے سفید پردوں سے جھانک رہی تھی۔ اس مدھم سی روشنی میں اس نے کمرے کی بتیاں روشن کیں۔

"السلام علیکم۔۔۔!" وہ اس کی جھریوں والی خوبصورت بند آنکھوں کو دیکھتے بولا۔ گھنی پلکوں میں لرزش ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ آنکھیں وا ہوئیں۔

"وا۔۔۔ علیکم السں۔۔۔۔ سلام" اس کی آواز بھی اس کی جسم کی طرح لرز رہی تھی۔

وہ آگے بڑھا اور پاس پڑے جگ سے پانی گلاس میں ڈالا پھر اس کے سر تلے بازو رکھتے اس کا سر زرا اونچا کر کے گلاس اس کے خشک لبوں سے لگایا تو وہ مضبوطی سے اس کا

ہاتھ تھام گئی۔

پانی کے کچھ گھونٹ پینے کے بعد اس نے ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

"تم میں سے عکاشہ کی خوشبو آتی ہے اس کی کاربن کاپی ہو تم"

"وہ کیسی ہے۔۔۔؟ کیسی دکھتی ہے۔۔۔؟ اماں جان بتاتی ہیں وہ میرے جیسی ہے۔۔۔؟ ہیں۔۔۔؟ کیا واقعی۔۔۔؟ واقعی میرے جیسی ہے وہ۔۔۔؟"

"نہیں وہ آپ جیسی نہیں ہے" وہ بے لچک لہجے میں بولا جیسے یہ بات اسے گراں گزری تھی۔

مقابل کی آنکھوں میں نمی اتری۔

"وہ آپ جیسی نہیں ہو سکتی" اس کے دل نے زور و شور سے گواہی دی۔

"وہ۔۔۔مجھے یاد نہیں کرتی۔۔۔؟ اس کا دل نہیں تڑپتا جیسے میرا تڑپتا ہے اس کے لیے؟ کیا یہ معذوری کی سزا کافی نہیں تھی۔۔۔؟ اس سے کہو نا وہ اپنی سزا ختم کر دے"

"آپ آرام کریں" وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر اسے واپس لٹا کر اس کے ماتھے پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

"تم بھی چلے جاؤ گے۔۔۔؟ کچھ دیر کے لیے تو ٹھہر جاؤ نا" وہ التجا کر گئی۔

"وہ غرور وہ شباب کیسے گزر گیا آپ کا وہ اکڑانا جو آپ کو جھکنے نہیں دیتی تھی کیوں آپ بے بس ہیں آج میں نے تو کبھی کوئی گلہ نہیں کیا تھا نہ آپ سے نہ کسی اور ذات سے نہ اللہ

سے پھر یہ سزا کس لیے۔۔۔؟"

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟"

"دیکھ رہا ہوں آپ آج بھی اتنی ہی حسین ہیں جیسے تصویروں میں آپ کو دیکھا تھا"

"جھوٹ" وہ متنفر ہوئی۔

"جھوٹ بولتے ہو تم میری روح پہ ضرب لگاتے ہو۔۔۔؟ میں ماں ہوں تمہاری مجھے۔۔۔؟ مجھے یوں تکلیف پہنچاتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں۔۔۔؟ یہ تربیت می ہے اس نے تمہاری۔۔؟"

"نہیں نہیں نہیں ماما ایسا نہیں ہے ریلیکس" وہ ہڑبڑا گیا

"مجھ سے مجھ بدلہ لینے آتے ہو۔۔۔؟"

"نہیں" وہ اس کے کپکپاتے ہاتھ تھام کر چومنے لگا پھر اس کے ماتھے پہ بوسہ دے کر بولا۔

"مجھے معاف کر دیں پلیز میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا"

"تمہاری تمہاری اماں جان تو ابھی بھی جوان ہے نا۔۔۔؟ وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے نا۔۔۔؟" وہ جیسے جانتی تھی بس اس کے منہ سے اقرار سننا چاہتی تھی۔

"ہاں وہ بھی بہت خوبصورت ہیں اب آپ آرام کریں"

"تم جاؤ گے تو نہیں۔۔۔؟"

"نہیں میں یہیں ہوں" وہ اسے تسلی دینے کی خاطر اس کے تکیے کے ساتھ بیٹھا اور پھر اس کے سو جانے تک وہ اس کا سر دباتا رہا۔

****

سفید جینز پہ سفید پرنٹڈ کرتا اور گلے میں لپٹا بے پرواہ سکارف بالوں کو محض ایک پن کے سہارے سر پہ جوڑے میں باندھے وہ پورے گھر کا چکر لگا کر اب اس کے کمرے میں آئی جہاں خالی کمرہ پھر سے اس کو خوش آمدید کہ رہا تھا۔

"اوئے چشماٹو کب سے ڈھونڈ رہی ہوں تمہیں کہاں گم تھے۔۔۔؟" وہ جو اس کے کمرے میں جھانک کر واپس جا رہی تھی واپس پلٹتے ہی اس کو دیکھ کر کمر پہ ہاتھ ٹکا کر بولی۔

"یہیں تھا" سنجیدگی سے جواب دیتے وہ اپنے کمرے میں آیا اور رائیٹنگ ٹیبل پہ بیٹھا۔

"یہیں تھے تو مجھے نظر کیوں نہیں آئے۔۔۔؟ یا پھر تم مجھے یہ کہنا چاہ رہے ہو میری نظر کمزور ہو گئی ہے ویسے اگر ایسا ہوا بھی تو بھی میں چشمہ نہیں لگانے والی بھئی میں تو لینز لگواؤں گی" اس نے صلاح دے کر بیڈ پہ پالتی ماری۔

"مجھے کیوں ڈھونڈ رہی تھی تم کوئی کام تھا؟" وہ کتاب کھولے اب لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

"نکمے انسان تم یہ اسائمنٹ ابھی بنا رہے ہو میں تو کل بنا بھی چکی"

"کل ہی تو ملی تھی اور ابھی دو دن ہیں باقی" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"اچھا چلو پھر مجھے گول گپے کھلانے لے کر جاؤ"

"کھانے پینے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے تمہیں۔۔۔؟ جب دیکھو کھانا پینا سونا پڑھائی کب کرتی ہو تم۔۔۔؟" وہ مصروف انداز میں بولا۔

"جب میرا موڈ ہوتا ہے وہ کندھے اچکا کر چٹخارہ لینے والے انداز میں بولی۔

"اچھا چلو نا" اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے وہ ضد سے بولی۔

"حنا پلیز چھوٹی بچی نہیں ہو تم جس کو ہر وقت ضد لاڈ من مانی کرنا ہوتی ہے" وہ جھڑک کر بولا البتہ اس کا لہجہ میں غصہ یا کڑواہٹ نہیں تھی مگر حنا کو بری طرح کھلا تھا۔ وہ خاموشی سے واپس چل دی۔

"حنا۔۔۔بات سنو حنا" وہ فوراً اس کے پیچھے لپکا۔

حنا خاموشی سے دروازے کی دہلیز پہ رکی۔

"ہمیں ایک سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے یہاں مگر تم ایک دفعہ بھی اماں جان سے نہیں ملی"

"ماں ایک ہی ہوتی ہے فرہاد اور میری ماں بالی مریم ہیں کتنی مرتبہ کہا ہے کسی اور کو یہ مقام کم از کم میرے سامنے نہ دیا کرو" وہ بے لچک لہجے میں بولی۔

"انہوں نے جنا ہے ہمیں تم کیسے یہ مقام ان سے چھین سکتی ہو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے"

"میں۔۔۔ نہیں چھین رہی انہوں نے خود گنوایا ہے"

"غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں"

"انسانوں سے ہوتی ہیں فرہاد غلطیاں عام انسانوں سے ہوتی ہیں مگر مائیں۔۔۔؟ مائیں عام انسان تو نہیں ہوتیں صرف پیسے کی حرص میں نام شہرت کی حرص میں اگر ایک انسان کا ایمان ڈگمگا جائے اور وہ گناہ کر بیٹھے تو عقل تسلیم کرتی ہے مگر ماں کی ممتا ڈول جائے اس بات کو کیسے تسلیم کروں تم بتاؤ۔۔۔؟" اس کے چہرے پہ بلا کی سختی تھی وہ کہیں سے بھی وہ ضدی لاڈلی چیونگم چباتے ہوئے دنیا سے غافل چت پرواہ نظر آنے والی احمق سی حنا نہیں لگ رہی تھی۔

فرہاد نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اس کی گال پہ ہاتھ رکھا اور سمجھانے کو آگے بڑھا کہ حنا نے اس کا ہاتھ بری طرح جھٹکا۔

"ابھی اسی کے کمرے سے آرہے ہو نا۔۔۔؟ بیٹا۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں برہمی اتری۔

"اماں جان کہتی ہیں سخت دل ہونا مسلمان کو زیب نہیں دیتا" اس نے اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"اور اسے ذیب دیتا ہے میرے ہی بھائی کو میرے خلاف بھڑکانا وہ تھی ہی ایسی کہ بابا نے اس سے تعلق ختم کر لیا" وہ ترشی سے بولی۔

"زبان کو لگام دو حنا کس کے بارے میں بات کر رہی ہو؟" وہ سختی سے بولا۔

حنا سر نفی میں ہلاتی اس سے دور ہوئی اور پھر کمرے سے ہی نکل گئی۔ اس کی حالت دیکھ فرہاد کو دکھ ہو ہر بار کی طرح اس بار بھی یہ موضوع ان دونوں کے درمیان تلخ ثابت ہوا تھا۔

****

"شہرام بچے مجھے کچھ ضروری کام ہے تم سے تم اگر یونیورسٹی آسکو تو" پروفیسر یاسین کا وائس نوٹ سنتے ہی اس نے میسج لکھا۔

"جی سر ضرور میں بس کچھ ہی دیر میں آرہا ہوں"

اور چند ہی منٹوں میں وہ یونیورسٹی کے سامنے تھا۔ گاڑی پارک کرتے وہ چابی ہاتھ میں تھامے لاپرواہ چال چلتا جا رہا تھا۔ ادھر ادھر اٹھتی نظر اچانک سامنے چلتی سفید چادر والی لڑکی پہ گئی جس کے سنہری بالوں کی موٹی چٹیا سفید شفاف چادر سے جھانک رہی تھی۔ اس کی رفتار میں کمی آئی اگلے ہی پل وہ سنہری آنکھوں والی لڑکی پلٹی۔ تو وہ

ٹھٹھکا۔ پھر فوراً سنبھل گیا۔

"جی کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔۔؟" وہ تیکھے چتونوں سے بولی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔؟

"واٹ ڈو یو مین بائے ایکسکیوزمی عمر دیکھی ہے اپنی اور حرکتیں دیکھو" وہ پھولے تنفس سے بولی۔

شہرام کے نا سمجھی کے تاثرات دیکھ تو اس کے سر لگی تلووں سے بھی مہ بجھی تھی۔

"ہاں اب بن جاؤ انجان جیسے میں تو گھاس کھاتی ہوں مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ تم پیچھا کر رہے ہو میرا تم لاہوریوں کو کوئی اور کام نہیں ہوتا لڑکیاں تاڑنے کے سوا جہاں دیکھو بس۔۔۔ ہر کسی کو یہ شو آف کرنا ہوتا ہے کہ میری اتنی گرل فرینڈز ہیں میں نے اتنی بچیاں پھسائی شرم لحاظ تمیز کردار نام کی چیز ہے یا نہیں تم لوگوں میں" وہ اس پہ دھاڑتے ہوئے بولی۔

"مس اے بی سی آپ حد سے بڑھ رہی ہیں" اپنے کردار پہ آئے حرف پہ وہ تلملا اٹھا۔

"بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے آپ میں۔۔۔؟ ماں باپ نے ادب لحاظ نام کی چیز نہیں ڈالی آپ میں"

"آپ مسٹر۔۔۔" اس نے انگلی اٹھائی۔

"پہلے خود عزت اور ادب کرنا سیکھیں پھر اپنے بچوں کو بھی سکھائیے گا تاکہ معاشرہ میں

عورت کو تحفظ مل سکے"

"ایکسکیوزمی حنا۔۔۔؟ از ایوری تھنگ آل رائیٹ۔۔؟" پروفیسر یاسین کی آواز پہ وہ ان کی طرف مڑی مگر اس سے پہلے کہ وہ سامنے کھڑے شخص کی شکایت کرتی۔۔۔

"السلام علیکم۔۔۔! سر کیسے ہیں آپ۔۔۔؟ سوری میں تھوڑا لیٹ ہو گیا اصل میں ٹریفک جام تھا تو۔۔۔"

"اٹس اوکے کوئی مسلہ تھا۔۔۔؟" وہ دوبارہ استفسار کرنے لگے۔

"مس۔۔۔ لیب کا راستہ پوچھ رہی تھیں" اس کی اڑی رنگت دیکھ وہ جلدی سے بولا۔

"اوہ اچھا پتہ چل گیا آپ کو بیٹے۔۔۔؟" انہوں نے پیار سے پوچھا۔

"جی سر" وہ دانت پیس کر بولی۔ جس پہ شہرام نے منہ نیچے کر مسکراہٹ دبائی۔

"ویسے لگ تو نہیں رہا تھا کہ حنا تم سے مدد مانگ رہی تھی غصے میں لگ رہی تھی"

"جی سر وہ۔۔۔ اصل میں غلط فہمی ہو گئی تھی" وہ سر کی پشت پہ کھجا کر بولا۔

"اچھا چلو مجھے تم سے کچھ کام تھا اصل میں۔۔۔۔" وہ اسے وہاں بلانے کا مقصد بتاتے ہوئے کیفے ٹیریا پہنچے۔

****

"یہ فرہاد گندا انڈا، بے ہدیتا کدھر رہ گیا" وہ فون نکالتے بولی۔

"کدھر رہ گئے ہو نکمے چشماٹو"

"تم کہاں ہو۔۔۔؟ کب سے دیکھ رہا ہوں دور دور تک نظر نہیں آ رہی تم"

"تم کیفے ٹیریا پہنچو یہاں ہوں میں نکمے"

"جی مس فری کی ٹاپر" وہ دانت پیس کر بولا۔

سامنے ٹیبل پہ بیٹھے شہرام کی نظر اس پہ پڑی تو اس کی آنکھوں میں الوہی سی چمک اتری۔

"انسان ہو یا جہاز ایک منٹ کے لیے رکا تھا میں تم نے تو ایسی سپیڈ پکڑی ہے کہ یہاں آ کر سانس لیا اوففف"

"چپ کرو چشماٹو تمہیں پتہ ہے راستے میں ایک آدمی میرے پیچھے لگ گیا تھا"

"واٹ۔۔۔کب کہاں" وہ ایک دم پریشان ہوا تو حنا کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔

"پارکنگ کے فوراً بعد جب میں یونی میں انٹر ہوئی تب خیر پروفیسر یاسین ہیں نا وہ آ گئے تھے" اس نے گویا اسے تسلی دی۔

"کچھ کیا تھا اس نے۔۔۔؟"

"نہیں نہیں میں نے اچھی ڈانٹ پلائی تھی اسے ڈونٹ وری"

"کیا کھاؤ گی۔۔۔؟"

"پیٹی برگر کافی کے ساتھ"

"پیٹی کھا کھا کے ایک دن خود بھی پیٹی بن جاؤ گی" "نظر رکھتے ہو میرے کھانے پہ بتاؤں اماں جان کو۔۔۔؟"

وہ ہنس دیا اس کی بات پہ حنا چونک کر اسے دیکھا جو اب ویٹر کو آرڈر دے رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" اسے یوں دیکھتے دیکھ فرہاد نے حیرانی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں"

"کیا ہوا یار۔۔۔؟" وہ بضد ہوا۔

"تمہیں پتہ ہے تم ہنستے ہوئے بابا جیسے لگتے ہو"

"ہاہاہاہاہ" وہ بے اختیار ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوا۔

"واٹ۔۔۔۔۔؟" وہ خفگی سے بولی۔

"ہاہاہاہاہ"

"چشماٹو" اس نے دھمکایا۔

"یو نو واٹ۔۔۔؟ میں سمجھا تم مجھے پوچھو گی تمہیں پتہ ہے چاند پہ جانے والے پہلے شخص کا نام کیا ہے۔۔۔؟ ہاہاہاہاہ یار سیریسلی یہ بات تم کوئی چھ ہزار دفعہ بول چکی ہو اور ہر مرتبہ یہ کہنا لازمی ہوتا ہے تمہیں پتہ ہے؟ ہاہاہاہاہ سامنے والے کا آدھا خون تو یہی سن کے خشک ہو جاتا ہے تمہیں پتہ ہے۔۔۔؟"

"چپ ہو جاؤ بد تمیز چشماٹو" وہ خفگی سے بولی۔

ابھی مزید کچھ بولتا کہ شہرام کی آواز پہ وہ دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"دوسروں کے کردار پہ انگلیاں اٹھانے والے خودیوں سع بازار۔۔۔۔" ابھی وہ کچھ کہتا کہ اس کی نظر فرہاد پہ گئی تو زبان پہ گویا قفل لگا۔

"جی کون ہیں آپ۔۔۔؟ اور کس لہجے میں بات کر رہے ہیں" فرہاد ایک پل میں اسے آہستہ سے دھکیل کر حنا کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہوا۔ اس کا انداز کسی شیر جیسا تھا جو کسی بھی لمحے سامنے والے کو چیر پھاڑ ڈالے گا۔

"تم۔۔۔؟" شہرام کو اس کا انداز کسی کی یاد دلا گیا۔

"جی میں۔۔۔؟" فرہاد نے اکڑ کر پوچھا۔

کچھ پل اس کے نقوش دیکھتے وہ سوری کہتا وہ سے چل گیا۔

"اونہہ سوری" حنا نے سر جھٹکا۔

اس کے جانے کے بعد فرہاد نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا۔۔۔؟ اس نے بھی آنکھیں سکیڑیں۔

"اچھا بھلا شریف آدمی لگ رہا تھا کیوں اس طرح سے بات کر رہا تھا وہ تم سے ضرور تم نے ہی کچھ کیا ہو گا اور کردار پہ جانے کی کیا ضرورت تھی"

"جی نہیں تمہیں بتا دہی تھی نا میں جو میرا پیچھا کر رہا تھا یہ وہی شخص تھا"

"تو تم نے اس کے کردار کو جج کرنا شروع کر دیا؟"

"اوہوو بھائی مجھے تو یاد بھی نہیں ہڑبڑاہٹ میں میں نے بولا کیا تھا"

"سوچ سمجھ کر بولا کرو اب ٹھونسو جلدی تاکہ کلاس میں آج ٹائم پہ پہنچ سکیں"

"چپ کرو چشماٹو اگر تم نے کوئی ڈرامہ کیا نا اماں جان کو بتا دوں گی کس طرح تم عائزل کو دیکھتے ہو" فرہاد کے گلے میں پھندا لگا۔ مگر وہ انجان سی بنی سکون سے کھا رہی تھی۔

"کیا۔۔؟ کیا بکواس ہے یہ۔۔۔؟"

"سچی بکواس ہے" اس نے سکون سے کندھے اچکائے۔

"کیا کیسے دیکھتا ہوں میں" اس نے اپنے تئیں اسے دھمکایا۔

"جیسے کوئی بھی ہیرو اپنی ہیروئین کو دیکھتا ہے فلموں میں۔۔۔ آئی نو یو لو ہر"

"تم جانتی ہو وہ غیر مسلم ہے" اس نے دانت پیسے۔

"پلیز فرہاد ایسا تو نا کہو۔۔۔ تم بھی جانتے ہو وہ مسلم ہے اگر اس کے بڑے کبھی غیر مسلم رہے ہیں از ناٹ مینز کے تم ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے مسلم ہونے پہ شک کرو؟"

"لیو دس ٹاپک" وہ بیگ کندھے پہ پہنتے کرسی سے اٹھا تو وہ بھی ہاتھ صاف کرتی اس کے پیچھے ہو لی۔

"ویسے بھی محبت ذات صفات نہیں دیکھتی" وہ

"کین یو پلیز شٹ یور ماؤتھ۔۔۔؟" وہ جھڑک کر بولا۔

بلا شبہ وہ اس کا جڑواں تھا مگر اس کے باوجود وہ اس کے غصے سے سہم جاتی تھی۔ اس کے ڈانٹ دینے پہ دل برداشتہ ہو کر گھنٹوں خاموش ہو جاتی اور ابھی بھی شام سے پہلے وہ بات کرنے والی نہیں تھی۔

****

"تمہارے نزدیک محبت کیا ہے؟" عکاشہ کے سوال پہ اس کی آنکھیں سوچنے کے انداز میں چھوٹی ہوئیں۔

"اللہ کا ایک خوبصورت رنگ"

"ہاہاہاہاہاہ"

"کیا ہوا ہنس کیوں رہے ہیں؟" اس نے برا منایا تھا یوں اس کا ہنسنا۔

"مجھے لگا تھا کوئی لمبا چوڑا بڑا سا ڈائیلاگ مارو گی"

"اوہ تو مذاق اڑا رہے ہیں میرا؟" اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

"میری مجال" اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"بس کرو.بیہیو ایسے کر رہے ہو جیسے روز جوتے کھاتے ہو مجھ سے" اس نے ناک سے

مکھی اڑائی۔

"ہاہاہا کوئی کم ظلم بھی نہیں کرتی تم" اس کی بات پہ اس نے کہنی اس کی پسلی میں دے ماری۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے؟" اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے عکاشہ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔

"کیا محبت عزت، احترام، اعتماد، وفا ان سب سے زیادہ ضروری ہے؟"

"زیادہ نہیں لیکن مجھے لگتا ہے ضروری تو ہے" اس نے دھیرے سے اس کی کہنی چھوڑی۔

"محبت کا نہیں پتہ نہ شاید مجھے کبھی ہوئی ہے یا پھر یہ میری رسائی سے آگے کا مرحلہ ہوگا لیکن اتنا جانتی ہوں جب سے آپ سے رشتہ جڑا ہے مجھے۔۔۔" وہ مکمل اس کی جانب مڑی اس کے آنکھوں میں تجسس دیکھ ہنس دی۔

"کیا مجھے؟"

"مجھے آپ کی فکر ہوتی ہے"

"واٹ۔۔۔؟" اس کی آواز میں واضح حیرت تھی۔

"ہاں آں سچ میں (چہرے پہ دل فریب مسکراہٹ تھی) مجھے کبھی کسی کی فکر نہیں ہوتی تھی پہلے اپنی بھی نہیں میں نے کھانا کھایا نہیں کھایا میں کیسی لگ رہی ہوں مجھے کبھی فکر

نہیں ہوتی تھی مگر۔۔۔جب سے شادی ہوئی ہے عجیب سی کشش ہے اس رشتے میں، مجھے فکر ہوتی ہے میری کوئی بات آپ کو بری نہ لگ جائے آپ نے وقت پہ کھانا کھایا ہو یا نہیں" وہ ہنسی اس بات پہ۔

"مجھے فکر ہوتی ہے جب آپ بہت سارا کام کر رہے ہوتے ہیں آپ کی صحت کی وقت پہ آپ کی ہر چیز ریڈی رکھنے کی فکر آپ سے جڑی سب چیزوں کی فکر" وہ پھر سے اس کی جانب دیکھ کر دھیمے سے ہنس دی۔

"تو یہ بھی تو محبت ہے" وہ اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔

"پتہ نہیں" وہ کندھے اچکا گئی۔

"لو جی سائرن شروع ہو گیا آپ کے صاحبزادے کا" وہ ہنستے ہوئے کمرے کی جانب بڑھی۔

****

"السلام علیکم اماں جان کیسی ہیں آپ آئی مس یو سوچ کب آئیں گے آپ لوگ میں تمکی اور رمیل کو بھی اتنا مس کر رہی ہوں اور آپ کو پتہ ہے اس بدتمیز چشماٹو نے مجھے یونی میں اتنا ڈانٹا تھا" ہر روز کی طرح سوالوں کی بوچھاڑ کے بعد اس کی شکایت پہ ہی بریک

لگی۔

"اوہو وکیوں ڈانٹا تھا اس نے میں پوچھوں گی اسے زیادہ ہی افسر بن جاتا ہے میری لاڈلی پہ تم بتاؤ محمد ذوہان انزش کیسے ہیں بخت خالہ کی طرف گئے تھے تم لوگ۔۔۔؟" بالی نے لاڈ سے بچکارا جبکہ وہ فرہاد سے ایسی کوئی بات نہیں کرنے والی تھی۔

"جی اماں جان انوشہ خالہ کی طرف بھی گئے تھے اور ان کے بیٹے اصلحان کی برتھڈے ہے اس ویک اینڈ پہ اور آپ کو پتہ ان کی بیٹی سنینہ شی از سو کیوٹ موما آئی ایون کانٹ ٹیل یو اتنی باتیں کرتی ہے اوفف شی از سو کیوٹ آپ آئیں گی نا آپ دیکھ کے خود کہیں گی کیمرے میں تو اس کی آدھی بیوٹی گم ہو جاتی ہے رئیل میں تو بہت کیوٹ ہے"

"اچھا بابا کو کال کی۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔ میں نے سن ہے عائزل بھی لاہور آ رہی ہے۔۔۔۔؟"

"ہمم تم تو جانتی ہو احمد اسے نہیں بھیجنا چاہتا تھا لیکن اس کا دل بھی تمہارے بغیر نہیں لگتا تو میں نے اور اس کی ماما نے فیصلہ کیا ہے اسے بھی تم لوگوں کے پاس بھیج دیتے ہیں"

"بالکل ٹھیک کیا آپ نے آخر کب تک وہ اپنے ڈر کی وجہ سے چھپتے پھریں گے اور ویسے بھی میں تو پہلے ہی عائزل کو ساتھ لے آتی مگر زیادہ ضد اس لیے نہیں کی کہ کہیں اس کی فیملی کو برا نہ لگے"

چلو اب تمہیں بہت دھیان رکھنا ہو گا اس کا

"جی اماں جان آپ بے فکر ہو جائیں بس" اس نے بھرپور تسلی دی۔

"اصلحان کی برتھڈے پارٹی میں جا رہی ہو نا۔۔۔؟"

"ہاں جی انوشہ خالہ نے لافی انسسٹ کیا تھا جائیں گے ہم"

"چلو اپنا خیال رکھنا اور کل عائزل کو پک کر لینا بس سٹیشن سے"

"اوکے اماں جان میں اور آپ کا بیٹا چلے جائیں گے"

"اور ہاں۔۔۔۔ اپنی اماں جان کا بھی خیال رکھنا"

"اللہ حافظ" ہمیشہ کی طرح ان کی آخری نصیحت پہ اس نے جان چھڑائی۔

"فی امان اللہ" ان کی بجھی آواز پہ وہ فون بند کر گئی۔

****

چاند آسمان پہ اپنی پوری شان سے مسکراتے کئی راز چھپائے کھڑا تھا کسی آوارہ عاشق کا چھت پھلانگ کر معشوقہ سے ملاقات تو کئی مفلسوں کا ذی نفس سے چھپ کر تجوریاں خالی کرنا، کہیں کوئی نفس کو سیر کرنے کے لیے راہ سیاہ پہ چلتا ہوا، تو کہیں کوئی رکوع و سجود میں ہدایت کا طلب گار خدا سے محوِ گفتگو تھا۔ زرد ستارہ کہیں مسافروں کے راہ کی

راہنمائی کر رہا تھا تو کہیں بھٹکے مسافروں پر افسوس۔۔۔ مگر بنی نوع اس سب سے کہیں لا علم تو کہیں بے پرواہ سب اپنی منزلوں کی جانب رواں تھے۔

ایسے میں وہ ہر چیز سے غافل یک ٹک چاند کو دیکھ کر مسکراتے کسی کی یاد میں گم تھا۔

"تمہیں پھول پسند ہیں؟"

"ہاہاہ پھول کسے پسند نہیں ہوتے" وہ ہلکا سا کھنکتی ہنسی دبا کر بولی۔

"ہمم پھر تو تم بھی ان لڑکیوں میں سے ہو گی جنہیں خود بھی تتلیوں پھولوں، گلاب جیسا بننے کا شوق ہوتا ہے۔۔۔؟" وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ یہ مذاق تھا یا طنز مگر جواب حاضر تھا۔

"مجھے لگتا ہے ایک لڑکی کو تتلی گلاب یا چاند جیسا نہیں ہونا چاہئے۔۔۔۔ تتلی۔۔۔ جو سخت ہاتھ لگتے مر جاتی ہے گلاب مرجھا جاتے ہیں اور چاند جسے پانے کی خواہش ہر دوسرا شخص کرتا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آنکھیں سینکنے والے تو کروڑوں لوگ ہیں۔۔۔

مجھے لگتا ہے ایک لڑکی کو سورج جیسی ہونا چاہئے، جسے دیکھنے کے لیے سر اٹھانا پڑے، جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دے، جس کی حدت کو برداشت کرنے کے لیے ایک خاص طاقت سرف کرنا پڑے۔ اور یقیناً یہ کوئی عام شخص نہیں کر سکتا" اس کی آواز کسی فسوں کی طرح اس کی سماعتوں پہ ابھری۔

"تم واقعی خاص ہو بہت خاص یقیناً" وہ مسکراتا ہوا بڑبڑایا پھر سر جھٹک کر پردے برابر کرتا اپنے بستر پہ جا لیٹا۔

دروازے کی دستک پہ وہ لائٹ آن کرتے بولا۔

"آجاؤ"

"اماں جان بول رہی ہیں کل عائزل کو بس سٹیشن سے پک کرنا ہے"

"کیوں۔۔۔؟" وہ یہاں کیوں آرہی ہے۔۔۔؟ اس کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"کیونکہ وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ پڑھتی رہی ہے اب بھی ہمارے ساتھ ہی پڑھے گی"

"ضرور تم نے فورس کیا ہو گا"

"جی نہیں میں نے فورس نہیں کیا البتہ اماں جان نے احمد انکل اور خدیجہ آنٹی کو منا لیا ہے"

"اچھا ٹھیک ہے گڈ نائٹ"

"من میں بے شک لڈو پھوٹ رہے ہوں اوپر سے کیسے بن رہے ہو توبہ ہے۔۔۔ گڈ نائٹ" اس کی نقل کرتے وہ دروازہ بنا بند کیے ہی چلی گئی۔

" اوففف یہ اماں جان کی سگھڑ سیانی مہذب بیٹی نجانے کس اینگل سے ہے" وہ کلستا ہوا دروازہ بند کرکے واپس بستر پہ آیا۔

****

"مجھے نہیں جانا سکول پلیز ماما پلیز پلیز" رمیل کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش دیکھ وہ نرم پڑی۔

"اوکے تمکین چلو آپ کو تیار کر دوں آپ تو میری اچھی بیٹی ہو نا چلو ماما کی لاڈلی" سامنے کھڑی تمکین جو اس کے احتجاج پہ چھٹی کا سوچ کھڑی تھی بالی کے پچکارنے پہ آنسوں اندر اتارتی وارڈروب کی طرف چل پڑی۔

"میں بھی اچھا بیٹا ہوں" وہ پانچ سالہ گول مٹول سرخ گالوں والا بچہ خود پہ سے کمبل ہٹاتا ان کے پیچھے آیا۔

"موما آپ مجھے سیرپ پل دینا پھر میں جب سکول جاؤں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا" بالی نے اڈتی مسکراہٹ دبائی۔

"آریو شیور۔۔۔؟" اس نے پیار سے پوچھا۔

"یس" وہ منہ بسور کر بولا۔

"میرا شہزادہ بیٹا"

تمکین جو اب پونی لیے کھڑی تھی ان کو گلے لگتے دیکھ پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

"بابا!!" وہ لاؤنج میں بیٹھے عکاشہ کی گود میں گھسی۔

"اوہوو کیا ہوا میری شہزادی کو۔۔۔؟"

"موما اونلی لوز رمیل" اس کے گالوں پہ لڑھکتے آنسو عکاشہ نے انگلیوں سے صاف کیے۔

"یہ کیوں سوچا آپ نے شی آلسو لو یو"

"نو بٹ شی لو ہم مور دین می"

"ہمم تو میں بھی تو رمیل سے زیادہ آپ سے پیار کرتا ہوں" وہ سرگوشی میں بولا۔

"سچ میں۔۔۔۔؟" وہ کھل اٹھی۔

"ہاں ناں لیکن آپ یہ بات کسی کو مت بتانا رمیل ابھی چھوٹا ہے نا وہ ڈس ہرٹ ہو گا"

"اوکے" اس نے ذور شور سے سر ہلایا۔

"لاؤ اب پونی کروا لو" عکاشہ نے اس کے سیاہ گھنے بال پونی میں باندھے۔

"چلو اب بابا جان کو تیار ہونا ہے اور ماما کو بولو بابا کو کپڑے نکال دیں" اس کے ماتھے پہ بوسہ دے کر بولا تو وہ سرہلاتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

****

"کہاں رہ گئی ہو سات بجے پہنچنا ہے ہمیں اور تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی پتہ نہیں کس پہ گئی ہو" وہ اسے باتھروم میں بند دیکھ اونچے آواز میں بڑبڑاتا باہر نکلا۔

"آگئی ہوں چشماٹو آور سمارٹ نا بنا کرو" وہ اس کے کندھے پہ چپت رسید کرتی زرتاج بیگم کے کمرے میں گھسی۔

"سلام دادو ہم جا رہے ہیں عائزل فاطمہ کو لینے"

"خیر سے جاؤ سلامتی سے واپس آؤ اللہ نگہبان" وہ اس کے سر پہ بوسہ دے کر بولیں۔

"اوکے دادو اللہ حافظ" وہ بھی ان کے سامنے سر جھکا کر بولا۔ اس کے قد کاٹھ کو دیکھتیں وہ دل ہی دل میں اس کی بلائیں لے گئیں۔

"دھیان سے ڈرائیو کرنا فرہاد بیٹے"

"ہاہاہاہا اوکے دادو ویسے اب میں بڑا ہو گیا ہوں آپ کو بھروسہ کرنا چاہیے مجھ پہ"

"اچھا جی اللہ نگہبان" وہ بھی مسکرا دیں۔

"اب چلو بھی" کمرے سے نکلتے وہ ایک دفعہ پھر ہانک لگاتا گیا۔

"اونہہ میرے سامنے کیسے بنتے ہو ہاں۔۔۔۔؟ اور دیکھو کیسی جلدیاں لگی ہوئی ہیں تمہیں"

"فضول مت ہانکو تم جانتی ہو احمد انکل نے یہ ذمہ داری ہم پہ ڈالی ہے اور یہ سب تمہارے فضول ضد کی وجہ سے ہوا ہے اب اس کا خیال رکھنا بھی ہمارا فرض ہے خدا نخواستہ اس کی کمیونٹی کے لوگوں کو پتہ چلا تو۔۔۔ خیر تمہارے ساتھ بات کرنا ہی فضول ہے بدماغ کہیں کی" وہ پہلے وضاحت دیتا آخر میں جھنجلا اٹھا۔

"اچھا اچھا بس کرو زیادہ بنو مت"

"حنا پلیز یہ بات بار بار مت کیا کرو اچھا نہیں لگتا" وہ وارن کرنے کے انداز میں بولا۔

"اوکے جب تم ایڈمٹ کر لو گے کہ تمہیں عائزل اچھی لگتی ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں یہ بات کبھی نہیں کروں گی" وہ بیگ میں سے کینڈی فلاسک کا پیکٹ نکال کر کھانے لگی۔

"بس شروع ہو جاؤ صبح صبح یہ ان ہیلدی فوڈ کھانا" پیکٹ کے شور سے وہ اکتا کر بولا۔

"اوہ فوڈ سے یاد آیا واپسی پہ فوڈ کورٹ سے کھانا بھی کھلاؤ گے تم" اس کی فرمائش پہ فرہاد نے خاموشی میں عافیت جانتے ہوئے سٹیشن تک کا سفر انتہائی خاموشی میں کیا۔ حنا کی اس سے بحث کرنے کی عادت جس قدر اسے زہر لگتی یہ سوچ کر اتنا ہی خوش ہو جاتا کہ کم از کم اسے بات نہ کی جائے تو وہ بھی زیادہ دیر تک خاموش رہ سکتی تھی۔

"وہ وہ سامنے دیکھو وہ بلیک ابایا گرین حجابی گرل وہی ہے عائزل" وہ پرجوش ہوئی۔

"اوکے جاؤ لے آؤ" حنا کے بولنے سے پہلے ہی وہ اسے دیکھ چکا تھا۔

ہرنی کی سی سبز آنکھیں جن میں گلِ لالہ کی سی سرخ لکریں ہمہ وقت اپنی جھلک دکھلاتی رہتیں۔ وہ ڈری سہمی سی ارد گرد کے ماحول کو دیکھتے خود کو پر اعتماد اور چوکنا ظاہر کر دہی تھی۔

"ہائے عازو" حنا نے دور سے اسے ہاتھ کا اشارہ کیا اور پاس آکر گلے لگایا۔

"السلام علیکم۔۔۔!"

"واعلیکم السلام آجاؤ" اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے وہ آگے بڑھی۔

"تمہیں پتہ ہے لاسٹ ائیر تمہارے بنا کتنا بورنگ گزرا ہے میرا میں اتنا مس کرتی تھی تمہیں"

"میں بھی"

"اگر تمہارے سکول ٹرانسفر کا مسلہ نہ ہوتا تو میں تبھی اماں جان سے کہہ کر تمہارا ایڈمیشن یہی کروا لیتی۔۔۔۔ چلو خیر اب بھی تو آگئی تم اب ہم ایک ساتھ ایک گھر میں رہیں گے" اس کے چہرے باتوں ہر انداز سے اس کی خوشی جھلک رہی تھی۔

"تم بیٹھو میں ڈگی میں رکھ دوں یہ" حنا سامان کا بیگ اس کے ہاتھ سے پکڑ فرہاد کو اشارہ کر کے بولی۔

"السلام علیکم" وہ پچھلی سیٹ پہ بیٹھتے دھیمی آواز میں بولی۔

"واعلیکم السلام" حنا کے بیٹھتے ہی وہ گاڑی زن سے بھگانے لگا۔

"عازو تم نا میرے روم میں سویا کرنا ہم ایک ہی روم شئیر کر لیں گی ایسا نہیں ہے کہ ہماری حویلی میں کمرے کم ہیں بس مجھے اچھا لگے گا اگر تم میرے ساتھ رہو گی" وہ اس کے ساتھ بیٹھی اب تبصرے شروع کر چکی تھی۔

"جزاک اللہ حنا" وہ حسبِ معمول دھیمی آواز میں بولی۔

"پلیئر ڈئیر"

"تمہیں پتہ ہے میں نے ایک بھی دوست نہیں بنائی یہاں ابھی تک"

"کیوں۔۔۔۔؟"

"کیونکہ مجھے امید تھی تم آجاؤ گی تو کیا فائدہ ویسے بھی میری کلاس فیلوز ساری چاپلوس ہیں مجھے پسند نہیں کہ وہ لوگ اس وجہ سے میرے ساتھ رہیں کہ میں ٹاپر ہوں"

" صحیح" وہ مسکرا دی جس سے اس کی آنکھوں کے کنارے پھیلے فرہاد کی نظر ایک پل میں یہ منظر دیکھ واپس نظریں سڑک پر ٹکا چکا تھا۔

****

سورج کی کرنیں اس کے چہرے پہ پڑیں تو وہ مسکرا کر سیدھا ہوا۔

ساری رات کروٹیں بدلتے گزری تھی نجانے کس پہر اس کی آنکھ لگی، مگر چند گھنٹوں کی نیند سے بھی اب وہ تروتازہ ہو چکا تھا۔ بستر سے اٹھتے وہ کھڑکی کے سامنے آیا تو وہاں بیٹھی ہستی کو دیکھ ماضی کا ایک منظر اس کے ذہن پہ ابھرا۔

"جوزف مجھے ایک فیور چاہیے تم سے اگر تم کر سکو۔۔۔۔؟"

"جی بھائی آپ حکم کریں" اس نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

"یار اصل میں تم تو جانتے ہو ہم یہاں نئے ہیں تو ابھی کسی ہیلپر کا انتظام نہیں ہو سکا

اف یو ڈونٹ مائنڈ تم اینجلا سے پوچھو کچھ دن تک اگر وہ نور جان کے ساتھ ہیلپ کرو دے تو۔۔۔"

"بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ میں ابھی اسے کہہ دیتا ہوں"

"تھینک یو یار"

"ایک ریکوئسٹ ہے آپ سے بھائی"

"ہاں ہاں کہو"

"آپ مجھے احمد کیوں نہیں کہتے۔۔۔ میں پہلے بھی آپ سے بول چک ہوں لیکن آپ خاموش ہو جاتے ہیں" سات سالہ فرہاد جو کچن سے نکل رہا تھا اس کی اس فرمائش پہ حیران ہوا۔

"دیکھو جوز۔۔۔" وہ آنکھیں موند کر خود کو روکا۔

"تم مسلمان ہو چکے ہو اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن جب تک یہ بات تم کھلے عام نہیں کہہ سکتے۔۔۔"

"بھائی آپ جانتے ہیں ہماری کمیونٹی کبھی بھی یہ جاننے کے بعد مجھے قبول نہیں کرے گی میرے ماں باپ بہن بھائی۔۔۔" اس کی آواز میں نمی اتری تو وہ اجک پل کو رکا۔

"مگر میں اینجلا کو بتا چکا ہوں یہ بھی کہہ چکا ہوں وہ مجھ سے الگ ہونا چاہتی ہے تو ہو جائے اور اگر نہیں تو اسے بجی مسلم ہونا پڑے گا اور وہ مجھے چاہتی ہے اگر وہ مسلم ہو جاتی

ہے تو میں اپنا وعدہ پورا کروں گا اور اگر وہ مجھے چھوڑ دیتی ہے تو بھی آپ تو جانتے ہیں اس کا فیملی بیک گراؤنڈ کتنا سٹرونگ ہے۔۔۔ اس نے مجھ سے کچھ وقت مانگا ہے اور مجھے بہت امید ہے وہ مسلم ہو جائے گی"

"چلو میں تمہارے لیے دعا گو ہوں اللہ سب بہتر کرے" وہ اس کے کندھے پہ تھپکی لگا کر مسکرایا۔

****

"آپ تیار بھی ہو گئے تمکین کہہ رہی تھی آپ کپڑوں کا کہہ رہے ہیں" وہ بیڈ پہ پڑے بے ترتیب کمبل کو جلدی جلدی تہہ کرتے بولی۔

"تمہیں نہیں لگتا تم نے بچوں پہ کچھ زیادہ ہی بوجھ ڈال رکھا ہے پڑھائی کا تمکین ابھی دس سال کی ہے اور سیونتھ سٹینڈرڈ میں ہے رمیل پچھلے مہینے پانچ سال کا ہوا ہے اور وہ فرسٹ سٹینڈرڈ میں ہے اتنا ٹف سلیبس ہے اور۔۔۔۔"

"ہمارے بچے ذہین ہیں وہ ایزیلی پک کر لیتے ہیں سب کچھ"

"لیکن ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے کر گیا۔

"لیکن کیا۔۔۔؟ آپ کی طرح پانچ سال کی عمر میں بچوں کو سکول ایڈمٹ کرواتے اور

پھر اٹھارہ سال کی عمر میں وہ میٹرک کرتے۔۔۔؟" اس کے ڈاکٹر صاحبہ کہنے پہ مسکرا اٹھی۔

"اتنا آگے کا کیوں سوچ رہی ہو تم ابھی وہ چھوٹے ہیں یار"

"کیا آپ کو اچھا نہیں لگتا جب آپ حنا اور فرہاد کو اس لیول پہ دیکھتے ہیں کہ وہ محض اٹھارہ سال کی عمر میں یونیورسٹی پہنچ گئے ہیں دو سال تک ان کی ڈگری مکمل ہو جائے گی اکیس بائیس سال کی عمر میں وہ سٹینڈ ہو جائیں گے"

"تمہاری دلائل کوئی رد کر سکتا ہے، تم سے بحث میں کوئی جیت سکتا ہے۔۔۔؟" وہ اس کو خمار آلود نظروں سے دیکھتے بولا۔

"بحث۔۔۔؟" اس نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"ہاں آں" وہ آرام سے بولا۔

"اگر اب آپ نے مجھے ایسا بولا نا تو میں۔۔۔" وہ چونک کر ٹھہری۔ عکاشہ کی شرارتی مسکراہٹ ایک پل میں ختم ہوئی۔

بالی کی آنکھوں میں اترتی نمی دیکھ وہ جلدی سے بولا۔

"تو میں آپ کی ٹانگ توڑ دوں گی" اس نے اس کی بچوں کو دی جانے والی دھمکی دہرائی تو وہ اس کے کندھے پہ سر رکھ کر رو دی۔

"مریم۔۔۔! ان کی روح کو تکلیف ہو گی جب تم روتی ہو" وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے

بولا۔

"تو میں کیا کروں کیسے آنسوؤں کو روکوں؟ ماؤں کو کبھی مرنا نہیں چاہیے" وہ آنسو صاف کرتے بولی البتہ سر ابھی بھی اس کندھے پہ تھا۔

"ماں سے یاد آیا یار وہ حنا۔۔۔ اس نے تنزیلہ سے کوئی بدتمیزی کی ہے ملازمہ بتا رہی تھی اس کے بعد اس کی طبعیت خراب ہو گئی تھی تو وہ فون کر کے ہسپتال لے جانے کا پوچھ رہی تھی"

"آپ نے کیا کہا پھر؟" وہ فوراً سوال کر گئی تو عکاشہ نے اس کا چہرہ بغور دیکھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کیا کہا ہو گا۔۔۔؟" وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔

"آپ نے خود بات کی تھی ڈاکٹر سے۔۔۔؟" وہ شرمندہ سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں لگتا ہے اس سے تعلق توڑنے کے بعد میرا انسانیت سے بھی رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔۔۔؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

'ایسی بات نہیں ہے" اس نے سر جھکایا۔

"اب ٹھیک ہے وہ بے فکر رہو"

"لیکن حنا تو کبھی ان سے نہیں میرے ہزارہا کہنے پہ بھی پھر ایسا کیا ہوا تھا کہ۔۔۔۔"

"میں نے کہا تھا انہیں یوں اکیلے مت بھیجو لیکن۔۔۔"

"پھپھو تو ہیں وہاں اکیلے کہاں ہیں وہ"

"اماں جان کی طبعیت کو تم جانتی ہو وہ خود بی پی کی شوگر کی مریضہ ہیں اور۔۔۔ خیر اب ان سب باتوں کا کیا فائدہ بچے ناشتے کا انتظار کر رہے ہوں گے" اس نے موضوع بدلا۔

"ایم سوری" اس کے باہر کو بڑھتے قدم دیکھ وہ ندامت سے بولی۔

عکاشہ آنکھیں موند کر واپس مڑا اور اس کی پیشانی کو اپنے کمس سے معطر کیا۔

"تم نے ہمیشہ بہت مثبت فیصلے کیے ہیں"

"لیکن پھر بھی ان میں۔۔۔"

"تھوڑی بہت خامیاں تو ہر فیصلے کا حق ہوتی ہیں ایم سوری مجھے یوں"

"اٹس اوکے مجھے برا نہیں لگا چلیں۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرائی۔

****

دنیا و مافیہا سے غافل وہ آنکھیں موندے سرخ اینٹوں کی روش کے کنارے گھاس پہ گندمی مائل سفید پیر رکھے نجانے کس سوز میں یہ لفظ ادا کر رہی تھی کہ گھنی پلکوں پہ آنسوؤں کے موتی چمک رہے تھے۔

وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا مگر ان لفظوں کی سمجھ اسے نہیں تھی۔

دعا منگیا کرو سنگیو کتے

مرشد نہ رس جاوے

جنا دے پیر رس جاندے اوہ

جیوندے وی مرے رہندے

میری آساں امیداں دے سدا

بوٹے ہرے رہندے

میں لجپالاں دے لڑ لگی ہاں

میرے توں غم پرے رہندے

میری آساں امیداں دے سدا

بوٹے ہرے رہندے

"کیا مطلب ہوا اس کا۔۔۔؟" اس کی پر سوز آواز اسے کسی سحر میں جکڑ رہی تھی۔

عائزل نے اپنی سبز پانی سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھا تو یہ سحر جیسے ٹوٹا۔

"یہ پنجابی کلام ہے"

"ہمممم" وہ نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"لکھنے والا اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو کہ میرا مرشد مجھ سے روٹھے

نہ کیوں کہ جب پیر و مرشد روٹھ جائیں تو انسان جیتے جی مر جاتا ہے" نجانے کس بات کا دکھ تھا اس کی آواز میں اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو سامنے کھڑے شخص کے دل پہ گرے تھے۔

"آ گئے۔۔۔؟"

"لکھنے والا کہتا ہے میری نسبت لاج رکھنے والوں سے جڑی ہے اب مجھے کوئی غم نہیں کیونکہ میری آس امید کے پودے ہمیشہ ہرے رہتے ہیں"

"تو پھر تم کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟" اس کا لہجہ آج بھی نجانے کیوں عائزل کو تکلیف دے گیا تھا۔

"کچھ کمیاں انسان کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہیں جو ہم چاہ کر بھی دور نہیں کر پاتے اس کے بدلے ہمیں بہت کچھ مل جاتا ہے مگر اس چیز کا ادھورا پن ہمیشہ کھلتا رہتا ہے"

وہ ہمیشہ کی طرح اس سے رخ موڑ کر اندر جا چکا تھا۔ ایسا نہیں تھا وہ اس کے بات سے متفق تھا یا لاجواب ہو چکا تھا بس وہ اس سے الجھنے سے گریز کرتا تھا۔

وہ بھی اپنے آنسو صاف کرتے اس کے بعد اندر کی جانب بڑھ گئی۔

****

"عازو کل ہمیں اِصلحان کی برتھڈے پارٹی میں جا رہے ہیں اماں جان کی دوست ہیں انوشہ خالہ ان کا بیٹا تو تم بھی تیار رہنا شام میں ہے پارٹی اگر کسی قسم کی ہیلپ چاہیے تو بتاؤ" اس نے جیسے سب پہلے ہی طہ کر رکھا تھا اور اب اطلاع دے کر رائے جان رہی تھی۔

"نہیں حنا میں کیا کروں گی وہاں۔۔۔؟ میں تو کسی کو جانتی بھی نہیں" وہ سہولت سے انکار کر گئی۔ مگر سامنے بھی حنا تھی۔

"اوہو میں ہوں گی نا ساتھ"

"نہیں نا حن پلیز فورس نا کرو اور ویسے بھی فرہاد کو اچھا نہیں لگے گا"

"کیوں اچھا نہیں لگے گا جب میں بول رہی ہوں"

"حنا۔۔۔!" اس نے اس ک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"کیا۔۔۔؟ پلیز منع مت کرنا"

"موم نے سختی سے منع کیا تھا مجھے گھر سے کالج اور وہاں سے سیدھا گھر اس کے علاوہ کہیں کی پرمیشن نہیں ملی یار"

"اوہو اینجلا آنی سے میں بات کر لوں گی تم بس تیاری پکڑو"

"پلیز حنا فورس نہ کرو مجھے بار بار انکار کرنا اچھا نہیں لگتا"

"پھر تو میں بار بار فورس کروں گی تاکہ تم ہاں کردو ہاہاہ" وہ ہنسی تو عائزل بھی سر نفی کیں

ہلاتی مسکرا دی۔

"تو میں ہاں سمجھوں۔۔۔؟"

"میں موم سے پوچھ کے بتاؤں گی"

"اوکے"

"اب کہاں جا رہی ہوں۔۔۔؟" اسے بیڈ سے اترتے دیکھ وہ پوچھے بنا رہ نہیں پائی۔

"مغرب کی نماز ادا کرنے تم بھی آجاؤ" اس نے مڑ کر اسے بھی دعوت دی۔

"ہاں میں بھی آ رہی ہوں وضو کر کے" وہ پیروں میں جوتے اڑستے باتھ میں گھسی۔

****

"اظہہہہر" بخت کی چنگھاڑتی آواز پہ وہ اچھل کر بیڈ سے اترا۔

"یا اللہ خیر اب کیا قیامت آگئی ہے یار مجال ہے گھر آ کر ایک منٹ کے لیے بھی سکون مل جائے" وہ اونچی آواز میں بڑبڑاتا کمرے سے نکلتا کہ بخت روتے ہوئے اندر آئی۔

"ما۔۔۔۔ شا۔۔۔ ء۔۔۔ اللہ یہ چھوٹی سی قیامت خوبصورت ہے" وہ سر کجھا کر بولا جس ء سن بخت کا پارہ ہائی ہوا۔

"شٹ اپ دیکھو جا کر اپنی فتنہ بیٹی کا حال ہااں کچھ دیر پہلے تیار کر کے میں تیار ہوئی دیکھا تو پینٹ بٹر کھاتے ہوئے سارے کپڑے بھر لیے ہیں ہاااں" وہ ہاں کاں کرتے روتے ہوئے بولی تو اظہر نے مسکراہٹ دبائی اور ڈریسنگ سے ٹشو اٹھائے۔

"اچھا یار میں اسے واپس سے چینج کروا کے تیار کر دیتا ہوں تم یہ تو بتاؤ جا کہاں رہی ہو۔۔۔؟"

"واٹ۔۔۔؟" وہ بھڑک کر اس کی جانب پلٹی۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"یار کیڑی ایک تو آج لگ اتنی وہ رہی ہو اوپر سے تمہاری یہ ننھی منی سی ادائیں اف ایسے میں تو ہی بتا دے ناں کہاں جائے دل۔۔۔؟ کہاں جائے یہ دل کہاں ۔۔۔۔ ہاہاہاہا" وہ اس کے آنسو پونچھتا گنگنانے لگا تو بخت نے تپ کر اسے دھکا دیا۔

"کم آن اب یوں رو رو کے بھوتنی نہ بن جانا"

"آپ کو سچ میں نہیں یاد کہ آج اصلحان کی برتھڈے پارٹی ہے۔۔۔؟"

"ارے وہ ہاں وہ تو یاد ہے" اس نے ہوں ظاہر کیا جیسے واقعی یاد تھا۔

"جھوٹ نہ بولیں مجھے پتہ چل چکا ہے بھول گئے تھے آپ ادھر انوشہ نے کالز کر کر کے سر چاٹ لیا ہے میرا ادھر آپ کی اولاد میں جاؤں تو جاؤں کہاں" وہ غصے سے دوپٹہ صوفے پہ پٹختی باہر کو لپکی کہ اس کی کلائی پہ اظہر کی گرفت جمی۔

"ریلیکس یار میں انزش کو تیار کر دیتا ہوں" اس نے بے حد نرمی سے کہا۔ بخت مسکرا کر اپنے آنسو صاف کر گئی یہی تو خاصہ تھا اس کا اسے خوب ستا کر آخر میں خود ہی اس کی راحت کا سامان بن جاتا۔

"نہیں آپ خود تیار ہو جاؤ میں چینج کرواتی ہوں اسے کپڑے باتھروم میں ہینگ کیے ہیں"

وہ ہاتھ چھڑا کر دروازے کی جانب بڑھی۔

"سنو۔۔۔!" بخت نے مسکراتے ہوئے مڑ کر سر کو خم دیا۔

"لو یو" وہ دونوں ہاتھ جیب میں ڈال کر مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"تیار ہو جائیں پھر نکلنا ہے پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے" وہ باہر نکلتے نکلتے نصیحت کر گئی۔

****

"تم آج بھی حجاب کرو گی۔۔۔؟" اس کا سوال پوچھنا یوں تھا جیسے جواب پہلے ہی جانتی تھی۔

"ظاہر ہے"

"اوکے۔۔۔! میں کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔؟" اس نے گھوم کر اس کے سامنے رکتے پوچھا۔

بے بی پرپل فراک جو ٹخنوں کو چھو رہا تھا اس سے جھانکتا ہم رنگ پاجامہ بے بی پرپل ہیلز میں مقید سرخ و سفید پیر لمبے سنہری بالوں کو آج سلیقے سے سجایا ستاروں سے سجا سفید دوپٹہ اوڑھے وہ بے انتہا خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ماشاءاللہ اللہ نظر بد سے بچائے" وہ دل سے مسکرا کر بولی۔

"شکریہ تم بھی بہت اچھی لگ رہی ہو" وہ اس کی گال کھینچ کر بولی۔

"چلیں۔۔۔۔؟" اس کے پوچھنے پہ عائزل چہرے پہ نقاب کرتے اس کے پیچھے نکلی اور اماں جان کے کمرے میں آئی جہاں وہ مغرب کی نماز ادا کرکے جائے نماز پہ ہی تسبیح کر رہی تھیں۔

"اماں جان کیسی لگ رہی ہیں ہم۔۔۔؟" حنا کی شوخ آواز پہ وی تسبیح چوم کر آنکھوں پہ لگاتے ان کی جانب مڑیں۔

"ماشاءاللہ اللہ تم دونوں کی حفاظت کرے"

"آمین" عائزل کی دھیمی آواز پہ وہ دل ہی دل میں اس کے نیک نصیب کی دعا کر گئیں۔ پھر نظر حنا کی جانب اٹھی جو بریسلٹ سے اٹکا اپنا دوپٹہ نکال رہی تھی۔

"اماں جان" فرہاد نے دستک دے کر پکارا۔

"یہاں آؤ" وہ سر سے اشارہ کرکے اسے اپنے پاس بلانے لگیں تو وہ بھی مسکراتے ہوئے ان کے پاس آیا عائزل جو اماں جان کے بے حد قریب کھڑی تھی اس کے آتے ہی دور

ہوئی جسے فرہاد نے فوراً محسوس کیا۔

زرتاج بیگم نے فرہاد کا سر چوم کر ایک نظر پاس کھڑی عائزل پہ ڈالی جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"ماشاءاللہ" وہ اسے دیکھ مسکرائیں تو فرہاد نے زرا سی نظر اس کی طرف اٹھائی جو مسکارا لگی بھاری پلکیں جھکائے کھڑی تھی۔

"بینش۔۔۔! زرتاج بیگم ملازمہ کو آواز دے کر خود سائیڈ ٹیبل سے کچھ پیسے نکال کر ان کے سامنے آئیں۔

اللہ تم لوگوں کو ہمیشہ سلامت رکھے وہ ان سب پہ سے نوٹ وار کر کمرے میں آئی ملازمہ کو پکڑا گئیں۔

"فی امان اللہ دھیان سے ڈرائیو کرنا" ہمیشہ والی نصیحت۔

"جی دادو" وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے نکلا۔

"آجاؤ تم لوگ" اس کے پکارنے پہ عائزل حنا کا ہاتھ پکڑے اس لے پیچھے چلی مگر حنا کی نظریں ابھی بھی زرتاج بیگم کے مسکراتے چہرے پہ تھیں۔ پھر کمرے سے نکلنے پہ وہ مسکراتے ہوئے عائزل کا ہاتھ مضبوطی سے تھام گئی۔

****

لاؤنج میں رکھے کنگ سائز صوفے کی پچھلی دیوار پہ لگی اصلحان کی تصاویر سے بھری تھی جن کے فریمز کو مخلف رنگ کے قمقموں سے سجایا گیا تھا سب تصویروں کے درمیان دائم اور انوشہ کی تصویر تھی۔ تھری پیس میں ملبوس دائم کے بازو کے حالے میں کھڑی سرخ سیاہ کے امتیاز کی ساڑھی میں ملبوس انوشہ کی آنکھوں میں زندگی کی خوبصورت رنگ قدرے نمایاں تھے۔

صوفے پہ بیٹھے اصلحان اور سنینہ اس قدر پرسکون تھے کہ بخت نے دیکھتے ہی اپنی دائیں طرف کھڑے اظہر کو یوں دیکھا جیسے کٹہرے میں کھڑے ملزم کو دیکھا جائے۔ بدلے میں اظہر نے آنکھ دبائی۔

انزش اس دوران ہاتھ چھڑوا کر اصلحان کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

"ارے بدھو تمہیں یہ گیم بھی کھیلنا نہیں آتی لاؤ مجھے دکھاؤ میں بتاتی ہوں" اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کر وہ اپنے گھنے سیاہ بال کانوں کے پیچھے اڑستے اب فرصت سے بیٹھی تھی۔

"کیوں تم زیادہ سیانی ہو۔۔۔؟ یہ سیانی ڈرامہ تمہارے ہی نام سے تو بنا ہے" سنینہ نے اپنی آنکھیں سکیڑ کر ہونٹوں کو پاؤٹ کیا۔

"چپ کرو سفید چھپکلی اور مجھے کھیلتے دیکھو تمہارے اس للّو بھائی سے بہت اچھا کھیلتی

ہوں آئی پرامس" اصلحان نے رونے کی صورت ہونٹ پھیلائے پھر اگلے پل موبائل پہ نظر گئی تو ہونٹ واپس نارمل ہوئے یقیناً انزش اچھی کارکردگی دکھا چکی تھی۔ جس پہ بخت نے سکون کا سانس خارج کیا اور غصیلی نظر اظہر پہ ڈالی جو اس کا خون جلانے کو ہوائی بوسہ انزش کی جنب اچھال رہا تھا۔

"اللہ پوچھے تمہیں" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ذوہان بیٹے آپ بھی جاؤ کھیلو اور انزش کا بہت خیال رکھنا" اظہر نے اسے تاکید کی۔

"بابا میں بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتا انزش کی طرف سے بے فکر ہو جائیں میں دیکھ لوں گا" وہ سعادت سے بولا۔ بلو جینز پہ گرے شرٹ جس پہ Be Patient لکھا تھا وہ صحت مند دس سالہ بچہ کافی نفیس اود سلجھا ہوا تھا اور یہ سب بخت کی خاص توجہ کا نتیجہ تھا البتہ انزش پہ اس خاص توجہ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا ذوہان میں جس قدر ٹھہراؤ تھا وہ اسی قدر تیز گام تھی۔

"مجھے اللہ پوچھے اور تمہیں کون پوچھے؟" اظہر نے اس کا ہاتھ پکڑ اسے اپنی جانب کھینچا۔

"مجھے کوئی نہ پوچھے کیونکہ جو مجھے پوچھے گا میں اسے ایسا سناؤں گی کہ وہ آئندہ اپنے کانوں کی سلامتی مانگے گا" اسے ٹکاٹک جواب دیتی ہاتھ کھینچ گئی جس پہ اظہر کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

"یہ میڈم خود کہاں غائب ہے مجھے مس کالیں مار مار کے" ابھی وہ کمرے کی طرف قدم

بڑھاتی کہ انوشہ شہرام کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی۔

"السلام علیکم گائیز سو سوری میں زرا شہرام کو کارنر سے پک کرنے گئی تھی اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی" وہ اس سے گلے ملتی بولی۔

"ہائے شہرام کیسے ہو۔۔۔؟"

"ٹھیک ٹھاک تم سناؤ۔۔۔؟" وہ مسکرا کر بولا البتہ آج اس کی مسکراہٹ ویسی نہیں تھی جیسے یونیورسٹی میں تھی۔

"ایک دم فٹ"

'تم لوگ بیٹھو میں دائم کو دیکھ لوں"

"کیوں تم نے انہیں پہلے نہیں دیکھا ہوا؟" اظہر کی شوخ آواز پہ وہ شرمندہ سی ہنسی ہنس کر چلی گئی۔

"واٹ۔۔۔؟" بخت کی گھوری پہ وہ معصوم بنا۔

"السلام علیکم گڈ ایوننگ ہیلو ایوری ون ہاؤ آر یو؟" حنا کی شوخ آواز پہ شہرام نے دھیرے سے گردن گھما کر اسے دیکھنا چاہا مگر وہ بخت سے گلے مل رہی تھی جس وجہ سے اس کا چہرہ نظر نہیں آپایا۔

"السلام علیکم خالہ جان" فرہاد کی اندر آتے ہی وہ چونکا۔

"یہ پیاری سی گڑیا کون ہے۔۔۔؟" بخت کے یوں کہنے پہ عائزل شرماتے ہوئے حنا کے

بازو سے چپکی۔

"احمد انکل کی بیٹی پے عائزل فاطمہ"

"اللہ شرما دیکھو کیسے رہی" بخت کے یوں کہنے پہ فرہاد نے اسے دیکھا جو حسبِ معمول نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"یہ ایسی ہی ہے خالہ آپ۔۔۔۔ آپ یہاں۔۔۔؟" بخت سے بات کرتے کرتے اس کی نظر پیچھے صوفے پہ بیٹھے شہرام کو دیکھ کر پوچھا۔

"فرہاد۔۔۔!" اس نے بے ساختہ فرہاد کو پکارا۔

"یہ ہمارا کلاس فیلو ہے حنا کیا بات ہے۔۔۔۔؟" وہ اس کے چہرے پہ پریشانی دیکھ بولی۔

"کچھ نہیں" وہ بس وہ یک دم لاجواب ہوئی۔

"یونیورسٹی میں ملاقات ہوئی تھی" فرہاد نے اسے دیکھتے کہا۔

"اوہ اچھا آؤ بیٹھو میں انوشہ اور تمہاری اماں جان ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے" بخت نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا۔

"اوہ۔۔۔!" حنا کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

شہرام جو مصنوعی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے بیٹھا تھا اس کی مسکراہٹ ایک پل میں ختم ہوئی۔

"ان کی اماں جان۔۔۔۔ مطلب۔۔۔؟" وہ ٹیک چھوڑ کر زرا آگے کو ہوا۔

"مطلب بالی" بخت کے چہرے پہ اداس سی مسکراہٹ آئی اور گزر گئی۔

اس نے غور سے دیکھا وہ پہلا عکس جو اِسے دیکھتے ذہن میں ابھرا تھا ایک مرتبہ پھر اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا۔

سفید دوپٹے کے حالے میں اس کا دمکتا مکھڑا وہی مغرور ناک بولنے کا انداز، دوپٹہ سر کے نصف میں ہونے کی وجہ سے نظر آتے سنہری بال وہ ویسی ہی تو تھی ہو با ہو شکل مختلف ہونے کے باوجود اس کی ہر ادا میں وہ جھلکتی تھی۔

"اور فرہاد۔۔۔؟" اس کی نظر اس کی جانب اٹھی جو بے نیاز سا موبائل پہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"عکاشہ۔۔۔۔!" وہی پہلا تاثر سچ ہوا تھا وہی قد کاٹھ وہی وجاہت رعب دبدبہ جلال۔

"مگر اس کی شادی کو تو ابھی بمشکل دس ساڑھے دس سال دو ماہ ہوئے ہیں پھر۔۔۔ تو کیا یہ عکاشہ کی پہلی اولاد ہیں؟" وہ کبھی حنا کو دیکھتا تو کبھی فرہاد کو حنا نے اس کی اپنی طرف اٹھتی نظریں بخوبی محسوس کی تھی مگر اسے یہ سمجھ نہیں آرہا تھا ان میں اچانک سرخی کیوں بھر گئی تھی۔ ویسی ہی سرخی جو اس دن جاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے کناروں پہ تھی۔

"کیا اسے مجھ پہ غصہ آرہا ہے مگر کیوں میں اپنی خالہ کے گھر آئی ہوں اس کے باپ کا گھر

تھوڑی ہے جو۔۔۔ ہونہہ کرتا رہے۔بیشک میری بلا جانتی ہے اس کے غصے کو" اس نے جیسے جتانے والے انداز میں آنکھیں سکیڑ کر دیکھا اسی پل شہرام کی نظریں اس پہ آئیں تو وہ سر جھٹک کر بخت کی بات سننے لگی۔

شہرام نے ابرو اچکا کر اس معصوم نظر آنے والی بلا کو دیکھا۔ پھر آنکھیں جھپک کر جیسے اپنی آنکھوں کی جلن کو ختم کرنے لگا۔ پھر عائزل کو دیکھا جس کی سبز کانچ سی آنکھیں ڈری ڈری ہوئی تھیں۔

"تمہاری نظر غلط سفر کر رہی ہے" اظہر کی دھیمی آواز پہ وہ چونک کر اس کی جانب مڑا۔

"جی۔۔۔؟"

"ہاں جی" اس نے سر کو خم دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔؟"

"مطلب۔۔۔یہ کہ۔۔۔ شی از ان لو ودیو" اس نے بہت آہستگی سے حنا کی طرف اشارہ کیا جو اب بخت کے ساتھ باتوں میں گم ہو چکی تھی۔ شہرام کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"میں تو وہی کہا جو سچ ہے"

آپ غلط سمجھ رہے ہیں اس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

"ایک دفعہ ایسی ہی پیشین گوئی انوشہ اور دائم کے لیے بھی کی تھی اینڈ سی۔۔۔ اس نے

Urdu Novels Ghar

سامنے سے آتے اس مکمل جوڑے کی طرف اشارہ کیا۔

گولڈن ساڑھی میں ملبوس وہ اس کے بازو میں ہاتھ ڈالے پینسل ہیل کی ٹک ٹک کرتی لاؤنج میں آئی۔

"السلام علیکم ایوری ون" دائم کی پرجوش آواز پہ شہرام اظہر اور فرہاد اٹھ کر اس سے گلے ملے۔

"وا علیکم السلام۔۔۔!"

"ہاں بھئی شروع کریں اصلحان کا برتھڈے سیلیبریشن۔۔۔؟ دائم نے اصلحان کو اٹھا کر پوچھا۔

یس پانچ سالہ اصلحان نے پرجوش انداز میں کہا۔

یس بابا کیک سرمنی شروع کریں نا میری فرینڈز بھی ویٹ کر رہی ہیں" سنینہ جو اپنی دوستوں کو کرسیوں پہ بٹھا کر آئی تھی ناک چڑھا کر بولی۔

"اوکے بابا کی جان آجاؤ چلیں بھئی لائٹس اوف کر دیں اب شروع ہو گی اصلحان کی برتھڈے پارٹی ہو ہو" سب کی ہوٹنگ پہ اصلحان نے شرما کر چہرہ دائم کی گردن میں چھپایا۔

روشنی بند ہوتے ہی عائزل نے حنا کو دیکھنا چاہا جو ان سب کے درمیان کہیں کھو گئی تھی۔

"حنا کہاں ہو۔۔۔؟" اس کی مدھم سی آواز فرہاد کی سماعت سے ٹکرائی۔

"حنا کہاں ہو تم۔۔۔؟" اب کے اس کی آواز میں لرزش تھی۔ اس نے موبائل ٹارچ آن کر کے زمین پہ ماری۔

ہلکی سی روشنی سے بھی اسے کافی سہارا ہوا نظریں فرہاد کی نظروں سے ٹکرائیں پھر فوراً کیک پہ چلنے والی کینڈل پہ ٹکائیں۔ البتہ فرہاد اس کی سبز آنکھوں کو دیکھے گیا۔

لائٹس آن ہوئیں اور فضا میں شور بلند ہوا۔

حنا انوشہ کے ساتھ کھڑی مسکراتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔ شہرام کی بھٹکتی نظریں اس کے چہرے پہ ہی آ رکتیں۔

کانوں میں پہنے درمانے سائز کے سلور جھمکے جن کے پر پل ہی موتی تھے۔ اس کی مخروطی انگلیاں ان موتیوں میں پھنستی بار بار سنہری لٹوں کو نکالتیں۔

وائی فائی بوفرز پہ چلتا مدھم انگریزی گانا اور لاؤنج میں پھیلی خوشبو سے عائزل کو نجانے کیوں کوفت ہونے لگی۔

"تمہیں اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔۔۔؟" عائزل جو اپنی انگلیوں کو مروڑ رہی تھی فرہاد کے سوال پہ سر نفی میں ہلا گئی۔

"تو اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟"

"نہیں تو"

Urdu Novels Ghar

"پسینے آ رہے ہیں تمہیں"

"پانی دے دیں پلیز" اس کی آنکھیں پانیوں سے بھریں۔

فرہاد نا محسوس انداز میں پانی کا گلاس لایا اور اس کے سامنے کیا۔

عائزل نے نقاب ہٹا کر زرا سا رخ موڑا اور پانی کو تین گھونٹ میں مکمل کر کے گلاس اسے واپس کیا۔

"کب تک واپس جانا ہے۔۔۔؟"

"شاید تین چار گھنٹے لگ جائیں"

"مجھے گھر بھجوا دیں پلیز۔۔۔؟" اس نے التجا کی۔

"طبعیت ٹھیک ہے تمہاری۔۔۔؟"

"اہم آہم" حنا مصنوعی کھانسی کرتی ان کے سر پہ آئی۔

"کیا ہوا عازو اس کو دیکھتے وہ پریشانی سے بولی۔

جب کسی کو ساتھ لاتے ہیں تو اس کو چھوڑ کر بھیڑ میں نہیں ہوا کرتے" فرہاد نے اسے یاد دلایا تھا جیسے۔

"ایم سوری یار میں۔۔۔ کیا ہوا تمہارے ہاتھ اتنے ٹھنڈے کیوں ہو رہے ہیں پسینے آ رہے ہیں تمہیں؟"

"پتہ نہیں دل گھبرا رہا ہے"

"تو اتار دو ویل ایزی ہو جاؤ"

"نہیں مجھے گھر بھجوا دو پلیز" اس نے التجا کی۔

"اوکے پھر سب چلتے ہیں ساتھ ہی کیوں فرہاد۔۔۔؟" فرہاد نے رضامندی ظاہر کی تو حنا اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہوئی۔

"تم لوگ کہاں؟" انوشہ ان کو یوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے اپنی طرف آتے دیکھ پوچھا۔

"خالہ جان ہمیں جانا ہو گا اصل میں عائزل کی طبعیت خراب ہو رہی ہے"

"کیوں کیا ہوا بچے۔۔۔۔؟ روم میں چلے جاؤ آپ لوگ آرام کر لو پھر کھانا کھا کر جانا ہاں"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے کیون عائزل؟"

"جیسے تمہیں صحیح لگے"

"آؤ میں آپ لوگوں کو چھوڑ آتی ہوں" انوشہ نے عائزل کو بازو کے گھیرے میں لیا۔

"ونڈوز کھول دو حنا" اسے بیڈ پہ بٹھاتے وہ پلٹ کر بولی۔

"جی خالہ جان" وہ پردہ ہٹا کر ونڈو کھول کر واپس اس کے پاس آئی۔

"اتار دو حجاب اب کوئی نہیں آئے گا ادھر"

"جی" اس نے حجاب اتار کر کہا۔

"ماشاءاللہ چشمِ بدور میں کھانا بھجواتی ہوں یہیں تم لوگ سکون سے بیٹھ کر کھا لینا ہمم؟"

"جی بہت شکریہ جزاک اللہ"

"کیا ہوا عائزل ایک دم سے تمہیں؟" حنا کافی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں اب بس پتہ نہیں ایک دم سے اکیلے میں دل گھبرانے لگا تھا"

"فرہاد تو تھا تمہارے پاس پھر اکیلی کیوں؟"

"فرہاد میرا محرم تو نہیں ہے ناں حنا اس کے ساتھ سیف تو فیل نہیں ہو گا نا مجھے" اس کے جواب پہ حنا کا چہرہ سپاٹ ہوا۔

"ایم سوری حنا فرہاد تمہارا بھائی ہے تو میرا بھی بھائی ہی ہے لیکن یہ بات بھی غلط نہیں ہے جو میں نے کہی اور فرہاد بہت اچھی فطرت کا مالک ہے میں جانتی ہوں میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا" وہ وضاحت پیش کر گئی۔

"اٹس اوکے تم غلط نہیں ہو" وہ مسکرائی۔

"شکر ہے مجھے لگا تم ناراض نہ ہو جاؤ مجھ سے" وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولی۔

"نہیں نہیں ایسی بات نہیں بس میں خود کو جج کر رہی تھی تم ایک ایسے شخص سے اس قدر گریز کرتی ہو جس کے ساتھ پورا بچپن گزرا ہم اتنے سالوں سے ایک ساتھ ہیں پھر بھی۔۔۔ تم نے اسلامی تعلیمات دس سال کی عمر میں لینا شروع کیں جبکہ میں نے تو پیدا ہوتے ہی پہلی آواز اذان کے کلمات کی سنی اماں جان نے بچپن سے ہی ہمیں اسلامک

سٹوریز سنا سنا کر ہمارے ذہن میں وہ سب گھول کر ڈال رکھی ہیں کہ آج اگر کسی بھی طرح کا دینوی ٹاپک ہو میں کھل کر اس پہ بات کر سکتی ہوں اس سب کے باوجود میں نے ہمیشہ تمہیں خود سے بہتر پایا ہے تمہارا عمل مجھ سے بہتر ہے"

"تمہاری یہ سب باتیں سن کر بہت عام سا جواب دوں گی حنا۔۔۔ جو چیز حاصل کرنے میں مشقت نہ ہو اس کی قدر شاید کم ہو جاتی ہے اور تمہیں تو حاصل کرنا ہی نہیں پڑا سب مل گیا لیکن۔۔۔ اس کے باوجود تم ہزاروں لوگوں سے بہتر ہو کم از کم تم حدود جانتی ہو ان پہ عمل کرنے کی مکمل سعی بھی کرتی ہو" وہ مسکرا کر بولی۔

"شکریہ حوصلہ افزائی کے لیے"

"مائی پلیشر ڈئیر"

دروازے کی دستک پہ اس نے فوراً نقاب کیا۔

"آجائیں" حنا کہہ کر دروازے کی جانب آئی۔

"کھانا" فرہاد نے ٹرے اس کی طرف کی اور واپس چلا گیا۔

"کیسا بے حس ہے یہ چشماٹو ایک دفعہ تو حال پوچھتا" وہ اس کی پشت دیکھ کلس کر رہ گئی۔

****

قریباً ساڑھے دس بجے وہ گھر واپس آئے تو پورے گھر میں سناٹا تھا۔ عائزل آتے ہی نماز ادا کر کے سو چکی تھی جبکہ حنا نماز کے بعد کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔ کافی کا خیال آتے ہی وہ کچن میں آئی کیٹل میں پانی رکھتے اس نے واٹس ایپ کھولا۔

بالی ماں ان لائین کا نوٹیفیکیشن دیکھتے ہی اس نے فون ملایا۔

"السلام علیکم اماں جان"

"وعلیکم السلام۔۔۔!"

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

ٹھیک کب آئے واپس دس ساڑھے دس آ گئے تھے" ان کی آواز میں فکر مندی تھی۔

"اچھا عائزل کہاں ہے۔۔۔؟"

"روم میں ہے سو رہی ہے""

"اچھا"

"تمکی اور رمیل کہاں ہیں سو گئے کیا۔۔۔؟"

"ہاں سو گئے"

"کیا ہوا آپ پریشان لگتی ہیں۔۔۔؟ "

"ہمم اینجلا ہوسپٹلائزڈ ہے"

"واٹ؟" اس نے کیٹل واپس سلیب پہ رکھتے اپنی آواز کو دبانے کی کوشش کی۔

"ہمم"

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"ہرٹ اٹیک"

"اب۔۔۔؟"

"ڈاکٹرز نے بولا ہے ایک اٹیک پہلے بھی ہو چکا ہے سائیلنٹ اٹیک تھا اور مائینر تھا اس لیے اینجلا نے کسی کس بتایا نہیں تھا لیکن اس دوفعہ کافی سیریس ہے"

"اب کیسی ہیں وہ۔۔۔؟"

"تمہارے بابا ہوسپٹل ہی ہیں احمد کے ساتھ آئیں گے تو پتہ چلے گا"

"اوکے میں اب سو نہیں پاؤں گی اور عائزل کو بھی نہیں جگاؤں گی وہ پریشان ہو جائے گی اس کی طبعیت تو پہلے ہی خراب تھی"

"کیا ہوا اسے۔۔۔؟"

"دل گھبرا رہا تھا اس کا"

"بس دعا کرو"

"جی جی اللہ سب اچھا کرے گا ان شاءاللہ"

"اوکے آرام کرو تم اور فرہاد اگر جاگ رہا ہے تو اسے بھی بتا دو ہوسپٹل سے جو بھی

رپورٹ ملتی ہے میں تم لوگوں کو بتاؤں گی اللہ صحت دے اسے تو تم لوگ صبح نکلنا کراچی کے لیے ورنہ۔۔۔"

"اوکے میں دیکھتی ہوں اللہ حافظ"

"اللہ حافظ"

****

دروازے پہ دستک دیتے ہی وہ دروازہ دھکیل کر کمرے میں داخل ہوئی۔ فرہاد جو لیپ ٹاپ ٹانگوں پہ رکھے بڑے انہماک سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا ماتھے پہ بل ڈال کر اسے دیکھنے لگا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ یوں بند دروازہ دیکھ خود ہی اندر گھس آئے۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ عائزل ٹھیک ہے۔۔۔؟"

"ہاں ٹھیک ہے وہ بے مروت انسان اس کی مام کو ہرٹ اٹیک ہوا ہے ہوسپٹلائزڈ ہیں وہ"

"کیا۔۔۔؟ کب کس نے بتایا تمہیں۔۔۔؟" وہ یک دم پریشانی سے لیپ ٹاپ ایک طرف رکھتے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"اونہوں یہ ڈرامہ تو بند کرو" حنا نے سکرین پہ چلتا ترکش ڈرامہ دیکھ آنکھوں پہ ہاتھ رکھا جس میں ہیرو ہیروئن کے بالکل قریب کھڑا تھا اور ایسے میں کچھ بھی متوقع تھا۔

"شٹ اپ سیدھی طرح سے پوری بات بتاؤ" وہ لیپ ٹاپ کو ہاتھ مار کر بند کرتے بولا۔

"اماں جان کو کال کی تھی وہ پریشان تھیں میں نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اینجلا آنی ہوسپٹلائزڈ ہیں"

"عائزل کو بتایا۔۔۔؟" اس کو تشویش ہوئی۔

"نہیں ابھی سو رہی ہے آئی تھنک ابھی اسے نہیں اٹھانا چاہیئے اماں جان نے بولا ہے وہ کچھ دیر میں کال کرکے بتائیں گی تو اس حساب سے ہم کراچی کے لیے نکلیں اچھا۔۔۔ میں بابا کو کال کرتا ہوں"

"اوکے میں بھی یہیں رک جاتی ہوں تمہارے پاس یہ نہ ہو روم میں جاؤں اور عائزل جاگ جائے پھر مجھ سے چھپایا نہیں جائے گا" وہ سامنے ٹو سیٹر پہ پالتی مار کے بیٹھی۔

'اچھا ٹھیک ہے" وہ نمبر ڈائل کرتا بولا۔

"السلام علیکم بابا جان۔۔۔!"

"اینجلا آنی کیسی ہیں۔۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔۔۔۔ اوکے۔۔۔۔ اللہ حافظ"

"تم جاؤ روم میں اب وہ ٹھیک ہیں صبح نکلنا ہے ہمیں" وہ فون چارجنگ پہ لگاتے بولا۔

"شکر الحمدللہ۔۔۔۔ گڈ نائٹ"

****

آکسیجن ماسک کو ہٹا کر اس نے سامنے دیوار سے سر ٹکائے بیٹھے احمد کو دیکھا۔ اس کی سفید پتلے پتلے ہاتھوں میں واضح کپکپاہٹ تھی۔ سفید رنگت گہری سبز آنکھیں جن کے نیچے جھریاں پہلی مرتبہ نمایاں ہوئی تھیں۔ گلابی ہونٹوں پہ بھی لکیریں آج واضح نظر آرہی تھیں اس کے ہونٹوں نے جنبش کی۔

"احم۔۔۔مد" آواز کے بغیر ہونٹوں نے لفظ ادا کیا۔

احمد کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے اور اگلے پل اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"اینجلا۔۔۔ ! تم۔۔۔یہ کیوں اتارا تم نے" وہ بھاگ کر اس کی طرف آیا اور آکسیجن ماسک اس کے منہ پہ واپس سیٹ کیا۔

"ایم۔۔۔سوری۔۔۔ !" وہ بمشکل مدھم سی آواز میں بولی۔

"کس لیے۔۔۔؟ اپنی بیماری مجھ سے چھپانے کے لیے۔۔۔؟ یا مجھے اس لائق ہی نا سمجھنے کے لیے کہ"

"نو" وہ تڑپ اٹھی تھی جیسے۔

"I can't live without you any more"

(میں مزید تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی)

"یہیں ہوں میں۔۔۔ تمہارے پاس"

"پا۔۔۔س ہو۔۔۔۔ مگر ساتھ نہیں۔۔۔۔" آنسو اس کی آنکھوں کے کناروں سے موتیوں کی طرح ٹوٹ کر گرتے گئے۔

احمد نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"ماما۔۔۔۔! بابا۔۔۔!" عائزل کی تکلیف زدہ آواز پہ وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا بابا۔۔۔؟" وہ شکوہ کیے بنا نہ رہ سکی۔

"ایم سوری بیٹو میں بس آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا and now moma is fine (اب ماما بہتر ہیں)" اس نے اس کے آنسو صاف کرتے جیسے تسلی دی۔

"موما" اس نے باپ کے سینے پہ سر رکھ کر دور سے اسے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے دیکھا۔

اینجلا نے اپنا ڈرپ لگا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جسے نجانے کس دل سے عائزل نے دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اپنی پیشانی پہ رکھے۔

"نفرت کرتی ہو مجھ سے۔۔۔۔؟"

"نہیں موما بالکل بھی نہیں" اس کے آنسوؤں میں شدت آئی۔

"جانتی ہوں تمہیں محبت تب تک تھی جب تک تم میری ربیکا تھی جس دن عائزل فاطمہ ہوئی تھی اسی دن تم مجھ سے الگ ہو گئی تھی میرے ہاتھ کا بنا کھانا نہیں کھاتی تھی میرے کمرے میں نہیں آتی تھی مجھ سے دور بھاگتی تھی جیسے میں کوئی ناپاک۔۔۔۔"

"نہیں" وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر روتی گئی۔

"اتنی کراہیت تو احمد نے بھی کبھی نہیں کی تھی میرے وجود سے"

"موما پلیز میرا دل پھٹ جائے گا" وہ اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ گئی۔

"میں نہیں رہ سکتی تم دونوں کے بغیر۔۔۔ میں بھی تم لوگوں کا مذہب اپنانا چاہتی ہوں"

عائزل نے پہلے حیرت سے اسے دیکھا پھر احمد کو۔

"اگر تم یہ صرف۔۔۔"

"نہیں احمد میں نے خود کو بہت اچھے سے پرکھا ہے صرف تم لوگوں کی محبت نہیں اللہ اور اس کے حبیب کی محبت اب میرے لیے تم لوگوں کی محبت سے زیادہ اہم ہے"

احمد کی آنکھوں میں کئی سوال ہلکورے لے رہے تھے عائزل کی حالت بھی اس سے منفرد نہ تھی مگر اس وقت اس کی صحت کو دیکھتے وہ خاموش رہے۔

****

ایک نئی صبح کا آغاز ان تینوں کی بلند آواز میں سوۃ مزمل کی تلاوت سے ہوئی۔ بلاشبہ ان کی آواز ہر سننے والے کے دل کو سکون بخش رہی تھی۔ تلاوت مکمل کر کے وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔

لیمن گراس قہوہ لیے وہ اب عائزل کے کمرے میں آیا۔

"یہ لو"

"جزاک اللہ بابا"

"آمین" وہ اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"کیسا محسوس کر رہی ہو۔۔۔؟" احمد نے شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا تو وہ ان کے سینے پہ سر رکھ گئی۔

"جیسے نوکیلی کھردری پتھریلی چٹانوں پہ کئی میل ننگے پیر مسافت طے کر کے اپنی منزل پہ پہنچتے ہی پیروں کے سارے خارچن لیے جائیں سارے زخم مندمل ہو جائیں پیروں کو راحت مل جائے" آنکھوں سے نکلتے پُر حدت آنسو اس کے فراخ سینے پہ گرتے گئے۔

"بابا۔۔۔!"

"ہمم"

"ماما نے کب قرآن پاک سیکھا" اس کے سوال پہ ایک گہری مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔

"شروعات مجھ سے کی"

"سچ۔۔۔؟ کب۔۔۔؟"

"جب جب میں تلاوت کرتا تھا وہ سنتی رہتی تھی اور شاید اس نے یہ سب خود بھی یاد کر

لیا"

"مطلب باقاعدہ تعلیم تو نہیں لی۔۔؟"

"آن لائن کلاسز لیتی رہی ہیں وہ استاد محترم ڈاکٹر طاہر صاحب سے" اس نے اپنے استاد محترم کا بتایا جن سے خود عائزل بھی اسلامی تعلیمات لیتی رہی تھی۔

"اوہ ماشاء اللہ پھر تو ہمارے تمام تر سوالات خارج ہوئے چاہتے ہیں کسی قسم کا کوئی شائبہ تک باقی نہیں بچتا" وہ فخر سے بولی۔

"بالکل اب تم بے فکر اور خوش ہو جاؤ"

"جی بابا میں بہت خوش ہوں الحمدللہ میرے پیرنٹس بھی مسلم ہیں اور خود میں بھی اللہ عزوجل ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین"

"ثم آمین یا رب العالمین" وہ اس کے سر پہ بوسہ دے گیا۔

****

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" حنا کو انیکسی کی جانب بڑھتے دیکھ وہ سوال کر کے اب ایسے نظر آ رہا تھا جیسے بہت مصروف ہو۔

"تم اپنی مصروفیت پہ دھیان دو" وہ طنزاً بولتی آگے بڑھی۔

کھلے دروازے پہ دستک دے کر وہ سیدھا عائزل کے کمرے کی جانب آئی جہاں احمد باہر ہی آرہا تھا۔

"السلام علیکم۔۔۔۔۔!"

"وا علیکم السلام۔۔۔!" احمد اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا کمرے سے نکل گیا۔

"آؤ حنا آج ہمارے گھر کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"بس دیکھ لو آہی گئی آنٹی کیسی ہیں اب؟"

"ماما ٹھیک ہیں بالکل، تم بتاؤ گھر پہ سب کیسے ہیں سوری یار میں آنٹی انکل سے ملنے نہیں آ سکی"

"کوئی بات نہیں مجھے پتہ ہے تم مصروف تھی مجھے بہت خوشی ہوئی آنٹی کے اس قدم سے بلکہ ہم سب کو اور اسی خوشی میں آج ڈنر تم اور آنٹی انکل ہماری طرف کرو گے" وہ پرجوش ہوئی۔

"اوکے"

"چلو دکھاؤ کیسا ڈریس پہنو گی"

"ہاہاہ یار کچھ بھی پہن لوں گی اس میں کیا ہے"

"لے شرما کیوں رہی ہو" وہ اسے گدگداتے بولی۔

ہاہاہاہ یار نہ کرو پلیز ہاہاہاہاہ, وہ بمشکل اس کے ہاتھ پکڑتے بولی تو حنا اسے گلے لگا گئی۔

"میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے"

"میں بھی۔۔۔ تم جانتی ہو حنا بچپن سے لے کر آج تک جب جب کسی نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو میں ہاتھ تو ملا لیتی تھی لیکن اس سے دوبارہ سامنا کرنے سے کتراتی تھی وہاں سے بھاگ جاتی چھپ جاتی تھی تاکہ مجھے کسی کو اپنے بارے میں بتانا نہ پڑے کسی کو اگر پتہ چلے گا میری مام کرسچن ہیں تو وہ مجھ سے کنارہ کر لیں گی اس لیے میں خود ہی سب سے کنارہ کر لیتی کہ کہیں کسی مجھے کسی کے سامنے اپنی صفائی نہ دینا پڑے" اس کی آنکھوں نیں نمی چھلکی۔

"مگر الحمدللہ۔۔۔" اس کی آواز کانپنے لگی۔

"اوہو عائزل کیسی پاگل ہو تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے یہ سعادت تمہارے نصیب میں لکھی کہ تم اس کے محبوب کی امتی ہو اور میں جانتی ہوں عائزل تم کیسی انسان ہو تمہیں کسی کے سامنے اپنی صفائی دینے کی ضرورت نہیں اور خیر اب تو ماشاءاللہ سے آنٹی بھی لاریب احمد ہو گئی ہیں اب تم چل کرو اور ڈنر کی تیاری کرو بس"

"ہمم" وہ ہونٹوں کو دبا کر سر ہلا گئی۔

****

ایمپوریم کی پارکنگ میں ان کی نظر شازیہ پہ پڑی جو گاڑی کے قریب کھڑی کسی کے انتظار میں تھیں۔

"السلام علیکم شازیہ۔۔۔۔؟"

"وا علیکم السلام جی میں شازیہ۔۔۔ آپ زرتاج بیگم رائٹ۔۔۔؟"

"جی بالکل آپ کافی ویک لگ رہی ہیں سب خیریت۔۔۔؟" ان کے سوال پہ ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری ان کے چہرے پہ جو زرتاج بیگم کے دل کو بری طرح جبھی۔

"جب لوگ آپ کے گھر کی خوشیاں نوچ کر اپنے گھر کی زینت بنا لیں تو شاید۔۔۔"

"السلام علیکم۔۔۔۔!" شہرام کی آواز پہ وہ پلٹیں۔

"وا علیکم۔۔۔السلام۔۔۔کیسے ہو بیٹا۔۔۔؟" انہوں نے اس کے کندھے پہ شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔

"دیکھ لیں اس بد نصیب کو جس کی منگیتر کو آپ نے اپنی بہو بنا کر میرے بیٹے کی زندگی کی طرح میرا گھر بھی ویران کر دیا" وہ بے لچک کھردے لہجے میں بولیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ شازیہ" وہ روہانسی ہوئی۔

"ماما پلیز آپ کیوں دوسروں کو بلیم کر رہی ہیں" وہ زرا سا جھک کر غصے سے بولا۔

"کیوں کہ ان دوسروں کی وجہ سے ہی تم نے ہمیں سزا دی تمہارے بابا کی ڈیتھ۔۔۔"

"ماما پلیز بس کریں۔۔۔ ایم سوری آنٹی۔۔۔ چلیں پلیز" وہ ان کا ہاتھ پکڑ گاڑی میں بٹھاتا

بولا اور ان کے کھڑے کھڑے وہاں سے نکل گیا۔

پیچھے وہ گاڑی کو آنکھوں کے اوجھل ہو جانے تک دیکھتی رہیں۔ پھر ایک دم نڈھال سی ہو کر اپنی گاڑی کی طرف آئیں۔

****

"فرہاد کہاں ہے۔۔۔؟" بالی نے حنا سے پوچھا جو منہ لٹکائے کھانا میز پہ لگ رہی تھی۔

"باہر نکلا ہوا ہے کہہ رہا تھا لیٹ آئے گا" اس نے منہ کے برے برے زاویے بنائے۔

"اچھا۔۔۔! تمہارا کیوں موڈ اوف ہے۔۔۔۔؟"

"آپ کو پتہ ہے اماں جان ہی لوز ہر لیکن۔۔۔" وہ بددلی سے جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔

"کون کس سے۔۔۔؟" بالی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"فرہاد۔۔۔!" وہ ہونٹوں کو جنبش دے کر بولی۔

"کس سے۔۔۔؟"

"مجھے لگتا ہے وہ عائزل سے محبت کرتا ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں سوال دیکھ حنا نے مزید رونی شکل بنائی۔

"لیکن وہ اسے ایکسیپٹ نہیں کرتا"

"کیوں۔۔۔؟"

"کیوں کہ وہ کم ظرف ہے" وہ آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتی کمرے کی طرف آئی۔ پیچھے بالی اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

ڈنر کافی اچھا گزرا تھا سب کچھ بہت سادہ ہونے کے باوجود بھی بہت اچھا تھا اور پھر محفل کا اختتام چائے کے ساتھ ہلکی پھلکی بات چیت پہ ہوا۔

"اوکے اب اجازت دیں بھائی نماز کا وقت بھی گزر رہا ہے"

"ہاں احمد چلو صبح ملتے ہیں مجھے ویسے بھی تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے" وہ کھڑا ہوتا اس سے گلے ملا۔

"اب ایسا کہہ کے آپ متجسس کر رہے ہیں مجھے صبح ہونے کا انتظار رہے گا" اب وہ باقی سب سے قدرے دور کھڑے تھے۔

"وقت کاٹنے کے لیے خوبصورت ساتھ ہو تو یہ انتظار حسین لگنے لگے گا" عکاشہ نے آہستہ سے اس کے کان میں سرگوشی کر کے آخر میں لاریب کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تو صحیح کہا آپ نے"

"ہاہاہاہا" ان دونوں کا غیر متوقع قہقہ سن کر بالی اور لاریب ایک دوسرے کو دیکھ فقط مسکرا دیں۔

"اچھا عائزل صبح جلدی نکلنا ہے ہمیں پیکنگ ویکنگ کر لینا دھیان سے"

"اوکے شب بخیر" دنوں نے گال سے گال مس کی۔

"شب بخیر"

عائزل انیکسی میں داخل ہونے سے پہلے گھر کی طرف جاتے فرہاد پہ گہری نظر ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

فرہاد جو جیبوں میں ہاتھ ڈالے سکون سے سامنے دیکھتا گھر کے داخلی دروازے کے پاس پہنچا تو مڑ کر اس کی پشت کو دیکھا جو اب انیکسی میں داخل کو چکی تھی۔

****

"کھانا کھاؤ گے فرہاد۔۔۔؟" وہ مریل قدموں سے کچن کے پاس سے گزرتا کہ بالی کی آواز پہ چونک کر مڑا۔

"نہیں اماں جان" اس نے ایک نظر اسے دیکھ سر جھکایا۔

"دوستوں کے ساتھ کھا لیا تھا یا کم ظرفی نے بھوک ماردی ہے۔۔۔؟" اس کی آواز سنجیدگی سے بھرپور تھی۔

"اماں جان۔۔۔ !" اس کی آواز میں سوال اور حیرت تھی۔

"کیا اماں جان۔۔۔؟ تمہیں کی لگتا ہے تمہارا بچپن سے لے کر اب تک عائزل سے رویہ اور اب یوں کترانا نظر نہیں آتا مجھے۔۔۔؟" وہ برہم ہوئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں یقیناً حنا نے کوئی الٹی سلٹی بات کی ہو گی آپ کے سامنے" وہ شرمندہ تھا جو صاف ظاہر ہو رہا تھا۔"

"حنا کیا مجھ سے زیادہ سمجھدار یا تجربہ کار ہو گئی ہے۔۔۔؟" اس نے ڈانٹا۔

کچھ دیر وہ خاموشی سے اپنے جوتوں کو گھورتا رہا ماتھے پہ پڑے بل اس کے غصے اور خفگی کو صاف ظاہر کر رہے تھے۔ غصے میں وہ عکاشہ سے بھی چار ہاتھ آگے تھا جو بالی کو بہت اچھے سے معلوم تھا۔

"یہاں آؤ" کہہ کر وہ صوفے جا بیٹھی تو وہ بھی یوں ہی اس کے سامنے دوسرے صوفے پہ جا بیٹھا۔

"اب بتاؤ کیا بات تنگ کرتی ہے۔۔۔؟ اس کا عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنا۔۔۔؟ یا اسلام کی پیروی کرتے ہوئے تم سے اور تمہاری دوستی میں فاصلہ لے آنا۔۔۔؟" اس کی بات پہ اس کی پیشانی پہ پڑے بل کم ہوتے ہوتے ہوئے ختم ہوئے۔

"ایسی کوئی بات نہیں" اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی اب تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے تو۔۔۔" وہ کہہ کر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے اٹھنے کو تیار ہوئی۔

"اماں جان آپ تو ایموشنل بلیک میل نہ کریں"

"تو کون کرے۔۔۔؟" اس کے لہجے میں کھلی شرارت محسوس کر وہ بھی مسکرایا۔

"وہ اچھی لڑکی ہے" بالی نے جیسے اسے اکسایا۔

"ہاں اس میں تو شک نہیں" اس نے سر ہلا کر تائید کی۔

"لیکن ابھی میں صرف سٹڈیز پہ فوکس کرنا چاہتا ہوں" بہانہ گھڑا گیا۔

"کوئی زبردستی ہے بھی نہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ تم اسے بتا دو اپنے جذبات کے متعلق تاکہ وہ بھی اپنے دل و دماغ پہ تمہارے سوا نو انٹری کا سائن بورڈ لگا لے" وہ مسکرائی۔

"میرے جذبات تو میں خود بھی سمجھ نہیں پا رہا" ایک دفعہ پھر اس کے چہرے پہ تناؤ آیا۔

"کیوں کیا الجھن ہے مجھے بتاؤ۔۔۔؟" وہ نرمی سے بولی۔

"کبھی کبھی وہ اپنے عقل اور عمر سے بڑی باتیں کر جاتی ہے میں اس سے بات کرتے ہوئے کتراتا ہوں کہیں بحث نہ ہو جائے پھر ڈرتا ہوں کبھی اسے اس کی ماضی کا کوئی طعنہ دے کر اسے تکلیف نہ پہنچاؤں"

"یہ تو اچھی بات ہے اور رہی بات عقل اور عمر سے بڑی بات کرنے والی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں لڑکیاں عقل میں اپنی فزیکل عمر سے بڑی ہی ہوتی ہیں ہاں بعض کی عادتوں میں بچپنہ دیر تک جھلکتا ہے لیکن کچھ سوبر اور سنجیدہ بھی ہوتی ہیں عائزل فاطمہ کی طرح" اس نے آسانی سے سب واضح کیا۔

اس نے چور نظروں سے بالی کو دیکھا۔

"اب جاؤ اور نیند پوری کرو پھر کل جلدی نکلنا ہے یونی کے لیے بہت چھٹیاں ہو چکی ہیں

اون میں دودھ کا گلاس پڑا ہے ابھی گرم ہی ہو گا پی لینا"

"جی اماں جان گڈ نائٹ"

" گڈنائٹ" وہ اس کے سیاہ گھنے بالوں کو ہاتھ سے بکھیر کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

****

"تجھے تو میں چھوڑوں گا نہیں جوزف عکاشہ کا بہت وفادار بنتا ہے نا سالے، نہ صرف تو خود کافر ہوا بلکہ اس سری اور اس کی بیوی بچوں کو بھی بھٹکا دیا اور پھر پوری پروٹیکشن کے ساتھ امریکہ بھیج دیا" وہ اپنی غلیظ سوچ بکتا جھکتا چیزوں کو ٹھوکریں مارتا آخری صوفے پہ بیٹھا سرد موسم میں بھی وہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

"تمہاری کمزوری جان گیا ہوں میں جس طرح تم نے بالی اور تانی کو مجھ سے دور کیا، میرا کلب بند کروا دیا میری پراپرٹی چھین کر ان غریبوں کو دے دی اب دیکھو تم کیا کرتا ہوں میں" اس نے سامنے پڑے ٹیبل جو ٹھوکر سے پلٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

****

یادوں کے مجدھار میں گھریں وہ ماضی کے پنوں پہ اپنی کیے گناہ کا سوچ سوچ کر وہ حال سے بے حال ہوئے جا رہی تھیں کہ اچانک حنا کی شوخ آواز ان کی سماعت پہ ابھری۔

" السلام علیکم دادو کیسی ہیں آپ آئی مسڈ یو سو مچ" وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کے گال پہ بوسہ دے کر پیچھے ہٹی۔

"ارے آپ کا چشمہ کیسے ٹوٹا۔۔۔؟ لائیں میں ری نیو کروا دوں گی" وہ ٹیبل پہ پڑا چشمہ اٹھا کر اس میں ایک آنکھ سے دیکھتے بولی پھر کھل کر ہنسی تو خوبصورت سی مسکراہٹ ان کے لبوں پہ بھی احاطہ کر گئی۔

"کیا بات ہے پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔۔۔؟" اس نے آنکھیں اٹھا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں میں بھی تو تم لوگوں سے اداس ہو گئی ہوں" وہ اس کے چہرے پہ آئے سنہرے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے بولیں۔

"ہمم آپ اتنا لمبا سفر کر کے بیمار ہو جاتی ہیں ورنہ آپ کو بھی ساتھ لے جاتے ہم"

"ہمم" وہ ہنکار بھر کر رہ گئیں۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولیں۔

"بالی کیسی تھی۔۔۔؟"

"ٹھیک آپ کو بہت مس کر رہی تھیں میری طرح"

"اور تمہارے بابا۔۔۔؟"

"وہ ہمیشہ کی طرح بڑی اچھا میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں پیئں گی۔۔۔؟" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں یہاں آؤ" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے سامنے بٹھا گئیں۔

"کیوں ناراض ہو اس سے۔۔۔؟"

"میں کہاں ناراض ہوں اور کس حق سے ہوؤں گی اور میرے ناراض ہو بھی جانے سے کون سا انہیں فرق پڑے گا"

"بالی سوتیلی ماں ہو کر بھی تمہارے دل کے قریب ہے اور وہ سگا باپ ہے پھر بھی۔۔۔"

"پلیز دادو آپ تو یہ سگے سوتیلے کی بات نہ کریں یہ آپ اور بابا ہی تھے نہ جنہوں نے اماں جان کہنے پہ مجبور کیا تھا اور انہوں نے بھی سگی ماں سے بڑھ کر ہم سے محبت کی ہے" وہ برا مان گئی۔

"ہم جانتی ہوں، تمہیں پتہ ہے جب تمکین پیدا ہونے کی خبر ملی تھی نا اسے تو وہ روئی تھی"

"کیوں۔۔۔؟ انہیں بیٹا چاہیے تھا۔۔۔؟" وہ حیران ہوتے ہوئے عادت کے مطابق خود سے ہی سوچتے پوچھنے لگی۔

"ارے نہیں پاگل وہ تو اس لیے روئی تھی کہ کہیں اپنے ان بچوں کی وجہ سے تم لوگوں سے تفریق نہ کر بیٹھے وہ کہتی تھی تم اور فرہاد اس کے لیے کافی ہو فیملی مکمل ہے اور بچوں

کی کیا ضرورت ہے۔۔؟ میرے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس سے یہ بات ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی کہ تمکین کیوں پیدا ہو رہی ہے پھر یہ تو عکاشہ کی ڈانٹ اور میری اماں جان کے لاڈ نے اسے مجبور کیا اس حقیقت کو قبول کرنے پہ" وہ مسکرائیں۔

"لیکن پھر اس کی پیدائش سے ایک ماہ پہلے اماں جان کی ڈیتھ ہو گئی اور بالی دنوں جس تکلیف سے گزری تمکین کی زندگی ناممکن سی تھی صرف پانچ فیصد چانسز تھے اس کی زندگی کے اور عکاشہ کا کہنا ہے یہ اس کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے تمکین اور بالی کو زندگی عطا کر دی تھی"

"یہ سب تو کبھی نہیں بتایا انہوں نے ہاں لیکن مجھے یاد ہے ابھی رمیل کے ٹائم وہ بہت خوفزدہ ہوتی تھیں"

"ہاں بس ایسا ہی ہے اماں جان کے دکھ میں وہ اس قدر غلطاں رہتی کہ بس کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا تھا اسے۔۔ اپنی پہلی اولاد کا بھی نہیں اور بس اسی لیے عکاشہ اکثر اسے ڈانٹتا"

"ہاں مجھے یاد ہے اکثر بابا جان ان سے لڑائی کرتے تھے کہ تمکین پہ توجہ نہیں دیتیں" اس نے ذہن میں آیا ایک دو دفعہ کا واقعہ کہا۔

"ہمم اور یوں وہ اسے سب سے زیادہ عزیز ہو گئی ایسا نہیں کہ باقی بچے اسے عزیز نہیں تم لوگ بھی تو اس کی اولاد ہو" انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ اس کی گال پہ پھیرا

"ہمم لیکن تمکین ان کی من پسند وفا دار بیوی میں سے ہے اور میں۔۔۔۔ ایک لالچی بے وفا بیوی کی بیٹی ایسی بیٹی جس کی شکل دیکھ انہیں اپنی بے وفا بیوی یاد آ جاتی ہے اسی لیے تو وہ مجھ پہ نظر پڑتے ہی نظر کا رخ بدل لیتے ہیں اس عورت کے ایکسیڈینٹ کے بعد سے تو وہ اور بھی متنفر ہوتے گئے مجھ سے" وہ آنکھوں سے گرتے آنسو ہاتھ پہ چنتی کمرے سے نکلی جہاں فرہاد اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ دکھی ہوا۔

"تم سمجھاتے کیوں نہیں اسے کبھی کبھی لگتا ہے سمجھدار ہو گئی ہے لیکن کبھی کبھی بالکل بچپن والی معصوم سی حساس حنا بن جاتی ہے" وہ بھی رو دیں تو فرہاد نے ان کے سامنے بیٹھتے ان کا سر اپنے کندھے پہ رکھا۔

"ٹھیک ہو جائے گی آپ فکر نہ کریں" اس کے پاس تسلی دینے کو بس یہی لفظ تھے۔

"تم مجھے شام میں میری ایک دوست کی طرف لے جانا اگر فارغ ہو تو"

"جی جی ضرور جب کہیں گی لے جاؤں گا" وہ فوراً خوشدلی سے بولا۔

"اچھا اب آرام کر لو تھک گئے ہو گے ناں" وہ اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر بولیں۔

"ہاں یہ تو ہے آپ بھی ریسٹ کریں" وہ ان کے سر پہ بوسہ دیتا کمرے کا دروازہ بند کرتے ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے پہ نظر ڈالتا اس طرف آیا۔ دروازے کو دھکیلتے وہ اندر آیا۔

"آ گئے تم واپس۔۔۔؟ پورے گیارہ دن بعد آئے ہو" اس کی نظریں ہمیشہ کی طرح چھت

پہ تھیں۔

"کیسے پتہ چلا میں ہوں آپ نے تو دیکھا بھی نہیں"

"ماں ہوں پتہ چل جاتا ہے" وہ مسکرائی۔ بلا شبہ اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔

"وہ بھی آئی ہے۔۔۔؟"

"جی"

"ایک اور بھی لڑکی ہے تم لوگوں کے ساتھ۔۔۔؟"

"جی"

"کون ہے وہ۔۔۔؟"

"احمد انکل کی بیٹی"

"احمد کون ہے۔۔۔؟"

"آپ جانتی ہیں انہیں پہلے جوزف نام تھا ان کا"

"جوزف کی بیٹی۔۔؟ ربیکا۔۔۔؟"

"عائزل فاطمہ" اس نے تصیح کی۔

"کیا وہ مسلمان ہو گیا ہے۔۔۔؟"

"جی"

"تو اس کی بیٹی بھی تم لوگوں سے ساتھ پڑھتی ہے۔۔۔؟"

"نہیں ہم سے جونئیر ہے"

"اچھا اچھا۔۔۔۔ اپنی ماں جیسی ہے۔۔۔؟"

"نہیں ماں جیسی نہیں ہے" اس کے چہرے پہ تناؤ سا آیا۔

"تو پھر کیا جوزف جیسی ہے۔۔۔؟"

"نہیں وہ عائزل ہے عائزل فاطمہ اپنے جیسی"

"اس کی ماں بھی تمہیں اچھی نہیں لگتی جو اس کی بیٹی بھی اس جیسی نہیں" اس نے چونک کر اس کے چہرے پہ کرب زدہ مسکراہٹ دیکھی۔

"آپ آرام کریں میں بھی تھک گیا ہوں تھوڑی دیر آرام کروں گا" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"پھر کب آؤ گے۔۔۔؟" اس کی واپسی پہ ہمیشہ والا سوال۔

"آتا رہوں گا اب اللہ حافظ۔۔۔!"

****

"کہاں جا رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔؟" وہ لان سے گزرتے فرہاد اور زرتاج بیگم کو دیکھ پوچھ گئی۔

"مجھے ایک دوست کی طرف جانا ہے تھوڑی دیر تک آجائیں گے" زرتاج بیگم نے اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔

"میں بھی چلوں۔۔۔؟" وہ اداسی سے پوچھ گئی۔

"ہاں لیکن عائزل اکیلی پڑ جائے گی"

"نہیں وہ جاب پہ ہے اپنی اور رفعت بی ہیں گھر پہ"

"تو تم بھی کوئی آن لائن جاب شروع کر لو مٹر گشتی سے تو بہتر ہے" فرہاد چھیڑے بنا نہ رہ سکا۔

"چپ کرو چشماٹو"

"اونہوں کیوں بچوں کی طرح لڑتے ہو چلو آجاؤ"

"میں چادر لے کے آئی" وہ بھاگ کر کمرے کو دوڑی۔

"ارے بھئی" وہ پیچھے ہاتھ کرتی رہ گئیں۔

"میں آگئی اور آپ نے واپسی پہ مجھے گول گپے بھی کھلانے ہیں" اس نے ساتھ چلنے کا مقصد بھی بیان کیا۔

"ہاہاہاہ اچھا بھئی، ٹھیک ہے فرہاد پہلے تم میری بیٹی کو گول گپے کھلاؤ پھر باقی کام کریں گے"

"اوہ تھینکیو دادو" وہ مسکراتے ہوئے ان کے گال پہ بوسہ دے گئی۔

"چٹوری"

"چشماٹو"

"بری بات۔۔۔!"

****

وہ گاڑی پارک کرتا داخلی دروازے کے قریب پہنچا تو نظر دروازے کے دائیں جانب لگے بڑے سے پنجرے پہ گئی جن میں ننھے ننھے سے رنگ برنگے طوطے تھے۔

اس سفید چادر کو دیکھتے ہی بے ساختہ اس کے ذہن پہ کسی کی کم سن معصومیت سے بھرپور شکل ابھری۔ لبوں کے کونے خود بخود پھیلے اور پھر سمٹ بھی گئے جب وہ نسوانی ہاتھ پنجرے کا دروازہ کھول گیا۔

"اوئے بھاگ جاؤ بونگوں ڈر کیوں رہے ہو میں ہوں نا سب سنبھال لوں گی جاؤ۔۔۔! لے کوئی سن رہا ہے میری بات یا پھر تم لوگوں کو آزادی کی لذت کا ہی نہیں پتہ۔۔۔؟"

ابھی کوئی طوطا واقعی اس پنجرے سے باہر نکلتا کہ کسی نے اس ک ہاتھ گرفت میں لیتے پنجرے کا دروازہ بند کیا۔ حنا بے اختیار سہم کر اس طرف پلٹی۔

"مس حنا۔۔۔؟ یہ گھریلو پرندے ہیں آزادی ان کے لیے وبال جان ہے اس لیے آپ مہربانی فرما کر ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دیں" وہ کافی اچھے طریقے سے بولتا اس کا ہاتھ چھوڑ گیا۔

"آزادی وبال جان کیسے ہو سکتی ہے آپ کو شرم نہیں آتی ان معصوم پرندوں کو قید کر کے رکھا ہوا ہے خود تو ابھی تک شادی نہیں کی کہ کہیں کوئی آپ کو قید نہ کر لے اور ان کو تو سیدھا سیدھا۔۔۔ہاں" اس نے سر ہلا کر سوال کیا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟" ایک سرد آہ ہوا کے سپرد کرتے وہ سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولا۔ اس سرپھری لڑکی سے بحث سر درد کے سوا کچھ بھی نہیں۔

"میں ان معصوم طوطوں کو اس دیو کی قید سے چھڑانے کی کوشش کر رہی ہوں آپ کو کوئی مسلہ۔۔۔؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"آپ مجھے دیو کہہ رہی ہیں۔۔۔؟" اس نے بھی ابرو اچکایا۔

"نہیں میں ان کو معصوم کہہ رہی ہوں" حنا نے رکھائی سے جواب دیا۔

"دیکھو بچے تم ابھی۔۔۔۔"

"ہیییے ے بچہ نہیں بولنا مجھے حنا نام ہے میرا انکل۔۔۔۔پورے ساڑھے اٹھارہ سال کی ہوں"

"واٹ۔۔۔؟" جہاں پہلے اس کی اداکاری دیکھ وہ مسکرایا وہیں انکل سن کر وہ بلبلا

اٹھا۔

"انکل ہوں میں۔۔۔۔؟" وہ بے یقینی سے بولا۔

"ارے نہیں یہ تو ڈائیلاگ تھا آپ تو وہ ہیں جو میں پہلے کہہ رہی تھی (دیو) خیر آپ موضوع نہ بدلیں سیدھی طرح سے مذاکرات کریں میرے ساتھ"

"کیسے مذاکرات۔۔۔۔؟"

"ان طوطوں کی آزادی کے لیے" وہ سکون سے بولی۔

"اوففف تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی انہیں اگر آزاد کر بھی دیا تو کوے اور دوسرے بڑے پرندے ان کو کھا جائیں گے یہ اس قدر بھولے اور معصوم ہیں کہ اپنا دانہ بھی خود تلاش نہیں کر سکتے تو ایسے میں اگر شکار ہونے سے بچ بھی گئے تو بھوکے مر جائیں گے"

"ایسا نہیں ہوتا بھوکا کوئی نہیں مرتا ہاں، اماں جان کہتی ہیں اللہ سب کو رزق دے ہی دیتا ہے ہر حال میں کسی نا کسی طرح"

"آپ کی اماں جان غلط نہیں لیکن میں بھی جھوٹ نہیں بول رہا ان کے رزق کا وسیلہ اللہ نے ایسے ہی بنایا ہے یہ گھریلو طوطے ہیں اب پلیز ان کو ہاتھ نہیں لگائیے گا" آخر میں زرا سختی سے بولا۔

وہ جانے کے لیے پلٹا تو حنا کی آواز ایک دفعہ پھر اس کے قدم جکڑ گئی۔

"میں کیسے مان لوں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں یہیں رکیں پہلے میں گوگل کروں گی" وہ اپنے

شرگ کی جیب سے موبائل نکالنے لگی۔

"نام پتہ ہے ان پرندوں کا۔۔۔؟ گوگل کروں گی" وہ تپ کر بولا۔ تو حنا نے موبائل پہ جھکے سر سے ہی آنکھیں اٹھا کر اسے گھورا۔

پھر موبائل اس کے سامنے کیا تو شہرام نے موبائل پہ ان کا نام لکھا۔

شہرام نے سینے پہ بازو لپیٹ کر فرضت سے اس کو دیکھا۔

سیاہ ٹراؤزر پہ گھٹنوں تک آتی پیرٹ گرین شرٹ اس پہ پہنا سموکی گرے اوپن شرگ اس پہ سلیقے سے اوڑھی سفید چادر۔۔۔۔

"ہمم۔۔۔ ! اوہو بچارے۔۔۔ سوری چوچو میں تو خود ہی الٹا آپ لوگوں کو گھر سے بے گھر کرنے والی تھی" وہ افسردگی سے بولی۔

"اب اگر آپ کی انویسٹیگیشن مکمل ہو چکی ہو تو میں جاؤں۔۔۔؟" اسے ان میں مگن دیکھ وہ جان بوجھ کر اجازت طلب کر گیا۔

"آجی جی" وہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔

"شکریہ۔۔ !" وہ اندر کو بڑھا۔

"اوہ اچھا سنیں، مجھے یاد آیا آپ یہاں کیسے۔۔۔؟"

"مجھے لگتا ہے یہ سوال مجھے پوچھنا چاہیے آپ ہمارے گھر کیسے۔۔۔؟"

"اوہ واؤ یہ آپ کا گھر ہے ماشاء اللہ بہت پیارا ہے" وہ مسکرا کر بولی اور دوبارہ طوطوں کی

طرف متوجہ ہوئی۔

اور وہ اس کی مسکراہٹ پہ چونکا۔ دائیں گال پہ بننے والا ڈمپل ویسا ہی تھا ہا بالکل اس جیسا ہی۔۔۔ جس پہ وہ پہلی مرتبہ دل ہارا تھا۔ اس کے دل کی دنیا میں شور برپا کر کے وہ اب طوطوں سے نجانے کیا سوال جواب کر رہی تھی۔

"ماں جتنی کم گو تھی یہ اتنی ہی بڑبولی" وہ دل ہی دل میں سوچتا اندر آیا۔

"السلام علیکم۔۔۔!" زرتاج بیگم کو دیکھتے وہ حنا کی موجودگی سمجھ گیا۔

"وا علیکم السلام۔۔۔!"

"دیکھ لیں میرے بیٹے کی زندگی بھی اس گھر کی طرح خالی ہے" شازیہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معاف کر دو بیٹا میں خود غرض ہو گئی تھی اپنی بچھڑی ماں سے رابطے کی بحالی کی ایک ہی صورت نظر آ رہی تھی اس وقت اور پھر جو کچھ ہوا وہ سوچ سمجھ کر تو نہیں ہوا تھا سب انجانے میں ہی ہوا تھا پلیز بیٹا میں معذرت کرتی ہوں آپ سے"

"آنٹی آپ کیسی بات کر رہی ہیں وہ سب میرا نصیب تھا بس آپ بھول جائیں" وہ ان کے ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھ کر بولا۔

"تم بھول سکتے ہو۔۔۔؟ لا سکتے ہو میرے گھر میں رونق اپنے چہرے پہ وہ خوشی وہ مسکراہٹ دوبارہ جو کھو دی تم نے اس رات بولو۔۔۔؟" وہ آج رعایت دینے والی نہیں

تھیں۔

"بیٹا کیوں نہیں کر لیتے شادی تم کیوں ماں کو اور خود کو اس خوشی سے محروم رکھا ہوا ہے" وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"آنٹی آپ۔۔۔"

"اسے کیا پوچھ رہی ہیں منگنی ہوئی تھی نا اس کی لیکن جب اسے پتہ چلا موصوف کسی اور کے عشق میں گرفتار ہیں چھوڑ گئی"

"تو دنیا صرف اس لڑکی پہ ختم تو نہیں ہو گئی تھی" زرتاج بیگم نے جیسے ان کا عذر قبول نہیں کیا تھا۔

حنا مسکراتے ہوئے اندر آئی اور زرتاج بیگم کے ساتھ بیٹھی۔

"تو ٹھیک ہے یاد ہے آپ کو آپ نے کہا تھا آپ میرے احسان کا بدلہ چکائیں گی۔۔۔؟" انہوں نے حنا کو نظر کی حصار میں لے کر کہا۔

"بالکل آگر میرے بس میں کچھ ہے تو بتائیں"

"آپ نے کہا تھا بیٹیوں کا رشتہ تو لوگ دے دیتے ہیں مگر بہو کیسے دوں تو پھر آج بیٹی دے دیں اپنی" ان کی آنکھوں کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ حنا نے نا سمجھی میں ان سب کے چہروں کو دیکھا۔

شہرام کی حیرت زدہ نظریں ماں کے بعد حنا کی طرف گئیں جو سوالیہ نظروں سے زرتاج

بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو شازیہ۔۔۔۔کیسے ہو سکتا ہے یہ؟"

"ماما انف از انف"

"چل رہو تم"

"ماما"

"میں نے کہا خاموش اگر میری زندگی چاہتے ہو تو آج خاموش رہو ورنہ پھر اپنی ساری زندگی میری خاموشی کو سننا"

"یہ کیسی۔۔۔۔"

"میں نے کہا خاموش رہو شہرام"

"چلو حنا۔۔۔!" زرتاج بیگم اس ک ہاتھ پکڑ کھڑی ہوئیں۔

"بس۔۔۔؟ مکر گئیں اپنے وعدے سے ارے اتنا ظرف صرف مجھ میں تھا کہ اپنی بہو آپ کو دے دی آپ تو بیٹی پہ بات آئی تو کیسے کان منہ لپیٹ کر چل دیں" وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"وعدے سے مکر نہیں رہی لیکن تمہارے ڈیمانڈ بھی ٹھیک نہیں"

"ڈیمانڈ نہیں کر رہی احسان کا بدلہ احسان چاہ رہی ہوں جس کا وعدہ خود آپ نے کیا تھا آپ نے کہاں شرط رکھی تھی کہ وہ احسان اس صورت میں واپس نہیں مانگ سکتی

میں۔۔۔؟" شہرام کے لیے مزید وہاں ٹھہرنا دو بھر ہوا تو وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"دیکھو شازیہ"

"نہیں دیکھنا اب آپ کو ہے میں اپنی باری دیکھ چکی میرے بیٹے کی زندگی آپ نے ویران کی تھی اب آباد بھی آپ کریں گی ورنہ ہمیں ہمارے حال پہ چھوڑ دیں"

"تم سمجھتی کیوں نہیں یہ ابھی چھوٹی ہے"

"دکھنے میں تو بالغ ہے پڑھی لکھی ہے اور عمر میں تو بالی بھی آپ کے بیٹے سے کافی چھوٹی تھی تب تو اعتراض نہیں ہوا تھا میرا بیٹا تو ماشاء اللہ سے کنوارا ہے آپ کے بیٹے کے تو دو بچے بھی تھے" شازیہ نے کھری کھری کہیں۔

"ہفتے کی شام آپ کی طرف آؤں گی اپنی امانت لینے چاہے تو مکر جائیے گا چاہے تو اللہ کو حاضر ناظر جان کر مجھے دے دیجیے گا یقین جانیں کلیجے سے لگا کر رکھوں گی ساری زندگی مشکور رہوں گی آپ کی کہ جو خوشیاں چھن گئی تھیں وہ واپس مل گئی تو" زرتاج بیگم کے لیے کچھ بھی کہنا مشکل ہوا تو خاموشی سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ باہر لے کر نکلیں۔

****

وہ کچن میں آیا تو عائزل کو کافی پھینٹتے دیکھ فریج سے دودھ نکالا۔

"کافی پینی ہے تو میں بنا دوں گی" اس نے اپنی خدمت پیش کی۔

"شکریہ میں بنا لوں گا" وہ رکھائی سے کہتا کیٹل سے پانی مگ میں ڈالنے لگا۔

"اوہ سوری" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"کس لیے۔۔۔؟" فرہاد نے چونک کر دیکھا۔

"بھول گئی تھی کچھ یاد آگیا خیر یہ پانی بھی میں نے ہی اپنے ناپاک ہاتھوں سے اس کیٹل میں ڈالا تھا آپ اسے دھو کر نیا پانی گرم کر لیں" وہ مشورہ دیتی وہاں سے چلی گئی۔

پیچھے فرہاد شرمندہ سا اس کے کمرے میں جانے تک یوں ہی کھڑا رہا۔

"لاؤ میں بنا دیتی ہوں کافی" اس رات بھی وہ کچن میں آیا تو وہ اپنے لیے کافی بنا رہی تھی۔

"نہیں میں خود بنا لوں گا" وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"ارے میں بنا رہی ہوں تمہارے لیے بھی بنا دوں گی وہ اس کے ہاتھ سے مگ پکڑتی کہ فرہاد نے اس کا ہاتھ لگتے ہی مگ ذور سے شیلف پہ پٹخا۔

"کہا نہ نہیں" اس کو سہمنے پہ مجبور کر کے وہ سیدھا حنا کے پاس آیا۔

"کہا تھا نہ بلاؤ اس عذاب کو اور اگر بلا لیا ہے تو خود تک محدود رکھو اسے آئندہ میری موجودگی میں وہ کچن میں نظر نہ آئے مجھے آخری دفعہ سمجھا رہا ہوں ایٹ لیسٹ کھانے پینے کی چیزوں سے تو دور رکھو" اسے وہ نجانے کون سا غصہ حنا پہ انڈیلتا واپس اپنے کمرے

میں چلا گیا۔

اپنے رویہ یاد آنے پہ شرمندہ ہوتا وہ اسی پانی میں کافی مکس کرنے لگا۔

****

"کیا بات ہے حنا کل سے خاموش ہو۔۔۔؟" وہ کافی کا مگ اسے تھما کر خود بھی اس کے سامنے بیٹھی۔

"کچھ نہیں مجھے کیا ہو گا" وہ پھیک سا مسکرائی۔

"پھر بھی کچھ تو ہے جو تم چھپا رہی ہو مگر تمہاری آنکھیں اس درد کو چھپا نہیں پا رہیں بتاؤ نا کیا بات ہے میں ہوں نہ تمہاری بہن مجھے نہیں بتاؤ گی"

"تمہیں یاد ہے اس دن اصلحان کی برتھڈے پہ شہرام نامی شخص دیکھا تھا"

"ہاں دیکھا تھا"

"وہ اماں جان کے منگیتر تھے۔۔۔ ان کے نکاح کے دن اماں جان کڈنیپ ہو گئیں اور بابا جان نے ان کو غلط ہاتھوں لگنے سے پہلے ہی ان سے نکاح کر کے ان کی عزت اور زندگی کو محفوظ بنایا جب شہرام اور اس کی فیملی کو پتہ چلا تو انہوں نے بابا پہ پریشر ڈالا کہ وہ اماں جان کو ڈائیورس دے دیں اور شہرام ان سے شادی کر لے دادو نے شہرام کی ماما

سے گزارش کر کے یہ معاملہ رفع دفع کیا کہ وہ بھی کبھی ان کی اس قربانی کا بدلہ ضرور دیں گی"

"یہ سب تو ماضی کی باتیں ہیں حنا اب تو سب کچھ نارمل ہے آنٹی انکل ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تمہیں آنٹی یا انکل سے بدل ہونے کی ضرورت نہیں سب ٹھیک ہے اب تو" وہ جو اخذ کر گئی اس مطابق بولی۔

"ہم ہماری زندگیوں میں سب ٹھیک ہے لیکن اس شخص کی زندگی ابھی بھی وہیں رکی ہوئی ہے"

"تو۔۔۔؟" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"تو اس کی ماما دادو سے اپنی قربانی کا بدلہ مانگ رہی ہیں"

"کیا مطلب وہ کیسے۔۔۔؟"

"وہ چاہتی ہیں وہ میرا نکاح شہرام سے کر دیں" اس نے گال پہ گرا آنسو فوراً صاف کیا۔

"تو تم نے کیا کہا۔۔۔؟"

"کیا کہوں۔۔۔۔؟" اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے تو لڑکا پسند ہے سوبر سا ہے خوش شکل

اور اس کا دل۔۔۔ جو پہلے ہی کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے" حنا نے دکھ سے اس کی طرف دیکھا۔

"کم آن وہ سب بیتے سالوں گزر چکے ہیں سب ٹھنڈی راکھ ہو چکا ہو گا تم جا کے وائپ آؤٹ کر دینا" اس نے آنکھ دبائی۔

"اور اماں جان کو پتہ چلے گا تو۔۔۔؟"

"مجھے نہیں لگتا ان کے دل میں کوئی ایسی بات ہے وہ بہت لوئیل ہیں انکل کے ساتھ باقی جو اللہ نے چاہا ہونا تو وہی ہے بس دعا کرو میں بھی کروں گی تمہارے لیے اب سو جاؤ شاباش شب بخیر"

****

"ہائے۔۔۔!"

وہ کالج کے باہر بنی سیمنٹ کے بلاک پہ بیٹھی تھی جب اس لڑکے کی آواز اسے اپنے پیچھے بے حد قریب سنائی دی مگر وہ پلٹی نہیں۔

"آج اتنی دیر ہو گئی تمہیں یہاں بیٹھے" اس کا چاشنی گھلا لہجہ عائزل کو زہر سے بھی برا لگا۔

"تم بولتی نہیں ہو کیا۔۔۔؟" اب وہ بالکل اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"تمہیں پتہ ہے تمہاری آنکھیں کس قدر خوبصورت ہیں۔۔۔؟" عائزل نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

"چاندی سونا ایک طرف"

"تیرا ہونا ایک طرف۔۔۔۔!"

"تیری آنکھیں ایک طرف"

"جادو ٹونا ایک طرف۔۔۔!'

وہ ایک لے میں بولتا دیوانوں کی طرح اس کے حجاب میں چھپے چہرے کو دیکھے گیا۔
"اچھا اب بس بھی کرو نخرے نام بتاؤ اپنا۔۔۔۔ بھئی گھر جا کر امی سے بات کروں گا آپ کی بہو پسند کر لی ہے تو بہو کا نام تو پوچھیں گی نا۔۔۔؟" وہ مزید اس کے قریب آیا۔
" پچھلے گیارہ دن سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہا ہوں کہ کب تم آؤ گی اور کب تمہارے سامنے اپنے دل کا حال رکھوں لیکن تم تو۔۔۔۔" ابھی وہ مزید اپنے دل کا دُکھڑا روتا کہ گاڑی کے چنگھاڑتے ہارن پہ وہ جوں ہی مڑا عائزل اسے زوردار دھکا دیتے گاڑی سے نکلتے فرہاد کی جانب بھاگی۔ سارا ضبط ختم ہوا تھا اور آنکھوں سے جھرنا شروع ہوا۔
"فادی۔۔۔۔!" اس کے منہ سے یہ نام سنا بھی تو کس موقع پہ۔ وہ اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود اس لڑکے کی طرف آیا جو اب سڑک پہ سے اٹھ کر خود کو جھاڑ رہا تھا۔
"کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟" اس کا لہجہ خطرناک حد تک سرد تھا۔ اس کے

گریبان کو ایک سے مضبوطی سے پکڑے اس نے اس کا مزاحمت کرتا ہاتھ بھی دبوچا جس پہ وہ کُہرا کر پیچھے ہٹا۔

"دیکھو بھائی"

"آئندہ اس کے قریب بھی نظر آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سمجھ گئے" اپنی وحشت زدہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑھ کر بولتا وہ اس کی ریڑھ تک کپکپا گیا۔ ہاتھ کو بری طرح سے مروڑ کر اسے پیچھے کو دھکیل کر وہ واپس گاڑی میں آیا۔

"رو کس لیے رہی ہو، کوئی مر گیا ہے کیا۔۔۔۔؟" وہ زہر خند لہجے میں بولتا اسے سہما گیا۔

"اتنے گٹس نہیں ہیں تم میں کہ ایسے لوگوں کا سامنہ کر سکو تو گھر بیٹھو ٹک کے، آئیندہ کالج آنے کی ضرورت نہیں" وہ گرج کر بولتا اس کے حلق کے ساتھ ساتھ آنسو بھی خشک کر گیا۔

****

وہ گھر آتے ہی بھاگ کر کمرے میں آئی جہاں حنا ابھی تک سو رہی تھی۔ وہ عبایا اتار کر اس کے ساتھ آلیٹی۔

حنا یوں اس کے اچانک ساتھ لگنے پہ ڈر کے اٹھتی کہ وہ اس سے مزید لپٹی۔

"ارے کیا ہوا ہے رو رہی ہو تم۔۔۔۔؟" وہ بمشکل اس کے سامنے ہوئی۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے۔۔۔؟" وہ اس کے جلتے تپتے ہاتھ محسوس کر کے سسکتے بولی۔

"نہیں تم بتاؤ کیا ہوا ہے۔۔۔؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ اپنی سرخ جلتی آنکھیں اس کے چہرے پہ ٹکا کر بولی۔

"تم کیوں نہیں آئی میرے ساتھ آج" وہ پھر سے بلکی۔

"ک۔۔۔کیا ہوا ہے۔۔۔؟ فرہاد نے کچھ کہا ہے۔۔۔؟ بتاؤ مجھے۔۔۔؟" وہ پریشان ہوئی۔ وہ جو حنا کی طبعیت پوچھنے کمرے میں آرہا تھا دروازے کے پار رکا۔

"وہ کب میری ذات پر کوڑے برسانے سے باز آتا ہے۔۔۔؟" وہ سسکی۔ آواز میں دکھ رنج تکلیف تھی۔

"کیا۔۔۔کیا کیا ہے اس نے مجھے بتاؤ۔۔۔؟" وہ سختی سے بولی۔

"کالج کے باہر ایک لڑکا روز مجھے دیکھتا تھا آج وہ سامنے آکر بکواس کرنے لگا تو۔۔۔۔"

"تو۔۔۔؟" وہ بے صبروں کی طرح فوراً بولی۔

"فا۔۔۔۔فرہاد نے اسے مارا"

"تو یہ تو اچھی بات ہے اس میں رونا کس بات پہ ہے اس لڑکے کو صرف مارنا نہیں چاہیے تھا اسے تو بہت زیادہ مارنا چاہیے تھا" حنا نے اس کو گلے سے لگایا۔

"اچھا پلیز بس کرو یوں رونا" وہ بیزاری سے بولی۔

"میں کل سے کالج نہیں جاؤں گی" اس نے سوں سوں کرتے اپنے تئیں اطلاع دی۔

"کیوں نہیں جانا تمہارے تو اچھے بھی جائیں گے کالج"؛حنا نے دھمکی دی۔

"میں واپس کراچی چلی جاؤں گی مزید اپنی تذلیل نہیں کروا سکتی"

"یار بس کرنا کل سے میں چلوں گی کالج تو دیکھ لیں گے اس حرامی کو" وہ غصے سے بولی۔

"تمہیں بخار ہو رہا ہے۔۔۔؟ دادو کو بتایا۔۔۔؟"

"نہیں کھانا کھا کے میڈیسن لوں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی" اس کی آواز میں نقاہت تھی۔

"ابھی تک کھانا نہیں کھایا تم نے۔۔۔؟"

"نہیں بھوک نہیں ہے ابھی" وہ واپس کمبل اوڑھ کر لیٹی۔

"میں لے کر آتی ہوں کھانا پھر میڈیسن لے لینا" وہ سوں سوں کرتی آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف کرتے باہر نکلی تو سامنا فرہاد سے ہوا جو ایک نگاہِ غلط ڈالے بنا اندر گیا۔

"وہ کسی اور کے ہاتھوں ٹوٹا ہوا"

"میری باری دنیا داری سیکھ گیا"

****

جمعہ کے دن وہ معمول کے مطابق جمعہ ادا کر کے گھر واپس آ چکا تھا۔ شازیہ کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو وہ سو رہی تھیں یا شاید سونے کی اداکاری کر رہی تھیں۔ وہ بد دل سا ہو کر اپنے کمرے میں آیا۔ دل بوجھل سا ہونے لگا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بار بار اس کا کم سن معصومیت بھرا چہرہ آتا تو وہ پلکیں جھپک کر اس کو جھٹک دیتا اعصاب اب تھکنے لگے تھے اس نے ریوالونگ چئیر سے پشت ٹکا کر آنکھیں موندیں۔

دروازے پہ تیز دستک سے وہ چونک اٹھا ذہن میں کچھ غلط ہونے کا الارم بجا تھا جیسے۔

"آجائیں۔۔۔!" وہ خود بھی اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"صاحب۔۔۔ صاحب وہ بی بی"

"کیا ہوا ہے بے۔۔۔؟" ان کی آنکھوں میں پریشانیاں دیکھ وہ بھی فکر مندی سے بولا۔

"بی بی کے منہ سے جھاگ نکل رہا ہے" ان کی بات سنتے ہی وہ بھاگ کر شازیہ کے کمرے میں پہنچا۔

"ماما۔۔۔! ماما۔۔۔۔! پلیز آنکھیں کھولیں" وہ ان کا چہرہ تھپتھپا کر بولا۔

"گاڑی نکلوائیں بے" الماری سے چادر نکال کر ان پہ ڈالتے وہ پاس کھڑی لرزتی بوڑھی ملازمہ سے بولا تو وہ باہر کو بھاگیں۔

"جلدی چلائیں انکل پلیز"

"بیٹا تحمل سے کام لو بی بی ٹھیک ہو جائیں گی" بوڑھے ڈرائیور نے اسے تسلی دی۔

"آپ تو جانتے ہیں ایک ماں ہی ہے اب کل کائنات میں میرے پاس ان کو کھو نہیں سکتا" آنکھوں سے گرتے شفاف موتی صاف کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس نے۔

ہسپتال پہنچتے ہی ان کو ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کر دیا گیا تھا بیس منٹ تک وہ خطرے سے باہر تھی اور وارڈ میں شفٹ ہو چکی تھیں۔ مگر یہ بیس وہ کس سولی پہ گزار چکا تھا یہ صرف شہرام کی ذات جانتی تھی۔

انہوں نے سوجی وزنی آنکھیں بمشکل کھولیں تو سامنے شہرام کو دیکھتے ہی آنکھیں موند کر منہ دوسری طرف موڑا۔

ڈاکٹرز نے انہیں سٹریس فری رکھنے کو کہا تھا ذہنی دباؤ کی وجہ سے ہی وہ اس حال میں پہنچی تھیں۔

شہرام ان کے ساتھ ایک گھٹنہ موڑ کر بیٹھتے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دکھ سے گویا ہوا۔

"آپ اگر یوں اپنی صحت خراب کر کے۔۔۔" ابھی وہ اپنی ناراضی ظاہر کرتا کہ وہ بپھر کر اسے ٹوک گئیں۔

"چلے جاؤ یہاں سے شہرام"

"ماما پلیز بس کر دیں یہ جنگ آپ اچھے سے جانتی ہیں آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے میرا بابا کو کھونے کے بعد واحد آپ ہی ہیں میرے جینے کی وجہ آپ کو کھونے کا تصور بھی کس قدر

تکلیف وہ ہے میں نہیں بتا سکتا" اس کے لہجے میں بھرا دکھ وہ صاف محسوس کر سکتی تھی اور یہی موقع ان کو غنیمت لگا۔

"تو کیوں کر رہے ہو ضد مان لو میری بات" ان کے لہجے میں تھکن تھی۔

"اگر آپ یہ سب اس وجہ سے کر رہی ہیں کہ میں پریشرائز ہو کر اس لڑکی سے شادی کر لوں گا تو پلیز بھول جائیں اس بات کو یہ میرے بس میں نہیں ہے" وہ بے بسی سے گویا ہوا۔

"تو ٹھیک ہے جو تمہارے بس میں ہے وہ کرو اور مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو مگر ایک بات یاد رکھنا اس ضد میں اب تم مجھے ہار جاؤ گے"

"خدا کے لیے ماما ایسا نہ کہیں"

"جاؤ یہاں سے اور نبھاؤ اس سے عشق لیکن میری ایک بات یاد رکھنا میں تمہیں وہ دن کبھی نہیں بخشوں گی جب تم بیمار پڑتے تھے اور میں بھوک پیاس کی فکر سے مبرا تمہیں سارا سارا دن گود میں لیے بیٹھی رہتی تھی، نہ وہ راتیں جب ساری رات تمہیں بانہوں کے جھولے میں جھلا جھلا کر خود نیند اے بھری دکھتی آنکھیں ایک سیکنڈ کو بھی موند نہیں پاتی تھی کبھی نہیں معاف کروں گی تمہیں"

"امی پلیز اب آپ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں"

"اور میری تکلیف کا کیا جو پچھلے دس سال سے مجھ سے چمٹی ہوئی ہے جب جب

تمہارے ویران آنکھیں دیکھتی ہو تمہارا سوناپن دیکھتی ہوں تو جس ازیت سے میں گزرتی ہوں اس سے زیادہ تکلیف نہیں ہوگی تمہیں میری ان باتوں سے"

"وہ بہت چھوٹی ہے ماما آپ میری شادی کرنا چاہتی ہیں ناں۔۔۔؟ میں کسی سے بھی کر لوں گا جس کو آپ پسند کریں گی لیکن اس کی بیٹی نہیں"

"وہ اس کی بیٹی نہیں ہے اور اگر میری پسند کی بات ہے تو میری پسند وہی ہے نہ اس کے سوا میں کسی کو قبول کروں گی اب اور نہ ہی اب تمہیں مجبور کروں گی نہ کوئی بلیک میلنگ ہفتے کی شام انتظار کروں گی آجاؤ گے تو ٹھیک ورنہ میری وصیت یاد رکھنا میرے جنازے کو کندھا نہ دینا" اپنی بات کہہ کر وہ منہ موڑ گئیں۔

"ماما۔۔۔!" وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اور شازیہ کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں بچا تھا آخری پتہ پھینکتے اب وہ سکون سے آنکھیں موندے لیٹی تھیں۔

****

"تیرے ہی پاس ہوگا میرا گمشدہ سکون"

"تیرے ہی اردگرد بھٹکتی ہے یاد بھی۔۔۔!"

وہ لان میں آئیں تو اسے چاند کو تکتے دیکھ وہ مسکائیں وہ بچپن سے ہی چاند کا شیدائی تھا۔ اس نے اپنے قریب قدموں کی آہٹ سنی تو گردن ترچھی کر کے دیکھتا وہ مسکرا کر سیدھا ہوا۔

"کیا بات ہے اتنے چپ کیوں ہو۔۔۔؟"

"نہیں کچھ نہیں" وہ مسکرایا۔

"ناراض ہو مجھ سے۔۔۔؟" وہ ایک دم سنجیدہ ہوئیں۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں میں بھلا آپ سے کیوں ناراض ہوں گا۔۔۔۔؟" وہ تذبذب کا شکار ہوا۔ انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"حنا نے کچھ نہیں بتایا تمہیں۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟ کیا نہیں بتایا اس نے۔۔۔؟" وہ اب کے سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"کل نکاح ہے اس کا"

"واٹ۔۔۔؟" حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"کب۔۔۔؟ کس سے۔۔۔؟ یوں اچانک کچھ ہوا ہے۔۔۔؟" اس کے چہرے پہ بہن کی فکر تھی۔

"ہاں۔۔۔۔" انہوں نے تمام تر روداد اس کے گوش گوار کی۔

"لیکن یہ بھی تو غلط ہے بابا کو بنا بتائے آپ اس کا نکاح کر دیں اور حنا کیا اس کو

کوئی۔۔۔؟" اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تم پوچھو نہ اس سے بات کرو جب سے وہاں سے آئی ہے خاموش اور پریشان ہے"

"پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بس میرا وہم کہہ کے ٹال دیتی ہے لیکن اب میں کھل کر بات کرتا ہوں اس سے" وہ کسی نتیجے پہ پہنچتا بولا۔

"لیکن آپ کو بابا سے بات کرنا چاہیے یوں چپ چاپ کیسے آپ اس کی شادی کر دیں گی اور بابا کو پتہ بھی نہیں چلے گا؟"

"شادی نہیں فل وقت صرف نکاح کر رہی ہوں" وہ اعتماد سے بولیں۔

"پھر بھی بابا کا ہونا تو۔۔۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے وہ شہرام سے حنا کے نکاح ہونے دے گا؟ نہیں فرہاد ایسا نہیں ہو گا وہ اپنی ضد کا بہت پکا ہے باغی ہو جائے گا میرے فیصلے سے اور میں اس عمر میں اس کی بغاوت نہیں سہہ سکوں گی"

"آپ پلیز پریشان نہ ہوں۔۔۔ میں بات کرتا ہوں" انہیں پریشن دیکھ وہ بھی پریشان ہوا مگر حوصلہ دینا بھی ضروری تھا۔

"نہیں اگر تم میرے بیٹے ہو تو ابھی بات نہ کرو بس نکاح کے لیے اپنے کسی دوست کو گواہ کے طور پہ بلاؤ ایک دو یا" وہ اس کے ہاتھ پہ اپنا کمزور ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"آپ بے فکر رہیں دادو سب ہو جائے گا" وہ ان کی کمزور ہوتی طبیعت کو دیکھ انہیں دلاسا

دے گیا۔

"آپ آرام کریں اب"

"تم حنا سے بات کر لو کہیں عین وقت وہ کسی جذباتیت کا اظہار نہ کر دے" انہوں نے اپنی تشویش اس کے سامنے رکھی۔ وہ تھا ہی ایسا اپنی عمر کے لڑکوں سے مختلف سنجیدہ سمجھدار نہ صرف سمجھ عقل میں بلکہ ظاہری طور بھی وہ بیس بائیس برس کا لگتا تھا۔ سیاہ سلکی بال اور بھری بھری داڑھی جو ہمہ وقت تراشیدہ رہتی۔ روشن آنکھیں ہمہ وقت جھکی ہوتیں جن سے اس کی برابر لمبی گھنی سیاہ پلکیں اور بھی واضح لگتیں۔

"میں کرتا ہوں بات۔۔۔۔ آپ آئیں میں کمرے میں چھوڑ آتا ہوں آپ کو"

"نہیں تھوڑی دیر یہیں بیٹھنے دو۔۔۔ تم بھی بیٹھو" اسے کھڑے دیکھ وہ ممتا بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر بولیں۔

"کسے تلاش کر رہے تھے چاند میں" وہ شرارت پہ آمادہ ہوئیں۔

"میں بس چاند دیکھ رہا تھا چاند میں کہاں لوگ رہتے ہیں۔۔۔؟ جہاں میں کچھ تلاش کروں گا" وہ ہنس دیا۔

"لوگ تو رہتے ہیں چاند میں وہ لوگ جو ہمارے دل میں کہیں بہت گہرا گھر کر بیٹھتے ہیں وہ لوگ جنہیں ہم اپنے سامنے اس بے باکی سے نہیں دیکھ سکتے"

"ہاہاہاہا" اس کا قہقہ بے ساختہ ہوا۔

"پلیز دادو"

"ایک بات پوچھوں۔۔۔؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہمم۔۔۔۔؟"

"عائزل کیسی لگتی ہے تمہیں۔۔۔۔؟" وہ ایک پل کو گڑبڑایا پھر فوراً سے پہلے سنبھلا۔

"کیا مطلب لڑکی ہے اور لڑکی ہی لگتی ہے" اس نے غیر سنجیدگی سے کہا۔

"میں سیریس ہوں فرہاد, وہ ڈپٹ کر بولیں۔ وہ فوراً سنجیدہ ہوا۔

"دادو آپ۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ بات پلٹتا وہ فوراً سختی سے بولیں۔

"میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو"

"ایک تو آپ پھپھو بھتیجی مجھ بیچارے کنوارے لڑکے پہ جو یہ تشدد کرتی ہیں نا" وہ منہ بسور کر بولا۔

"ہممم یعنی جو میں سوچ رہی ہوں سچ ہے وہ۔۔۔؟" انہوں نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

وہ زچ ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"سرد ہوا ہے دادو آپ کے گھٹنوں کے لیے مضر ہے میں آپ کو کمرے میں چھوڑ آتا ہوں" وہ جان چھڑا رہا تھا۔

"ہوں چلو پھر حنا سے بھی بات کر لینا" انہوں نے اس کے ہاتھ کا سہارا لیتے کہا۔

****

"ہر کسی کے نام پہ نہیں گونجتی"
"دھڑکنیں بڑی با اصول ہوتی ہیں"

اسے میسجز کر کے وہ کافی دیر انتظار کرتے تھک گیا تو کال کی مگر جواب ندارد اب اس کا دروازہ بجانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

وہ دبے پاؤں چلتا اس کے کمرے کے دروازے پہ آیا تو دروازہ پہلے ہی کھلا تھا سامنے کے منظر سے اس کے لیے نظر ہٹانا مشکل ثابت ہوا تھا۔

سیاہ گھنے کمر کے درمیان تک آتے ریشمی گیلے بال جنہیں وہ برش میں پھنسا کر ڈرائیر کی مدد سے خشک کر رہی تھی دوپٹے سے بے نیاز اس کا خوبصورت سراپا سامنے شیشے میں واضح تھا جس سے بے نیاز وہ برش کو دیکھ رہی تھی وہ بے ساختہ پیچھے ہٹا۔ پھر دل پہ ہاتھ رکھ کر اس کی غیر ہوتی دھڑکنوں کو شاید معمول پہ لانے کی کوشش کی گئی تھی۔

وہ دیوار سے پشت ٹکائے اس قیامت خیز حسن کو دیکھ کر نجانے کیوں پچھتا رہا تھا جبکہ دل مسلسل ایک نظر سے ابھی سیراب نہیں ہوا تھا۔

وہ خود پہ ضبط کرتے واپسی کے لیے بڑھ کہ ٹی وی لاؤنج میں گم صم بیٹھی حنا کو دیکھ اپنی

تمام بے چینیوں اور بکھری سوچوں کو سمیٹ کر اس کی طرف آیا۔

اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر وہ اس کے ساتھ بیٹھا وہ جو اپنی سوچوں میں ہی گم تھی سر پہ وزن سا محسوس کرتی سر اٹھا کر اس کو دیکھنے لگی پھر اس کو اپنے قریب بیٹھتے دیکھ سیدھی ہوئی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟"

"بس یوں ہی تم سوئے نہیں بھی۔۔۔؟"

"نہیں دادو کے پاس تھا انہوں نے بتایا تمہارا نکاح کر رہی ہیں" وہ ازحد سنجیدہ تھا۔

"ہمم" وہ ناخن کھرچتی سکون سے ہامی بھر گئی۔

"خوش ہو تم اس نکاح سے۔۔۔؟" اس نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا شاید تاثرات جاننے کی مکمل کوشش۔

اس کے سوال پہ حنا نے بے اختیار اس کو دیکھا بخار سے اس کا تپتا چہرہ اور سرخ آنکھیں مزید جلنے لگیں۔

"تمہیں بتایا نہیں دادو نے وہ اماں جان سے محبت کرتے ہیں"

"دادو نے بتایا ہے کہ وہ اچھا لڑکا ہے" وہ جان کر بات گول کر گیا وہ اس کے اچھے مستقبل کے لیے دعا گو تھا اسے صرف مثبت سمت دکھانا چاہتا تھا۔

"جانتے ہو کون ہے وہ۔۔۔؟"

"نہیں"یک لفظی جواب۔

"وہی جو اس دن یونیورسٹی میں ملا تھا شہرام اس دن پارٹی میں بھی تھا بخت خالہ نے بتایا تھا نا۔۔۔؟"

وہ چونک کر سیدھا ہوا پھر کچھ سوچ کر پر سکون ہوا۔

"اچھا سوبر سا انسان ہے لیکن۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے الجھا۔

"لیکن۔۔۔؟"

"لیکن بڑا ہے تم سے کافی۔۔۔کیا بابا جان کے بغیر تم یہ نکاح کر لوگی" وہ فوراً بات کا رخ بدل گیا مبادا اس کا چھوٹا سا دل اسی بات کو لے کر برا نہ ہو جائے۔

"سکول میں پیرنٹس ڈے ان کے بغیر ہی مناتے آئے ہیں ہم ان کے بنا ہی میرا برتھ ڈے کیک کٹ جاتا تھا اور ان کے بغیر ہی میرا آئی ڈی کارڈ بنا ان کے بغیر ہی یہاں یونی کیں ہمارا ایڈمیشن ہو گیا اب نکاح میں بھی شریک نہ ہوئے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے" اس کے لہجے کی اذیت پہلی دفعہ فرہاد نے بری طرح محسوس کی۔

"حنا یوں ان سے بدظن نہ ہو"

تمہارا دل ان سب کے لیے بڑا ہے فرہاد بابا کے لیے تانی میڈم کے لیے لیکن میں نہیں بھول سکتی اپنی وہ محرومیاں جو ان کے توصل سے اٹھائی ہیں" وہ پلکوں پہ ٹھہرے آنسو صاف کرتے بولی۔

"تو کیا تم نکاح کرو گی۔۔۔؟"

"ہمم اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو ضرور" وہ اٹل لہجے میں گویا ہوئی۔ وہ اس رات ہی اپنے دل کو سمجھا چکی تھی جس لے پہ وہ چل رہا تھا اسے ٹوک گئی تھی مگر آج اگر اسے موقع مل رہا تھا تو وہ اسے گنوانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"میری دعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو ایک بات یاد رکھنا حنا زندگی کے ہر موڑ پہ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے اس کا مان بڑھا گیا۔ حنا نے اس کے کندھے پہ سر رکھ کر تھکن سے چور آنکھیں موند لیں۔

"اچھا اب سو جاؤ اور صبح تمہارے نکاح کا جوڑا ہم دونوں پسند کریں گے"

وہ اپنے سمیٹے ہوئی سفیدپیروں کو صوفے سے لٹکا کر جوتے پہنتی کمرے میں گئی۔ پیچھے وہ بھی سرد آہ خارج کرتے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ دل میں ہوتی ہلچل البتہ آج اسے سونے نہیں دینے والی تھی۔

****

صبح کا سویرا ہر روز جیسا ہی تھا وہ نماز کے بعد یوں ہی چت لیٹی چھت پہ لگے سیاہ و سنہری پنکھے کو دیکھ رہی تھی۔ جب عائزل اس کے لیے ناشتہ لائی۔

"یہ لو حنا کچھ کھا لو پھر میڈیسن لے کر تمہیں جانا ہے فرہاد کے ساتھ" حنا نے کوئی حرکت نہ کی تو وہ پالتی مار کر اس کے ہاتھ کو تھام گئی۔

"جب فیصلہ کر لیا ہے تو کیوں خود کو یوں اذیت دے رہی ہو" وہ بھی اداس تھی حنا کی خاموشی پہ۔

"دنیا میں نجانے کتنے ہی لوگوں کو محبت ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پا کر اچھی زندگی گزارتے ہیں میرے ساتھ ہی یہ کیوں ہوا۔۔۔۔؟"

"پہلی بات حنا محبت آسانی سے نہیں ملتی یہ صرف ہم جیسے لوگوں کی نظر کا دھوکہ ہوتا ہے دوسری بات تمہارے ساتھ یہ کیوں ہوا اس کا شکوہ تم کس سے کر رہی ہو۔۔۔؟ وہ جو مالکِ کل ہے۔۔۔؟ جو تمہیں ستر ماؤں سے بھی زیادہ چاہتا ہے" حنا یک دم بوکھلا کر اٹھی۔

"نہیں۔۔۔!" وہ سر نفی میں ہلاتے بولی جیسے اپنی غلطی چھپانے کو کوئی معصوم بچہ جھوٹ بول رہا ہو۔

عائزل نے اس معصوم سی لڑکی کے گال پہ ہاتھ رکھا۔

"تو بس پھر اللہ پہ بھروسہ رکھو وہ سب اچھا ہی کرے گا اور یوں خود کو سزا نہ دو کھانا کھاؤ میڈیسن لو اور فرہاد کے ساتھ جا کر ڈریس لے آؤ ابھی تو تمہاری سٹرگل شروع ہوئی ہے ابھی سے کمزور پڑ رہی ہو۔۔۔؟" وہ بہت پیار سے سمجھاتے اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر

اسے کے سامنے کر گئی۔

"چلو کھاؤ شاباش" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو حنا نے آنسوؤں کے ساتھ کڑوا سا سینڈوچ بھی نگلا۔ بخار کی وجہ سے اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہو چکا تھا۔

حنا بار بار اس پری پیکر کو دیکھ رہی تھی جو اس سے محض ایک سال چھوٹی تھی مگر کس قدر سمجھدار تھی۔

بس دو چار نوالے اسی کے ہاتھ سے کھا کر اس نے اسے مزید نوالہ بنانے سے روکا۔

"اچھا ٹھیک ہے یہ لاسٹ اور ٹیبلٹ لو" آخری نوالہ زبردستی اس کے منہ میں ڈالتی وہ پانی کا گلاس اسے تھما کر ٹیبلٹ نکال کر اسے پکڑا گئی۔

"تم اتنی اچھی کیوں ہو عازو"

"کیونکہ تم اتنی اچھی ہو" وہ کھل کر مسکرائی تو حنا بھی مسکرا دی۔

"شکر ہے تم مسکرائی تو ورنہ مجھے لگ رہا تھا کچھ دنوں میں میں یہ بھی بھول جاؤں گی کہ حنا کبھی ہنستی تھی اللہ نہ کرے" وہ خود ہی ہنستے ہوئے اس کی ہنسی کی سلامتی کی دعا بھی کر گئی۔

ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ فرہاد نے دستک دے کر انہیں خاموش ہونے پہ مجبور کیا۔

"چلیں شاپنگ۔۔۔؟"

"ہاں اور تم بھی چلو عازو"

"میں۔۔۔؟ میں کیا کروں گی۔۔۔؟"

"مجھ بیمار کی دیکھ بھال اب چلو" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"میں نیچے انتظار کر رہا ہوں" کہہ کر وہ آخری مرتبہ اس کی پشت پہ نظر ڈالتا وہاں سے چلا گیا۔

"میں نہیں جاؤں گی حنا تم لوگ جاؤ میں دادو کے ساتھ گھر پہ ہی ٹھیک ہوں"

"لیکن کیوں۔۔۔؟"

"مجھے ڈر لگتا ہے"

"ہم ہیں نہ ساتھ فرہاد ہے ہمارے ساتھ"

"اسی سے تو ڈر لگتا ہے" وہ ہولے سے بڑبڑائی مگر حنا سن چکی تھی.

"کیوں کیوں ڈر لگتا ہے اس سے۔۔۔؟" وہ ہولے سے اس کے قریب بیٹھی۔

"وہ بہت برا ہے تمہیں نہیں پتہ اس دن اس نے کتنی بدتمیزی کی تھی میرے ساتھ" وہ سر جھٹک کر بولی۔

"کیا بدتمیزی کی تھی۔۔۔؟" وہ ایک دفعہ پھر سے پریشان ہوئی اس دن اس کا سسکنا وہ بہت بری طرح نوٹ کر رہی تھی۔

عائزل نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پھر خاموشی سے سر جھکا گئی۔

"کیا اس نے بیڈ ٹچ کیا تھا۔۔۔۔؟" وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔

"نہیں۔۔۔۔!" وہ یک دم چیخ اٹھی۔

"وہ ایسا نہیں ہے" اس کے آنکھوں میں سرخ ڈورے مزید واضح ہوئے جیسے یہ الزام اسے تڑپا گیا تھا۔

"تم پاگل ہو۔۔۔؟ تم۔۔۔ تمہارا بھائی ہے وہ تم۔۔۔ کیسے ایسا سوچ سکتی ہو اس کے بارے میں" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے جیسے اس کی وضاحت دے رہی تھی۔

"تو پھر کیوں بار بار کہتی ہو اسے برا۔۔۔؟" حنا کو یک گونہ سکون ہوا تھا اس کے اس طرح صفائی دینے پر۔

"کیونکہ۔۔۔۔ تم۔۔۔ میں۔۔۔" وہ بری طرح پزل ہوئی۔

"کیا تم۔۔۔ میں۔۔۔؟ کھل کر کہو"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا" اس نے انگلیاں مروڑتے کہا۔

"تو کیا مطلب تھا عازو تم نے کبھی کسی کو برا نہیں کہا پہلی دفعہ تم نے فرہاد کو برا کہا ہے تو اس کا کیا مطلب لیتی ہیں۔۔۔؟"

"یہ مطلب تو ہرگز بھی نہیں لینا چاہیے تھا تمہیں۔۔۔ اس نے مجھے۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔بہت بری طرح ڈانٹا تھا" وہ روہانسی ہوئی۔

"تو ناراض ہو اس سے۔۔۔؟" وہ جیسے نتیجے پہ پہنچی۔

"نہیں۔۔۔!" سپاٹ سا یک لفظی جواب۔

"پھر کیا چاہتی ہو وہ سوری بولے۔۔۔؟"

"نہ۔۔۔ہییں" وہ چڑ گئی۔

"تو پھر کیا مسلہ ہے۔۔۔؟" وہ نرمی سے پوچھنے لگی۔

"میری ناراضگی سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میرا اس سے کوئی جذباتی یا کسی بھی قسم کا رشتہ نہیں ہے"

"پھر کیوں اداس ہو اس سے چھپتی پھر رہی ہو۔۔۔؟"

"تمہاری غلط فہمی ہے" اس نے سر جھٹکا۔

"اگر غلط فہمی کے بھی تو ایک بات یاد رکھو وہ اکڑو چشماٹو کبھی تمہیں سوری نہیں کہنے والا ورنہ تو دور کر دو یہ غلط فہمی چلو میرے ساتھ"

"حنا۔۔۔!" وہ جیسے اسے تنبیہہ کر رہی تھی۔

"تو میں سمجھوں آگ دونوں طرف برابر لگی ہے" وہ آنکھوں میں شرارت سمو کر بولی۔

"کیا مطلب...؟" وہ نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگی۔

"کچھ نہیں چلو۔۔۔ہاہاہا" وہ ہنستے ہوئے زبردستی اسے بیڈ سے نیچے اتار گئی۔

"حنا"

"بس چپ کر کے چلو اب" وہ الماری اسے اس کا عبایا نکال کر اسے تھماتی مان سے بولی تو وہ بھی چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی۔

شاپنگ کے بعد فرہاد نے زبردستی ان دونوں کو پارلر چھوڑا تھا وہ نہیں چاہتا تھا اپنے اس خاص دن پہ وہ مستقبل میں پریشان ہو یا اسے کسی قسم کا کوئی ملال ہو۔ وہ چاہ کر بھی عکاشہ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکا تھا مگر اب خود اسے باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

کب شام ہوئی اور کب وہ واپس اسے گھر لے کر لوٹا اسے اپنی مصروفیت میں وقت بیتنے کا کچھ علم ہی نہ ہوا تھا۔ لاؤنج میں پہنچتے ہی حنا کو وہ شہرام کے پہلو میں بٹھا گیا جہاں مولوی اب اس کا نکاح بھی شروع کر چکا تھا۔

شہرام جو اسے اس ہال نما کمرے میں اپنی طرف آتے دیکھ پتھر کا ہو گیا تھا، بہت ہلکے پستہ رنگ کے اوپن میکسی نما فراک جو اس کے پیروں کے ٹخنوں کو چھو رہی تھی میچنگ ہیلز دائیں جانب کو سیٹ کیے دوپٹے میں سے جھانکتے اس کے سنہری بالوں کی چٹیا اس کی دمکتی سفید رنگت بڑی بڑی ذہین آنکھیں جو پلکوں کی جھالر تلے آج چھپی تھیں مغرور ناک جو اس نے باپ سے چرائی تھی لبوں کا خوبصورت و دلفریب تراشیدہ جوڑا جو ہر وقت ہلتا رہتا آج سختی سے بند تھا۔

"حنا بنت علی عکاشہ آپ کا نکاح شہرام بن مظہر سے بعوض حق مہر فاطمی طے پایا ہے کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟"

کچھ ہی سیکنڈز بعد وہ کپکپاتی پنکھڑیوں سے ہونٹوں سے "قبول ہے" کہہ چکی تھی۔ نکاح کی گھڑیاں بھی دن کی طرح جلد ہی گزر چکی تھیں۔

وہ حنا علی عکاشہ سے مسز حنا شہرام مظہر بن چکی تھی۔ زندگی میں یوں اچانک رونما ہونے والی اس تبدیلی سے وہ روشناس ہو کر وہ عجیب سا محسوس کر رہی تھی اچھا یا برا یہ ابھی وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

****

شہرام کو ایک پل کے لیے اپنی قسمت پہ رشک ہوا اپنی محبت کو کھو دینے کا دکھ، اسے نا پا سکنے کا احساس کمتری سب کچھ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ عجیب سی سرشاری تھی جو اس کی روح میں گھلنے لگی تھی وہ اس کے پہلو میں بیٹھی دوسری لڑکی تھی جو اس کے بے بہرہ دھڑکتے بنجر دل کو نئی دھن دے گئی تھی۔ اور اسے یہ دھن پہلی دھن سے کہیں زیادہ سریلی محسوس ہو رہی تھی۔ اپنے دل میں جنم لیتے ان نئے جذبات سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ابھی وہ شازیہ اور زرتاج بیگم کی طرف بڑھتا کہ سامنے سے بپھرے شیر کو اپنی جانب آتا دیکھ وہ مکمل اس کی طرف گھوما۔

"اوہ عکاشہ صاحب۔۔۔" ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ عکاشہ نے اسے گریبان سے جھنجوڑا۔

"تیری یہ ہمت کہ میری بیٹی سے نکاح کرلے گا میرے اجازت کے بغیر۔۔۔؟"

شہرام نے بہت آہستہ مگر مضبوط ہاتھوں سے اس کے ہاتھ پکڑے پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرایا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے نکاح کے لیے دلہن کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔؟" وہ جان بوجھ کر بھگو بھگو کر اسے لگا رہا تھا۔

"بہت ہمت آگئی ہے۔۔۔؟" اس نے جیسے اسے چیلنج کیا۔

"اونہوو شروع سے تھی مگر دکھانے کا حق نہیں تھا اب ہے" اس ایک نظر پیچھے کھڑی بالی پہ ڈالی جو ششدر سی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر وہ جانتی تھی مگر اسے فکر تھی تو صرف حنا کی اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا خوف وہ بخوبی دیکھ چکا تھا۔

"ویسے بھی جب بڑوں کے درمیان کمٹمنٹ ہو چکی ہو تو آپ کا بولنا اب فضول ہے" ماضی میں کہا اس کا جملہ اسے لوٹاتے وہ تپاتی مسکراہٹ سجائے اس کے کندھے سے نا دیدہ دھول صاف کرتے بولا۔

"تیری تو وہ ایک ہی پل میں اس کی گردن میں بازو ڈال کر اس کی پشت سینے سے لگا گیا۔

شہرام نے اگلے ہی پل کہنی اس کے پیٹ میں ماری۔

"بابا۔۔۔!" وہ چیخ کر عکاشہ کا اٹھتا ہاتھ پکڑ گئی۔ عکاشہ نے تنفر سے اسے دیکھا اس سے پہلے وہ کچھ بھی کہتا یا کرتا بالی نے اس کا بازو دونوں ہاتھوں سے تھاما۔

"پلیز عکاشہ بیٹھ کے بات ہو سکتی ہے" عکاشہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر ہٹایا اور زرتاج بیگم کو دیکھا جو اب شہرام کے کندھے پہ ہاتھ رکھے اس کی فکر میں پریشان نظر آرہی تھیں۔

"اچھا نہیں کیا آپ نے اماں جان" اس نے سرخ انگارہ آنکھوں سے شکوہ کیا۔

"تین ہفتوں کا وقت ہے آپ لوگوں کے پاس اپنی امانت لینے آجاؤں گا اور اگر کسی نے کوئی ڈرامہ کرنے کی کوشش بھی کی تو اپنی امانت اور حق حلق میں ہاتھ ڈال کر بھی نکال لوں گا۔۔۔ عکاشہ صاحب" وہ جلانے والی مسکراہٹ اس کی جانب اچھال کر ماں کا ہاتھ تھامتے وہاں سے چل دیا شازیہ بیگم ابھی کچھ کہہ رہی تھیں مگر وہ زبردستی انہیں ساتھ لے جا چکا تھا۔

****

"نگاہِ عشق کا عجیب ہی شوق دیکھا"

"آپ کو ہی دیکھا اور بے پناہ دیکھا۔۔۔!"

رات کے ڈھائی بجے وہ لاؤنج میں سے گزرا تو اسے سنگل صوفے پہ ہی سوتے دیکھا۔ وہ الٹے قدم چلتا واپس پلٹا پھر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ایک بازو صوفے پہ رکھے اس کہنی پہ سر رکھے وہ مسٹرڈ اور گولڈن رنگ کے امتزاج کے فراک پہ اس کے ساتھ میچنگ فینسی حجاب کیے ہلکا مگر مہارت سے کیا گیا میک اپ اس کے نقوش کو مزید خوبصورت بنا رہا تھا گھنی پلکیں گالوں کے ساتھ چپکی تھیں ابھری چیک بون تھوڑی پہ ہلکا سا گدھا فرہاد کا دل ڈوب کے ابھرا تھا اس گڑھے پہ اس کی نازک پتلی سے انگلیاں جو دوپٹے میں الجھی ہوئی تھیں۔ خود پہ وہ دوپٹہ اوڑھے بیٹھے بیٹھے ہی سو چکی تھی۔

اس کی نظروں کی تپش تھی کہ وہ کسمسائی فرہاد ایک پل کو گڑبڑایا پھر اس کے دوبارہ پر سکون ہونے پہ واپس سینے پہ ہاتھ باندھ کھڑا ہوا۔

بہت آہستگی سے عائزل کی آنکھیں کھلیں اور اگلے ہی پل اس سے ٹکرائیں وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جس سے ان کے درمیان فاصلہ کم ہو چکا تھا دوپٹہ خود پہ مزید پھیلانے جو ہاتھ میں ہی الجھ رہا تھا۔ فرہاد سامنے سے ہٹ چکا تھا۔

"یہاں کیوں سو رہی ہو۔۔۔؟"

"وو۔۔۔ وہ حنا۔۔۔ اس نے روم۔۔۔ لو۔۔ لوک کر لیا ہے شاید" وہ گھبراہٹ میں اٹک اٹک کر بولی۔ فرہاد نے چور نظر اس پہ ڈالی جو کپکپاتے ہاتھ مسل رہی تھی۔

"تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اگر اس نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کی ہو تو۔۔۔؟" وہ بھاگ کر اس کے کمرے کی طرف آیا۔

"حنا۔۔۔۔! دروازہ کھولو"

"ڈونٹ وری وہ کچھ نہیں کرے گی" اسے دھڑا دھڑ دروازہ پیٹتے دیکھ وہ اعتماد سے بولی۔

"تمہیں کیا پتہ" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"میں جانتی ہوں اسے وہ اتنی کم ہمت نہیں ہے"

"حنا اوپن دا ڈور یار فار فاڈ سیک" پریشانی فکر اس کے چہرے پہ واضح تھی۔

"حنا پلیز دروازہ کھول دو" عائزل نے بھی حصہ ڈالا۔

" چلے جاؤ تم سب یہاں سے اب اور کتنا تماشہ بنانا ہے میرا جاؤ یہاں سے"

"مجھے تو آنے دو یار میں اس وقت کہاں جاؤں کوئی اور روم بھی خالی نہیں ہے" وہ دروازے کے ساتھ چپک کر بیٹھتے التجا کر گئی۔

فرہاد نے بہت سکون سے اس کا زمین پہ پھیلا فراک دیکھا۔

کھٹ پٹ کی آواز پہ عائزل نے اپنی سبز آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو (دیکھ لو سچ کہا تھا نا)۔

دروازہ کھلتے ہی وہ اس کے سامنے آئی اور فرہاد بھی اندر گھسا۔

"کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟" فرہاد نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا۔

"پلیز فرہاد" وہ بے بسی سے بولی رونے کی وجہ سے گلا بیٹھ کر چکا تھا۔

"کیا پلیز حنا۔۔؟" اس کی یوں بکھری بکھری حالت دیکھ وہ تڑپ سا گیا۔

"دادو نے بات کی ہے بابا سے تم پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ اسی لیے میں دادو سے کہہ رہا تھا بابا سے بات کر لیں"

"لیکن انہیں پتہ کیسے چلا۔۔۔؟"

"کسی رائیول نے بتایا ہے انہیں" وہ لہجے میں کڑواہٹ گھول کر بولا تو عائزل نے چور نظروں سے اسے دیکھا پھر فوراً سر جھکا گئی۔ انہیں مزید باتیں کرتا دیکھ وہ اپنے کپڑے لیتی باتھ میں بند ہو گئی۔

"تم فکر نہ کرو اماں جان اور دادو نے بابا کو کول ڈاؤن کر دیا ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔؟" وہ فوراً بولی۔

"تمہیں بیچ میں یوں نہیں آنا چاہیے تھا" اس نے اسے سامنے بیڈ پہ بٹھاتے دھیرے سے کہا۔

"میں ڈر گئی تھی فرہاد بابا کو بہت غصہ کرتے دیکھا ہے لیکن یوں اس قدر غصہ مجھے لگ رہا تھا وہ اسے جلا کر بھسم کر دیں گے" وہ آنکھیں مکمل کھولے سہم کر بولی تو فرہاد کو اپنی بہن

کی معصومیت پہ بے انتہا پیار آیا وہ اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر تھپکا۔

"کچھ نہیں کریں گے وہ انہیں علم ہو چکا ہے وہ اب تمہارے شوہر ہیں" اس نے مسکرا کر اسے تسلی دی۔

"اور اماں جان۔۔۔؟" وہ اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے اسے تکتے بولی۔

"اماں جان کیا۔۔۔؟ وہ قائل کر رہی ہیں انہیں کہ جو ہو چکا ہے وہ ہی ہونا تھا اور یوں ہی ہونا تھا سو انہیں اب یہ سب قبول کرنا ہو گا"

"کیا وہ قبول کر لیں گے۔۔۔؟" اس نے آس سے پوچھا۔

"کوئی اور آپشن بھی تو نہیں ہے ان کے پاس"

"لیکن وہ خوشی سے تو قبول نہیں کریں گے نا" اس نے گالوں پہ گرتے آنسو صاف کرتے کہا۔

"ہمم لیکن تمہاری خوشی کے لیے قبول کر لیں گے"

"ان کے لیے میری خوشی اہم نہیں ہے" اس نے سر نفی میں ہلاتے پورے یقین سے کہا۔

"ایسا نہیں ہے حنا" ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اس کی صفائی پیش کر گیا۔

"تو کیسا ہے بچپن سے یہی تو ہوتا آیا ہے میرے ساتھ ان کے لیے میں یا میری خوشی کبھی بھی میٹر نہیں کرتی تھی ان کے لیے تمکین اور اس کی خوشی میٹر کرتی ہے" اس نے

ہمیشہ والا شکوہ کیا۔

"کم آن تم ہر بات پہ ایسا کیوں کہتی ہو تمکین بھی تو ہماری بہن ہے" اس نے ایک دفعہ پھر اس کی گالوں پہ گرا شفاف پانی صاف کیا۔

"ہاں میری بہن ہے وہ لیکن بابا کی وفادار بیوی کی بیٹی ہے اس کی شکل میں انہیں بالی مم نظر آتی ہیں اور میں میری شکل میں تانی میڈم اسی لیے وہ کبھی میرا چہرہ نہیں چومتے کبھی میرے۔۔۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"تم خواہ مخواہ ایموشنل ہو رہی ہو اس احساس کمتری سے نکلو حنا"

"احساس کمتری نہیں ہے فرہاد حقیقت ہے" وہ جیسے بلبلا اٹھی تھی اس کی بات پہ۔

"تم نے کبھی غور کیا ہی نہیں، آفس سے آتے ہی بابا جان اسے گود میں لیتے تھے دنیا جہان سے غافل ہو کر وہ اس سے باتیں کرتے وہ اس بارے میں بھی غافل ہو جاتے کہ میں بھی ان کے اس شفیق بھرا لمس چاہتی ہوں میرا بھی دل چاہتا تھا وہ یوں ہی مجھ سے میرے دن کی روداد بھی سنیں، اماں جان شاید اس بات کو محسوس کر لیتی تھیں تو۔۔۔ وہ سونے سے پہلے کافی دیر مجھے گود میں لیتی تھیں مجھ سے باتیں کرتیں سکول میں گزرے دن کا حال پوچھتیں مگر پھر بھی میرا دل چاہتا تھا فرہاد کہ بابا بھی پوچھیں، تم سے تو پھر بھی وہ باتیں کرتے تھے تمہیں سینے سے لگاتے تھے مگر میں پاس کھڑی بھوکے ترسے ہوئے ندیدے بچوں کی طرح یہ سب دیکھتی رہتی تھی بس اور پھر میں نے ان کے

پاس آنا ہی چھوڑ دیا اور پھر انہوں نے کبھی میری کمی محسوس کی ہی نہیں جب تک میں نے زبردستی ان سے تعلق جوڑے رکھا تب تک میں تھی جب میں نے چھوڑ دیا کہ شاید اب وہ میری کمی محسوس کریں گے تو ان کے لیے تو میں جیسے اِگزسٹ کرتی ہی نہیں تھی اور تم بات کرتے ہو میری خوشی کی"

"اچھا ٹھیک ہے ابھی یہ سب باتیں چھوڑو تم حال دیکھو اپنا کیسے زدر ہو رہی ہو اٹھو چینج کرو میں کھانا لاتا ہوں" اس کا سر تھپتھپا کر وہ کمرے سے چلا گیا جبکہ وہ تھکن سے چور ہوتی بھاری بھرکم میکسی کو اٹھا کر الماری کے پاس آئی۔

عائزل اب سفید شرٹ ٹراوزر پہنے سفید ہی سکارف سے ڈھیلا سا حجاب کیے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنی چوڑیاں اتار رہی تھی۔

حنا اب قدرے نارمل نظر آرہی تھی۔ وہ واشروم گئی تو وہ اس کے کھانے کے بابت سوچتی کچن سے کھانا لینے آئی جہاں فرہاد کھانا گرم کر کے اب ٹرے سیٹ کر رہا تھا وہ واپس مڑی تو اس کی آواز پہ وہیں رکی۔

"سنو رابی۔۔۔ !" اسے واپس مڑتا دیکھ وہ فوراً بولا۔

عائزل کے اندر کچھ چھنا کے سے ٹوٹا۔

"یہ کھانا لیتی جاؤ حنا کو کھلا دینا اور میڈیسن بھی دے دینا" وہ اس کے پاس آیا تو عائزل نے پلٹ کر اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا۔

"تو ابھی تک میں تمہارے لیے رابی ہی ہوں۔۔۔۔؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

فرہاد ایک پل کے لیے ششدر سا ہوا بھلا اس نے یہ نام کیوں پکارا تھا۔ شاید لا شعوری میں۔۔۔

"سوری۔۔۔! میں بھول گیا تھا" اس نے جیسے غلطی مان لی تھی۔

"نہیں تم۔۔۔! بھولے ہی تو نہیں" وہ تلخ مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولی۔

"بھول تو میں جاتی ہوں اپنی اوقات" وہ اوقات پہ قدرے زور دے کر بولی۔ پھر اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر آگے بڑھ گئی لیکن اس کی آنکھ سے گرا آنسو فرہاد کو اس جگہ پہ ٹھہرنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"زندگی کہتی رہی، حدِ ادب حدِ ادب"
"ہم کہ گستاخ مقدر۔۔۔! ہمیشہ الجھے"

****

وہ کمرے میں آئی تو بے سکون سے لیٹے عکاشہ پہ نظر ڈالی جو آنکھوں پہ بازو رکھے تمکین کو سینے پہ لٹائے سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

وہ چپ چاپ ونڈو کے پاس پڑے صوفے پہ آ بیٹھی جہاں سے چاند بالکل واضح نظر آ رہا تھا۔

"میں تو ہمیشہ کوشش کی حنا کے کبھی فرخندہ آنٹی کی طرح نہ بنو۔۔۔ کبھی میری وجہ سے تم باپ بیٹی میں کسی قسم کا گیپ نہ آئے اس کے باوجود بھی اتنی شکایتیں شکوے۔۔۔ شاید میں اپنے طور پہ ہی کوشش کرتی رہی اور عکاشہ اسی پہ مطمئن ہو چکے تھے" اس نے پلٹ کر ایک نظر عکاشہ پہ ڈالی جو اب تمکین کا سر تکیے پہ رکھ رہا تھا۔

وہ سرد آہ خارج کرتے واپس چاند کو دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔؟" وہ اس کے سامنے بیٹھا سرخ نیند بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے بولا۔

بالی کا دل دھڑکا تھا اس کی آنکھوں میں اپنے لیے اس قدر فکر دیکھ کر مگر حنا کی باتیں یاد آئیں تو وہ سرعت سے نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

"تم سے بات کر رہا ہوں مریم" اس نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالتے کہا۔

"کچھ نہیں" دو لفظی مطمئن سا جواب۔

عکاشہ کو اس کا یہ انداز بہت برا لگا تھا۔

"کیوں کر رہی ہو ایسے۔۔۔؟" اس کی پیشانی پہ پڑے بل اس کے ضبط کا پتہ دے رہے تھے۔

"آپ کیوں کر رہے ہیں یوں بے جا ضد مان جائیں پلیز حنا کے لیے اس کی خوشی کے لیے کیا وہ بیٹی نہیں ہے آپ کی۔۔۔؟ اگر تمکین اس کی جگہ ہوتی اور وہ اس رشتے کو ایکسیپٹ کر لیتی خوش ہوتی تو بھی آپ یوں ہی کرتے۔۔۔؟" اس کے سوال پہ عکاشہ ایک پل کو چونکا پھر غصے سے گویا ہوا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں ڈفرنس کرتا ہوں ان کے بیچ۔۔۔؟"

"ہاں کرتے ہیں آپ" اس نے جیسے اسے بتایا تھا۔

"وہ بھی میری ہی بیٹی ہے تم بھول رہی ہو میں اس کا سگا باپ ہوں"

"یہ بات اسے جا کر سمجھائیں" وہ اب کے نرمی سے گویا ہوئی پھر اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سیدھی ہو بیٹھی۔

"جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں نا۔۔۔ تو اظہار بھی کرنا چاہیے تاکہ آپ کے پیاروں کو بھی پتہ ہو آپ ان کے لیے کیا فیلنگز رکھتے ہیں اور اگر بدگمانی ہو جائے تو رشتہ استوار رکھنے کو صفائی پیش کرنا کوئی غلط بات تو نہیں ہے اسپیشلی ایسی سچوئشن میں، آپ کے رویے کو لے کر حنا بہت دکھی ہے، میں نے بھی تو بارہا یہی فیل کیا ہے آپ کو بولا بھی ہے" وہ اب آہستہ آہستہ سمجھانے لگی۔

"اور میں تمہیں بارہا یہی بتا چکا ہوں کہ ایسا نہیں ہے" وہ تڑخ کر بولا۔

"وہ تو ایسا فیل کرتی ہے نا آپ یہ جسٹیفیکیشن اسے دیں" وہ بہت تحمل سے سمجھانے

والے انداز میں بولی۔

"اوکے۔۔۔ !" وہ جیسے اس کی بات سے متفق ہوا۔ آنکھوں میں جلن جیسے اب ختم ہونے لگی تھی۔

وہ کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا پھر اسے مسلسل چاند کو دیکھنے میں مصروف دیکھ وہ خاموشی سے اٹھا۔

"عکاشہ۔۔۔ !" اس کا نام لیتے ہوئے اس کی طرح اس کا لہجہ مٹھاس بھرا تھا۔

عکاشہ کے لب آپ ہی آپ مسکرائے۔ بالی نے زرا آگے ہو کر اس کا ہاتھ اپنی نرم انگلیوں سے مضبوطی سے تھاما اور تھوڑا واپس کھینچا تو وہ جہاں سے اٹھا تھا واپس وہیں اس کے مزید قریب ہو بیٹھا۔

"ایسے پکارو گی تو کسی دن جان لے لو گی" وہ دو انگلیوں کی پشت اس کی گال پہ پھیر کر خمار بھرے لہجے میں بولا۔ بالی نے اس کا ہاتھ واپس اپنے ہاتھ میں لیا۔

"ایک دفعہ آپ کو ایکسپلین کیا تھا آج پھر کر رہی ہوں" عکاشہ نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھی جسے وہ واپس تھام کر نفی میں سر ہلاتے بولی۔

"اس شخص سے میرا کوئی جذباتی رشتہ نہیں تھا اس کے علاوہ بھی کسی سے نہیں، آپ کی غیر موجودگی میں۔۔۔ آپ کی موجودگی میں۔۔۔ آپ کے قریب ہوتے ہوئے یا دور۔۔۔ کسی تنہائی یا کسی بھی سوچ تک میں کبھی کوئی۔۔۔ کوئی اور نہیں تھا صرف

آپ تھے ابھی بھی ہیں صرف آپ" اس نے بہت ٹھہر ٹھہر کر بہت انہماک سے محبت کا اعتراف کیا تھا۔

عکاشہ نے اپنی نم پلکیں جھپک کر اس کی گلابی آنکھوں کو دیکھا جو اس اعتراف پہ دہک اٹھی تھیں۔

"میں نے تو کبھی تم سے جسٹیفیکیشن نہیں مانگی"

"لیکن میں دینا چاہتی ہوں میں مشکوک۔۔۔"

"ششش" اس نے اس کے لبوں پہ اپنی مضبوط انگلی رکھی۔

"کبھی نہیں تم پہ بھروسہ ہے مجھے" اس نے اس کے گردن کے گرد اپنی انگلیوں کا جال بنا کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکائی۔ ایک ہاتھ سے اس کا کپکپاتا ہاتھ سہلا رہا تھا۔

"شہرام اچھا لڑکا ہے وہ حنا کو خوش رکھے گا" عکاشہ ایک پل میں اس سے دور ہٹا آنکھوں میں غصہ پھر سے ہلکورے لینے لگا۔

وہ جانتی تھی یہی ہوگا وہ غصہ کرے گا مگر اسے قائل کرنا تھا۔

"بھروسہ ہے نا مجھ پہ۔۔۔؟" وہ اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی آس سے پوچھنے لگی۔

"حنا ابھی چھوٹی ہے وہ اتنا بڑا دکھ نہیں سہہ سکے گی وہ تو پہلے ہی آپ کی طرف سے بدگمان ہے یہ کر کے آپ اسے اور بدزن کر دیں گے"

Urdu Novels Ghar

"چھوٹی ہے اسی لیے اس کی شادی کرنا چاہتی ہو۔۔۔؟" اس کے سامنے وہ ہارنے لگا۔

"ابھی نہیں کریں گے نا وہ بپھرا ہوا تھا ہم اس سے بات کریں گے آرام سے وہ مان جائے گا حنو کے گریجویٹ ہونے تک شادی نہیں کریں گے نا"

"تم نہیں کرو گی اس سے بات میں اور اماں جان کریں گے" وہ مصنوعی خفگی سے بولا البتہ اس کا یوں پابندی عائد کرنے پہ وہ ہولے سے ہنسی۔

"آن سکیور ہو رہے ہیں۔۔۔؟" وہ ہولے سے اس کے پیٹ میں پنچ مار کر ہنسی۔

عکاشہ اس کی اس حرکت سے خوب محظوظ ہوا تھا۔

"ڈرتا ہوں تمہیں کسی کی نظر نہ جائے" وہ صاف گوئی بیان کر گیا۔

"ڈونٹ وری۔۔۔ شہرام کو جو یہ نیا رشتہ ملا ہے نا اس کو لے کر اس کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں اس کی آنکھوں کی چمک جن میں حنا کے لیے بہت سے روشن جزبات تھے آپ کو نظر نہی آئے ہوں گی لیکن ہم عورتیں بہت تیز نظر ہوتی ہیں ان معاملات میں"

"عورتیں۔۔۔؟ اگر یہی بات میں کہتا تو تم غصہ کرتی" عکاشہ کا قہقہ بلند ہوا۔

"ہاں تو اب میں عورت ہی ہوں نا آپ آدمی اور میں عورت" اس نے سر کو خم دے کر کہا۔ عکاشہ کے مسکراتے لب سمٹے۔

"یہ مکافات عمل ہے نا دیکھو میں نے اپنے سے اتنی چھوٹی لڑکی سے شادی کی اور اب

میری بیٹی۔۔۔" اس نے لب دبائے۔

"اوہ ہو یہ کیا سوچ رہے ہیں آپ بے شک مجھ سے عمر میں بڑے تھے لیکن میں آپ کے ساتھ بہت کمفرٹیبل اور سکیور فیل کرتی ہوں اور آپ بھی تو مجھ سے محبت کرتے ہیں نا۔۔۔؟" اس نے لا شعوری میں عکاشہ کے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔

عکاشہ اس کے یوں پریشان ہونے پہ مسکرایا۔

"اور رہی بات حنا کی تو ایم شیور شہرام اسے بہت خوش رکھے گا اور لڑکی کو ہمیشہ ایک مضبوط اور میچور شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے سمجھ سکے جس کے ساتھ وہ خود کو کمفرٹیبل فیل کرے"

"اور محبت۔۔۔؟"

"وہ بھی کرے گا" اس نے پلکیں جھپکا کر جیسے تصدیق کی تھی۔

"یو شیور۔۔۔؟" اس نے جیسے اگلا خدشہ اس کے سامنے رکھا۔

"یس یس" اس نے سرہاں میں ہلایا۔

"اور شادی بھی دو سال بعد کرے گا۔۔۔؟"

"مان جائے گا ان شاءاللہ"

"اور نہ مانا تو۔۔۔۔؟"

"بات تو کر کے دیکھ سکتے ہیں اور اگر نہ بھی مانا تو بھی ایک راز کی بات بتاؤں یہ جو لڑکے

کم عمر لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں نہ انہیں اپنی بیویوں سے بہت محبت ہو جاتی ہے یہ نیچرل اٹریکشن ہوتی ہے سچ میں" اس کے مسکرانے پہ اس نے اپنی بات پہ زور دیا جیسے اس کے تسلیم کرلینے پہ اصرار کیا۔

"اور تم۔۔۔؟ تم کرتی ہو مجھ سے محبت۔۔۔؟" اس نے اس کے چہرے پہ دائیاں ہاتھ رکھ کر سہلایا۔

بالی کی گندمی رنگت میں سرخیاں گھلیں۔

"ہاں"

"کتنی۔۔۔؟" ایک اور سوال پیش تھا۔

"اتنی کہ۔۔۔۔" وہ سوچنے لگی۔

"کہ۔۔۔؟" وہ ہمیشہ کی طرح اس کی ادھوری بات پہ متجسس ہوا۔

"اگر کوئی کہے ایک طرف زندگی ہے اور دوسری طرف عکاشہ دونوں میں سے کسی ایک کو چنو تو میں آپ کو چنوں گی" اس کے اس قدر خوبصورت جواب پہ وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

"لو یو مور" وہ شدتِ جذبات سے بولا۔

"میں تو مذاق کر رہی تھی" وہ کھلکھلائی۔

"لیکن اب میں مذاق کے موڈ میں نہیں" اس کی ہنسی کو فوراً بریک لگی تو عکاشہ کا قہقہ بلند

ہوا۔

"باباا۔۔۔!" تبھی تمکین کی ڈر کے اٹھ گئی۔

عکاشہ ایک دم بدمزہ ہوا تو بالی کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ دونوں ہی تمکین کے پاس آئے۔ تمکین عکاشہ کو دیکھتے فوراً اس کی جانب کروٹ کر کے سو چکی تھی۔ عکاشہ نے اپنا ہاتھ تمکین کے بازو پہ رکھ کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو بالی بھی اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر سو گئی۔ انہیں یوں سکون سے سوتے دیکھ عکاشہ کی آنکھوں میں بھی نیند اترنے لگی۔

****

"اچھا دعا کرنا پیپر اچھا ہو میرا" وہ بیڈ پہ بیٹھی حنا کے گال سے گال ملا کر مسکرائی۔

"ان شاء اللہ اچھا ہی ہو گا ساری رات تو تیاری کی ہے"

"ہاں نا یار اب کر کوئی تمہاری طرح جینئس تھوڑی ہوتا ہے کہ ایک نظر ڈالی اور بس حفظ ہو گیا" وہ ہنسی۔

"ہاہاہاہ یہ کوالٹی کسی کسی میں ہوتی ہے" وہ نادیدہ کالر جھاڑ کر بولی۔

"کس کے ساتھ جاؤ گی۔۔۔؟"

"ڈرائیور کے ساتھ ظاہر سی بات ہے اچھا اب جا رہی ہوں اللہ حافظ پڑھائی چور" وہ ہاتھ ہلا کر باہر نکلی۔

ان چھے ماہ میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔ حنا دوبارہ نارمل ہونے لگی تھی اب مڈز کے بعد اس کی شادی طے پا چکی تھی عکاشہ اور زرتاج بیگم کی ایک نہ سننے والا شہرام حنا کی ایک ریکوئسٹ پہ اپنا فیصلہ بدل چکا تھا تین ہفتوں کی بجائے شادی اس کے مڈز کے بعد پے پائی تھی۔

تنزیلہ کی ڈیتھ ہو چکی تھی سب اس کی اچانک موت پہ دکھی تھے جن میں سب سے زیادہ تکلیف میں حنا تھی اسکی موت حنا کے اعصاب سے چمٹ گئی تھی مگر شہرام اور عائزل اس دور میں اس کے بہترین دوست واقع ہوئے تھے۔ ان کی توجہ اور محبت نے اسے بہت نارمل کر دیا تھا۔ مگر پڑھائی سے اب وہ جان چڑانے کے چکر میں رہتی مگر اس کے باوجود اس کا ٹاپر کی ریکارڈ نہیں ٹوٹا تھا بے شک وہ غیر معمولی زہانت کی حامل تھی۔

وہ کھڑکی میں کھڑی سامنے لان میں لگے گلاب کے پودوں کو دیکھ رہی تھی۔ مارچ کے موسم میں وہ پودا ہمیشہ جوبن پہ ہوتا تھا پورا گلاب کے پھولوں سے بھرا تھا کچھ کھلے کچھ ادھ کھلے۔

پھر اس کی نظر اس پودے کی طرف آتے شخص پہ گئی۔ بلو جینز پہ وائیٹ نیک شرٹ پہنے

وہ شخص سب کھلے پھول توڑ رہا تھا اس دوران اس کے ہاتھ میں کانٹے چبھے تھے اسی لیے شاید وہ یک دم پیچھے ہوا تو حنا نے اپنا ہاتھ آگے کو بڑھایا پھر اپنی حرکت پہ خود ہی ہنسی۔ اب وہ چھوٹا سا بکے بنا کر وہیں سے کوئی رسی اٹھا کر اسے باندھ چکا تھا پھر اس بکے کو گھما کر چیک کرتے وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال کر واپس مڑا تو حنا کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی۔

کچھ دیر میں دروازے پہ دستک ہوئی وہ جانتی تھی وہی ہو گا دروازہ کھول کر وہ مسکرائی۔

وہی گہری مسکراہٹ جس پہ اس کی ایک گال پہ ڈمپل نمودار ہوا تھا۔

"مارننگ۔۔۔!" وہ زرا سا جھک کر اس کے سامنے وہ بکے کر گیا۔

" گڈ مارننگ" وہ بکے تھامتے ہوئے سر کو خم دے کر بولی۔

"شکریہ نہیں کہو گی۔۔۔؟"

"کس لیے۔۔؟"

"اس کے لیے" اس نے پھولوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ اچھا بول دوں گی بابا کو"

"بابا کو کیوں۔۔۔؟" اس کے سوال میں حیرت تھی۔ حنا نے رخ موڑ مر مسکراہٹ دبائی۔

"کیونکہ۔۔۔" وہ اب پھول ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑے گلدان سے پرانے پھول نکال کر تازہ

پھول لگا رہی تھی۔

"کیونکہ۔۔۔؟" وہ سینے پہ ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا اس کے چہرہ کو وارفتہ نظروں سے دیکھ دہا تھا۔ پچھلے چھے ماہ میں یہ پہلی دفعہ تھا کہ اس کے لبوں پہ ہلکی گلابی لپسٹک اور آنکھوں میں کاجل تھا وہ بری طرح گھائل ہوا تھا۔

"کیونکہ یہ گلاب کا پودا انہوں نے لگایا تھا" اس نے سکون سے کہہ کر اسی کی طرح بازو باندھے البتہ اس کی نظروں کو دیکھتے وہ پزل ہوئی۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہے ہیں میرے گھر میں سے میرے ہی بابا کے پھول چوری کر کے مجھے لا کر دیں گے اور ایکسپیکٹ کریں کہ میں شکریہ بولوں۔۔۔؟ تو یہ تو زیادتی ہے"

"ہمم مجھے لگا تم اتنے ے ے شوق سے اتنیی دور سے پھول توڑ کر اپنی گلدستے میں سجانا چاہتی ہو تو۔۔۔ اسی لیے میں نے یہاں سے توڑ دیے ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی خود کو زخمی کرنے کی(اس نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا) بازار سے اس سے اچھا بکے لا دیتا تمہیں" اس نے پھولوں پہ نظر ڈالی۔

"یہ لگا لیں ورنہ انفیکشن ہو سکتا ہے" حنا نے ڈرار سے ٹیوب کریم نکال کر اس کے سامنے کی۔

"اب نکالنے کی زحمت کر لی ہے تو لگا بھی دو کیونکہ زخم بھی تمہارے توصل سے ہی ملے ہیں" وہ بہت آرام سے اس کو شرمندہ کر رہا تھا۔

"میں نے کب کہا تھا مجھے لا کر دیں تازہ گلاب" وہ دانت کچکچا کر بولی تو شہرام کو ہنسی آئی۔

"اب لگا بھی دو" وہ یوں بولا جیسے درد سے دہرا ہو رہا ہو۔ جبکہ حنا کے ہاتھ اب باقاعدہ کانپنے لگے ایک تو آج اس شخص کی بھٹکتی نگاہیں اوپر سے یہ فرمائش اس نے کب چھوا تھا کبھی کسی مرد کو اور شہرام نے بھی تو کبھی شعوری طور پر ایسا نہیں کیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ جا رہا ہوں۔۔۔ اللہ حافظ" اسے یوں ہی سوچ میں گم دیکھ وہ واپس پلٹا۔

"نہیں۔۔۔ رکیں" وہ فوراً پیچھے بھاگی شہرام جو اس کے روکنے پہ فوراً پلٹا تھا وہ اس سے ٹکرایا۔ نتیجتاً حنا کا سر اچھا خاصہ دکھ گیا تھا۔

"آہہ اندھے ہو گیا۔۔۔؟" وہ اپنا ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

اور شہرام اس کی زبان کے لوٹتے جوہر دیکھ ایک پل تو ششدر ہوا پھر اس کی کلائی تھام کر مصنوعی فکرمندی سے اس کی پیشانی دیکھنے لگا۔

"اوہوو سر پھٹ گیا ہے تمہارا تو سٹچز لگیں گے شاید خون بھی نکل رہا ہے" وہ اس قدر سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ حنا روہانسی ہو کر اپنے ماتھے کو چھونے لگی۔

"کہاں۔۔۔؟ کہاں سے نکل رہا ہے خون آپ انسان ہیں یا بلڈوزر میرا خون نکال دیا" وہ غصے سے چلائی۔

"ہاہاہاہا" شہرام کا قہقہ بلند ہوا۔

وہ آئینے کے سامنے آئی تو اس وہیں سے شہرام کو ہنستے دیکھ اس کا چہرہ ایک پل میں سرخ ہوا۔

"کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔۔؟" اس کی چال سمجھتے وہ غصے سے پلٹی۔

"تم۔۔۔!" وہ ہاتھ جیبوں میں ڈال کر سنجیدگی سے گویا ہوا البتہ لبوں کے کونوں سے مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟" وہ ماتھے پہ بل ڈال کر بولی تو شہرام نے اس کی جانب قدم بڑھائے وہ حواس باختہ ہو کر پیچھے ہٹتی گئی یہاں تک کے دیوار سے جا لگی۔

شہرام نے ایک ہاتھ نکال کر دیوار پہ رکھا اور اس کی جانب جھکا۔ حنا کی جان اب صحیح معنوں میں ہوا ہوئی۔

"سب کچھ تم نے ہی تو کیا ہے" وہ آنچ دیتے لہجے میں بولا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔۔۔۔؟ ہٹو پیچھے" وہ اسے ہاتھ لگانے سے گریز کر رہی تھی۔

"کیا بدتمیزی۔۔۔؟" وہ معصوم بنا۔

"کیوں زبردستی آگے بڑھے آ رہے ہیں" اس کی آواز بھرا گئی۔

"اور جو تم زبردستی اس دل میں گھس آئی ہو اس کا کیا۔۔۔؟" وہ بہت آہستہ بول رہا تھا یوں جیسے اپنی آواز اس تک محدود رکھنا چاہتا ہو۔

دروازے کی دستک پہ وہ دھیرے سے پیچھے ہٹا تو حنا جھٹ سے ڈریسنگ کے سامنے آئی۔

"سوری فار ڈسٹربنگ وہ عائزل کے کالج کا ٹائم ہو گیا ہے" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"اوہ ہاں وہ تم تو تھے نہیں وہ ڈرائیور کے ساتھ چلی گئی پیپر ہے اس کا آج"

"اور تم نے جانے دیا۔۔۔؟ پاگل لڑکی اسے یوں نہیں بھیج سکتے تھے جا رہا ہوں میں واپسی پہ اسے لے کر ہی آؤں گا" وہ غصے سے بولتا وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ شہرام بالوں میں انگلیاں چلاتے خود کو اب پر سکون کر رہا تھا۔ حنا اس پہ نظر ڈالتی باہر کو لپکی مگر وہ اس کو بروقت بازو سے تھام کر اپنے سامنے کر گیا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ مجھے ہر گز آپ سے یہ توقع نہیں تھی" وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"کیا توقع نہیں تھی کیا کیا ہے میں نے۔۔۔؟" وہ اس کے اس رویے پہ غصے سے بولا۔

"بولو۔۔۔؟" اس کی آواز میں اب سختی تھی حنا سہمی۔

شہرام کے جبڑے بھینچے۔ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں پہ وہ نرم پڑا پھر اس کے آنسو اپنی انگلیوں کے پوروں پہ چنا۔

"یار تم تو ایسے بیہیو کر رہی ہو جیسے میں کوئی جن ہوں شوہر ہوں تمہارا اور صرف ہاتھ ہی تو پکڑا ہے تم سیدھی طرح سے کریم لگا دیتی تو اب تک بات ختم ہو چکی ہوتی لیکن نہیں تمہیں تو بس مجھ سے لڑنے کا موقع چاہیے" وہ بڑی خوبصورتی سے اپنی گستاخیوں کو اس پہ پلٹ گیا۔

حنا بس خاموشی سے کھڑی اس کے گرفت سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی

تھی۔ کوشش نے بعد بھی نہ چھڑوا سکی تو دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اسے کھینچنے لگی۔ شہرام نے بہت نرمی سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"اچھا ایم سوری مذاق کر رہا تھا مذاق مذاق میں سب اتنا سیریس ہو گیا۔۔۔ خیر میں بتانے آیا تھا کچھ ضروری میٹنگز کے سلسلے میں آؤٹ اوف سٹی جا رہا ہوں شادی والے دن ہی واپس آؤں گا تم نے اپنا بہت سا خیال رکھنا ہے"

"یعنی اتنے دن تک ملنے نہیں آئیں گے۔۔۔؟" اس کی زبان بے ساختہ پھسلی۔ وہ اس کو دیکھنے کی عادی ہو چکی تھی اور اتنے دن اس کی غیر موجودگی کا سوچ کر ہی اسے عجیب لگا۔

شہرام نے مسکراہٹ دبائی۔

"ہاں ظاہر سی بات ہے۔۔۔۔" وہ اس کے کچھ اور کہنے کا انتظار کرتا رہا پھر اس کی گھنی پلکوں سر سے ڈھلک کر کندھوں پہ گرے دوپٹے ہہ بکھری اس کی زلفوں سے دل میں شوریدا طوفان سے گھبرایا۔

"کچھ دیر یوں ہی تمہارے پاس کھڑا رہا تو مشکل ہو جائے گی بائے" وہ خود پہ ضبط کرتا وہاں سے نکل گیا حنا نا سمجھی سے اس کی جلد بازی پہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"اللہ حافظ" اس کے لبوں نے جنبش کی۔

"کریم تو لگوا لیتے بھلا" وہ سر جھٹک کر ہاتھ میں پکڑی کریم واپس ڈرار میں رکھ کر پھولوں کو

چھو کر اس کا لمس محسوس کرنے لگی خوبصورت سی مسکان اس کے لبوں پہ آٹھہری دل کی دھڑکنیں ابھی بھی بے ہنگم سی رقصاں تھیں۔

****

وہ کالج سے نکلی تو سامنے ہی وہی مال میں ملا شخص اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس نے پریشان ہو کر گاڑی کے لیے نظر ادھر ادھر دوڑائی۔ ابھی اسے گاڑی نظر نہیں آئی تھی مگر وہ شخص اس کے پاس آچکا تھا۔

"ہائے۔۔۔ ! حنا کیسی ہو۔۔۔؟"

"میں ٹھیک انکل آپ کیسے ہیں۔۔۔؟" وہ اس کے اس قدر خوش اخلاقی پہ مروتاً بولی۔

"ایک بیڈ نیوز ہے"

"کیسی بیڈ نیوز۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں پریشانی واضح تھی۔

"تم چلو میں بتاتا ہوں"

"نہیں میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی آپ یہیں بتا دیں پلیز"

"دیکھو جو پرابلم ہے وہ یہاں سولو نہیں ہو سکتی اور اسے سولو بھی تم ہی کر سکتی ہو" وہ اسے شیشے میں اتادنے کو گلوبیر لہجے میں بولا۔

"ایسی بھی کیا پرابلم ہے۔۔۔؟" وہ سختی سے بولی۔

فرہاد سے ڈانٹ کھ لینے کے بعد وہ اتنا تو جان چکی تھی کس سے کیسے بات کرنا ہے۔

"اصل میں وہ میں نے تمہیں بتایا تھا نا تمہارے نانا شیز جانسن آجکل پاکستان میں ہیں اور وہ تمہاری مام کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اس ٹارگٹ کے لیے انہوں نے مجھے چنا کے اگر تم ایک دفعہ ان سے مل لو انہیں سمجھاؤ وہ کہتے ہیں نہ اصل سے سوت پیارا تو ہو سکتا ہے وہ اپنے اس فیصلے کو بدل لیں"

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے ان کے مرڈر پلین کرنے سے کوئی مر نہیں سکتا" وہ اعتماد سے کہتی سامنے سے آتی گاڑی کی طرف مڑی لیکن ایک قدم ہی آگے بڑھی کہ شیگی نے اس کے منہ پہ کلوروفارم رکھا پھر اسے گھسیٹ کر اپنی گاڑی میں ڈال کر بیٹھا اگلے ہی پل گاڑی ہوا سے باتیں کرتی وہاں سے بھاگی۔

اس کی آنکھوں میں ماضی کا ایک ایسا ہی منظر گھوما ساتھ ہی اس نے گاڑی اس گاڑی کے پیچھے لگائی۔ آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ ایک اجاڑ سے گودام میں آئے۔

عائزل کو بانہوں میں تھامے وہ فرحت کے نشے میں چور لڑکھڑاتا ہوا وہاں موجود واحد صوفہ کم بیڈ پہ اسے لٹا کر اس کا چہرہ بے حجاب کر گیا۔

"ارے واہ۔۔۔یہ تو بہت حسین گڑیا ہے" اس کی آنکھوں میں شیطانیت اتری۔

"چلو جوزف میاں بہت غرور ہے نا تمہیں خود پہ اپنی فتح پہ اب یہ غرور تمہاری بیٹی کی

صورت میں کرچی کرچی ہو گا ہاہاہاہاہ" وہ فتح کے نشے میں ڈوبا قہقہ اسے کس قدر مہنگا پڑنے والا تھا ابھی وہ انجان تھا۔

"صاحب۔۔۔ !" یہ کوئی نوجوان ملازم تھا جو شاید اسے شراب کا گلاس دے رہا تھا۔

"ارے میاں اس ولایتی جوس میں وہ مزہ کہاں جو اس دیسی بھنگ میں ہے" وہ بہکا بہکا لگ رہا تھا اس سے پہلے کے غلیظ ہاتھوں سے عائزل کو چھوتا ملازم کی آواز پہ غصے سے مڑا۔

"شباب اور شراب مل جائیں تو مزہ دوبالا ہو جاتا ہے" ملازم کی اس منطق پہ وہ داد دیے بنا رہ نہ سکا تھا۔

"واہ۔۔۔ !" اس کے کندھے پہ تھپکی لگا کر وہ شاباشی دے گیا۔

اگلے ہی پل وہ گلاس ہونٹوں سے لگا کر عائزل کی جانب بڑھا تو اس نوجوان نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔

"جتنی جرات کرنی تھی تم کر چکے شیگی صاحب اب تمہاری حکمرانی ختم جنگل کا قانون بدل گیا اب سے تم یہاں کے راجہ نہیں رہے"

"کیا بکواس ہے یہ" وہ بپھر کر اسے گریبان سے پکڑ کر بولا تو مقابل نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ جس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ جاری ہو چکی تھی۔

"اوہ۔۔۔ ہاہاہاہ۔۔۔ اپنا حصہ چاہتے ہوت۔۔۔۔" ایک زوددار مکہ اس کے منہ پہ پڑا

اور اگلے پل اوندھے منہ وہ زمین پہ تھا۔

"جتنا تم نے بازار منڈی لگانا تھا لگا چکے ماؤ اٹس مائی ٹرن۔۔۔"

وہ پچھلے تین ماہ سے اس شخص کے ساتھ تھا عائزل سے اس کا ریسٹورنٹ میں ملنا وہ بخوبی دیکھ چکا تھا۔ بس اسی دن سے یہ اس شخص کا مکمل بائیو ڈیٹا جاننے میں جت گیا پھر اس کی ٹیم کا حصہ بن کر اس کے قریب آیا اور اب وہ اس کے تمام کچے چٹھے جان لینے کے بعد وہ اسے اِکسپوز کرنے جا رہا تھا۔

پولیس کے سائرن پہ شیگی نے اپنی لوڈڈ گن نکال کر گولی چلائی۔

خون کے چھینٹے اڑ کر اس پر بھی آئے تھے مگر وہ اس کی پرواہ کیے بنا وہاں سے بھاگ نکلا۔

پولیس نفری ہر طرف پھیل چکی تھی۔

"فرہاد۔۔۔۔!" ایس پی صاحب نے اس کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے اس کے گال تھپتھپائے۔

"احمد انکل رابی کو گھر لے جائیں پلیز۔۔۔ گھر پہ کسی کو۔۔۔۔ ابھی کچھ۔۔۔ نہ بتائیے گا۔۔۔ اٹس۔۔۔ مائے۔۔۔ ریکوئسٹ" وہ سامنے کھڑے احمد کو اپنے لیے پریشان دیکھتے بولا۔

"احمد صاحب آپ بیٹی کو لے جائیں ہم فرہاد کو ہسپتال لے جا رہے ہیں شیگی کے مل

جانے سے زیادہ اہم ابھی فرہاد کی زندگی ہے" وہ اسے اپنی مضبوط بازوؤں کا سہارا دیتے کھڑا کر گئے۔ کچھ اور آفیسرز بھی ان کی طرف آئے۔

سر وہ شیگی مل گیا ہے

"ٹارچر سیل میں ڈالو سالے کو"

اسے ایس پی کی سرکاری گاڑی میں ہی ہسپتال لایا گیا۔ آپریشن تھیٹر پہلے ہی تیار تھا آپریشن فوراً شروع ہو چکا تھا۔ گولی یقیناً پسلیوں کے آس لاس لگی تھی۔ دو ڈھائی گھنٹوں کے کریٹیکل آپریشن کے بعد آپریشن کامیاب ٹھہرا تھا۔

"اگر کچھ دیر اور ہو جاتی تو پوائزن دل تک پہنچ جاتا لیکن الحمدللہ اب وہ خطرے سے باہر ہیں" ڈاکٹر ایس پی کو نوید سناتے آگے بڑھ چکے تھے۔

****

"دیکھو عکاشہ یہ سب ہر بار ہو ضروری تو نہیں اور ابھی فرہاد نے ٹریننگ ہی کہاں لی تھی مکمل میں نے اسے منع کیا تھا اتنا بڑا رسک اسے نہیں لینا چاہیے لیکن جس ہمت اور حوصلے سے اس نے تین ماہ میں اپنی کارکردگی دکھائی ہے ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو فخر ہے اس پہ۔۔۔۔ آپ کو بھی اپنے بیٹے کی قابلیت پہ فخر ہونا چاہیے" ایس پی نے سمجھاتے

سمجھاتے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"آپ لوگوں کو کچھ تو احساس ہونا چاہیے وہ صرف انیس سال کا ہے اتنا بڑا ٹارگٹ اس کی زندگی داؤ پر لگا دی آپ لوگوں نے" وہ غصے سے دہاڑا۔

"وہ انیس سال کا ہے لیکن اس میں اتنا سپارک ہے کہ وہ وہ کر گیا ہے جو پچھلے گیارہ سال سے ہم نہیں کر سکے" ایس پی نے خوشدل لہجے میں کہا۔

"یہ سب کہہ کر آپ لوگ مجھے قائل نہیں کر سکتے ایک بات یاد رکھیں میرے بیٹے کو کچھ ہوا تو میں آپ لوگوں کی نوکریاں ختم کروا دوں گا" وہ انگلی اٹھا کر گویا ہوا۔

"مسٹر عکاشہ آپ کے بیٹے کو فورس نہیں کیا گیا تھا وہ خود آیا تھا ہمارے پاس اور اس نے کانٹریکٹ سائن کیا تھا ہمارے ساتھ" عکاشہ کو حیرت ہوئی۔ افنا بڑا قدم وہ بنا پوچھے خود سے ہی کیسے اٹھا سکتا تھا۔

ایس پی نے اسے ٹھنڈا پڑتے دیکھا تو اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

"پریشان نہ ہوں عکاشہ صاحب وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا اور مجھے امید ہے وہ آپ کو بہتر طرح سے سمجھا پائے گا ہمیں اجازت دیں اب فی امان اللہ" وہ اس کو تسلی دیتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے جا چکا تھا۔

****

"بہت بڑے ہو گئے ہو۔۔۔؟ اتنے بڑے کہ اپنی زندگی کے اتنے بڑے فیصلے خود ہی کرو گے۔۔۔؟" وہ پوچھ کم اور چیخ زیادہ رہا تھا۔

بالی نے فرہاد کی متغیر ہوتی رنگت دیکھ عکاشہ کا بازو تھاما۔

"آپ ایک دفعہ اس کی۔۔۔۔"

"چپ یہ سب تمہارے بے پیار پیار کا نتیجہ ہے کہ یہ لوگ اتنے خود سر ہو گئے ہیں تمہاری شہ پہ ہی یہ لوگ آج۔۔۔"

"پلیز بابا اماں جان کو کچھ مت کہیں" حنا نے بالی کی آنکھوں میں نمی اترتے دیکھی تو فوراً اس کے قریب آئی۔

عکاشہ نے غصے سے حنا کو دیکھا تو وہ بھی سر جھکا گئی۔

"پلیز بابا آپ خواہ مخواہ اماں جان پہ غصہ کر رہے ہیں غلطی میری ہے تو ڈانٹیں بھی مجھے۔۔۔۔ ایم سوری مجھے یوں آپ کو بنا بتائے اتنا بڑا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا آپ کبھی مجھے اجازت نہ دیتے" اس نے جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اوہ تو یعنی اگر ہم تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں کسی کام سے منع کریں گے تو تم ہمیں بنا بتائے وہ کام کرو گے۔۔۔؟"

"ایم سے اینگ یو سوری بابا" وہ جانتا تھا ابھی اسے ٹھنڈا کرنا ضروری ہے ورنہ عین ممکن تھا وہ اسے آئندہ اس فیلڈ میں جانے سے ہی منع کر دے۔

"سوری..." وہ غصے سے بولتا وہاں سے نکل گیا جاتے جاتے وہ بالی اور حنا پہ غصیلی نظر ڈالنا نہیں بھولا تھا۔

****

"خرج الوردو من خوضه لملاقاتها"

"كانت الشمس عريانية"

"في الحريف۔۔۔!"

'سوى خيط غم على خصرها"

"هكذا يولد الحب۔۔۔!"

"فى القرية التي جيت منها"

"The rose leaves its flowerbed to meet her"

"The sun is naked in autumn"

"Nothing except a thread clouds around her waist"

"This is how love arrives in the village where I was born"

بکے پہ لکھے کارڈ کی رائیٹنگ وہ دیکھتے ہی چونکا۔ یہ گہرے گلابی رنگ کا بکے تھا جو ہر روز اس کے جاگنے سے پہلے یہاں ہوتا تھا یہ بات اس نے کل ہی محسوس کی تھی لیکن یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی یہ یہاں کون رکھتا تھا مگر آج یہ عبارت جو اس کے سامنے تھی یہ لکھائی وہ بہت اچھے سے پہچانتا تھا لبوں پہ مسکراہٹ آٹھہری۔

اس نے موبائل سے سنیپ لی اور اسے سینڈ کی۔ کچھ دیر میں ہی وہ اوپن ہو چکی تھی مگر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

"نو ریلائے۔۔۔؟" (کوئی جواب نہیں۔۔۔۔؟) ایک اور کوشش۔

پچھلے ایک ہفتے میں سب اس سے ملنے آتے تھے دن میں دو تین بار احمد صاحب بھی چکر لگاتے مگر وہ جس کو دیکھنے کی تمنا وہ نجانے کیسے دل میں دبائے بیٹھا تھا وہ نہیں آئی تھی۔

اب میسج اوپن نہیں ہوا تھا یقیناً وہ اب نہیں دیکھے گی۔ ایک سرد آہ خارج کرتے وہ آنکھیں موند گیا۔

لیٹ می ڈاؤن سلولی کی تیز رنگ ٹون پہ وہ موبائل مو دیکھ کر کال ریسیو کرتے کان سے لگا گیا۔

Urdu Novels Ghar

"وا علیکم السلام۔۔۔!"

"کافی بہتر تم سناؤ کیسی جا رہی ہیں تیاریاں۔۔۔؟"

"ہمم ان شاء اللہ" پھر کافی دیر مقابل کی داستان سنتے سنتے وہ سو چکا تھا۔ یقیناً یہ حنا تھی جو آج مایوں بیٹھنے والی تھی۔

****

"عکاشہ پھو بلا رہی ہیں آپ کو" وہ میرون ساڑھی میں سنہری بال کھولے اس کے دل کو دھڑکا کر آگے بڑھ گئی۔

وہ ابھی تک ناراض تھی اس سے اور عکاشہ کے مطابق یہ اس کا حق بھی تھا کیونکہ دادو کی وفات کے بعد یہ پہلی دفعہ تھا اس نے اسے یوں ڈانٹا تھا۔

"آہمم بابا ڈاکٹر صاحبہ جا چکی ہیں آپ بھی جائیں اور دادو کی بات سن لیں" فرہاد نے اس کے مسکراتے چہرے سے نظر ہٹا کر کہا تو وہ اس کی گردن کے گرد بازو کا پھندا لگا گیا۔

"ہاہاہا بابا جان چھوڑ دیں یار آج ہی ہسپتال سے آیا ہوں واپس بھیجنے کا ارادہ ہے کیا...؟" وہ دہائی دیتے ہوئے بولا۔

"بدتمیز شرم نہیں آتی باپ کو چھیڑتا ہے"

"یار میں نے کون سا کچھ غلط کہا ہے" وہ گردن سہلاتا سرخ چہرے سے بولا۔

"زیادہ تو نہیں لگی۔۔۔؟" وہ متفکر ہوا۔

"ہاں لیکن اٹس اوکے اگلی دفعہ سنبھال کے ہاں"

"اچھا یعنی دوبارہ بھی ایسی کسی شرارت کا امکان ہے" اس کی بات پہ فرہاد نے مسکراہٹ دبائی۔

"اب جائیں بھی" وہ جو ان کے بلانے کا مقصد پہلے ہی جانتا تھا اسے زرا سا دھکیل کر بولا۔

عکاشہ کے جاتے ہی اس کی نظر حنا کے ساتھ بیٹھی عائزل پہ گئی جو بمشکل مسکرا کر کسی بات کا جواب دے رہی تھی۔

فرہاد نے بہت غور سے دیکھا تھا اسے اورنج اور گرین کے کنڑاس لہنگا چولی پہ ہمیشہ کی طرح میچنگ حجاب میں وہ حقیقتاً اسے کوئی شوخ پری لگ رہی تھی اس کی سبز آنکھوں میں آج گل لالہ کا رنگ کافی گہرا تھا۔ سفید رنگت بجھی بجھی سی تھی۔

لیکن کیوں۔۔۔؟ یہی جاننے کے لیے تو وہ اتنا بڑا قدم لے رہا تھا ممکن تھا یہ قدم اٹھانے سے پہلے ہی وہ اسے گرا دے مگر۔۔۔ وہ آزمانا چاہتا تھا خود کو۔

****

"میں اور بالی عائزل کو فرہاد کے لیے پسند کرتے ہیں اور آج ہی احمد سے اس کے رشتے کی بات کر کے منگنی دیں تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔؟"

"یہ اطلاع اگر آپ مجھے منگنی کے بعد بھی دے دیتے تو بھی مجھے اعتراض نہ ہوتا" وہ جان بوجھ کر سلگتے لہجے میں بولا البتہ بات اس نے دلی سچائی سے کہہ تھی۔

"تو یعنی تمہیں کوئی اعتراض نہیں۔۔۔۔؟" انہوں نے مسکرا کر بالی کو دیکھا۔

"جی نہیں ویسے بھی میرے اعتراض سے کسی کو کیا فرق پڑتا ہے یہاں تو سب کو اپنی اپنی کرنا ہوتی ہے" وہ ٹیڑھی نظروں سے بالی کو دیکھ کر بولا۔

"ہمم تو میں احمد اور خدیجہ سے بات کروں۔۔۔؟"

"جی کر لیں مجھے نہیں لگتا انہیں کوئی اعتراض ہو گا میری اس سلسلے میں پہلے بھی بات ہو چکی ہے عائزل کو لاہور بھیجنے سے پہلے ہی لیکن اس کا کہنا تھا جب تک وہ اپنی پڑھائی مکمل نہ کر کے تب تک یہ بات نہ ہی کی جائے"

"ہمم چلو میں بات کرتی ہوں مجھے لگتا ہے مجھے وہ منع نہیں کر پائے گا" وہ مسکراتے ہوئے باہر نکلیں۔ اس سے پہلے کہ بالی بھی ان کے پیچھے نکلتی عکاشہ نے اس کی ساڑھی کا پلو کھینچا۔

"کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟" وہ انجان بنی۔

"کب سے اگنور کر رہی ہو مجھے"

"کب سے۔۔۔؟" اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"یہی سے اٹھا کر لے جاؤں گا پھر کرتی رہنا شادی کے کام" وہ غصے سے بولا تو بالی نے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پہ سر رکھا۔

"ابھی تک ناراض ہیں۔۔۔؟"

"تم نے دو سال کا بولا تھا"

"ہمم لیکن حنا کے لیے یہ ٹائم بھی کافی ہے اور وہ خوش ہے اور پھر نکاح کے بعد رخصتی کا دورانیہ لمبا نہیں کرنا چاہیے" وہ اس کے جیب پہ بنے ڈیزائن پہ بار بار انگلی گھما رہی تھی۔

وہ اسے شہرام کے بارے میں مزید کوئی صفائی پیش کرنا نہیں کرے گی وقت خود بتائے گا کہ وہ واقعی حنا کے لیے بہت اچھا ثابت ہونے والا تھا۔

"ناراض ہیں ابھی تک۔۔۔؟"

"ہاں" اس کے اس قدر صاف گوئی پہ اس نے گھورا۔

"گھورو مت ورنہ باہر سب ہمیں ڈھونڈتے رہ جائیں گے" اس نے آنکھ دبائی تو وہ اس کے سینے پہ تھپڑ مارتے دور ہوئی۔

"بھاگ کر کہاں جاؤں گی۔۔۔؟" اس نے اسے واپس اکنی طرف کھینچا۔

"اپنی منزل کی طرف"

"اور تمہاری منزل کہاں ہے۔۔۔؟"

"آپ کا دل" وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولی تو عکاشہ نے ان کے درمیان فاصلہ ختم کرتے اپنا آہنی حصار اس کے گرد بنایا۔ وہ بھی سکون سے اس کے سینے پہ سر رکھ گئی۔

****

رات کے ایک بجے وہ کمرے میں آیا تو وہ ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی۔ بہت کوشش کے باوجود اظہر اور دائم سے جان چھڑوا کر آنے میں وہ لیٹ ہو گیا تھا۔ وہ جو اسے پہلے ہی بتا چکی تھی گیارہ بجے وہ سو جانے کی عادی ہے اپنی عادت کے خلاف اس کے انتظار میں تھی۔

وہ بہت دھیمی چال چلتا بہت آہستگی سے اس کے سامنے آ بیٹھا شیروانی وہ پہلے ہی اتار چکا تھا سفید کرتا شلوار میں وہ مغرور سنجیدہ سا شہزادہ ہی لگ رہا تھا بلاشبہ وقت نے اس کی وجاہت میں اضافہ کیا تھا۔

ماتھاپٹی اب بے ترتیب ہو رہی تھی ناک کی نتھ میں جڑا سرخ موتی بڑے استحاق سے اس کے لبوں کو چھو رہا تھا نجانے کیوں یہ موتی شہرام کو جلن میں بتلا کر رہا تھا۔ گالوں پہ گرتے سنہری بالوں کے بڑے کرل دیکھ اس کے لب مسکرائے۔

کافی دیر والہانہ نظروں سے اس کا سجا سنورا روپ دیکھتے نظر اس کے کِھلے متبسم ہونٹوں پہ آئی تو وہ اپنے ہاتھوں کو وہ موتی ہٹانے سے روک نہیں پایا تھا۔ بہت نرمی سے اس نے وہ نتھ اس کے لونگ میں سے نکال دی۔ اب اس کی ناک میں پہنا فیروزی نگ والا ننھا سا لونگ تھا۔ یہ اس سے پہلے تو نہیں تھا یقیناً اس نے شادی کے دنوں میں ہی یہ تبدیلی کی تھی۔

حنا جو گہری نیند میں تھی کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے آہستہ سے آنکھیں کھول گئی۔ سب سے پہلے اس کی نظروں میں جلتے جذبات کے دیپ دیکھ وہ فوراً پلکوں کی باڑ گرا گئی۔

ہاتھ کافی دیر سے یوں ہی رکھے رہنے سے اب شل ہو چکا تھا گال کے نیچے انگوٹھیوں کا نشان بالکل واضح تھا۔ شہرام نے بے ساختہ اس نشان کو چھوا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔ شہرام نے لب دبائے۔

"کیا مسلہ ہے۔۔۔؟" وہ حواس باختہ ہوئی۔

"ریلیکس۔۔۔! یہاں آؤ" اس نے ہاتھ بڑھایا مگر چہرے پہ اب مسکراہٹ کی بجائے

سنجیدگی تھی۔

"نہیں ممیں ٹھیک ہوں" وہ پزل ہونے لگی۔

"کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔۔؟" اب کے وہ قدرے سرد لہجے میں بولا تو حنا کا سانس خشک ہونے لگا۔ اس نے اپنی پلکیں اٹھا کر دیکھا۔

نیند کے خمار سے بھری گلابی آنکھیں شہرام کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

اس نے بہت نرمی مگر مضبوطی سے اس کی کلائی تھامی اور اپنے قریب کیا۔

"برا لگا ہے میرا چھونا۔۔۔؟" اس نے بہت نرمی سے پوچھا۔ وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"تو پھر بھاگ کیوں رہی ہو۔۔۔۔۔؟"

"جب انسان خود اپنے آپ کو کسی کے حراست میں دے دے تو بھاگ کر کہاں جائے گا۔۔۔؟" وہ چاہ کر بھی اپنی آواز کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو نہ لا سکی۔ شہرام کے لبوں پہ جاندار مسکراہٹ آ ٹھہری۔ اس نے بڑے استحاق اور محبت سے اسے خود میں بھینچا۔

"تھینک یو۔۔۔ تھینک یو سوچ فار کمپلیٹنگ می" وہ گھمبیر آواز میں بولتا حنا کی سانس خشک کرنے لگا تھا۔ مگر اس کی زندگی میں اب آنے والے لمحات بہت قیمتی تھے۔ وہ اسے متاعِ جاں کی طرح خود میں سمو کر ہمیشہ کے لیے اس کا ہو جانے والا تھا۔

حنا اس کا خود سے لگاؤ دیکھ اس کے ماضی کا وہ باب بھول چکی تھی اور شاید نہ ہی کبھی اب وہ دوبارہ ان کے درمیان زیر بحث آنے والا موضوع تھا۔ رات کی خنکی ان کی

محبت کی تپش سے جل اٹھی تھی۔ محبت کی ایک نئی کونپل اس کے بنجر دل پہ پوری آب وتاب سے کھلی تھی۔

****

"الحب مثل الريح، لايمكنك أن تراه، ولكن يمكنك أن تشعر به"

"Love is like the wind, you can't see it, but you can feel it"

آج تیسرا دن تھا یہ لان سے توڑے بکے اور یہ کارڈ اس کے کمرے میں موجود تھا۔ تحریر پڑھ کر وہ مسکرائی۔

اس کے نام کی انگوٹھی پہ وہ انگلی پھیرتی دل میں ہوتی گد گدی کو ڈپٹتی وہ کچن کی طرف بڑھی۔ سب کچھ پیکڈ تھا وہ لیٹ ہو چکی تھی۔

جانے کو پلٹی تو سامنے وہ اپنے لمبے چوڑے وجود سمیت کھڑا اپنی شان و وجاہت سے اس کا دل دھڑکا گیا تھا۔ اس کے ایک طرف اسے گزرتی کے وہ اس کے سامنے ہوا۔

"راستہ دیں۔۔۔" وہ اس کے پیروں کو دیکھتے بولی۔

"بیگم بنی نہیں ہو اور بیویوں والے رعب شروع تم لڑکیوں کی منٹیلٹی ہی ایسی ہوتی ہے"

وہ بڑی سنجیدگی سے سینے پہ بازو لپیٹ کر گہری نظروں سے دیکھتے بولا۔ آج تیسرے دن تو اسے دیکھ رہا تھا۔ نکاح کے بعد سے تو وہ اس سے چھپی ہوئی تھی۔

"اور آپ لڑکوں کی تو بڑی اچھی ہوتی ہے اسپیشلی آپ کی" وہ سلگتے لہجے میں بولی۔

"الحمدللہ" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ مغرور لہجے میں بولا۔

بلیک ٹراؤزر پہ ریڈ شرٹ جس کے بیچ وبیچ سیاہ بڑا سا ایم نما کوئی سائن تھا سنہری بال ابھی نم تھے یقینا وہ ابھی ابھی شاور لے کر آیا ہو گا۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں دیکھ اس کا دل ہمیشہ کی طرح شدت سے دھڑکا۔

وہ دوبارہ اس کی سائیڈ پہ سے گزرتی کہ وہ دوبارہ اس کے سامنے ہوا۔

"کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔۔؟"

"یہی تو پوچھنے آیا ہوں" اس نے ہاتھ کھول کر ٹراؤزر کی جیبوں میں ڈالے۔

"کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ جب محبت کرتی ہو تو یہ سرد مہری کیوں دکھا رہی ہو۔۔۔؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

وہ صحیح معنوں میں زچ ہو چکا تھا اس کی یوں بے رخی پہ۔

"آپ کو اس سے کیا۔۔۔؟ میرے ہونے سے تو کوفت ہوتی ہے آپ کو اب تو پوری زندگی برداشت کرنا ہو گا کافی جذباتی فیصلہ کیا ہے آپ نے بہت جلد پچھتائیں گے اور۔۔۔۔"

"ششش" اس نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

"کہہ لیا۔۔۔؟ اب میری بات سنو" عائزل کا دل لرزا تھا۔

"کیا اب وہ محبت کا اعتراف کرے گا۔۔۔؟" اس نے بے یقینی سے اس کو دیکھا۔

"اتنا ہی برا لگتا ہوں یا میرا فیصلے پہ اتنا اعتبار نہیں تھا تو کیوں کیا نکاح۔۔۔؟"

"بابا کے لیے" اس نے فوراً جواب دیا۔

"جھوٹ" اس نے فوراً ٹوکا۔

کچن کی طرف بڑھتی قدموں کی چاپ سنتے عائزل دوبارہ ایک طرف سے پھرتی سے باہر کو بھاگتی کہ فرہاد نے اسے اپنے سامنے کرتے اس کی پیشانی پہ ابرو درمیان لب رکھے۔

"خیال رکھو اپنا امانت ہو میری" اس کی گال تھپتھپا کر وہ اسے طوفانوں کی زد میں چھوڑتا وہاں سے جا چکا تھا۔

یہ تو طہ تھا وہ ضدی شخص کبھی اظہار نہیں کرنے والا تھا۔

"اچھا ہوا اٹھ گئی تم چلو تیار ہو جاؤ یہ پکڑو چائے اور تیار ہو کر نیچے آؤ پھر حنا کا ناشتہ بھی کے کر جانا ہے" بالی نے چائے مگ میں ڈالتے کہا۔

"جی آنٹی" اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"کیا ہوا تم اتنا بلش کیوں کر رہی ہو خیر ہے۔۔۔؟" اس نے شرارت سے کہا۔ کچن سے نکلتے فرہاد کو وہ دیکھ چکی تھی۔

"ہاہاں نہیں میں ٹھیک ہوں" اس نے خفت سے سر جھکا کر چائے کا مگ اٹھایا۔ بالی نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"چھوڑ دو یہ انا پرستی محبت میں صرف محبت ہوتی ہے ضد انا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہوتی اگر وہ پہل نہیں کر رہا تو تم کر لو اب تو محرم ہے تمہارا اپنی محبت کا اظہار اس کے سامنے کرو گی تو کوئی گناہ نہیں ہو گا بلیو می" اس نے آخر میں پیار سے اس کی ٹھوڑی دبائی اور اپنے ساتھ لگایا۔

"چلو اب تیار ہو جاؤ پھر چلتے ہیں ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا"

"جی" وہ مسکراتے ہوئے کچن سے نکلی۔

****

پی سی ہوٹل کے وسط میں ان سب کی خوش گپیوں میں بلند ہوتے بے باک قہقے کبھی کسی کو شرمانے پہ مجبور کر دیتا تو کبھی کوئی دوسرے کو گھورتا وہ سب ماحول پہ چھائے ہوئے تھے۔ ہر نظر ان مکمل جوڑوں پہ تھی۔

"یار یہ فرہاد کیوں نہیں آیا۔۔۔؟" یہ پوچھنے والا اظہر تھا جس کا لگاؤ ہر دن کے ساتھ فرہاد کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔! وہ کہہ رہا تھا سب نئے نئے جوڑے آئے ہوں گے وہاں اور میرا جوڑا ابھی مکمل نہیں ہے تو بس۔۔۔۔" حنا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ہاہاہاہا" عکاشہ سمیت دائم اظہر اور شہرام کا قہقہ بلند ہوا۔

عکاشہ اور بالی کو فئیر ویل دینے کے بہانے سے یہ گیٹ ٹو گیدر بخت اور انوشہ کی طرف سے رکھا گیا تھا جس میں فرہاد آج بھی اپنے کسی نئے مشن کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکا تھا۔

"میں کال کرتا ہوں اسے" دائم نے موبائل نکالا۔

"بھئی اسے پتہ ہونا چاہیے اس کا آدھا جوڑا اسے مس کر رہا ہے، اس نے نظروں ہی نظروں میں جیسے انوشہ کے خیال بھی جاننے چاہیے۔

"تو اور کیا" اس نے کھیرے کا ٹکرا منہ میں رکھتے عائزل کو دیکھتے کہا۔

عائزل جو ابھی اپنی صفائی میں کچھ کہتی انوشہ کے آنکھ دبانے پہ سٹپٹائی۔

"بابا۔۔۔!" اس نے اپنے ساتھ بیٹھے احمد کے بازو میں گھسنے کی کوشش کی۔

"ہاہاہاہاہ" سب کے قہقے ایک دفعہ پھر بلند تھے۔ حنا نے تو اسے ایک چپت بھی لگائی تھی جس پہ وہ روہانسی ہو کر باپ کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"نا بھئی تنگ نہ کرو میری بیٹی کو ورنہ براپیش آؤں گا" احمد نے سب کو مصنوعی گھوری سے نوازا۔ تو وہ سب سعادت مندی سے سر ہلا کر اپنی اپنی باتوں میں مصروف ہوئے تو

اس نے دھیرے سے آنکھ بچا کر سب کو دیکھا پھر سیدھی ہو کر آہستہ آہستہ پاستہ کھانے لگی۔

"آہمم آہمم" حنا کی مصنوعی کھانسی پہ اس نے سر اٹھایا۔ حنا نے آنکھ کے کونوں سے ایک طرف اشارہ کیا تو وہ اظہر سے مل رہا تھا۔

بڑے سے فریم گلاسز کے پیچھے اس کی مسکراتی بڑی بڑی روشن آنکھیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں تو دونوں دلوں کے دھڑکنیں جیسے جوش میں آئیں۔ فرہاد نے حنا سے یوں ہی بیٹھے بیٹھے گال سے گال ملاتے ہوئے سامنے بیٹھی عائزل کو دیکھ آنکھ دبائی۔ عائزل کا منہ حیرت سے کھلا پھر وہ وہاں سے گزرتا عائزل کے ساتھ آبیٹھا۔ اس کے سامنے سے پاستہ اٹھاتے وہ اپنے ساتھ رکھ گیا۔

اس کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی پھر وہ دوبارہ سر جھکا کر پاستہ کھانے لگی۔

"آج مام کچھ سنائیں گی اس نے آتے ہی فرمائش کی"

"ہوہوہوہو۔۔۔!" بخت اور انوشہ کی ہوٹنگ بلند ہوئی تو وہ چرہاد کو گھورنے لگی جو معصومیت سے کندھے اچکا گیا۔

"بچے کو یوں نہ گھورو دو نمبر ڈاکٹر صاحبہ چلو شروع ہو جاؤ" بخت نے بھی اسے دوگنا گھورا۔ اب تو فرار نہ ممکن تھا۔

ہ"مم ٹھیک ہے میں سناؤں گی مگر ایک شرط پہ"

"کیسی شرط ہمیں سب شرطیں منظور ہیں کیوں بابا جان۔۔۔؟" فرہاد نے عکاشہ کو بھی گسیٹا۔ عکاشہ نے فقط مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

"پہلے یہاں بیٹھا ایک چھپا رستم کچھ سنائے گا پھر میں سناؤں گی" اس نے آنکھ کے کونے سے عائزل کو دیکھا۔

"واٹ۔۔۔؟" سب کو ہی حیرت کا جھٹکا لگا تھا لیکن فرہاد مسکرایا اس کی مسکراہٹ بہت پر سکون تھی۔

"ڈن۔۔۔؟" اس نے بالی کو سائین دیتے عائزل کو دیکھا۔

"ممیں میں کیسے مجھے نہیں آتا" وہ پزل ہوئی۔

کم آن فرہاد نے اس کے ہاتھ کو بہت نرمی سے تھام کر جیسے اس کو اعتماد بخشا۔

"عائزل عائزل ہوہوہویو" سب کی ہوٹنگ پہ وہ خود میں اعتماد پیدا کرتے گلا کھنکار کر آنکھیں بند کر گئی۔

ماہیا تیرے ویکھن نوں۔۔۔
چک چرخا گلی دے وچ ڈاہواں
وے ماہیا تیرے ویکھن نوں۔۔۔
چک چرخا گلی دے وچ ڈاہواں

لوکاں بہانے میں کتدی

تندتیریاں یاداں دے پاواں

ماہیا تیرے ویکھن نوں۔۔

بس

وہ جو اس کی آواز کے سحر میں مبتلا ہو چکے تھے اس کے اچانک بس پہ بدمزہ ہوئے۔

ون۔موریا ریہ انوشہ اور حنا تھیں جو یک بیک بولیں۔

جی نہیں شرط مکمل ہو چکی ہے باقی پھر کبھی اب اماں جان۔۔۔! وہ جانتا تھا وہ کنفیوز ہو جاتی ہے اسی لیے اس کی طرف سے خود ہی ب اٹھا۔عائزل نے دل ہی دل میں شکرا ادا کیا۔

کیا سناؤں ابھی تو کبھ بھی ذہن میں نہیں آرہا

بابا کی فیورٹ غزل۔۔۔اس نے لقمہ دیا۔

آہا۔۔۔! اظہر نے ہنستے ہوئے چٹخارہ لیا۔

زندگی کا سفر کاٹنا ہو اگر

زندگی کا سفر۔۔۔۔۔۔۔

کاٹنا ہو اگر
آگ پہ رقص کرنے کا
فن کا سیکھ لو
جسم چاہے جلے
روح پھولے پھلے
جینا چاہو اگر
تو
مرنے کا فن سیکھ لو

ان سب کے دلوں میں اپنے لفظ بہت گہرائی سے اتارتی وہ عکاشہ کو دیکھ مسکرائی۔
وقت کا کارواں یوں ہی چلتا جا رہا تھا اسے یوں ہی چلنا ہے وہ سب اپنے اپنے محور میں خوش تھے بہت سی خلشیں بہت سی خامیاں ابھی بھی باقی تھیں مگر اس کے باوجود ان کے قہقہے خوشی سے لبریز تھے۔

وہ سب واقف ہو چکے تھے،
زندگی اور حاصل کا جنوں فریب ہے اور۔۔۔!

ہر فریب دلفریب ہے۔💞

****

Urdu Novels Ghar